تاریخ مشائخ نقشبند

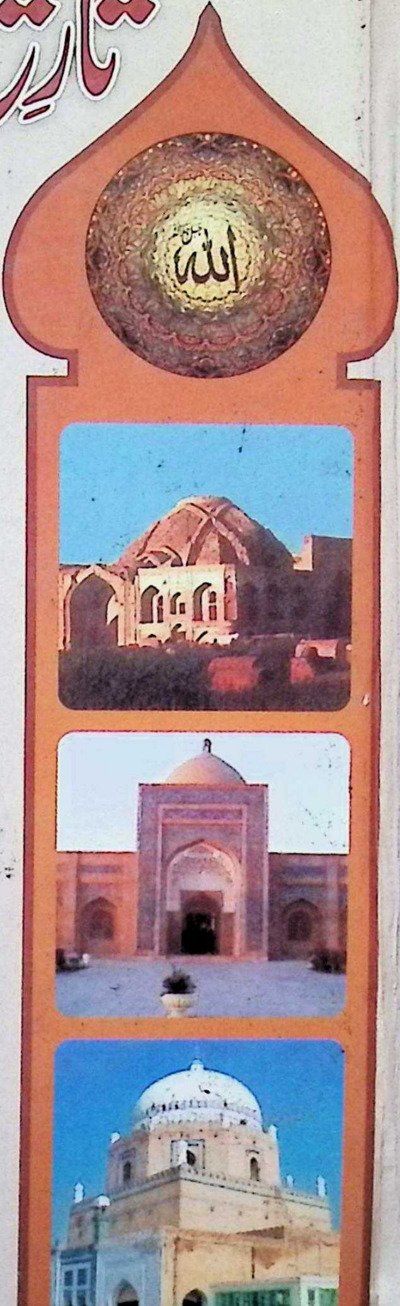

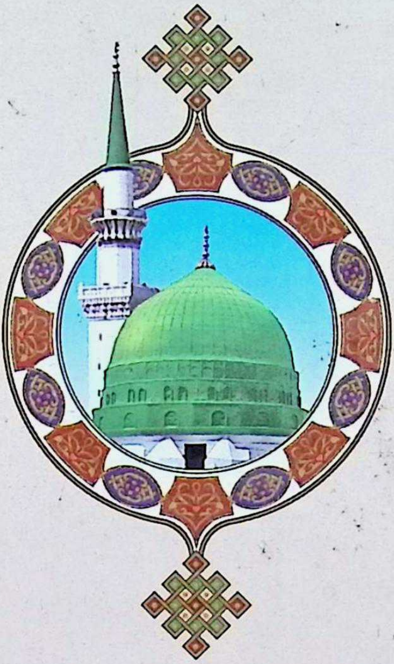

از

محمد صادق قصوری

فرید بُک ڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ

Kutub Khana-E-Mujaddadia
Rouza Sharif, Sirhind, Punjab
Mob:-98552-05786

تاریخِ مشائخ نقشبند

نقشبندی مشائخ عظام کا روشن تذکرہ، اِن کی تعلیمات، حالاتِ زندگی،
پاکیزہ سیرتوں اور علمی، اصلاحی، اخلاقی، روحانی خدمات کا تذکرہ،
انتہائی محنت، تحقیق سے مرتب کیا گیا مجموعہ

از

محمد صادق قصوری

فرید بُکڈپو (پرائیویٹ) لمٹیڈ
FARID BOOK DEPOT (Pvt.) Ltd.
New Delhi - 110002

©جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

تاریخ مشائخ نقشبند

از

محمد صادق قصوری

باہتمام

(الحاج) محمد ناصر خاں

Tareekh-e-Mashaikh-e-Naqshband

Author:
Muhammad Sadique Qusoori
Edition: **2014**
Pages: **550**

ناشر

فرید بکڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ
FARID BOOK DEPOT(Pvt.)Ltd.
2158, M.P. Street, Pataudi House, Darya Ganj, New Delhi-2
Ph.: 011-23289786, 23289159 Fax: 011-23279998
E-mail: faridexport@gmail.com | Website: faridexport.com

Printed at : Farid Enterprises, Delhi-2

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	انتساب	۵
۲	مقدمہ	۶
۳	حالاتِ طیبات سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۰
۴	حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۶
۵	حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۶۱
۶	حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم	۶۷
۷	حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۷۰
۸	حضرت بایزید بُسطامی رحمۃ اللہ علیہ	۸۰
۹	حضرت شیخ ابُوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ	۹۳
۱۰	حضرت شیخ ابُو علی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ	۱۰۵
۱۱	حضرت خواجہ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ	۱۱۰
۱۲	حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ	۱۱۶
۱۳	حضرت خواجہ عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ	۱۲۹
۱۴	حضرت خواجہ محمود الخیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ	۱۳۱
۱۵	حضرت خواجہ علی رامتینی رحمۃ اللہ علیہ	۱۳۵
۱۶	حضرت بابا محمد سماسی رحمۃ اللہ علیہ	۱۴۶
۱۷	حضرت خواجہ امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ	۱۵۰
۱۸	حضرت خواجہ محمد بہاالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ	۱۶۶

۱۹	حضرت خواجہ علاء الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ	۲۱۷
۲۰	حضرت خواجہ یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ	۲۲۵
۲۱	حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ	۲۳۵
۲۲	حضرت خواجہ محمد زاہد وخشی رحمۃ اللہ علیہ	۲۵۶
۲۳	حضرت خواجہ درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ	۲۵۹
۲۴	حضرت خواجہ محمد مقتدیٰ امکنگی رحمۃ اللہ علیہ	۲۶۳
۲۵	حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۶۸
۲۶	حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ	۳۰۰
۲۷	حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ	۴۰۰
۲۸	حضرت حجۃ اللہ خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ	۴۲۷
۲۹	حضرت خواجہ محمد زبیر سرہندی رحمۃ اللہ علیہ	۴۳۴
۳۰	حضرت سید قطب الدین حیدر رحمۃ اللہ علیہ	۴۳۹
۳۱	حضرت حافظ سید محمد جمال اللہ رامپوری رحمۃ اللہ علیہ	۴۴۳
۳۲	حضرت خواجہ سید محمد عیسیٰ گنڈاپوری رحمۃ اللہ علیہ	۴۴۹
۳۳	حضرت خواجہ محمد فیض اللہ تیراہی رحمۃ اللہ علیہ	۴۵۵
۳۴	حضرت خواجہ نور محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ	۴۶۲
۳۵	حضرت خواجہ فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ	۴۷۲
۳۶	حضرت امیر ملت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری رح	۴۸۴
۳۷	حضرت سراج الملت پیر سید محمد حسین شاہ صاحب علی پوری رح۔	۵۲۵
۳۸	ماخذ و مراجع	۵۴۲

انتساب

اِمَامُ العَاشِقِین، زُبدۃ العَارِفِین، شہنشاہِ مُشکلکُشا، سالارِ قافلۂ اولیاء حضرت خواجہ سیّد محمد بہاء الدین نقشبند بُخاری قدس سرّہٗ کے نام۔

؎ توتیائے چشم سازم خاکپائے نقشبند   تا بیابم سرِّ حق از لطفِ سائے نقشبندؒ
رو بدرگاہِ بہاء الدین نظر کن زانکہ ہست   نہ فلک مانندِ درباں در سرائے نقشبندؒ
مُشکلاتِ ما ہمہ ہرگز نیاید در عدد   المدد یا خواجہ مُشکلکُشائے نقشبندؒ

(حافظ شیرازیؒ)

مقدمہ

(ضیاء الامت مفسرِ قرآن حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب دامت برکاتہم عالیہ)

مولانا محمد صادق قصوری ہمارے ملک کے ممتاز محقق، قابلِ اعتماد مورخ اور صاحبِ طرز ادیب ہیں۔ اُن کی تحقیقی نگارشات علمی حلقوں میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ طلبہ اور علماء بڑے شوق سے اُن کی تصنیفات کا مطالعہ کرتے ہیں۔ لیکن "تذکرہ نقشبندیہ جماعتیہ" لکھ کر انہوں نے اپنے آپ کو زندہ و جاوید بنا دیا ہے۔ طریقت اور معرفت کے گہرے سمندر میں غواصی بڑے حوصلہ کا کام ہے، اس کی تہہ سے آبدار موتیوں سے جھولی بھرنا بڑے مقدر کی بات ہے، پھر ان کو آراستہ و پیراستہ کر کے حق کے متلاشیوں اور متوالوں کے ذوقِ لطیف کی تسکین کا سامان بنا دینا بہت بڑی سخاوت ہے۔ اس کتاب کی تالیف کی توفیق ارزانی فرما کر رحمتِ الٰہی نے جناب قصوری صاحب کو اُن ساری خوبیوں سے مالا مال فرما دیا ہے۔

تذکرہ نگاری ہمارے درخشاں ماضی کا ایک قیمتی باب ہے۔ خلفاء، سلاطین، فاتحین، محدثین، مفسرین، فقہاء، اولیاء، علماء، شعراء، ادباء، اطباء، حکماء، الغرض ہر عہد کے تذکرہ نگاروں نے زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے ملت کے قابلِ قدر افراد کے علمی اور عملی، تحقیقی اور تخلیقی کارناموں کو اپنے اسفارِ جلیلہ میں بڑی امانت اور سلیقہ سے محفوظ کر لیا ہے تاکہ آنے والی نسلیں اپنے اسلاف کے زریں کارہائے نمایاں کو یاد بھی رکھیں اور اپنے مضمحل قویٰ اور افسردہ ذہنی صلاحیتوں کو ان سے تازہ خون مہیا کر کے نئی زندگی سے بہرہ ور کرتی رہیں تاکہ وہ رزم گاہِ حیات میں اپنا ملی فریضہ حسن و خوبی سے انجام دے سکیں۔

ان تذکروں میں اولیاء کرام کے تذکروں کی شان ہی نرالی ہے۔ ان کا مطالعہ شیخِ کامل کی صحبت کا نعم البدل ثابت ہوتا ہے۔ محبتِ الٰہی کے خشک سوتے از سرِ نو اُبلنے لگتے ہیں غافل دلوں میں یادِ الٰہی کی شمع روشن ہو جاتی ہے۔ ان بندگانِ خدا کے حالات کے مطالعہ کی برکت سے نفسِ امّارہ کی سرکشی پر قابو پانے کی ہمّت پیدا ہو جاتی ہے۔ عبادت و اطاعت کی منزل کا سُست گام مسافر، برق رفتار بن جاتا ہے۔ اِن مسیحا نفس حضرات کی تاباں سیرت کے مطالعہ سے انسان کی کایا پلٹ جاتی ہے۔

ہمارے اکابر کو ان پاک نہاد حضرات کے تذکار کی ان برکات کا پُوری طرح احساس تھا، اسی لیے انہوں نے تصوّف کے مختلف طریقوں کے ہزارہا مشائخ کے حالات، کمالات خصوصاً ان کی تعلیمات کو بڑی جانفشانی سے جمع کیا۔ پُوری علمی دیانت کے ساتھ بڑے دل آویز پیرایہ میں اُن کو صفحۂ قرطاس پر ثبت کر دیا تاکہ اُن کے حیات بخش فیضان سے ملّت کے افکار و نظریات بیرونی زہریلے اثرات سے محفوظ رہیں اور گلشنِ اسلام سدا بہار رہے۔

کچھ عرصہ سے ملّت کے دوسرے علمی شعبوں کی طرح یہ شعبہ بھی زوال و انحطاط کی زد سے نہ بچ سکا۔ جو تذکرے لکھے گئے اُن میں چند مُستثنیات کے علاوہ کمالات و کرامات پر زیادہ زور دیا جانے لگا۔ کرامات کے بیان کرنے میں بھی احتیاط کے تقاضوں کو اور روایت کی شرائط کو عام طور پر نظر انداز کیا جانے لگا، ہر وہ حکایت جس میں تعجب انگیزی کا پہلو زیادہ ہوتا، اتنا ہی اُس کو اُچھالا جاتا۔ حتیٰ کہ بے سند روایات اور غیر معتبر کرامات کی دھن میں فلکِ معرفت کے تابندہ ستارے چھُپ گئے۔ اُن سے رُشد و ہدایت کا مقصد فوت ہو گیا۔ اس سے دُوہرا نقصان ہوا۔ جو لوگ پہلے ہی صُوفیاء سے بدگمان تھے اور تصوّف کو افیون یا عجمی سازش سمجھتے تھے، انہیں مزید اس چشمۂ ہدایت سے دُور بھاگنے اور نفرت کرنے کے بہانے مِل گئے۔ اور جو لوگ صوفیاء اور اولیاء اللہ سے عقیدت رکھتے تھے وہ اُن کے کمالات سے تو آگاہ ہوتے لیکن اُن کی رُوح آفریں اور ایمان پرور تعلیمات کے فیض سے محروم رہے۔ یہ محرومی کوئی معمولی محرومی نہ تھی اس کے باعث شیر، روباہ مزاج اور شاہین، زاغ صفت بن گئے۔

محترم مولانا قصوری صاحب نے اپنے تذکرہ میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ رضوان

اللہ علیہم کے جہاں کمالات و کرامات کا ذکر کیا ہے وہاں اُن کی تعلیمات کو بھی شرح وبسط سے بیان کیا ہے ۔ انہیں اپنے پیران عظام سے جو قلبی وابستگی اور اُن کی تعلیمات سے جو دلی لگاؤ اور اُن کے نظام رُشد وہدایت کی اشاعت و توسیع کا جو بے پایاں جذبہ ہے اُس کا انہوں نے احسن انداز میں مظاہرہ کیا ہے ۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء عنا وعن سائر السالکین علی الصراط المستقیم صراط الذین انعم اللہ علیہم ۔

ہماری دلی دعا ہے اللہ تعالیٰ قصوری صاحب کو تادیر سلامت رکھے ، اُن کے حوصلوں کو بلندی ، اُن کے عزائم کو پختگی اور اُن کے نیک ارادوں کو لازوال کامیابیوں سے سرفراز فرماتا رہے ۔ آمین ثم آمین بجاہ حبیبہ الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم الیٰ یوم الدین ۔

خاکِ راہِ صاحبدلاں
(جسٹس) پیر محمد کرم شاہ الازہری
سجادہ نشین
آستانہ عالیہ امیریہ بھیرہ شریف ضلع سرگودھا
۲۵ رجب المرجب ۱۴۰۸ھ
۱۵ مارچ ۱۹۸۸ء

افسوس کہ حضرت ضیاء الامت اس کتاب کی اشاعت وطباعت سے قبل ہی رحلت فرما گئے ۔ اِنا للہ وانا الیہ راجعون

آپکا وصال ۷ ، اپریل ۱۹۹۸ء کو مصر شریف ۸۰ برس ہوا بھیرہ شریف میں آخری آرامگاہ بنی جو مرجع خاص وعام ہے

عمر ہا در کعبہ و بتخانہ می نالد حیات
تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں
(قصوری)

Collection Of Advocate Showkat

"سلسلہ نقشبندیہ مولانا جامیؒ کی نظر میں"

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارانند
کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را

حضراتِ نقشبندیہ بھی عجب قافلہ سالار ہیں
کہ یہ حضرات ایک پوشیدہ راستہ سے قافلہ کو حرم تک پہنچاتے ہیں

از دلِ سالکِ رہ جاذبہ صحبتِ شاں
می بُرد وسوسۂ خلوت و فکرِ چلّہ را

ان کی صحبت کا جذبہ، سالکِ راہ کے دل سے
خلوت کا وسوسہ اور چلّہ کی فکر کو دور کر دیتا ہے

قاصرے گر زند ایں طائفہ را طعنِ قصور
حاش للہ کہ برآرم بزباں ایں گلہ را

اگر کوئی کج فہم ان حضرات پر طعن کرے اور قصور کا الزام لگائے تو خدا کی پناہ میں زبان پر اس شکایت کو نہ لاؤں

ہمہ شیرانِ جہاں بستہ ایں سلسلہ اند
رُوبہ از حیلہ چُناں بگسلد ایں سلسلہ را؟

تمام شیرانِ جہاں اُن کی اس زنجیر سے بندھے ہیں،
ناممکن ہے کہ لومڑی حیلہ بہانے سے اس زنجیر کو توڑ دے

(مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ قدس سرہٗ)

غلامِ نقشبنداں شو اگر دنیا و دیں خواہی
سگِ درگاہِ مجددؒ شو اگر حق الیقیں خواہی

①

سیّدنا و مولانا حضرت محمد مُصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم

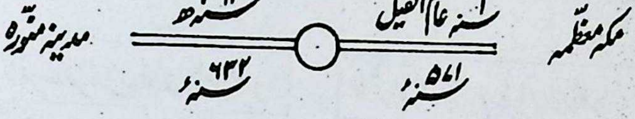
مکہ معظّمہ
سنہ ۱ عام الفیل
سنہ ۵۷۱ء
سنہ ۱۱ھ
سنہ ۶۳۲ء
مدینہ منوّرہ

قطعۂ تاریخِ وصال

(۱)

وقتِ نزعِ رواں بخواند رسولؐ — کلمۂ لا الٰہ الّا ھُو
پس اگر سالِ رحلتش خواہی — لفظِ دیگر مگیر الّا ھُو
۱۱
(مسٹر طامس ولیم بیل)

(۲)

ظاہراً رُوپوش ہیں ہم سے مگر — آج بھی زندہ ہیں ختم الانبیاءؐ
کہیئے صابرؔ ان کی تاریخِ فراق[1] — ہیں محمدؐ مُصطفےٰ مہرِ ھُدا
— ۶۳۲ء —

(صابرؔ براری، کراچی)

---

[1] فراقِ ظاہری مُراد ہے (قصوری)

Collection Of Advocate Showkat

سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضور پُرنور خاتم الانبیاء، باعثِ تخلیقِ کائنات، فخرِ موجودات، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین محبوبِ کبریا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نُور کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا فرمایا اور پھر اس نُور کے وسیلے سے تمام جہانوں کو تخلیق کیا۔ عالمِ ارواح ہی میں آپ کے نُور کو خلعتِ نبوّت سے سرفراز فرما کر جملہ انبیائے کرام علیہم السلام کی رُوحوں سے یہ عہد لیا گیا کہ اگر وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک کو پائیں تو اُن پر ایمان لائیں اور اُن کی مدد کریں۔ جیسا کہ ارشادِ ربّانی ہے۔ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۭ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰي ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ۭ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ۭ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ (پارہ ۳ سورۂ آلِ عمران رکوع ۹)

ترجمہ: "اور یاد کرو جب لیا اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے پختہ وعدہ کہ قسم ہے تمہیں اُس کی جو دوں میں تم کو کتاب اور حکمت سے پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول جو تصدیق کرنے والا ہو ان (کتابوں) کی جو تمہارے پاس ہیں تو تم ضرور ضرور ایمان لانا اس پر اور ضرور ضرور مدد کرنا اس کی (اس کے بعد) فرمایا کیا تم نے اقرار کر لیا اور اٹھا لیا تم نے اس پر میرا بھاری ذمہ؟ سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا۔ (اللہ نے) فرمایا تو گواہ رہنا اور میں (بھی) تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔"

خداوندِ قدوس کے اسی ارشادِ عالیہ کے مطابق تمام انبیائے کرام علیہم السلام اپنی اپنی اُمتوں کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت دیتے رہے۔

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نُورِ پاک کو اُن کی پشت مبارک میں بطورِ امانت رکھا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے وہ نُور حضرت حوا کے رحمِ پاک میں منتقل ہوا۔ پھر حضرت حوا سے حضرت شیث علیہ السلام کی پشت میں منتقل ہوا۔ پھر اسی طرح یہ

نورِ مقدس پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوتا ہوا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبد اللہؓ کی پشتِ مبارک میں منتقل ہوا اور اُن سے حضرت آمنہؓ کے بطن مبارک میں منتقل ہوا۔

اسی نور کی برکت سے حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں نے سجدہ کیا اور اسی نور کے وسیلہ سے اُن کی توبہ قبول ہوئی، اسی نور کی برکت سے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی غرق ہونے سے بچی، اسی نور کی برکت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آتشِ نمرود گلزار ہو گئی، اسی نور کی برکت سے حضرت ایوب علیہ السلام کی مصیبت دور ہوئی، اور اسی نور کی برکت سے تمام انبیائے سابقین پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار عنایات و نوازشات ہوئیں۔ مولانا جامیؒ نے اس حقیقت کو یوں بیان کیا ہے

وصلی اللہ علیٰ نورٍ کزو شد نورہا پیدا　　زمیں از حبّ او ساکن فلک در عشقِ او شیدا
محمد احمد و محمود وے را خالقش بستود　　کزو شد بود ہر موجود زو شد دیدہا بینا
اگر نامِ محمد را نیاوردے شفیع آدمؑ　　نہ آدم یافتے توبہ، نہ نوحؑ از غرق نجّینا
نہ ایوبؑ از بلا راحت، نہ یوسفؑ حشمت و جاہت
نہ عیسیٰؑ آں مسیحا دم نہ موسیٰؑ آں یدِ بیضا

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی اپنی والدہ ماجدہ کے بطنِ مبارک میں ہی تھے کہ آپ کے والد ماجد حضرت عبد اللہ نے مدینہ میں رحلت فرمائی۔

آپؐ کی ولادت باسعادت ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱ عام الفیل (واقعہ عام الفیل سے ۵۵ دن بعد) مطابق ۲۱ اپریل ۵۷۱ء مطابق ۴ جیٹھ سمت ۶۲۸ بکرمی کو مکہ مکرمہ میں بعد از صبح صادق پیر کے دن ہوئی۔ ولادت شریف کے وقت آپ کے ساتھ ایسا نور نکلا کہ مکہ شریف کے رہنے والوں کو ملکِ شام کے قیصری محل (بادشاہی محلات) نظر آنے لگے، ایوانِ کسریٰ کے چودہ کنگرے گر پڑے فارس کا آتش کدہ بجھ گیا۔ دریائے ساوہ خشک ہو گیا اور وادیٔ سماوہ کی ندی کناروں تک بہنے لگی۔ غرض ایسے بے شمار واقعات ظاہر ہوئے۔

سب سے پہلے آپؐ کی والدہ ماجدہ نے کئی دن دودھ پلایا، پھر آپؐ نے چند روز ابو لہب کی آزاد کردہ لونڈی ثویبہ کا دودھ پیا، اس کے بعد حلیمہ سعدیہؓ آپؐ کو اپنے قبیلہ میں لے گئیں جہاں پہلی بار

آپؐ کا شقِ صدر ہوا۔ دوسری دفعہ دس برس کی عمر میں، تیسری بار غارِ حرا میں اور چوتھی مرتبہ شبِ معراج میں ہوا۔ جب آپؐ کی عمر شریف چھ برس کی ہوئی تو آپؐ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہؓ انتقال فرما گئیں اور آپؐ کے دادا حضرت عبد المطلبؓ نے آپؐ کی پرورش اپنے ذمّے لے لی۔ جب آٹھ سال کے ہوئے تو دادا جان بھی رحلت فرما گئے۔ اب آپؐ کے چچا حضرت ابو طالبؓ پرورش کرنے لگے۔

بارہ سال کی عمر مبارک میں آپ حضرت ابو طالبؓ کے ساتھ ملک شام کو بغرض تجارت تشریف لے گئے۔ اس سفر میں بحیرا راہب نے آپ کو دیکھ کر کہا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر ہیں۔ چودہ۱۴ سال کی عمر شریف میں آپ نے اپنے چچاؤں کے ساتھ حربِ فجار میں شرکت فرمائی۔ پچیس۲۵ سال کی عمر مبارک میں حضرت خدیجہؓ کی طرف سے آپؐ بسلسلہ تجارت شام کو تشریف لے گئے۔ اس سفر سے واپسی کے بعد آپؐ کا نکاح حضرت خدیجہؓ سے ہو گیا۔ جب آپؐ کی عمر اقدس پچیس۲۵ برس کی ہوئی تو قریش نے عمارتِ کعبہ کو از سرِ نو تعمیر کیا۔ آپؐ نے اس تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور پیارے چچا حضرت عباسؓ کے ساتھ اپنے مبارک کندھوں پر پتھر اٹھا کر لاتے رہے۔

جب آپؐ کی عمر شریف چالیس برس کی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے منصبِ نبوت سے سرفراز فرمایا۔ چنانچہ خفیہ طور پر بعض لوگوں کو اسلام کی دعوت دینے لگے۔ آپؐ کی اس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے بہت سے مرد اور عورتیں آپؐ پر ایمان لائے۔ مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت ابو بکر صدیقؓ، لڑکوں میں حضرت علیؓ، عورتوں میں حضرت خدیجہؓ، آزاد کئے ہوئے غلاموں میں حضرت زید بن حارثہؓ اور غلاموں میں حضرت بلالؓ ہیں۔

خفیہ دعوت کے تین سال بعد دعوتِ اعلانیہ کا حکم آیا تو سردارانِ قریش بہت سٹ پٹائے اور آپؐ اور آپؐ کے اصحاب کو اذیت دینے لگے۔ نبوت کے پانچویں سال حضورؐ نے صحابہ کرامؓ سے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جو چاہیں ہجرت کر کے حبشہ چلے جائیں۔ چنانچہ پہلی دفعہ گیارہ مرد اور چار عورتوں نے ہجرت کی۔ نبوت کے چھٹے سال حضرت حمزہؓ مشرف بہ اسلام ہوئے اور ان کے تین دن بعد حضرت عمر فاروقؓ بھی ایمان لے آئے۔ اب اسلام کی روز افزوں ترقی کو دیکھ کر قریش کی نیندیں حرام ہو گئیں اور وہ مسلمانوں کو شدت کے ساتھ ایذائیں دینے لگے۔ اس لیے ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتوں

ف بعض محققین کے نزدیک آپ کی پرورش [illegible] واللہ اعلم ورسولہٗ (قصوری)

نے دوسری بار حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ قریش نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے پاس اپنے سفیر بھیجے کہ مہاجرین کو واپس کر دو مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سفیر خاسر و نامراد واپس لوٹے۔ اب قریش نے جھنجھلا کر با اتفاق رائے یہ قرار داد پاس کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علانیہ قتل کر دیا جائے۔ بنو ہاشم و بنو مطلب سے قطع تعلق کر لی تاکہ وہ ہراساں و پریشاں ہو کر آپؐ کو اُن کے حوالہ کر دیں اور اس بارے میں ایک تحریری معاہدہ خانہ کعبہ کی چھت پر آویزاں کر دیا۔ قریش نے نہایت سختی سے اس معاہدہ پر عملدرآمد کیا۔ تین سال بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر ارشاد فرمائی کہ اس معاہدہ کو دیمک چاٹ گئی ہے اور سوائے اللہ تعالیٰ کے نام پاک کے باقی کچھ نہیں رہا۔ جب معاہدہ کو دیکھا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک صحیح نکلا مگر مخالفین بجائے نادم و شرمسار ہونے کے مزید درپے آزار ہو گئے اور طرح طرح سے زیادتیاں کرنے لگے۔ ماہ رمضان سنہ ۱۰ نبوت میں حضرت ابو طالبؓ کا انتقال ہو گیا اور اس کے تین دن بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے بھی انتقال فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پریشانی کی حالت میں طائف کا سفر اختیار فرمایا مگر اشرافِ ثقیف نے آپ کی دعوت کا بُری طرح سے جواب دیا اور آپ پر اس قدر سنگ باری کی کہ نعلین شریفین خون آلودہ ہو گئیں ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ تھی کہ ہر سال حج کے موسم میں تمام قبائلِ عرب کو جو مکہ اور اور اُس کے اردگرد موجود ہوتے دعوتِ اسلام دیا کرتے تھے اور میلوں میں بھی اسی غرض سے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ نبوت کے گیارہویں سال آپؐ نے حسب عادت منیٰ میں قبیلہ خزرج کے چھ آدمیوں کو دعوتِ اسلام دی اور وہ مسلمان ہو گئے۔ انہوں نے مدینہ طیبہ میں اپنے بھائیوں کو اسلام کی دعوت دی جس کے طفیل آئندہ سال بارہ مرد ایامِ حج میں مکہ آئے اور حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ مشہور قول کے مطابق اسی سال ماہ رجب کی ستائیسویں رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حالتِ بیداری میں جسدِ اطہر کے ساتھ معراج مبارک ہوا اور پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ نبوت کے تیرھویں سال انصار میں سے ۷۳ مرد اور دو عورتوں نے آپؐ کی بیعت کی اور یوں کاروانِ اسلام روز بروز شاہراہِ ترقی پر گامزن ہونے لگا۔

اسلام کی روز افزوں ترقی کی وجہ سے قریش کی ایذا رسانی بھی شدید ہوتی جا رہی تھی جس کی وجہ سے اب مسلمانوں کا مکہ میں رہنا دشوار ہو گیا۔ لہٰذا آنحضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازتِ مبارک سے

صحابہ کرامؓ متفرق طور پر چوری چھپے ہجرت کرکے مدینہ شریف پہنچ گئے، اور مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت علیؓ اور چند علیل و ناتواں رہ گئے۔

قریش نے جب دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار و مددگار مکہ کے علاوہ مدینہ میں بھی کافی تعداد میں ہو گئے ہیں تو اُن کی نیندیں حرام ہو گئیں کہ کہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی مدینہ میں نہ چلے جائیں اور وہاں سے اپنے حامیوں کی فوج ظفر موج کے ساتھ مکہ پر حملہ آور ہوں۔ لہٰذا انہوں نے دارالندوہ میں جمع ہو کر شیخ نجدی کے مشورہ سے یہ قرار دیا کہ آج رات ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا جائے تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کے اس مذموم فیصلے کی خبر کر دی۔ کفار نے قرارداد کے مطابق رات ہوتے ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت کدہ کو گھیرے میں لے لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے بستر پر چھوڑا اور مٹھی بھر خاک لیکر سورۃ یٰسین شریف کی شروع کی آیات پڑھ کر کفار پر پھینک دی جس کی وجہ سے کفار کو کچھ نظر نہ آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے نکل کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لیکر عازمِ مدینہ ہو گئے۔ تین راتیں غارِ ثور میں گزاریں۔ راستہ میں سراقہ بن جعشم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں آیا مگر آپؐ کی دعا سے اُس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا اور وہ معافی مانگ کر واپس چلا آیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ربیع الاول دوشنبہ (پیر) کے دن قبا میں پہنچے۔ یہی تاریخ اسلامی سال (سن ہجری) کی ابتدا ٹھہری۔ آپؐ نے قبا میں مسجد قبا کی بنیاد ڈالی جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے۔ یہاں سے جب آپؐ مدینہ شریف جلوہ افروز ہوئے تو مسلمانوں میں مسرّت کی جو لہر دوڑی اُسے احاطۂ تحریر میں نہیں لایا جا سکتا۔ آپؐ نے حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مکان پر قیام فرمایا۔ اس سال مسجد نبویؐ، ازواجِ مطہرات کیلئے حجرے اور مہاجرین کیلئے مکانات تعمیر کئے گئے، اذان شروع کی گئی اور صحابہ کرام میں بھائی چارہ پیدا فرمایا۔

ہجرت کے دوسرے سال بیت المقدس کے بجائے کعبہ شریف قبلہ نماز ٹھہرا۔ رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے اور غزوات و سرایا کا آغاز ہوا۔ غزوات تعداد میں ۲۷ ہیں اور سرایا، اہم بڑے بڑے غزوات جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے سات ہیں۔ بدر ۱، احد ۲، خندق ۳، خیبر ۴، فتح مکہ ۵، حنین ۶، تبوک ۷ جن غزوات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قتال فرمایا وہ یہ ہیں۔ بدر ۱، احد ۲، خندق ۳، مصطلق ۴،

خیبر ۷ھ، فتح مکہ ۸ھ، حنین ۸ھ، طائف ۸ھ۔ سب سے آخری غزوہ تبوک ماہ رجب سنہ ۹ھ میں وقوع پذیر ہوا۔ ہجرت کے ساتویں سال کے آغاز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے والیانِ ملک (قیصر و کسریٰ اور نجاشی وغیرہ) کے نام دعوتِ اسلام کے خطوط ارسال فرمائے اور سنہ ۹ھ میں غزوہ تبوک سے واپسی پر آپ نے منافقین کی مسجد ضرار (جو مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کیلئے بنائی گئی تھی) کو جلا دینے کا حکم دیا۔ اسی سال عربوں کے کثیر التعداد وفد بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے جسکی وجہ سے اِسے سالِ وفود بھی کہا جاتا ہے۔ یہ وفود عام طور پر دولتِ ایمان سے مالا مال ہو کر واپس گئے۔ سنہ ۱۰ھ میں بھی وفود حاضرِ خدمت ہو کر نورِ ایمان سے مشرف ہوتے رہے۔ اسی سال اہلِ یمن و ملوکِ حمیر ایمان لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری حج کیا جسے حجۃ الوداع کہتے ہیں۔

حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ مبارکہ کے وقت پوری دنیا بالخصوص ملکِ عرب میں جہالت و گمراہی کا دور دورہ تھا۔ عربوں کی مذہبی اور اخلاقی پستی آخری حدوں کو پہنچی ہوئی تھی۔ موافق و مخالف، دوست اور دشمن، اپنے اور بیگانے سب کو یہ معلوم ہے کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم اُمّی تھے اُمیوں ہی سے آپ نے پرورش پائی۔ کسی کے سامنے زانوے تلمّذ تہہ نہ کیا اور نہ لکھنا پڑھنا سیکھا مگر آپ نے تلمیذ الرحمٰن ہونے کی حیثیت سے اپنے اصحاب کرام کو وہ روحانی تعلیم دی کہ وہ معارف ربّانی کے عارف اور اسرارِ فرقانی کے ماہر بن گئے۔ جس کسی نے بھی دولتِ ایمان سے سرفراز ہو کر کچھ وقت بھی آپ کے قدموں میں گزارا وہ عالمِ ربّانی اور عارفِ یزدانی بن گیا۔ آپ کے فیضِ صحبت سے صحابہ کرام میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نسبتِ خاصہ اور قوتِ قدسیہ عطا ہو گئی۔ القصہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سب کو اسلام و ایمان اور احسان سے مالا مال کر کے اور سچے دین کے ظاہر و باطنی علوم سکھا کر بارہ ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ ۸ جون ۶۳۲ء کو دوشنبہ (پیر وار) کے دن الرفیق الاعلیٰ پکارتے ہوئے عالمِ فانی سے عالمِ باقی کی طرف تشریف لے گئے۔ مگر حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ اللعالمین اور حیات النبی ہیں۔ قیامت تک حضور کی امتِ مرحومہ کو حضور سے وہی فیضان بواسطہ خواصِ امت، علمائے کرام و صوفیائے عظام پہنچتا رہے گا جو حضور کی ظاہری زندگی میں پہنچتا تھا۔ حضور کی امت میں وقتاً فوقتاً اولیاء و صلحاء پیدا ہوتے رہیں گے جو آپ کی امت کو ظاہری و باطنی علوم کے فیضان سے مالا مال کرتے رہیں گے اور ان اولیائے کرام کے ذریعے حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق ہوتی رہے گی۔ چنانچہ حضرت داتا

گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ اپنی معرکۃ الآرا کتاب کشف المحجوب میں یوں فرماتے ہیں :۔

"خداوند تعالیٰ برہانِ نبوی را تا امروز باقی گردانیدہ است و اولیاء را سببِ اظہارِ آں کردہ ، تا پیوستہ آیاتِ حق و حجتِ صدق سیّدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظاہر می باشند و مر ایشاں را والیانِ عالم گردانیدہ تا محرم وے گشتہ اند و راہِ متابعتِ نفس را در نوشتہ ، از آسمان باراں برکتِ اقدامِ ایشاں آید۔ و از زمین نباتات ببرکاتِ صفائی احوال ایشاں روئید"

ترجمہ : "اللہ تعالیٰ نے برہانِ نبوی کو آج تک کیلئے باقی رکھا ہے اور اولیاء کو اس کے اظہار کا سبب بنایا ہے تاکہ آیاتِ حق اور حجتِ صدق سیّدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ ظاہر ہوتی رہیں اور اُن کو دنیا کے والی گردانا گیا ہے ۔ یہاں تک کہ وہ اس کے محرم ہو گئے ہیں اور انہوں نے متابعتِ نفس کو اپنا رستہ بنایا ہے۔ آسمان سے بارش اُن کے قدموں کی برکت سے آتی ہے اور زمین سے نباتات اُن کے صفائے احوال کی بدولت اُگتے ہیں"

حضرت سائیں توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ یوں ارشاد فرماتے ہیں :

"حقیقتِ محمدیہ کا تعلق جس طرح ذاتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حیات میں تھا بعینہٖ وہی تعلق اب بعد وصال بھی بدنِ مبارک کے ساتھ ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے دین کو کوئی نہیں بدل سکتا اور جس طرح حضور پُرنور کی حیات میں آپ کے تصرفات جاری تھے ویسے ہی اب بھی جاری ہیں ۔ یہی معنی ہیں حیات النبی ہونے کے اور اسی وجہ سے قطب ، غوث ، ابدال ، اوتاد وغیرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہوتے رہیں گے ۔" (ذکرِ خیر)

بطور تبرک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کے چند بڑے بڑے واقعات کی نہایت مختصر سی فہرست پیش کر دی گئی ہے ۔ ان واقعات کی تفصیل اور حضور انور کے خُلقِ عظیم ، حُلیہ شریف و معجزات و مناقب و خصائص اور اُمت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق وغیرہ کے بیان کیلئے حضرت مولانا نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سیرتِ رسولِ عربی ، حضرت شیخ

Collection Of Addvcate Showkat

عبد الحق محدث دہلوی ؒ کی کتاب مدارج النبوۃ اور سیرت کی دیگر کتابوں کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔

ارشاداتِ قدسیہ : حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ قدسیہ کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس کے متعلق آپؐ کے ارشاداتِ عالیہ نہ پائے جاتے ہوں۔

① رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ قیامت کے دن خدا کے نزدیک بندوں میں سے کون سا بندہ زیادہ فضیلت والا اور زیادہ بلند مرتبہ والا ہوگا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ مرد اور وہ عورت جو ذکرِ خدا زیادہ کرتے ہیں۔ عرض کیا گیا، یا رسول اللہؐ! کیا خدا کا ذکر زیادہ کرنے والے راہِ خدا میں جہاد کرنے والے سے زیادہ فضیلت والے اور زیادہ بلند مرتبے والے ہوں گے۔ آپؐ نے فرمایا کہ غازی اگر اپنی تلوار سے کافروں اور مشرکوں کو قتل کرے یہاں تک کہ وہ ٹوٹ جائے اور وہ خون آلود ہو جائے، خدا کا ذکر کرنے والا درجہ میں اُس سے بڑھ کر ہوگا (امام احمد و ترمذی)

② جب تم بہشت کی چراگاہوں میں گزرو، تو چرو۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ بہشت کی چراگاہیں کیا ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ ذکر کے حلقے۔ (ترمذی)

③ اللہ تعالیٰ کے ایسے فرشتے ہیں جو گلی کوچوں میں پھرتے ہوئے اہلِ ذکر کی تلاش میں رہتے ہیں اور جب وہ کسی جماعت کو اللہ کا ذکر کرتے ہوئے پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو یوں پکارتے ہیں "اپنے مقصود کی طرف آؤ"۔ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ فرشتے اہلِ ذکر کو اپنے بازوؤں سے پہلے آسمان تک گھیر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن فرشتوں سے پوچھتا ہے (حالانکہ وہ اُن کا حال زیادہ جانتا ہے) کہ میرے بندے کیا کہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ تیرے بندے تجھے پاکی، بزرگی اور ثنا اور عظمت سے یاد کرتے ہیں۔ پھر اللہ پوچھتے ہیں کہ کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ نہیں۔ اللہ کی قسم انہوں نے تجھے نہیں دیکھا۔ پھر خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو ان کا حال کیسا ہوتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ تجھے دیکھ لیتے تو وہ تیری عبادت میں اور تیری تعظیم کرنے میں سخت تر ہوتے اور تیری تسبیح زیادہ کرتے

پھر اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے کہ وہ کیا مانگتے ہیں؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ وہ تجھ سے بہشت مانگتے ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ پوچھتا ہے کہ کیا انہوں نے بہشت کو دیکھا ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ نہیں، اللہ کی قسم، اے پروردگار! انہوں نے بہشت کو نہیں دیکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے کہ اگر وہ بہشت کو دیکھ لیتے تو ان کا حال کیسا ہوتا؟ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ اگر وہ بہشت کو دیکھ لیتے تو اس کی حرص اور طلب میں سخت تر ہوتے اور اس کی رغبت زیادہ کرتے۔ پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں؟ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ دوزخ کی آگ سے۔ پھر حق تعالیٰ پوچھتا ہے کہ کیا انہوں نے دوزخ کی آگ کو دیکھا ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ نہیں اللہ کی قسم، اے پروردگار! انہوں نے نہیں دیکھا۔ پھر حق تعالیٰ پوچھتا ہے کہ اگر وہ اُسے دیکھ لیتے تو ان کا حال کیسا ہوتا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ دوزخ کی آگ کو دیکھ لیتے تو اس سے بھاگنے اور ڈرنے میں سخت تر ہوتے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے "میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اُن کو بخش دیا" اس پر اُن فرشتوں میں سے ایک فرشتہ عرض کرتا ہے کہ ان میں سے فلاں شخص ذکر کرنے والوں میں سے نہیں، وہ تو کسی کام کیلئے آیا تھا۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ وہ جماعت ہے کہ اُن کا ہمنشین محروم نہیں رہتا۔ (امام بخاری)

④ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوں وہ جو میری نسبت رکھتا ہے اور میں اس کے ساتھ ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے اگر وہ مجھے اپنے جی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو اپنے جی میں یاد کرتا ہوں۔ اور اگر وہ مجھے آدمیوں کی جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اُسے اس جماعت سے بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں۔ (بخاری و مُسلم)

⑤ قیامت برپا نہ ہوگی یہاں تک کہ زمین میں کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہیگا۔ (مُسلم)

⑥ افضل ذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ہے اور افضل دعا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ہے (ترمذی و ابن ماجہ)

⑦ جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے۔ (مُسلم)

⑧ جب تو نمازِ مغرب سے لوٹے (یعنی سلام پھیرے) تو کسی سے کلام کرنے سے پہلے

سات بار کہہ لیا کرو۔ اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ (خدایا مجھے دوزخ کی آگ سے پناہ دے) کیونکہ اگر تو یہ کہے اور پھر اُسی رات مر جائے تو تیرے لئے دوزخ کی آگ سے رہائی لکھی جاتی ہے اور جب تو نمازِ صبح ادا کرے تو ان ہی کلمات کو سات مرتبہ کہہ لیا کر۔ اگر تو اُسی دن مر جائے تو تیرے لئے دوزخ کی آگ سے رہائی لکھی جاتی ہے۔ (ابوداؤد)

⑨ دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر آسان اور میزانِ اعمال میں بھاری اور خدا کے نزدیک محبوب ہیں یعنی سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔ (بخاری و مسلم)

⑩ یہ کہنا سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ میرے نزدیک محبوب تر ہے ہر چیز سے جس پر سورج طلوع ہوا ہے۔ (امام مسلم)

⑪ کسی نے کبھی اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر طعام نہیں کھایا۔ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھایا کرتے تھے۔ (امام بخاری)

⑫ جو شخص صبح کے وقت یوں کہے۔ اَللّٰھُمَّ مَآ اَصْبَحَ بِیْ مِنْ نِّعْمَۃٍ اَوْ بِاَحَدٍ مِّنْ خَلْقِکَ فَمِنْکَ وَحْدَکَ فَلَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ۔ (ترجمہ: یا اللہ! صبح کو میرے پاس یا تیری خلق میں سے کسی کے پاس جو نعمت ہے وہ تجھ تنہا کی طرف سے ہے۔ پس تیرے لئے حمد ہے اور تیرے لئے شکر ہے) اُس نے اُس دن کا شکر ادا کر دیا اور جو شخص اسی طرح شام کے وقت کہے اَللّٰھُمَّ مَآ اَمْسٰی بِیْ مِنْ نِّعْمَۃٍ الخ اس نے رات کا شکر ادا کر دیا۔ (ابوداؤد)

⑬ جب تم میں سے کوئی اپنے بستر پر لیٹنے لگے تو اس کو چاہیئے کہ اپنے بستر کو اپنے تہبند کے اندرونی حاشیہ کے ساتھ جھاڑ لے۔ کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اُس کے بعد کون سی چیز بستر پر پڑی ہے۔ پھر یہ دعا پڑھے۔ بِاسْمِکَ رَبِّیْ وَضَعْتُ جَنْبِیْ وَبِکَ اَرْفَعُہٗ اِنْ اَمْسَکْتَ نَفْسِیْ فَارْحَمْهَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَکَ الصّٰلِحِیْنَ۔ (ترجمہ: اے میرے پروردگار! میں نے تیرے نام سے اپنا پہلو (بستر پر) رکھا ہے اور تیرے نام سے اُسے اٹھاؤں گا۔ اگر تو میری روح کو قبض کر لے، تو اُس پر رحم کرنا اور اگر تو اُس کو چھوڑ دے تو اُسے نگاہ رکھنا جیسا کہ تو اپنے نیک بندوں کو نگاہ رکھتا ہے) اور ایک روایت میں ہے کہ بستر کو جھاڑ کر اپنے دائیں پہلو کے بل لیٹ جائے بعد ازاں یہ دعا آخر تک پڑھے۔ (بخاری و مسلم)

(۱۴) جو شخص اپنے بستر پر لیٹتے وقت تین بار کہے اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ۔ خدا تعالیٰ اُس کے گناہ بخش دیتا ہے اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کی مانند ہوں یا صحرا کی ریت کے ذروں کے برابر یا درختوں کے پتوں کے برابر یا دنیا کے دنوں کے برابر۔ (ترمذی)

(۱۵) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو معلوم ہوا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مالِ غنیمت میں غلام اور لونڈیاں آئے ہیں۔ وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوئیں تاکہ چکی پیسنے کی مشقت سے اپنے ہاتھوں کی تکلیف کا ذکر کر کے ایک لونڈی طلب کریں۔ حضورؐ اس وقت گھر پر جلوہ افروز نہ تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنا حال ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف فرما ہوئے۔ اس وقت ہم بستروں پر لیٹ چکے تھے۔ ہم اٹھنے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جگہ پر رہو۔ حضورؐ میرے اور فاطمہ رض کے درمیان بیٹھ گئے۔ یہاں تک کہ میں نے حضور اقدسؐ کے قدم مبارک کی ٹھنڈک اپنے پیٹ پر محسوس کی۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا کیا میں تم کو اس سے بہتر نہ دوں جس کا تم نے سوال کیا ہے۔ جب تم اپنے بستر پر لیٹو تو ۳۳ بار سُبْحَانَ اللّٰهِ ۳۳ بار اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور ۳۴ بار اَللّٰهُ اَکْبَرُ پڑھ لیا کرو۔ یہ تمہارے واسطے لونڈی سے بہتر ہے۔ (بخاری و مسلم)

(۱۶) اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ افضل استغفار مندرجہ بالا دُعا ہے۔ جو شخص ان کلمات کو دن کے کسی حصہ میں پڑھے اور اُن پر یقینِ کامل رکھے تو اگر وہ اسی شام سے پہلے مر جائے تو وہ اہلِ بہشت میں سے ہوگا۔ اگر رات کے کسی حصہ میں پڑھے اور مکمل یقین و اعتقاد رکھتا ہوا وہ صبح سے پہلے مر جائے تو وہ اہلِ بہشت میں سے ہے۔ (امام بخاری)

(۱۷) جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ پہلے آسمان کی طرف اُترتا ہے

اور ارشاد فرماتا ہے کہ "ہے کوئی جو مجھے پکارے تاکہ میں اس کی دعا قبول کروں ہے کوئی جو مجھ سے سوال کرے تاکہ میں اسے عطا کروں اور ہے کوئی جو مجھ سے بخشش طلب کرے تاکہ میں اُسے بخش دوں" (بخاری)

(۱۸) خوشی ہو اس شخص کو جس نے اپنے نامۂ اعمال میں کثرت سے استغفار پائی۔ (ابن ماجہ ونسائی)

(۱۹) جس شخص نے کھانا کھانے کے بعد یوں کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ هٰذَا الطَّعَامَ وَرَزَقَنِیْهِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّةٍ۔ (ترجمہ: سب تعریف اللہ کیلئے ہے جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا اور بغیر کسی حیلہ و قوت کے یہ کھانا مجھے دیا۔) اُس کے پچھلے اور اگلے صغیرہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور جس شخص نے کپڑا پہن کر کہا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ کَسَانِیْ هٰذَا الثَّوْبَ وَرَزَقَنِیْهِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّةٍ۔ اس کے اگلے پچھلے صغیرہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

(۲۰) جو شخص ہر روز سو بار پڑھے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اُس کو دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا اور اُس کیلئے سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور سو برائیاں مٹا دی جاتی ہیں اور اُس شام تک اُسے شیطان سے پناہ مل جاتی ہے اس سے بڑھ کر کسی شخص کا افضل عمل نہیں ہے مگر جو اس سے زیادہ عمل کرے۔ (بخاری)

(۲۱) آدمی زاد کو ان چیزوں کے سوا اور کسی چیز میں حق نہیں (یعنی قیامت کے دن ان چیزوں کا حساب نہ ہوگا۔) مکان رہنے کیلئے، کپڑا سترِ عورت کیلئے، روٹی کا ٹکڑا اور پانی۔ (ترمذی)

(۲۲) ہر ایک آدمی کو قیامت کے دن بارگاہِ خداوندی میں کھڑا رکھا جائے گا یہاں تک کہ اُس سے پانچ چیزوں کا سوال نہ پوچھ لیا جائے۔ اُس کی عمر کی بابت کہ کس کام میں بسر کی۔ اس کی جوانی کی بابت کہ کس کام میں بوسیدہ کی۔ اس کے مال کی بابت کہ کہاں سے کمایا اور کس چیز پر اُسے خرچ کیا اور اپنے علم پر کیا عمل کیا۔ (ترمذی)

(۲۳) تو دنیا میں اس طرح زندگی گزار کہ گویا مسافر ہے یا راہ گیر۔ (بخاری)

(۲۴) خدا نے اس مرد کا عذر زائل کر دیا جس کی عمر لمبی کر دی یہاں تک کہ اُسے ساٹھ سال تک پہنچا دیا۔ (بخاری)

(۲۵) ایک شخص نے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ!

آپ اس مرد کے بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں جس نے ایک گروہ کو دوست رکھا اور وہ اُن سے ملا نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ہر انسان قیامت کے دن اُس کے ساتھ اُٹھے گا جس کو اُس نے دوست رکھا ہے (بخاری و مسلم)

(۲۶) اگر دنیا اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے بازو کے برابر وقعت رکھتی تو وہ کسی کافر کو اس کا ایک گھونٹ نہ پلاتا۔ (احمد و ترمذی و ابنِ ماجہ)

(۲۷) حلال اور حرام دونوں ظاہر ہیں۔ ان دونوں کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ جس شخص نے مشتبہات سے پرہیز کیا اس نے اپنا دین اور اپنی آبرو بچالی اور جو شخص شبہات میں پڑ گیا وہ حرام میں پڑ گیا اس چرواہے کی طرح جو اپنے جانور چراگاہ کے اردگرد چراتا ہے نزدیک ہے کہ وہ چراگاہ کے اندر چرائے۔ آگاہ رہو کہ ہر ایک بادشاہ کی ایک چراگاہ ہے اور آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ کی چراگاہ اس کے محارم میں ہے۔ آگاہ رہو کہ جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو جاتا ہے تو تمام جسم درست ہو جاتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو تمام جسم بگڑ جاتا ہے۔ آگاہ رہو کہ وہ گوشت کا ٹکڑا دل ہے۔ (بخاری و مسلم)

(۲۸) مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے دیئے ہوئے نور سے دیکھتا ہے۔ (ترمذی)

(۲۹) جب انسان مرجاتا ہے تو اُس سے اُس کے عمل کا فائدہ منقطع ہو جاتا ہے مگر تین چیزوں کا فائدہ منقطع نہیں ہوتا۔ صدقہ جاریہ، علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے اور نیک فرزند جو اس کیلئے دعا کرے (مسلم)

(۳۰) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جو شخص نیک عمل کرتا ہے اُس کیلئے دس گنا ثواب ہے اور میں اُس سے زیادہ بھی دیتا ہوں۔ اور جو شخص بدی کرتا ہے اس کا بدلہ ویسی ہی بدی ہے یا میں معاف کر دیتا ہوں اور جو شخص مجھ سے ایک بالشت پر نزدیکی ڈھونڈتا ہے میں اُس سے ایک ہاتھ بھر نزدیکی ڈھونڈتا ہوں اور جو شخص مجھ سے ایک ہاتھ بھر نزدیکی ڈھونڈتا ہے میں اس سے دو ہاتھ بھر نزدیکی ڈھونڈتا ہوں اور جو شخص میرے پاس چل کر آتا ہے میں اُس کے پاس دوڑ کر آتا ہوں اور جو شخص بمقدار زمین گناہ لیکر مجھ سے ملتا ہے میں اُس کی مثل مغفرت کے ساتھ اُس سے ملتا ہوں۔ (مسلم)

(۳۱) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی رکھتا ہے، میں اُسے لڑائی کی خبر دیتا ہوں (یعنی وہ شخص مجھے لڑائی کا چیلنج دیتا ہے) اور میرے جس بندے نے میرے نزدیک ہونے کیلئے فرائض سے زیادہ کسی اور چیز کو محبوب نہیں رکھا اور نوافل کی ادائیگی کے ساتھ میری نزدیکی کو تلاش کیا ہے

میں اُس کو دوست رکھتا ہوں اور جب میں اس کو دوست رکھتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اُس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اُس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ کسی چیز کو پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے سوال کرے، تو میں اُسے عطا (سوال پورا) کر دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے تو میں اس کو پناہ دیتا ہوں اور میں کسی چیز یا کام جس کو میں کرنے والا ہوں ایسا تردد و توقف نہیں کرتا جیسا کہ مومن کی جان قبض کرنے میں توقف کرتا ہوں جو موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اسے غمناک کرنے کو ناپسند کرتا ہوں۔ (بخاری)

(۳۲) جو شخص کسی کو مصیبت میں گرفتار دیکھے اور کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا۔ وہ مصیبت اُس کو نہ پہنچے گی خواہ وہ کوئی مصیبت ہو (ترمذی)

(۳۳) کلمہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ننانوے بیماریوں کی دوا ہے جن میں سب سے آسان غم ہے۔ (بیہقی در دعوت کبیر)

(۳۴) میں نے بہشت کو غور سے دیکھا تو اس کے اہل میں سے بیشتر فقیروں کو دیکھا اور دوزخ کی آگ کو غور سے دیکھا تو اُس کے اہل میں سے اکثر عورتیں دیکھیں۔ (بخاری و مسلم)

(۳۵) تم میری رضا اُن ضعیفوں اور فقیروں کی رضا میں ڈھونڈو جو تم میں ہیں، کیونکہ تم کو صرف ان ضعیفوں کی برکت سے رزق یا مدد ملتی ہے۔ (ابوداؤد)

(۳۶) فقرا توانگروں (امیروں) سے پانچ سو سال پہلے بہشت میں داخل ہوں گے (ترمذی)

(۳۷) جس دن اللہ تعالیٰ کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا سات شخص ایسے ہیں جن کو اللہ اپنے سایہ میں رکھے گا۔ امام عادل[۱] ۔ جوان[۲] جس نے اپنے پروردگار کی عبادت میں نشو و نما پائی۔ وہ مرد[۳] جس کا دل مسجدوں سے معلق ہے (یعنی جس کا دل مسجد میں ہی لگتا ہے) وہ مرد[۴] جن کی آپس میں محبت صرف اللہ کے واسطے ہے۔ وہ تمام زندگی اُسی پر اکٹھے رہے اور اُسی پر ہی جدا (فوت) ہوئے۔ وہ مرد[۵] جسے ایک خاندانی اور خوبصورت عورت نے دعوت گناہ دی مگر اس نے کہا کہ میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ وہ مرد[۶] جس نے چھپا کر صدقہ دیا یہاں تک کہ اس کا بایاں ہاتھ نہیں جانتا کہ دایاں کیا خرچ کر رہا ہے۔ وہ مرد[۷] جو تنہائی میں اللہ کا ذکر کرے تو اس کی آنکھوں سے آنسو زار زار ٹپکنے لگیں (بخاری)

۳۸ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو جبرئیل علیہ السلام کو ارشاد فرماتا ہے کہ میں نے فلاں بندے کو دوست رکھا ہے تو بھی اسکو دوست رکھ۔ پس جبرئیل اس کو دوست رکھتے ہیں پھر جبرائیلؑ آسمان میں پکارتے ہیں کہ اللہ نے فلاں بندے کو دوست رکھا ہے تم بھی اُس کو دوست رکھو پس آسمان والے اُس کو دوست رکھتے ہیں اور زمین والوں میں بھی اس کی قبولیت پیدا ہو جاتی ہے۔ (بخاری)

۳۹ ایک غلام مکاتب (وہ غلام جس سے کچھ معاوضہ لیکر آزاد کیا جائے) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا۔ کہنے لگا کہ میں اپنے زرِ کتابت سے عاجز ہوں آپ میری مدد فرمائیں۔ حضرت علی مرتضیٰ رضؓ نے ارشاد کیا کہ میں تجھے وہ کلمات نہ سکھاؤں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سکھائے اگر تجھ پر پہاڑ جتنا بھی قرض ہو، اللہ تعالیٰ اُسے تجھ سے ادا کردے گا۔ تو یہ پڑھا کر۔ اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ۔ (ترمذی و بیہقی)

۴۰ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو۔ زندگی کو موت سے پہلے، تندرستی کو بیماری سے پہلے، فراغتِ وقت کو مشاغلِ دنیا میں مبتلا ہونے سے پہلے، جوانی کو بڑھاپے سے پہلے اور تونگری (امیری)، کو فقر و غربت) سے پہلے۔ (حاکم و بیہقی)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا
وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاَصْحَابِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاَھْلِ بَیْتِ
سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّذُرِّیَّۃِ
سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاَتْبَاعِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

* * *

Collection Of Advocate Showkat

۲

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

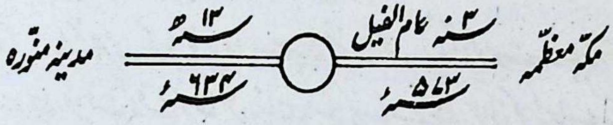
مکہ معظمہ
سنہ ۳ عام الفیل
سنہ ۵۷۳ء
سنہ ۱۳ھ
سنہ ۶۳۴ء
مدینہ منورہ

قطعۂ تاریخِ وصال

یارِ غارِ حبیبِ ربِّ علےٰ   صاحبِ عزّ و شان ہیں صدّیق
بعدِ سرکارِ دو جہاں صابرؔ   "رہنمائے جہان ہیں صدّیق"

۶۳۴ء

(صابرؔ براری، کراچی)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ

آپؓ کا اسم گرامی عبد اللہ، والد بزرگوار کا نام مبارک عثمان اور کنیت ابو قحافہ تھی۔ صدیق اور عتیق آپؓ کے لقب ہیں۔ آپؓ کی پیدائش حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے تولد شریف سے دو سال اور کچھ مہینے بعد ۳ ذوالحجہ بروز بدھ ہوئی۔ آپؓ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان میں مرّہ بن کعب سے جا ملتے ہیں۔ مرّہ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ میں چھ واسطے ہیں۔ اسی طرح مرّہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان بھی چھ واسطے ہیں۔ آپ زمانہ جاہلیت میں رؤسائے قریش میں سے تھے اور سب سے بڑھ کر عالم انساب تھے۔

فضائل و مناقب

مردوں میں آپ سب سے پہلے اسلام لائے۔ اسلام لاتے ہی آپ نے تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔ چنانچہ حضرات عشرہ مبشرہ میں سے عبد الرحمٰنؓ بن عوف، سعدؓ بن ابی وقاص، عثمانؓ بن عفان، زبیرؓ بن العوام اور طلحہؓ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ ہی کی دعوت سے مشرف باسلام ہوئے۔ صحابہ کرام میں آپ کے لئے ایک خصوصیت اور انفرادیت یہ بھی ہے کہ آپ کے والد، آپ کی تمام اولاد اور پوتے ابو عتیق محمد بن عبد الرحمٰن سب صحابی تھے۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

سنہ ۶ نبوت میں آپ بارادۂ ہجرت حبشہ کی طرف نکلے۔ برک الغماد (جو مکۂ مکرمہ سے یمن کی طرف پانچ دن کی مسافت ہے) تک پہنچے تھے کہ قبیلہ قارہ کا سردار ابن الاغنہ (ربیعہ بن رفیع) ملا۔ اُس نے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ میری قوم نے مجھے مکۂ مکرمہ سے

نکلنے پر مجبور کر دیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ کہیں الگ جا کر خدا کی عبادت کروں۔ ابن الاغنہ نے کہا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ جیسا فیاض، اپنوں سے نیک سلوک کرنے والا، غریب پرور، مہمان نواز اور مصیبت کے وقت لوگوں کی مدد کرنے والا مکہ سے نکل جائے یا نکالا جائے۔ میں آپ کو اپنی حفاظت میں لیتا ہوں آپ واپس چلیں اور اپنے شہر میں اپنے پروردگار کی عبادت کریں۔ چنانچہ آپ ابن الاغنہ کے ساتھ واپس آ گئے۔ اُس ر ابن الاغنہ نے شام کو سردارانِ قریش کو بلایا اور کہا کہ ابوبکرؓ جیسا شخص نکلنے نہ پائے اور نکالا جائے۔ کیا تم ایسے شخص کو نکالتے ہو جو فیاض، اپنوں سے نیک سلوک کرنے والا، غریب پرور، مہمان نواز اور مصیبت میں لوگوں کی مدد کرنے والا ہے۔ یہ سُن کر قریش نے ابن الاغنہ کی حفاظت کو رد نہ کیا اور اُس سے کہا کہ ابوبکرؓ سے کہہ دو کہ اپنے گھر میں سکون سے اپنے رب کی عبادت کرے، نماز آہستہ آواز سے پڑھے، قرآن پاک بلند آواز سے نہ پڑھے اور ہمیں ایذا نہ دے کیونکہ ہمیں خطرہ ہے کہ کہیں ہماری عورتوں اور بچوں کو قرآن کا اثر نہ ہو جائے۔ ابن الاغنہ نے یہ شرائط آپ سے بیان کر دیں۔ کچھ مدت تک تو آپ نے یہ پابندی اختیار کی کہ چپکے اور خاموشی سے نماز پڑھتے اور گھر کے سوا کسی اور جگہ قرآن نہ پڑھتے۔ بعد ازاں آپ نے اپنے گھر کے پاس ایک مسجد بنا لی جس میں آپ نماز پڑھتے اور قرآن پاک بلند آواز سے پڑھتے۔ مشرکین کی عورتیں اور بچے آپ کے گرد جمع ہو جاتے اور تعجب و حیرت سے آپ کی طرف دیکھتے۔ آپ چونکہ رقیق القلب تھے، قرآن پڑھتے تو بے اختیار روتے۔ آپ کی قرأت اور رقت سے سردارانِ قریش خوفزدہ ہو گئے۔ انہوں نے ابن الاغنہ کو بلا کر کہا کہ ہم نے ابوبکرؓ کو تمہاری حفاظت کی وجہ سے اس شرط پر پناہ دی تھی کہ وہ اپنے گھر میں چپکے سے اپنے رب کی عبادت کرے مگر اس نے تو خلافِ شرط و معاہدہ اپنے گھر کے پاس ایک مسجد بنا لی ہے جس میں وہ بہ آواز بلند نماز اور قرآن پڑھتا ہے۔ ہمیں خطرہ لاحق ہو گیا ہے کہ کہیں ہماری عورتیں اور بچے اثر قبول کر کے مسلمان ہی نہ ہو جائیں۔ تم اس کو روک دو کہ ایسا نہ کرے اور حسبِ معاہدہ اپنے گھر کے اندر ہی چپکے سے عبادت کرے اور اگر بہ آواز بلند قرآن پڑھنے پر اصرار کرے تو تم اس کی حفاظت کی ذمہ داری واپس لے لو کیونکہ ہم اس امر کو پسند نہیں کرتے کہ تمہارے عہدِ حفاظت کو توڑ دیں۔ ہم ابوبکرؓ کو کسی قیمت پر بھی اونچی آواز سے قرآن پڑھنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔ یہ سُن کر ابن الاغنہ آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ کو میری شرطِ حفاظت معلوم ہے۔ آپ اس کی پابندی کریں ورنہ میری ذمہ داری واپس کر دیں کیونکہ میں نہیں

چاہتا کہ عرب یہ سنیں کہ ایک شخص کی حفاظت کا عہد جو میں نے کیا تھا وہ توڑ ڈالا۔ آپؓ نے جواب دیا کہ میں تمہاری حفاظت تم کو واپس کرتا ہوں اور خدا کی حفاظت پر راضی ہوں۔ (صحیح بخاری باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

مندرجہ بالا واقعہ سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بڑی فضیلت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ ابتدائے بعثت میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ نے جن اوصاف سے حضور پرنور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کیا تھا اُن ہی اوصاف سے ابن الدغنہ نے جو بعد میں ایمان لائے حضرت صدیق اکبرؓ کو یاد کیا ہے۔ (صحیح بخاری کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ علق)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے خلیفہ برحق، مبشر بالجنۃ (جسے دنیا میں ہی جنت کی بشارت دی گئی ہو) اور افضل البشر بعد الانبیاء ہیں۔ آپ کے فضائل میں کئی آیتیں وارد ہوئی ہیں۔

① اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ
اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ
مَعَنَا۔ (پارہ ١٠ سورۃ التوبہ ع ٦)

"اگر تم نے محبوب کی مدد نہ کی تو بے شک اللہ نے ان کی مدد فرمائی جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لیجانا ہوا صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے جب اپنے یار سے (ابوبکر سے) فرماتے تھے غم نہ کھا۔ بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے"۔

اس آیت میں "صاحب" سے مراد بالاتفاق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور یہ وہ منقبت ہے جس میں کوئی دوسرا صحابی آپ کا ہمسر یا شریک نہیں ہے۔

ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے شاعرِ خاص حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ کیا تم نے ابوبکرؓ کی شان میں بھی کچھ کہا ہے۔ حضرت حسانؓ نے عرض کیا کہ ہاں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سناؤ میں سنتا ہوں۔ پس حضرت حسانؓ نے یہ دو شعر پیش کئے ؎

وَثَانِيَ اثْنَيْنِ فِي الْغَارِ الْمُنِيْفِ وَقَدْ
طَافَ الْعَدُوُّ بِهٖ اِذْ صَعَّدَ الْجَبَلَا
وَكَانَ حِبَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ قَدْ عَلِمُوْا
مِنَ الْبَرِيَّةِ لَمْ يَعْدِلْ بِهٖ رَجُلَا

"اور غار میں وہ دو میں کے ایک تھے جب دشمن پہاڑ پر چڑھ کر گھوم رہے تھے۔
وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں اور لوگوں کو تحقیق کے ساتھ اس کا علم ہے کہ مخلوق میں آپکے نزدیک ان کے برابر کوئی

نہیں ہے

یہ اشعار سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر ہنسے کہ دندان مبارک نمایاں ہو گئے اور فرمایا۔ اے عثمان! تم نے سچ کہا ہے وہ ایسے ہی ہیں جیسا کہ تم نے کہا۔ (طبقات الشافعیہ الکبریٰ السبکی جزو اول ص ۱۲۱۔ زرقانی علی المواہب بحوالہ ابن عدی و ابن عساکر بروایت انس، ہجرۃ المصطفیٰ واصحابہ الی المدینہ)

② وَلَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْکُمْ وَالسَّعَۃِ اَنْ یُّؤْتُوْٓا اُولِی الْقُرْبٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَالْمُہٰجِرِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ۖ وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَکُمْ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۔ (پارہ ۱۸ سورۃ نور ۔ ع ۲)

"اور قسم نہ کھائیں وہ جو تم میں فضیلت والے اور گنجائش والے ہیں قرابت والوں کو دینے کی اور چاہیئے کہ معاف کردیں اور درگزر کریں۔ کیا تم اسے دوست نہیں رکھتے کہ اللہ تمہاری بخشش کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے"۔

یہ آیت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اس کا شان نزول یوں لکھتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔ آپ نے قسم کھائی تھی کہ مسطح کے ساتھ سلوک نہ کریں گے اور وہ آپ کی خالہ کے بیٹے تھے، نادار تھے، مہاجر تھے، بدری تھے آپ ہی ان کا خرچ اٹھاتے تھے مگر چونکہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگانے والوں کے ساتھ انہوں نے موافقت کی تھی، اس لئے آپ نے یہ قسم کھائی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ جب یہ آیت حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا بیشک میری آرزو ہے کہ اللہ میری مغفرت کرے اور میں مسطح کے ساتھ جو سلوک کرتا تھا اس کو کبھی موقوف نہ کروں گا چنانچہ آپ نے اس کو جاری فرما دیا۔ اس آیت سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت ثابت ہوئی۔ اس سے علوِ شان و مرتبت ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولوالفضل فرمایا ہے۔

③ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖٓ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۔ (پارہ ۲۴ سورہ زمر ع ۱)

"اور وہ جو یہ سچ لیکر تشریف لائے اور وہ جنھوں نے ان کی تصدیق کی، یہی ڈر والے ہیں (یعنی پرہیزگار یہی لوگ ہیں)"۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے مطابق "جو سچ لیکر تشریف لائے" وہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور جنھوں نے ان کی تصدیق کی تو اس سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

۴ وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۝ الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۝ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ۝ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۝ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ۝ (پارہ ۳۰ سورہ لیل ع۱)

"اور بہت اُس سے دور رکھا جائے جو سب سے بڑا پرہیزگار جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے اور بیشک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔"

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلالؓ کو بہت گراں قیمت پر خرید کر آزاد کیا اور کفار کو حیرت ہوئی اور انہوں نے کہا کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا کیوں کیا شاید بلالؓ کا اُن پر کوئی احسان ہوگا جو انہوں نے اتنی گراں قیمت دیکر خریدا اور آزاد کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ظاہر فرما دیا گیا کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فعل محض اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے ہے کسی کے احسان کا بدلہ نہیں اور نہ اُن پر حضرت بلالؓ وغیرہ کا کوئی احسان ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت سے لوگوں کو اُن کے اسلام لانے کے سبب خرید کر آزاد کیا۔

۵ هُوَ الَّذِىْ يُصَلِّىْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ۝ (پارہ ۲۲ سورہ الاحزاب ع۶)

"وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر وہ اور اس کے فرشتے کہ تمہیں اندھیروں سے اجالے کی طرف نکالے اور وہ مسلمانوں پر مہربان ہے۔"

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب آیت اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِىِّ نازل ہوئی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ کو اللہ تعالیٰ کوئی فضل و شرف عطا فرماتا ہے تو ہم نیاز مندوں کو بھی آپکے طفیل میں نوازتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

مندرجہ بالا تمام آیات حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ ان میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتقیٰ (تقویٰ و پرہیزگاری میں سب سے بڑھے ہوئے) ہیں جو اتقیٰ ہو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اکرم و معزز ہوتا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اور جو اکرم ہو وہ افضل ہوتا ہے۔ پس حضرت ابوبکر صدیق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام امت سے افضل ثابت ہوئے۔

آیاتِ مذکورہ بالا کے علاوہ اور بھی بہت سی آیتیں ہیں جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ آپ کی خلافت راشدہ کے ثبوت میں جو آیات وارد ہیں وہ ان کے علاوہ ہیں۔ اختصار کے پیش نظر ہم ان کو نقل کرنے سے قاصر ہیں۔

آیاتِ قرآن کریم کے علاوہ آپ کے مناقب میں بکثرت احادیث آئی ہیں۔ ایک سو اکیاسی ۱۸۱ حدیثیں تو آپ کے خصوصی فضائل میں مروی ہیں۔ اٹھاسی ۸۸ حدیثیں ایسی ہیں جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مشترکہ فضیلت کا بیان ہے۔ سترہ ۱۷ حدیثیں ایسی ہیں جن میں مجموعی طور پر خلفائے ثلاثہ کے فضائل ہیں۔ چودہ ۱۴ حدیثوں میں خلفائے اربعہ کے فضائل مجموعی طور پر مذکور ہیں۔ سولہ ۱۶ حدیثوں میں خلفائے اربعہ کے ساتھ اور صحابہ کرام بھی شریک فضائل ہیں اس طرح کل تین سو سولہ ۳۱۶ حدیثیں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل میں روایت کی گئی ہیں۔ یہ تعداد تو ان حدیثوں کی ہے جو کہ مخصوص نام کے ساتھ ہیں۔ جن ہزاروں حدیثوں میں مہاجرین، مومنین وغیرہ اہل ایمان و صلاح کے فضائل مذکور ہیں وہ بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں صادق آتی ہیں۔ چند حدیثیں بطور نمونہ اور تبرک نقل کی جاتی ہیں۔

① ما دعوت احدًا الی الاسلام الا کانت لہ عنہ کبوۃ و متردد و نظر الا ابابکر ما عتم عنہ حین ذکرہ و ما تردد فیہ (ابن اسحاق)	"میں نے کسی کو اسلام کی دعوت نہیں دی مگر اس میں اس کی طرف سے ایک گونہ کراہت، تردد اور فکر پائی۔ لیکن ابوبکرؓ سے جب میں نے اسلام کا ذکر کیا تو انہوں نے بلا توقف و تردد اس کو قبول کر لیا۔"
② هل انتم تارکو لی صاحبی انی قلت ایها الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً فقلتم کذبت وقال ابوبکر صدقت (بخاری)	"کیا تم میرے دوست کا ستانا میری خاطر سے چھوڑ دوگے۔ میں نے کہا کہ اے لوگو میں تم سب کے پاس اللہ کی طرف سے رسول ہو کر آیا ہوں۔ تم نے کہا جھوٹ۔ ابوبکر نے کہا سچ ہے۔"

اس حدیث شریف کی تشریح و تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں کچھ جھگڑا ہو گیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً نادم ہوئے

اور معافی چاہی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معاف کرنے سے انکار کردیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوکر یہ ماجرا عرض کیا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: "یا ابا بکر یغفر اللہ لك. یا ابا بکر یغفر اللہ لك" "اے ابوبکرؓ! تمہاری خطا اللہ بخشے، اے ابوبکرؓ! تمہاری خطا اللہ بخشے"۔ اس دوران حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے فعل پر ندامت ہوئی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر پہنچے، وہاں نہ ملے تو کاشانۂ نبوت میں حاضر ہوئے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دیکھا تو چہرہ مبارک غصے سے متغیر ہوگیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کیفیت دیکھ کر ڈر گئے اور گھٹنوں کے بل گر کر دوبارہ عرض کی "انا کنت اظلم" زیادتی میری جانب سے ہوئی۔ اس وقت حدیث بالا ارشاد فرمائی گئی۔ راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد پھر کسی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کبھی ایذا نہیں پہنچائی۔

③ ما طلعت الشمس ولا غربت علی احد افضل من ابی بکر الا ان یکون نبی	"سوائے نبی کے آفتاب کسی ایسے شخص پر طلوع یا غروب نہیں ہوا جو ابوبکرؓ سے زیادہ بزرگ ہو۔"
④ ابوبکر خیر الناس الا ان یکون نبی (طبرانی)	سوائے نبیوں کے ابوبکرؓ سب آدمیوں سے بہتر ہیں۔
⑤ ان اللہ یکرہ فوق السماء ان یخطاء ابوبکر (طبرانی، ابونعیم وغیرہما)	"اللہ تعالیٰ آسمانوں پر اس بات کو ناپسند فرماتا ہے کہ ابوبکرؓ خطا کریں"۔
⑥ عن عمرو بن عاص قال قلت یا رسول اللہ من احب الناس الیك قال عائشة قلت من الرجال قال ابوها قلت ثم من قال عمر بن الخطاب (بخاری و مسلم)	"عمروؓ بن العاص نے کہا ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب لوگوں میں سے زیادہ کون محبوب ہے؟ فرمایا، عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ میں نے عرض کیا کہ مردوں میں؟ فرمایا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ پھر عرض کیا کہ مردوں میں؟ فرمایا عمر بن خطاب"

اس حدیث کو حضرت انس، حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی روایت کیا ہے۔

⑦ عن علی ابن ابی طالب قال کنت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ طلع ابوبکر وعمر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لابی بکر وعمر ھذان سیدا کھولا اھل الجنۃ من الاوّلین والآخرین الا النبیین والمرسلین لا تخبرھما۔ (ترمذی)	"حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونما ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نسبت فرمایا کہ یہ دونوں انبیاء کرام اور مرسلین کے سوا سارے اگلے پچھلے ادھیڑ عمر والے جنتیوں کے سردار ہیں ان کو خبر نہ کرنا۔"

حضرت شیر خدا علی مرتضیٰ رضؓ سے اس حدیث کے راوی حضرت امام زین العابدین رضؓ ہیں۔ یہی حدیث حضرات ابن عمر، ابن عباس، ابوسعید خدری اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی روایت کی ہے۔

⑧ ارحم امتی بامتی ابوبکر (ترمذی، امام محمد)	"میری اُمت میں میری اُمت پر سب سے زیادہ مہربان ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔"
⑨ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من نبی الا ولہ وزیران من اھل السماء ووزیران من اھل الارض فاما وزیرای من اھل السماء فجبریل ومیکائیل واما وزیرای من اھل الارض فابوبکر وعمر (ترمذی)	"رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی نبی ایسا نہیں ہے جس کے دو وزیر اہل آسمان میں سے اور دو وزیر زمین والوں میں سے نہ ہو۔ میرے دو وزیر آسمان والوں میں سے جبرائیل اور میکائیل ہیں اور اہل زمین سے ابوبکر اور عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)"
⑩ ابوبکر فی الجنۃ (اصحاب سنن وغیرہ)	"ابوبکر جنتی ہیں"
⑪ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انت صاحبی علی الحوض وانت صاحبی فی الغار (ترمذی)	"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضؓ سے فرمایا تم میرے رفیق حوض کوثر ہو اور میرے رفیق غار بھی۔"
⑫ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من امن الناس علی فی صحبتہ ومالہ ابابکر ولو کنت متخذاً خلیلاً	"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اوپر صحبت اور مال میں سب سے زیادہ احسان ابوبکر رضؓ کا ہے اور اگر میں کسی کو اپنا خلیل (دلی دوست)

لا تخذت ابابکر خلیلاً ولکن اخوۃ الاسلام۔ (بخاری ومسلم)

بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن اخوت اسلام ہے۔"

یہ حدیث تیرہ صحابیوں نے روایت کی ہے اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو متواترہ حدیثوں میں نقل کیا ہے۔

⑬ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مالاحد عندنا یدٌ الا وقد کافاناہ الا ابابکر فان لہ عندنا یداً یکافیہ اللہ بہا یوم القیامۃ وما نفعنی مال احد قط ما نفعنی مال ابی بکر (ترمذی)

"حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ ہم نے نہ دیدیا ہو مگر ابوبکر کا جو احسان ہمارے ذمہ ہے اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دیگا اور کبھی کسی کے مال نے وہ نفع مجھ کو نہیں دیا جو ابوبکر کے مال نے دیا۔"

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس ارشاد مبارک کو سُن کر رو پڑے اور عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا میرا مال آپ کا مال نہیں ہے۔

⑭ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صاحبی فی الغار ومونسی فی الغار سدوا کل خوخۃ فی المسجد غیر خوخۃ ابی بکر (عبداللہ بن احمد)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابوبکر غار میں میرے رفیق تھے اور مونس بھی۔ مسجد میں جس قدر کھڑکیاں ہیں سب بند کردو مگر ابوبکرؓ کی کھڑکی۔"

جب مسجد نبوی تعمیر ہوئی تھی تو اس کے گرد مکانات بھی تعمیر ہوئے تھے۔ صحابہ کرامؓ کے مکانوں کی کھڑکیاں مسجد کی جانب تھیں۔ رحلت کے قریب ارشاد ہوا کہ سب کھڑکیاں بند کردی جائیں، ابوبکرؓ کی کھڑکی مستثنیٰ رہے۔ (اس حدیث کا جزو ثانی مسلم و ترمذی نے بھی روایت کیا ہے)

⑮ اللّٰھم اجعل ابابکر فی درجتی فی الجنۃ یوم القیامۃ (حاکم)

"ارشاد فرمایا، الٰہی! ابوبکرؓ کو قیامت کے دن جنت میں میرے ہی درجہ میں جگہ دینا۔"

⑯ یا ابابکر انت عتیق اللہ من النار۔ (حاکم۔ ابن عساکر)

"ارشاد مبارک ہے اے ابوبکرؓ! تم کو اللہ نے دوزخ سے آزاد کردیا ہے۔"

آپ کے فضائل میں یہ بھی ہے کہ آپ کو ضمنیت کبریٰ حاصل تھی۔ ضمنیت سے مراد یہ ہے کہ ایک

Collection Of Advocate Showkat

ولی دوسرے کے ضمن میں ہو پس جو کمال پہلے کو حاصل ہوتا ہے دوسرا بے اختیار اُس میں شریک ہوتا ہے جس طرح بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو اپنے پیٹ میں لے لیتی ہے جس جگہ وہ سیر کرتی ہے چھوٹی بے اختیار اس سیر میں شریک ہوتی ہے۔ اگر ایک ولی کی ضمنیت دوسرے ولی کو حاصل ہو تو اُسے ضمنیت صغریٰ کہتے ہیں جس ولی کو حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ضمنیت حاصل ہو، اُسے ضمنیت کبریٰ کہتے ہیں چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ضمنیت کبریٰ حاصل تھی۔ اسی لیے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، مَا صَبَّ اللّٰهُ فِیْ صَدْرِیْ اِلَّا صَبَبْتُهٗ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ یعنی حقائق و معارف میں سے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے میرے سینہ میں ڈالا ہے وہی میں نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینہ میں ڈال دیا ہے۔

(مکتوب قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ)

؎ آنچہ بود از بارگاہِ کبریا ریخت در صدرِ شریف مصطفاؐ
آں ہمہ در سینۂ صدیقؓ ریخت لاجرم تا بود زو تحقیق ریخت

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفر و حضر میں سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں رہے اور تمام غزوات میں حضورؐ (فدا امیّ وابیّ) کے ساتھ ثابت قدم رہے، ہجرت کے وقت آپ غار میں ثانی اور بدر کے دن عریش (دھوپ سے بچنے کیلئے کوئی سایہ دار جگہ) میں ثانی اور موت کے بعد قبر میں بھی ثانی

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (وفات شریف سے پانچ روز پیشتر جمعرات کے دن نماز ظہر کے بعد) لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا کہ اللہ نے ایک بندے کو دنیا اور ما عند اللہ (جو کچھ اللہ کے پاس ہے) میں اختیار عطا فرمایا۔ اس بندے نے ما عند اللہ کو اختیار کیا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے۔ ہمیں ان کے رونے پر تعجب ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک بندے کی خبر دے رہے ہیں جس کو اختیار دیا گیا ہے (یہ رونے کی کیا بات ہے) مگر ابوبکرؓ ہم میں اَعْلَم (بہت زیادہ جاننے والے) تھے لہذا وہ سمجھ گئے کہ وہ بندہ خود حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

امام فخر الدین رازیؒ صاحب تفسیر کبیر یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (سورہ مائدہ) صحابہ کرام کو سنائی تو وہ بہت خوش ہوئے اور اظہار مسرت کیا مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے۔ اُن سے رونے کا سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا

کہ یہ آیت تو رسول اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے قرب پر دلالت کرتی ہے کیونکہ کمال کے بعد ہی زوال ہوا کرتا ہے۔ اس سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کمالِ علم معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس آیت سے اس سرِّ پنہاں (مخفی راز) پر آپ کے سوا کوئی صحابی واقف نہ ہوا۔ (تفسیر کبیر جزء ثالث)

جمادی الاولیٰ ۸ھ میں جنگ موتہ میں مشرکین روم و عرب نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا تھا اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرضِ موت میں رومیوں سے جہاد کرنے اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بدلہ لینے کیلئے ایک لشکر تیار کیا جس میں سردارانِ مہاجرین و انصار، حضرت صدیق اکبر، فاروق اعظم، ابو عبیدہ بن جراح، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید، قتادہ بن نعمان، سلمہ بن اسلم وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل تھے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اُس لشکر کا سردار مقرر کیا گیا اور حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے حضرت اسامہ کیلئے جھنڈا تیار کیا۔ ۸ ربیع الاوّل بروز جمعرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر خلیفۂ نماز مقرر فرمایا چنانچہ وفات شریف تک وہی نماز پڑھاتے رہے۔ متعینانِ لشکر مدینہ منوّرہ سے تین میل کے فاصلہ پر مقام جرف میں جمع ہو کر کوچ کرنے ہی والے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال شریف ہو گیا اور وہ لشکر واپس مدینہ منورہ آگیا۔ اسی اثنا میں یہ خبر پھیلی کہ عرب کے کئی قبیلے دینِ اسلام سے پھر گئے ہیں اور بعضوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منصبِ خلافت سنبھالا تو از سرِ نو لشکر کی روانگی کا حکم صادر فرمایا لیکن بعض اصحاب نے حالات کی ناسازگاری (فتنۂ ارتداد اور مانعینِ زکوٰۃ) کی وجہ سے اُن سے عرض کیا کہ ایسی حالت میں ایسے لشکرِ جرار کا دُور دراز مہم پر بھیجنا خلافِ مصلحت ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا! "خدا کی قسم! میری جان پر خواہ کچھ ہی بن جائے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم میں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم صادر فرما چکے ہیں کسی قسم کی ترمیم نہیں کرونگا" اس کے بعد حضرت اسامہ کو روانہ فرما دیا اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بغرضِ مشورہ اپنے پاس رکھ لیا۔ غرض وہ لشکر فتح و ظفر کے جھنڈے لہراتا ہوا واپس آیا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لشکرِ اسامہؓ کی روانگی کے ساتھ ہی مرتدین سے جہاد کا حکم دیا۔ یہ مرتدین عرب کے مختلف مقامات میں تھے۔ آپ نے سرایا بھیجکر اُن سب کو زیر کیا اور اُن کے ارتداد کا انسداد کیا۔ اسی طرح منکرینِ زکوٰۃ کے ساتھ بھی جہاد کی تیاری کی گئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ

عنہ نے کہا کہ آپ لوگوں سے کیسے قتال کریں گے حالانکہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

امرت ان اقاتل الناس حتیٰ یقولوا لا الٰہ الا اللہ فمن قال لا الٰہ الا اللہ عصم منی مالہ ونفسہ الا بحقہ وحسابہ علی اللہ ۔ (مشکوٰۃ، کتاب الزکوٰۃ)

”مجھے حکم دیا گیا کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ کہیں لا الٰہ الا اللہ۔ جس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ دیا، اُس نے مجھ سے اپنا مال اور جان بچا لی مگر بحق اسلام (دیت قصاص وغیرہ) اور اس کا حساب خدا پر ہے۔“

یہ سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”خدا کی قسم! میں ضرور جہاد کروں گا اُن لوگوں سے جنہوں نے نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کیا کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ خدا کی قسم! اگر وہ ایک سالہ بکری کا بچہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے، مجھے دینے سے انکار کریں تو میں ضرور ان سے قتال کروں گا۔“ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، خدا کی قسم! اس محبت میں میں نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر صدیقؓ کو قتال کیلئے شرح صدر (دلی تسکین) عطا فرمایا ہے۔ پس میں نے پہچان لیا کہ قتال ہی حق ہے۔“ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، اے خلیفۂ رسول اللہ! لوگوں سے موافقت کیجئے اور ان کے ساتھ نرمی کیجئے۔ یہ سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا:

اجبار فی الجاھلیۃ وخوار فی الاسلام ۔ (مشکوٰۃ ۔ باب فی مناقب ابی بکر الصدیق)

”کیا آپ امر جاہلیت میں جبار و قہار اور کاروبار اسلام میں سست بنتے ہیں“۔

بعض روایات میں وارد ہے کہ دیگر صحابہ کرام حتیٰ کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حضرت صدیق اکبرؓ کو جہاد سے منع کیا اور کہا کہ عہدِ خلافت کا آغاز ہے اور مخالفین کی تعداد بہت زیادہ ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ کاروبار اسلام میں کوئی خلل واقع ہو جائے۔ غور و خوض کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ مگر صدیق اکبرؓ نے جواب دیا کہ میں جہاد سے نہیں رک سکتا۔ اگر تمام لوگ مجھے چھوڑ بھی جائیں تو تنہا جہاد کروں گا۔ بالآخر تمام صحابہ کرامؓ نے آپ سے مکمل اتفاق کیا اور کامیابی و کامرانی کے ساتھ جہاد کیا اور دنیا نے دیکھ لیا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کتنی صائب اور اعلیٰ تھی۔ ان روایات و واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اشجع الصحابہ (صحابہ کرام میں سب سے

زیادہ بہادر) اور اعلم الصحابہ (صحابہ کرام میں سب سے زیادہ جاننے والے) تھے۔

جود و سخا

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام لاتے ہی اپنا تمام مال (چالیس ہزار درہم) بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کر دیا۔ چنانچہ وہ مال حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مسلمانوں پر خرچ ہوتا رہا۔ آپ نے سات مرد و زن حضرت بلالؓ حبشی، عامرؓ بن فہیرہ، زنیرہؓ رومیہ، نہدیہؓ، دخترِ نہدیہؓ، ابو عبیسؓ، کنیزِ بنی مؤمل رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جو غلامی کے جرم میں کفار کے ہاتھوں سخت بدنی تکلیفیں اٹھا رہے تھے، بھاری رقوم پر خرید کر آزاد کر دیا۔ ہجرت مدینہ تک تیرہ سال میں آپ نے تجارت سے جو کچھ کمایا وہ سب اسلام کی تائید و حمایت میں خرچ کیا۔ ہجرت کے وقت آپ کے پاس پانچ ہزار درہم تھے جو مہم ہجرت، مسجد کیلئے زمین کی خرید اور دیگر وجوہِ خیرات میں صرف ہوئے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تبھی تو فرماتے تھے:-

ما نفعنی مال احد قط ما نفعنی مال ابی بکر

"مجھے کسی کے مال نے وہ نفع نہیں دیا جو ابوبکر کے مال نے دیا۔"

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ یہ ہے کہ حضرت خدیجہ، حضرت ابو طالب اور حضرت عبد المطلب کا مال جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر خرچ آیا تھا وہ صرف خوراک و پوشاک، صلہ رحم و مہمان نوازی اور محتاجوں کی خبر گیری کیلئے تھا۔ جبکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مال شوکتِ اسلام کا پھریرا لہرانے، کفار کے ہاتھوں مسلمانوں کی رہائی و خلاصی اور اہل اسلام کے ضعیفوں کی اعانت میں کام آیا۔ ان ہر دو مصارف میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تمام مال خرچ ہو گیا اور ان پر فقر و فاقہ نے غلبہ پایا تو ایک روز بجائے کرتہ کے کمبل کو ایک خلال سے مربوط کر کے گلے میں ڈال کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ اسی اثناء میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! باوجود مال و دولت اور مالداری و تونگری کے ابوبکر کا کیا حال ہو گیا کہ لباسِ فقر پہنے بیٹھا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس نے اپنا تمام مال و دولت مجھ پر اور راہِ خدا میں خرچ کر دیا ہے اور مفلس ہو کر یہ صورت اختیار کی ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ خدا تعالیٰ نے ابوبکرؓ کو سلام بھیجا ہے اور ان سے دریافت فرمایا ہے کہ بتاؤ، اس فقر میں تم مجھ سے راضی ہو یا کچھ کدورت

Collection Of Adbvcate Showkat

رکھتے ہو؟ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق پر وجد کی حالت طاری ہوگئی اور جواب میں عرض کیا کہ میں اپنے پروردگار سے کس طرح کدورت رکھ سکتا ہوں؟ اور بار بار یوں نعرہ زن ہوتے رہے؛

انا عن ربی راضب ‖ میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ میں اپنے رب سے راضی ہوں۔

انا عن ربی راضی۔ (تفسیر عزیزی)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور سید عالم نے ہمیں حکم دیا کہ راہِ خدا میں صدقہ دو۔ اتفاقاً اس وقت میرے پاس بہت سا مال تھا میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں آج حضرت ابوبکرؓ سے سبقت لے جاؤں گا۔ میں نے اپنا آدھا مال بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے استفسار فرمایا کہ تم اپنے اہل وعیال کیلئے کتنا کچھ چھوڑ آئے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ آدھا چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنا تمام مال جو اُن کے پاس تھا لاکر بارگاہِ بے کس پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر کر دیا۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے دریافت فرمایا کہ تم اپنے اہل وعیال کیلئے کتنا مال چھوڑ آئے ہو؟ اس پر انہوں نے عرض کیا کہ "فقط خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ آیا ہوں"۔ (یعنی خدا کا فضل اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت و خوشنودی میرے لئے کافی ہے) یہ سن کر میں نے کہا کہ میں کبھی بھی ابوبکرؓ سے سبقت حاصل نہیں کر سکتا۔ (مشکوٰۃ، باب فی مناقب ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حکیم الامت حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کی کتنی حسین منظر کشی کی ہے ؎

اک دن رسولِ پاکؐ نے اصحابؓ سے کہا
دیں مال راہِ حق میں جو ہوں تم میں مالدار
ارشاد سُن کے، فرطِ طرب سے عمرؓ اُٹھے
اُس روز اُن کے پاس تھے درہم کئی ہزار
دل میں یہ کہہ رہے تھے کہ صدیقؓ سے ضرور
بڑھ کر رکھے گا آج قدم میرا راہوار
لائے غرض کہ مال رسولِ امینؐ کے پاس
ایثار کی ہے دست نگر ابتدائے کار
پُوچھا حضور سرورِ عالم نے اے عمرؓ!
اے وہ کہ جوشِ حق سے ترے دل کو ہے قرار!
رکھا ہے کچھ عیال کی خاطر بھی تُو نے کیا؟
مسلم ہے اپنے خویش و اقارب کا حق گزار
کی عرض نصف مال ہے فرزند و زن کا حق
باقی جو ہے وہ ملّتِ بیضا پہ ہے نثار

اتنے میں وہ رفیقِ نبوت بھی آگیا — جس سے بنائے عشق و محبت ہے استوار
لے آیا اپنے ساتھ وہ مردِ وفا سرشت — ہر چیز، جس سے چشمِ جہاں میں ہو اعتبار
مِلکِ یمین و درہم و دینار و رخت و جنس — اسپِ قمر سم و شتر و قاطر و حمار
بولے حضورؐ چاہیئے فکرِ عیال بھی — کہنے لگا وہ عشق و محبت کا راز دار
اے تجھ سے دیدۂ مہ و انجم فروغ گیر — اے تیری ذات باعثِ تکوینِ روزگار

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لیے ہے خدا کا رسولؐ بس! (بانگِ درا)

القصہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجود الصحابہ (صحابہ میں سب سے زیادہ سخاوت کرنے والے) تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

تقویٰ و تواضع

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ میرے ابّا جی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک غلام تھا جو کما کر لاتا اور آپ اس میں سے کھا لیا کرتے تھے۔ ایک دن وہ کوئی چیز لایا جس میں سے آپ نے بھی کچھ کھا لیا۔ غلام نے عرض کیا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے کیا کھایا ہے؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا کہ وہ کیا ہے؟ غلام نے عرض کیا کہ میں نے دورِ جاہلیت میں بطورِ کاہن ایک شخص کو غیب کی خبر دی تھی، آج اتفاقاً وہ مجھے مِل گیا اور بطورِ ہدیہ کچھ دیدیا۔ آپ نے اُسی چیز سے کھایا ہے۔ یہ سُنکر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا ہاتھ منہ میں ڈال کر جو کچھ کھایا تھا قے کر دیا۔ (صحیح بخاری، باب ایام الجاہلیہ)

عبدالرزاق نے بروایت ابن سیرین نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند اصحاب ایک پانی پر اُترے ہوئے تھے۔ حضرت نعیمان بن عمرو انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانی والوں سے کہا کرتے تھے کہ آئندہ ایسا ہوگا۔ وہ حضرت نعیمانؓ کی خدمت میں دودھ اور کھانا بطورِ ہدیہ لاتے، جسے وہ اپنے ساتھیوں کے پاس بھیج دیا کرتے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر لگی تو فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ میں اُس دن سے نعیمانؓ کی کہانت (علمِ نجوم) سے کھاتا ہوں۔ یہ فرما کر جو کچھ پیٹ میں تھا قے کر دیا۔

تاریخ کامل ابنِ اثیر میں لکھا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رحلت کے وقت اپنی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ جب سے ہم مسلمانوں کے اُمور کے متکفل ہوئے ہیں ہم نے اُن کا کوئی روپیہ پیسہ نہیں لیا، ہاں اُن کا نیم کوفتہ طعام کھایا ہے اور موٹے کپڑے پہنے ہیں۔ اب ہمارے پاس مسلمانوں کے مال میں سوائے اس غلامؑ پاس اونٹ اور اس چادر کے کچھ نہیں ہے۔ جب میں داعیٔ اجل کو لبیک کہہ جاؤں تو ان تمام کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج دینا۔ جب آپ نے دارِ فنا سے دار البقا کی طرف کوچ فرمایا تو حسب وصیت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سب کچھ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بھیجدیا۔ حضرت فاروق اعظم (جن کا نام سُن کر شہنشاہان عالم لرزہ براندام ہو جاتے تھے) یہ منظر دیکھ کر رو پڑے یہاں تک کہ اُن کے آنسو ٹپ ٹپ زمین پر گرنے لگے۔ بلک بلک کر روتے جاتے تھے اور بار بار فرماتے تھے:۔

رحم اللہ ابا بکر لقد اتعب من بعدہ	”خدا ابو بکر پر رحم کرے۔ انہوں نے بیشک اپنے جانشینوں کو مشقت میں ڈال دیا۔“

پھر حکم دیا کہ یہ سب کچھ لے لیا جائے۔ اس پر حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا۔ سبحان اللہ! آپ ابو بکر کے عیال سے غلامؑ، آبکش اونٹ (پانی لانے والا اونٹ) اور پرانی چادر جس کی قیمت پانچ درہم ہیں، چھین رہے ہیں۔ کاش آپ واپس کر دیں۔ یہ سُن کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا؛ قسم ہے مجھے اُس ذات کی جس نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا ہے، یہ میرے قبضہ واختیار میں نہیں ہے۔

روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ کی زوجہ محترمہ کا دل حلوا کھانے کو چاہا۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے پاس حلوہ خریدنے کی گنجائش نہیں ہے۔ زوجہ محترمہ نے عرض کیا کہ میں چند روز میں اپنے نان ونفقہ میں سے کچھ بچت کر لوں گی تاکہ حلوا خریدا جا سکے۔ آپ نے ارشاد کیا کہ بچالو۔ کافی دنوں بعد کچھ بچت ہوئی تو زوجہ محترمہ نے حلوہ خریدنے کیلئے عرض کیا۔ آپ نے اُس بچت کو لیکر بیت المال میں داخل کر دیا۔ اور فرمایا کہ یہ ہمارے نفقہ سے زائد ہے اور اپنے نفقہ میں اتنا کم کر دیا جتنا کہ زوجہ محترمہ نے روزانہ خرچ میں کمی کی تھی اور مقدار زائد کو بیت المال میں جمع کروا دیا۔ خدا کی قسم! یہ نہایت درجہ کا تقویٰ ہے

جس سے زیادہ ممکن ہی نہیں۔ صحابہ کرامؓ نے بجا طور پر آپ کو اپنا سردار اور خلیفہ بنایا تھا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان مقام سُنح (یہ مقام مدینہ منورہ کے ایک طرف واقع تھا اور اس کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت خانہ کے درمیان ایک میل کا فاصلہ تھا) آپ کی زوجہ محترمہ حبیبہ بنت خارجہ خزرجیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھا۔ آپ نے بیعتِ خلافت کے بعد چھ مہینے تک وہیں قیام رکھا۔ وہاں سے مدینہ منورہ پیدل تشریف لاتے۔ بعض اوقات گھوڑے پر سوار ہوتے اور تہبند اور پھٹی پرانی چادر اوڑھتے اور لوگوں کو نماز پڑھاتے۔ نمازِ عشاء کے بعد سُنح کو واپس تشریف لے جاتے۔ آپ کی عدم موجودگی میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھا دیا کرتے۔ آپ ایک با اُصول تاجر تھے۔ ہر روز خرید و فروخت کے لیے بازار جاتے آپ کے پاس بکریوں کا غلّہ تھا جسے بعض اوقات آپ خود چراتے اور بعض اوقات کوئی اور چراتا۔ آپ اپنے قبیلے والوں کی بکریوں کا دودھ دُوہ دیا کرتے تھے۔ منصبِ خلافت پر متمکن ہونے کے بعد بھی آپ کی خدمتِ خلق میں کوئی فرق نہ آیا۔ آپ کے قبیلہ کی ایک لڑکی نے کہا کہ ابوبکرؓ چونکہ اب خلیفہ بن گئے ہیں اب ہمارے گھر کی بکریوں کا دودھ نہ دُوہیں گے۔ آپ نے جو یہ سُنا تو فرمایا "مجھے اپنی زندگی کی قسم! میں تمہاری بکریوں کا دودھ ضرور دُوہ دیا کروں گا۔ مجھے قوی اُمید ہے کہ خلافت سے میرے اخلاقِ سابق میں کچھ تغیر و تبدل نہیں ہوگا۔" چنانچہ حسبِ سابق اُن کی بکریوں کا دودھ دُوہ دیا کرتے تھے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت سے قبل حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اطرافِ مدینہ میں ایک اندھی بڑھیا کے ہاں پانی لانے و دیگر کاموں کیلئے روزانہ آتے تھے۔ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منصبِ خلافت سنبھالا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنے سے قبل ہی سب کام ہو چکے ہوتے تھے۔ انہوں نے تلاش شروع کی کہ مجھ سے پہلے یہ کام کون کر جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کر جاتے ہیں۔

بیعتِ خلافت سے چھ ماہ بعد آپ نے مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کی اور فرمایا کہ میری قوم کو معلوم ہے کہ میں کپڑے کی تجارت کیا کرتا تھا جس سے میرے اہل و عیال کا گزارا ہوتا تھا۔ امورِ خلافت میرے ذمہ ہو گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ امورِ خلافت کی انجام دہی سے اب تجارت کیلئے وقت ملنا محال ہے لہٰذا اب ابوبکرؓ کے اہل و عیال و تابعین بیت المال سے کھائیں گے چنانچہ آپ نے بیت المال

سے نفقہ لینا شروع کر دیا جو آپ کیلئے، آپ کے اہل و عیال اور حج و عمرہ کیلئے کفایت کرتا۔ صحابہ کرامؓ نے جو آپ کیلئے معین کیا۔ وہ چھ ہزار درہم سالانہ تھے اور کہا گیا ہے کہ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو وصیت کی کہ میری زمین بیچ کر اُس کی قیمت اُس نفقہ کے عوض صرف کر دی جائے جو میں نے مسلمانوں کے مال میں سے لیا تھا۔

آپ پہلے حاکم ہیں جن کیلئے رعیّت نے نفقہ کا تعین کیا تھا۔ اور آپ ہی پہلے حاکم ہیں جن کو خلیفہ کہا گیا اور پہلے خلیفہ ہیں جن کو اُن کے والد بزرگوار کی زندگی میں خلافت ملی اور پہلے شخص ہیں جنہوں نے مصحفِ قرآن کو مصحف کہا۔

اتباعِ سُنّت

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اتباعِ سنّت کو احاطہ تحریر میں نہیں لایا جا سکتا وہ تو اس معاملے میں عدیم النظیر تھے۔ کون ہے جو اُن کے اس کمالِ شوق کا ذکر کر سکے۔ ذرا اس گفتگو کو پیش نظر رکھیں جو وفات شریف سے چند گھنٹے پیشتر آپ کے اور آپ کی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درمیان ہوئی۔

صدیق اکبرؓ : تم نے حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں دفن کیا؟

صدیقہؓ : تین سفید کپڑوں میں جن میں نہ قمیض تھی نہ عمامہ۔

صدیق اکبرؓ : حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کس دن وفات پائی؟

صدیقہؓ : دوشنبہ (پیروار) کے دن۔

صدیق اکبرؓ : آج کون سا دن ہے؟

صدیقہؓ : دوشنبہ (پیروار)۔

صدیق اکبرؓ : مجھے قوی اُمید ہے کہ میری موت اس وقت اور رات کے درمیان ہوگی (اپنے بدن کے کپڑے پر زعفران کا نشان دیکھ کر کہا میرے اس کپڑے کو دھو ڈالنا اور اس پر دو کپڑے اور زیادہ کرنا اور مجھے ان دونوں قسموں کے کپڑوں میں کفنا دینا۔

صدیقہؓ : یہ کپڑا تو پرانا ہے۔

صدیق اکبرؓ ؛ زندہ شخص مُردے کی نسبت نئے کپڑے کا زیادہ حقدار ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سوال حضور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن و یوم وفات کے متعلق اس لیئے تھا کہ آپ کی قلبی آرزو تھی کہ کفن و یوم وفات میں بھی حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت نصیب ہو۔ زندگی میں تو حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع تھا ہی وہ موت میں بھی حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع چاہتے تھے۔ اللہ اللہ یہ اتباع کیوں نہ ہو، صدیق اکبر جو تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حکیم الامت حضرت اقبال رحمتہ اللہ علیہ کیا خوب کہا ہے ؎

آں امنّ الناس بر مولائے ما　　آں کلیم اوّل سینائے ما
ہمّت او کشت ملت را چو ابر　　ثانیٔ اسلام و غار و بدر و قبر

آپ فرمایا کرتے تھے کہ جس امر پر حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم عمل کیا کرتے تھے۔ میں اُسے کیے بغیر نہیں چھوڑتا۔ اگر میں کسی امر کو چھوڑ دوں تو مجھے ڈر ہے کہ سنّت سے منحرف ہو جاؤں گا۔

(نسیم الریاض بحوالہ ابو داؤد و بخاری)

کرامات و خوارق

آپ کی کرامات بے حد و حساب ہیں، بطور تبرک چند ایک درج ذیل ہیں۔

① حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بیان ہے کہ ایک روز حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی کے ہاں دو شخصوں کا کھانا ہو وہ تیسرے کو اصحاب صُفّہ میں سے اپنے ساتھ لیجائے جس کے ہاں تین کا کھانا ہو وہ چوتھے کو لے جائے جس کے ہاں چار کا کھانا ہو وہ پانچویں کو یا چھٹے کو بھی لیجائے۔ اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب صُفّہ میں سے دس کو اپنے ہاں لے گئے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تین کو لے گئے اور ان کو اپنے گھر چھوڑ آئے۔ آپ نے خود شام کا کھانا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں کھایا اور وہیں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز عشاء ادا کی اور رات کا ایک حصہ گزرنے پر گھر تشریف لائے آپکی زوجہ محترمہ اُمّ رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ نے اپنے مہمانوں کی خبر کیوں نہ لی۔ فرمایا! کہ تُو نے اُن کو کھانا نہیں کھلایا؟ زوجہ محترمہ نے عرض کیا کہ کھانا پیش کیا گیا

مگر انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ جب تک ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ آئیں گے ہم نہیں کھائیں گے یہ سن کر آپ خفا ہوئے اور سخت سست کہا اور فرمایا کہ میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔ زوجہ محترمہ نے کہا کہ میں بھی نہ کھاؤں گی۔ مہمانوں نے کہا کہ جب تک گھر والے نہ کھائیں گے ہم بھی نہ کھائیں گے، آخر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس میں سے ایک لقمہ کھایا پھر باقی سب نے پیٹ بھر کر کھایا۔ مہمان جب لقمہ اٹھاتے تھے تو کھانا اس کے نیچے سے اور زیادہ ہو جاتا تھا۔ آخر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو نگاہ کی تو کیا دیکھتے ہیں کہ کھانا اتنا ہی ہے جتنا کہ شروع میں تھا یا اُس سے بھی زیادہ ہے۔ آپ نے اپنی زوجہ محترمہ سے کہا، اے بنوفراس کی بہن ! یہ کیا معاملہ ہے؟ اُس نے عرض کیا کہ مجھے قرۃ العین کی قسم کہ کھانا اب پہلے سے تین گنا زیادہ ہے۔ بعد ازاں آپ نے وہ کھانا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارگاہ میں بھیج دیا اور وہ صبح تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں رہا۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزید روایت کرتے ہیں کہ ایک قوم سے ہمارا عہد تھا اُس کی میعاد گزر چکی تھی بدیں وجہ وہ لوگ مدینہ منورہ آ گئے تھے ہم نے ان میں سے بارہ اشخاص کو منتخب کر لیا۔ ہر ایک منتخب کے ماتحت بہت سے اشخاص تھے جن کی تعداد صرف خدا ہی کو معلوم ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک منتخب شخص کے ہاتھ اس کھانے میں سے اُس کے ساتھیوں کا حصّہ بھیج دیا۔ اس طرح تمام لوگوں نے پیٹ بھر کھانا کھایا۔ یہ تکثیر طعام (کھانے کا زیادہ ہو جانا) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔

(۲) حضرت عروہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ کے ایک نواحی گاؤں میں سے کچھ کھجور کے درخت عطا فرمائے جن میں سے ایک فصل میں بیس وسق (تقریباً ۲۹۰۰ کلو) کھجوریں اُترتی تھیں۔ جب آپکی وفات کا وقت آیا تو فرمانے لگے۔ اے پیاری بیٹی! اللہ کی قسم! میں تم کو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ آسودہ حال دیکھنا پسند کرتا تھا اور مجھے کسی طرح پسند نہیں کہ میرے بعد تم تنگدست ہو جاؤ۔ میں نے تجھے اپنے مال میں سے بیس وسق آمدنی والے کھجور کے درخت ہبہ کئے تھے۔ اگر تو ان پر قبضہ کر لیتی تو وہ تیری ملکیت ہو جاتے لیکن اب میرے بعد وہ سب وارثوں

کا حق ہے اور وہ وارث تیرے علاوہ تیرے دونوں بھائی اور دونوں بہنیں ہیں۔ تم سب مل کر کتاب اللہ کے مطابق آپس میں تقسیم کر لینا۔ یہ سن کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا، ابا جان! اللہ کی قسم! اگر وہ مالِ موہوب (ہبہ کیا ہوا مال) اس سے بھی زیادہ ہوتا تو میں اُسے چھوڑ دیتی۔ آپ نے دو بہنوں کا ذکر فرمایا ہے، میری تو صرف ایک بہن اسماء ہے۔ دوسری کون ہے؟ فرمایا کہ تمہاری سوتیلی والدہ (حبیبہ) بنتِ خارجہؓ کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ میرے گمان میں لڑکی ہے چنانچہ بنتِ خارجہؓ کے ہاں لڑکی ہوئی۔ (موطا امام محمد، باب النحلی)

استیعاب ابن عبدالبر میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرے دل میں القاء (وہ بات جو اللہ تعالیٰ کسی کے دل میں ڈال دے) ہوا ہے کہ جو بچہ بنتِ خارجہؓ کے شکم میں ہے وہ لڑکی ہے چنانچہ آپ کی وفات کے بعد لڑکی ہی پیدا ہوئی جس کا نام اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اُمِ کلثوم رکھا۔ اس روایت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دو کرامتوں کا ذکر ہے۔ ایک تو یہ کہ آپ نے خبر دیدی کہ میری موت اسی مرض میں ہو گی دوسری یہ کہ آپ نے بتا دیا کہ میری اہلیہ حبیبہؓ کے بطن سے لڑکی پیدا ہو گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا یہ دونوں کرامتیں غیب کی خبریں دینے کی قسم سے ہیں۔

③ حضرت امام مستغفری رحمۃ اللہ علیہ نے اسناد کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کی تھی کہ میں جب مر جاؤں تو مجھے اُس حجرے کے دروازے میں لے جائیو جس میں رسول اللہ علیہ وسلم کی قبر انور ہے اور دروازہ کھٹکھٹائیو۔ اگر دروازہ کھل جائے تو مجھے اس میں دفن کر دیجیو۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ ہم آپ کا جنازہ وہاں لے گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا کہ یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ان کی آرزو تھی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور دفن کیے جاؤں، اس پر دروازہ کھل گیا ہمیں معلوم نہیں دروازہ کس نے کھولا اور آواز آئی کہ اندر لے آؤ اور عزت و تکریم سے دفن کرو مگر آواز دینے والا ہمیں کوئی نظر نہیں آیا (نفحات الانس، خصائص کبریٰ سیوطی)

④ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رحلت فرمائی تو بعض صحابہ کرام نے کہا کہ ہم ان کو شہیدوں میں دفن کریں گے دوسروں

نے کہا کہ ہم جنت البقیع میں لے جائیں گے۔ میں نے کہا کہ میں ان کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دفن کروں گی۔ ہم اسی اختلاف میں تھے کہ مجھ پر نیند نے غلبہ کیا۔ میں نے سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے "ضمّوا الحبیب الی الحبیب" یعنی حبیب کو حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا دو۔ جب میری آنکھ کھلی تو معلوم ہوا کہ سب نے اس آواز کو سن لیا یہاں تک کہ مسجد میں لوگوں نے بھی سُنا۔ (شواہد نبوت مولانا عبدالرحمٰن جامی رح)

⑤ ابو محمد شبنکی کا بیان ہے کہ شیخنا ابوبکر بن ہوار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بطائح (شہر واسط اور شہر بصرہ کے درمیان) میں رہزنی کیا کرتے تھے۔ آپ اپنے گروہ کے سردار تھے۔ مسافروں اور راہگیروں کا مال لوٹ کر باہم تقسیم کر لیا کرتے تھے۔ ایک رات آپ نے سُنا کہ ایک عورت اپنے شوہر سے کہہ رہی ہے کہ ٹھہر جاؤ، مبادا ہم کو ابن راہوار اور اس کے ساتھی پکڑ لیں۔ عورت کی یہ بات آپ کے دل پر بجلی بن کر گری اور رو پڑے۔ کہنے لگے کہ لوگ مجھ سے ڈرتے ہیں اور میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا۔ اسی وقت بمعہ اپنے ساتھیوں کے توبہ کی پھر صدق و اخلاص کے ساتھ پروردگار عالم کی طرف متوجہ ہوئے اور دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اب اپنے آپ کو کسی شیخ کامل کے سپرد کریں جو خدا تک پہنچا دے۔ اُن ایام میں عراق میں کوئی مشہور و معروف شیخ نہ تھا۔ آپ نے خواب میں حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے خرقہ پہنائیے۔ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اے ابن راہوار! میں تیرا نبی ہوں اور یہ تیرے شیخ ہیں اور پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ فرمایا، اے ابوبکر! اپنے ہم نام ابن راہوار کو خرقہ پہناؤ۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن راہوار کو پیراہن اور کلاہ پہنائی اور اپنا مبارک ہاتھ ان کے سر اور پیشانی پر پھیرا اور کہا۔ بارک اللہ فیک۔ اس کے بعد حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن راہوار سے یوں فرمایا، "اے ابوبکر! تجھ سے عراق میں میری اُمّت کے اہل طریقت کی مردہ سُنّتیں زندہ ہوں گی اور ارباب حقائق و دوستانِ خدا کی منزلوں کے مٹے ہوئے نشانات قائم ہو جائیں گے۔ اور عراق میں مشیخیت تا قیامت تجھ میں رہے گی۔ تیرے ظہور سے عنایت باری تعالیٰ کی نرم ہوائیں چلنی شروع ہو گئی ہیں اور تیرے قیام سے عنایت ایزدی کی ٹھنڈی ہوائیں چھوڑ دی گئی ہیں۔"

جب ابنِ راہوار بیدار ہوئے تو وہی پیراہن اور کلاہ اپنے اُوپر موجود پائی۔ آپ کے سر پر جو پھوڑے تھے وہ سب ناپید ہو گئے۔ آفاق میں گویا یہ ندا اور منادی کر دی گئی کہ ابنِ راہوار اللہ تعالےٰ تک پہنچ گئے۔ پس چاروں طرف سے خلقِ خدا آپ کی طرف متوجہ ہوئی اور قربِ الٰہی کی علامتیں ظاہر ہو گئیں۔ راوی (ابو محمد) کا قول ہے کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ آپ اکیلے رہتے تھے اور شیر آپ کے گرد ہوتے تھے بلکہ بعض شیر آپ کے قدموں پر لوٹتے تھے (بہجۃ الاسرار)

وفات

جب آپ کی رحلت کا وقت آیا تو صحابہ کرام عیادت کو آئے اور عرض کرنے لگے کہ ہم کسی طبیب کو بلاتے ہیں جو آپ کو دیکھے۔ آپ نے فرمایا کہ طبیب نے مجھے دیکھ لیا ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ اس نے کیا کہا؟ فرمایا اُس نے یوں کہا ہے۔

اِنِّی فَعَّالٌ لِّمَا اُرِیْدُ۔ (میں کرنے والا ہوں جو چاہتا ہوں)

ابنِ سعد وغیرہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب بابا جان کو مرض میں زیادہ تکلیف ہوئی تو میں نے یہ شعر پڑھا:

لَعُمْرُکَ مَا یُغْنِی الثَّرَاءُ عَنِ الْفَتٰی ‏ ‏ اِذْ حَشْرَجَتْ یَوْمًا وَضَاقَ بِهَا الصَّدْرُ

ترجمہ: اپنی عمر کی قسم جب ہچکی لگ جاتی ہے اور سینہ تنگ ہو جاتا ہے تو پھر مال کوئی فائدہ نہیں دیتا۔

یہ شعر سن کر آپ نے چادر اپنے چہرے سے ہٹائی اور مجھ سے فرمایا نہیں بلکہ ایسا کہو کہ "موت کے وقت سکرات ہوتی ہے اور اُس سے کسی کو چھٹکارا نہیں ہے۔"

ابو یعلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ جب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں گئی تو آپ نزع کی حالت میں تھے۔ پس بے ساختہ میری زبان سے نکلا ؎

مَن لَا یَزَالُ دَمْعُہٗ مُقْنَعًا ‏ ‏ فَاِنَّہٗ فِی مَرَّۃٍ مَدْفُوْق

ترجمہ: آج آپ کو سخت مرض لاحق ہو گیا ہے، اللہ آپ کی روح کو توفیق بخشے (اللہ آپ پر رحم فرمائے۔)

یہ سن کر آپ نے فرمایا یہ مت کہو بلکہ یہ کہو کہ سکرات موت کا آنا ضروری ہے، یہی وہ حالت

ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کس روز ہوئی تھی میں نے عرض کیا دوشنبہ (پیر) کے دن! آپ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ میں آج رات ہی انتقال کروں گا۔ چنانچہ آپ پیر اور منگل کی درمیانی شب میں انتقال فرما گئے، اور صبح ہونے سے قبل آپ کو دفن کر دیا گیا۔

عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں بکر بن عبداللہ مزنی سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے سرہانے پر یہ شعر پڑھنے لگیں ؎

وَکُلّ ذی اَبِلٍ یو ما سَبُو روھا   وَکُلّ ذی سَلَبٍ لا بُدّ مَسلوب

ہر سوار کی ایک منزل ہوتی ہے   اور ہر کپڑا پہننے والے کا ایک کپڑا ہوتا ہے۔

آپ فوراً (اُن کا) مُدعا سمجھ گئے، اور فرمایا بیٹی! اُس طرح نہیں بلکہ جس طرح اللہ عزوجل نے فرمایا ہے "موت کو بے ہوشی تو ضرور آکر رہے گی یہی وہ حالت ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔"

احمدؒ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ جب میں نے آپ کے سامنے یہ شعر پڑھا ؎

وَابیَض یُستَسقی الغمام بِوَجھہٖ   ثمالُ الیتامیٰ عِصمَةٌ للارامِل

ترجمہ: "بہت سے ایسے روشن چہرے والے ہیں کہ ..... کہ ابر اُن چہروں سے پانی حاصل کرتا ہے اور آپ یتیموں اور بیواؤں کے فریادرس ہیں۔"

یہ سُن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ صفت تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔

آپ نے سہ شنبہ کی رات مغرب و عشاء کے درمیان ۲۲ر جمادی الاخری ۱۳ھ کو بعمر شریف ۶۳۴ تریسٹھ ۶۳ سال وصال فرمایا اور صبح ہونے سے پیشتر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو مبارک میں دفن ہوئے۔ آپ کی خلافت دو سال تین مہینے اور آٹھ دن رہی۔ اس قلیل عرصہ میں یمامہ، اطراف عراق اور ملک شام کے بعض شہر فتح ہوئے، مسیلمہ کذاب مارا گیا اور قرآن مجید یک مصحف میں جمع کیا گیا۔

آپکی وفات پر صحابہ کرامؓ کے تاثرات

○ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا "اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حادثۂ وفات کے بعد آپ کی وفات سب سے بڑا حادثہ ہے لیکن بہر حال اللہ کے حکم کے مطابق ہم صبر ہی کریں گے..... ابا جان! میرا آخری سلام قبول کیجیے، میں آپ کے مرنے پر جزع فزع نہیں کر رہی۔

○ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باچشم پُرنم فرمایا:۔

"..... اے خلیفۂ رسولؐ اللہ! آپ نے دنیا سے رخصت ہو کر قوم کو سخت محنت و مشقت میں ڈال دیا..... آپ کا سا ہونا تو درکنار اب تو کوئی ایسا بھی نہیں جو آپ کی گرد کو پہنچ سکے....."

○ سیّدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم آپ کے دروازہ پر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے ہوئے پہنچے اور فرمایا۔ یوم انقطعت خلافۃ النبوۃ۔ آج خلافتِ نبوت منقطع ہو گئی (طویل خطبہ جس میں آپ کے بے شمار محاسن اور اوصاف کا تذکرہ فرمایا)

ترجمہ: "اے ابوبکرؓ! اللہ تم پر رحم فرما دے تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب، مونس معتمد، محرم راز اور مشیر تھے تُم سب سے پہلے ایمان لائے۔ تم سب سے زیادہ مخلص مومن تھے تمہارا یقین سب سے زیادہ مضبوط تھا۔ تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والے اور دین کے معاملے میں تکلیف اُٹھانے والے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سب سے زیادہ حاضر باش، اسلام پر سب سے زیادہ مہربان، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کیلئے سب سے زیادہ بابرکت، رفاقت میں سب سے بہتر، مناقب و فضائل میں سب سے بڑھکر، پیش قدمیوں میں سب سے افضل و برتر، درجے میں سب سے اُونچے، وسیلے کے لحاظ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ قریب تر، سیرت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مُشابہ، عادت، مہربانی اور فضل میں سب سے زیادہ مکرّم اور معتمد تھے۔ پس اللہ اسلام اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تم کو خیر عطا فرمائے۔ تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بمنزلہ چشم و گوش تھے، تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس وقت تصدیق کی جب لوگوں نے تکذیب کی، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں تم کو "صدیق" کہا.....

والذی جاء بالصدق وصدق بہ تم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُس وقت غم خواری کی جب لوگ بخل کرتے تھے۔ ناخوشگوار حالات میں تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جم کر کھڑے رہے جبکہ لوگ بچھڑ گئے۔ تم نے سختیوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حق محبت حسن وخوبی سے ادا کیا۔ تم ثانی اثنین اور رفیق غار تھے۔ تم پہ سکون نازل تھا۔ تم ہجرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی تھے۔ اللہ کے دین اور امت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تم ایسے خلیفہ تھے جس نے اُس وقت خلافت کا حق ادا کیا جب لوگ مرتد ہو گئے۔ تم نے خلافت کا ایسا حق ادا کیا جو کسی پیغمبر کے خلیفہ سے نہ ہو سکا۔ تم نے اس وقت مستعدی دکھائی جب تمہارے ساتھی سست ہو گئے۔ تم نے اس وقت جنگ کی جب وہ عاجز ہو گئے تھے۔ جب وہ کمزور ہو گئے تو تم قوی رہے۔ تم نے منہاجِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت تھاما جب لوگ پست ہو گئے۔ تم نزاع وتفرقہ کے بغیر خلیفہ برحق تھے۔ اگرچہ اس سے منافقوں کو غصہ، کفار کو رنج، حاسدوں کو کراہت اور باغیوں کو غیظ تھا۔ تم امرِ حق پہ قائم رہے جب لوگ بزدل ہو گئے۔ تم ثابت قدم رہے جب وہ ڈگمگا گئے تم اللہ کے نور کو لیے ہوئے بڑھتے رہے جب لوگ ٹھہر گئے۔ پھر انہوں نے تمہاری پیروی کی اور ہدایت پائی۔ تمہاری آواز اُن سب سے پست تھی مگر تمہارا رتبہ ان سب سے بلند تھا۔ تمہارا کلام سب سے سنجیدہ تھا۔ اور تمہارا نطق سب سے زیادہ صحیح تھا۔ تم سب سے زیادہ خاموش تھے۔ تمہارا قول بلیغ تھا۔ تم سب سے زیادہ بہادر، سب سے زیادہ معاملہ فہم اور عمل کے لحاظ سے سب سے زیادہ اشرف تھے۔

خدا کی قسم! تم دین کے سردار تھے، جب لوگ دین سے ہٹے تو تم اُن سے آگے تھے اور جب وہ دین کی طرف آئے تو تم ان کے پیچھے تھے۔ تم مومنوں کیلئے رحم دل باپ تھے یہاں تک کہ وہ تمہاری اولاد بن گئے۔ جن بھاری بوجھوں کو وہ اٹھا نہ سکتے تھے تم نے اُن کو اُٹھا لیا۔ جس چیز کو انہوں نے چھوڑ دیا تھا تم نے اُن کو اُس کی رغبت دلائی اور جو چیز انہوں نے ضائع کر دی تم نے اُس کی حفاظت کی۔ جس کو وہ نہیں جانتے تھے تم نے ان کو وہ چیز سکھائی۔ جب وہ عاجز و درماندہ ہوئے تو تم نے تلوار کھینچ لی یعنی بہادری دکھائی۔ جب وہ گھبرائے تو تم ثابت قدم رہے نتیجہ یہ ہوا کہ تم نے اُن کی دادرسی کی اور وہ اپنی ہدایت کیلئے تمہاری طرف راجع ہوئے اور کامیاب ہوئے اور جو چیز اُن کے گمان میں بھی نہ تھی اُن کو مل گئی۔ تم کفار کیلئے عذاب کی بارش

اور آگ کا شعلہ تھے۔ مومنوں کیلئے رحمت، اُنس اور پناہ تھے۔ تم نے اوصاف وکمالات کی فضا میں پرواز کی اور اس کا عطیہ پایا اور فضیلتیں حاصل کر لیں۔ تمہاری محبت کو شکست نہ ہوئی، تمہاری بصیرت کمزور نہیں ہوئی، تمہارا نفس بزدل نہیں ہوا۔ تمہارا دل کج نہیں ہوا اور منحرف نہیں ہوا۔ تم اس پہاڑ کی مانند تھے جس کو آندھیاں ہلا نہیں سکتیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم رفاقت اور مالی اعتبار سے سب سے زیادہ احسان کرنے والے تھے اور بقول حضور صلی اللہ علیہ وسلم تم جسماً گو کمزور تھے لیکن اللہ کے معاملے میں قوی تھے اور اپنی ذات میں متواضع۔ اللہ کے نزدیک باعظمت اور لوگوں کی نظر میں بزرگ۔ تمہاری نسبت نہ کوئی دھوکے میں تھا اور نہ حرف گیری کر سکتا تھا۔ تم سے نہ کوئی غلط طمع رکھ سکتا تھا اور نہ تم کسی کی رعایت کرتے تھے۔ ضعیف اور پست آدمی تمہارے نزدیک قوی تھا تم اس کو حق دلاتے تھے اور قوی تمہارے نزدیک ضعیف اور ذلیل تھا۔ تم اس سے حق لیتے تھے۔ دور و نزدیک کے دونوں قسم کے آدمی تمہاری نگاہ میں یکساں تھے جو اللہ کا سب سے زیادہ مطیع اور متقی ہوتا تھا وہی تمہارا سب سے زیادہ مقرب تھا۔ تمہاری شان حق، صدق اور نرمی تھی۔ تمہارا قول، حکم قطعی اور تمہارا معاملہ بردباری اور دور اندیشی تھا۔ اور تمہاری رائے علم و عزم تھا۔ تم نے فساد کا قلع قمع کر دیا اور راستے ہموار ہو گئے مشکل آسان ہو گئی، آگ بجھ گئی اور دین معتدل ہو گیا۔ ایمان قوی ہو گیا۔ اسلام اور مسلمان مضبوط ہو گئے اللہ کا امر غالب ہو گیا اگرچہ کفار کو ناگوار ہوا۔ تم نے سخت سبقت کی اور اپنے بعد والوں کو تھکا دیا۔ تم خیر سے کامیاب ہوئے۔ تم اس سے بالاتر ہو کہ تم پر ماتم کیا جائے۔ تمہارے مرثیے آسمانوں پر پڑھے جا رہے ہیں اور تمہاری مصیبت تمام دنیا میں ظاہر ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ کے فیصلے پر راضی اور اپنا معاملہ اُس کو سونپتے ہیں اور اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تمہاری موت جیسا کوئی حادثہ مسلمانوں پر کبھی نازل نہیں ہوا۔ تم دین کی عزت، جائے پناہ اور حفاظت گاہ تھے۔ مومنوں کے لیے تنہا ایک گروہ، قلعہ اور دارالامن تھے۔ منافقوں کے واسطے سختی اور غضب تھے۔ پس اللہ تم کو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا دے اور ہم کو تمہارے بعد تمہارے اجر سے محروم و گمراہ نہ کرے۔

(ریاض النضرہ جلد اوّل، کنز العمال بر مسند احمد بن حنبل جلد ۴۔ ماہنامہ فیض الاسلام راولپنڈی "صدیق اکبر نمبر")

جب تک حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خطاب فرماتے رہے لوگ خاموش رہے لیکن جب اختتام کو پہنچے تو سب کی چیخیں نکل گئیں اور بیک آواز سب نے کہا ہائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد! آپ نے

Collection Of Advocate Showkat

بے شک سچ فرمایا۔

○ حضرت حسان بن ثابت رضؓ نے فرمایا :

ترجمہ :- "اگر تم اپنے معتمد بھائی کا غم یاد کرو تو اپنے بھائی ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کارنامے یاد کرو جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مخلوق میں سب سے بہتر، سب سے زیادہ متقی و عادل اور اپنے فرائض انجام دینے والے ہیں۔"

○ حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

"اگر میں قسم کھا کر کہوں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ایک ہی سرشت و طینت سے پیدا کیا تو میں اپنی قسم میں صادق ہوں گا۔"

○ علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی شرح یوں فرمائی ہے :

"ہر شخص کا مدفن وہیں ہوتا ہے جس جگہ کی مٹی اُس کی سرشت و طینت میں ہوتی ہے۔"

○ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مزید وضاحت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :

"روحوں کو اللہ تعالیٰ نے گروہ در گروہ پیدا کیا پھر جو روح اس وقت سے متعارف ہوئی دنیا میں بھی اُسی سے مانوس و مالوف ہوئی اور وجودِ خارجی میں ایک جگہ تھیں اور بعد انتقال بھی ایک جگہ ہیں اور رہیں گی۔ (فیض الاسلام" راولپنڈی "صدیق اکبر نمبر" ص ۵۱)

○ بروایت حافظ ابوسعد بن سماں وغیرہ محدثین۔ نیز محمد بن عقیل رضؓ بن ابی طالب رضؓ سے کہ بے شک جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وفات پائی اور ان کو چادر سے چھپا دیا گیا۔ ارتجت المدینۃ بالبکاء کیوم قبض فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، تو لوگوں کی گریہ زاری سے مدینہ منورہ ہلنے لگا، جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دن ہلا تھا (تحفہ اثنا عشریہ)

○ ابن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتقال فرما گئے تو مکہ میں ایک زلزلہ آیا۔ (فضائل صدیق اکبر مرتبہ میاں جمیل احمد شرقپوری صلا بحوالہ تاریخ خلفائے اسلام، سیوطی اردو ص ۱۲۵)

ارشاداتِ قدسیہ

① جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے خطبہ دیا جس میں خدا کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا :- "اے لوگو! میں تمہارا حاکم بنایا گیا حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں، اگر میں نیک کام کروں تو تم لوگ میری

مدد کرو۔ اگر میں غلط کام کروں تو مجھے سیدھا کرو، صدق امانت ہے اور کذب خیانت ہے۔ تم میں جو ضعیف ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے۔ میں اُسے اُس کا حق دلوا کر چھوڑوں گا۔ انشاء اللہ، اور تم میں جو قوی ہے وہ میرے نزدیک ضعیف ہے میں اس سے حق لیکر چھوڑوں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ جو قوم جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیتی ہے خدا اس پر ذلّت و رسوائی نازل کرتا ہے اور جس قوم میں کوئی بُرائی شائع ہو جاتی ہے خدا اس قوم پر مصائب و آلام بھیجتا ہے تم میری اطاعت کرو جب تک میں خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کروں پس جب میں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کروں تو میری اطاعت تم پر واجب نہیں ۔" (سیرت ابن ہشام)

(۲) یوسف بن محمد کا بیان ہے کہ مجھے خبر پہنچی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرض موت میں وصیت کی اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ لکھیئے:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ وہ ہے جس کی وصیّت ابو قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دنیا سے جاتے اور آخرت میں داخل ہوتے ہوئے ایسے وقت میں کی جبکہ کاذب سچ بولتا ہے اور خائن امانت ادا کرتا ہے اور کافر ایمان لاتا ہے۔ (مضمون وصیّت یہ کہ) میں نے اپنے بعد عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بنایا ہے اگر وہ عدل کرے تو یہ میرا اُس کی نسبت گمان اور توقع ہے اور اگر وہ جور و ستم کرے تو میں غیب دان نہیں اور ہر شخص کیلئے سزا ہے اس گناہ کی جو اُس نے کیا۔" اور ظلم کرنے والے عنقریب معلوم کریں گے کہ وہ کس کروٹ اُلٹتے ہیں۔" (شعراء۔ آخیر آیت)

(۳) آپ نے ایک پرندے کو درخت پر بیٹھے ہوئے دیکھ کر فرمایا۔ اے پرندے! خوش رہو۔ اللہ کی قسم! کاش میں تیری مانند ہوتا کہ تو درخت پر بیٹھتا ہے، پھل کھاتا ہے، پھر اڑ جاتا ہے اور تجھ پر کوئی حساب و کتاب نہیں۔ خدا کی قسم! کاش میں بجائے انسان ہونے کے، راستے کی ایک طرف کا درخت ہوتا اور کوئی کوئی اونٹ میرے پاس سے گزرتا مجھے پکڑ کر اپنے منہ میں ٹھونس لیتا، پھر چبا کر نگل جاتا اور بعد ازاں مینگنوں کی شکل میں نکال دیتا۔

(۴) جب لوگ آپ کی مدح کرتے تو آپ یوں کہتے: "خدایا! تو میرا حال میری نسبت بہتر جانتا ہے اور میں اپنا حال ان کی نسبت بہتر جانتا ہوں خدایا! تو مجھے بہتر بنادے اُس سے جو

Collection Of Advocate Showkat

وہ گمان کرتے ہیں اور میرے وہ گناہ بخش دے جو اُن کو معلوم نہیں اور جو وہ کہتے ہیں اس پر مجھے گرفت نہ کر۔

(۵) اگر آپ مشکوک کھانا کھا لیتے اور پھر جب آپ کو اس کا علم ہو جاتا تو اسے قے کر کے اپنے پیٹ سے نکال دیتے اور یوں دُعا کرتے۔ "خدایا! جو کچھ رگوں نے پی لیا اور انتڑیوں کے ساتھ مل گیا اس پر مجھے مواخذہ نہ کرنا۔"

(۶) فرماتے کہ جب کسی شخص کو زینتِ دنیا پر ناز اور غرور آجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس شخص کو دشمن رکھتا ہے یہاں تک کہ وہ اُس زینت کو چھوڑ دے۔

(۷) فرماتے۔ اے گروہِ آدمیاں! خدا سے حیا کرو۔ اُس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میری جان ہے جب میں قضائے حاجت کیلئے جنگل میں جاتا ہوں تو خدا سے حیا کے بارے اپنا سر ڈھانپ لیتا ہوں۔

(۸) امام نسائی رحؒ نے اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (غلام حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی زبان کو ہاتھ سے پکڑے ہوئے فرما رہے ہیں کہ اسی نے مجھے ہلاکت کی جگہوں میں ڈال دیا ہے۔ (مشکوٰۃ بحوالہ امام مالک باب حفظ اللسان)

(۹) آپکے صاحبزادے حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ہمسایہ سے جھگڑ رہے تھے آپ اُن کے پاس سے گزرے تو فرمایا! اپنے ہمسایہ سے نہ جھگڑو کیونکہ نیکی رہ جائے گی اور لوگ چلے جائیں گے۔

(۱۰) جب آپ کی اونٹنی کی مہار گر پڑتی تو اُسے بٹھا کر خود اُٹھا لیتے۔ حاضرین عرض کرتے کہ آپ نے ہمیں کیوں نہ حکم دے دیا۔ آپ جواب دیتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ہے کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرنا۔

(۱۱) آپ جب کسی شخص کو صبر کی نصیحت کرتے تو فرماتے کہ صبر کے ساتھ کوئی مصیبت نہیں اور بے صبری سے کوئی فائدہ نہیں۔ موت اپنے مابعد سے آسان اور ماقبل سے سخت ہے

(۱۲) جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مرتدین کی طرف جہاد کرنے کیلئے بھیجا تو فرمایا کہ موت کا حریص بن، تجھے حیات نصیب ہوگی۔

(۱۳) جب آپ کو خبر لگی کہ اہلِ فارس نے پرویز شہنشاہ کی لڑکی کو اپنا حکمران بنالیا ہے تو فرمایا کہ وہ لوگ ذلیل ہوگئے جنھوں نے اپنی حکومت ایک عورت کے ہاتھ میں دے دی۔

(۱۴) تجھ پر خدا کی طرف سے جاسوس مقرر ہیں جو تجھے دیکھتے ہیں۔

(۱۵) لوگوں میں خدا کا سب سے زیادہ فرمانبردار بندہ وہ ہے جو گناہ کا سب سے زیادہ دشمن ہو۔

(۱۶) قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میرے نزدیک اپنے خویش و اقرباء کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خویش و اقرباء سے محبت و سلوک پسندیدہ تر ہے

(۱۷) اُس قول میں کوئی خوبی نہیں ہے جس سے رضائے خدا مراد نہ ہو اور اُس مال میں کوئی خوبی نہیں جو راہِ خدا میں خرچ نہ کیا جائے اور اُس شخص میں کوئی خوبی نہیں جس کی جہالت اُس کے علم پر غالب ہو اور اس شخص میں کوئی خوبی نہیں جو ملامت کرنے والے کی ملامت سے ڈرتا ہو۔

(۱۸) ابو صالح کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں یمن کے لوگ آئے اور انہوں نے قرآن شریف سُنا تو زار و قطار رونے لگے۔ یہ دیکھ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم بھی اس طرح رویا کرتے تھے۔ پھر ہمارے دل سخت ہوگئے۔ حافظ ابو نعیم اصفہانی نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اُن کے دل اللہ تعالیٰ کی معرفت سے قوی اور مطمئن ہوگئے۔

(۱۹) ادراک (عقل، فہم) حاصل کرنے سے عاجز آنا ادراک ہے۔

(۲۰) اللہ تعالیٰ تیرے باطن کا حال دیکھ رہا ہے جیسا کہ ظاہر کا حال دیکھ رہا ہے۔

(۲۱) اللہ رحم کرے اُس مرد پر جس نے اپنی جان سے اپنے بھائی کی مدد کی۔

(۲۲) تو اپنے آپ کو جاہلیت کی غیبت سے دُور رکھ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے غیبتِ جاہلیت کو اور اہلِ غیبت کو دشمن رکھا ہے۔

(۲۳) جب تجھ سے کوئی نیکی فوت ہو جائے تو اس کا تدارک کر اور اگر کوئی بدی تجھے آ گھیرے تو اُس سے بچ جا۔

(۲۴) ہم ایک حرام میں پڑنے کے خوف سے ستر حلال کو چھوڑ دیا کرتے تھے۔

(۲۵) جو شخص بغیر توشہ کے قبر میں جائے اُس نے گویا بغیر کشتی کے سمندر میں سفر کیا۔

(۲۶) آیہ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (ظاہر ہوگیا فساد جنگل اور سمندر میں (روم ۵) کی تاویل میں آپ کا قول ہے کہ جنگل سے مراد زبان اور سمندر سے مراد قلب ہے۔ جب زبان خراب ہوجاتی ہے تو انسان اُس پر روتے ہیں، جب دل خراب ہوجاتا ہے تو اس پر فرشتے روتے ہیں۔

(۲۷) شہوت کے سبب سے بادشاہ غلام بن جاتے ہیں اور صبر سے غلام بادشاہ بن جاتے ہیں حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام و زلیخا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قصے پر غور کرو۔

(۲۸) جس شخص نے گناہوں کو ترک کیا اُس کا دل نرم ہوگیا اور جس نے حرام کو ترک کیا اس کا فکر و اندیشہ صاف ہوگیا۔

(۲۹) سب سے کامل عقل اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا اتباع اور اس کے غضب سے بچنا ہے۔

(۳۰) عاقل کیلئے کوئی مسافرت نہیں اور جاہل کیلئے وطن نہیں۔

(۳۱) تین چیزیں جس شخص میں ہوں گی اُسے نقصان دیں گی۔ نافرمانی، عہد شکنی، مکر۔

(۳۲) تین چیزیں تین چیزوں سے حاصل نہیں ہوتیں، دولت مندی، آرزوؤں سے جوانی، خضاب سے،

(۳۳) جس شخص میں یہ چار خصلتیں ہوں وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں میں سے ہے۔ توبہ کرنے والے سے خوش ہو۔ گنہگار کیلئے مغفرت طلب کرے، مصیبت زدہ کیلئے دعا کرے۔ احسان کرنے والے کی مدد کرے۔

(۳۴) چار چیزیں چار چیزوں سے تمام و کامل ہوجاتی ہیں۔ نماز سجدہ سہو سے، روزہ صدقہ فطر سے، حج فدیہ سے اور ایمان حیا سے۔

(۳۵) تاریکیاں پانچ ہیں اور اُن کے چراغ بھی پانچ ہیں، حبِ دنیا تاریکی ہے اور اس کا چراغ تقوٰی ہے۔ گناہ تاریکی ہے اور اس کا چراغ توبہ ہے۔ قبر تاریکی ہے اور اس کا چراغ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ ہے آخرت تاریکی ہے اور اس کا چراغ نیک عمل ہے۔ پُل صراط تاریکی ہے اور اس کا چراغ یقین ہے

(۳۶) ابلیس تیرے آگے کھڑا ہے اور نفس تیرے دائیں طرف اور خواہش نفسانی بائیں طرف اور دنیا تیرے پیچھے اور اعضاء تیرے گرد اور اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ تیرے اوپر ہے۔ ابلیس تو تجھے ترکِ دین کی طرف بلا رہا ہے اور نفس معصیت کی طرف اور خواہشِ نفسانی شہوتوں کی طرف اور

دنیا آخرت کو چھوڑ کر اسے اختیار کرنے کی طرف اور استغفار گناہوں کی طرف اور اللہ تعالےٰ جل جلالہٗ جنت و مغفرت کی طرف بلا رہا ہے پس جس نے ابلیس کی سُنی اس کا دین جاتا رہا جس نے نفس کی سُنی اس کی روح جاتی رہی۔ جس نے ہوائے نفس کی سُنی اس کی عقل جاتی رہی جس نے دنیا کی سنی اُس سے آخرت جاتی رہی۔ جس نے استغفار کی سُنی اُس سے بہشت جاتا رہا جس نے اللہ تعالیٰ کی سُنی اُس سے تمام برائی جاتی رہی اور اُس نے تمام نیکی کو حاصل کر لیا۔

(۳۷) بخیل کا مال سات حالتوں میں سے ایک سے خالی نہیں ہوتا۔ وہ مر جائے گا تو اس کا وارث ایسا شخص ہوگا جو اُس کے مال کو فضول خرچی سے اُڑا دے گا اور طاعت خدا کے سوا کسی اور کام میں خرچ کرے گا۔ یا اللہ تعالیٰ اُس پر کسی جابر شخص کو مسلط کر دے جو اس کا مال بلا اختیار اُس سے چھین لے گا۔ یا کوئی شہوتِ نفسانی اُس میں پیدا ہو جائے گی جس سے وہ اپنے مال کو ضائع کر دے گا یا اُسے گھر یا عمارت (جس کا انجام خرابی ہو) کے بنانے کا خیال آجائے گا اور اُس کا مال صرف ہو جائے گا۔ یا اُس مال کو حوادثِ دنیا میں سے کوئی حادثہ پیش آئے گا جیسا کہ جل جانا یا غرق ہو جانا یا چوری ہو جانا یا مثل ان کے کوئی اور حادثہ یا اس کو کوئی دائمی مرض لاحق ہو جائے گا جس کے سبب سے وہ اپنے مال کو دواؤں میں خرچ کر دے گا یا وہ اپنے مال کو کسی جگہ دفن کر کے بھول جائے گا، اور نہ پائے گا۔

(۳۸) آٹھ چیزیں، آٹھ چیزوں کی زینت ہیں۔ پرہیزگاری زینت ہے فقر کی۔ شکر زینت ہے دولتمندی کی۔ صبر زینت ہے بلا کی۔ تواضع زینت ہے شرف و بزرگی کی۔ علم زینت ہے عالم کی۔ فروتنی و عاجزی زینت ہے طالب علم کی۔ احسان نہ جتانا زینت ہے احسان کی اور خشوع زینت ہے نماز کی۔

(۳۹) عابد تین قسم کے ہیں اور ہر قسم کی علامات ہیں جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں۔ ایک قسم وہ ہیں جو بر سبیلِ خوف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ دوسرے وہ ہیں جو بر سبیلِ اُمید اللہ تعالےٰ کی عبادت کرتے ہیں اور تیسرے وہ ہیں جو بر سبیلِ محبت اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔

قسم اوّل کیلئے تین علامتیں ہیں۔ عابد اپنے نفس کو حقیر سمجھے گا اور اپنی نیکیوں کو قلیل اور اپنی برائیوں کو کثیر خیال کرے گا۔ قسم دوم کے عابد کی تین علامتیں ہیں۔ وہ تمام حالتوں میں لوگوں سے

سے پرہیز کرے گا۔ دنیا میں سب سے زیادہ سخی ہوگا۔ اور تمام خلق[۱] میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھنے والا زیادہ ہوگا۔ تیسری قسم کے عابد کی تین علامتیں ہیں۔ وہ عطا کرے وہ چیز جسے وہ دوست رکھتا ہے۔ خدا کی رضا[۲] کے سوا کسی چیز کی پرواہ نہ کرے گا بلکہ رضائے خدا کیلئے خلافِ نفس عمل کرے گا اور تمام حالتوں[۳] میں امر و نہی میں اپنے پروردگار کے ساتھ ہوگا۔

(۴) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا میں بروایت یحییٰ ابن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام کی طرف فوجیں بھیجیں۔ آپ سالارِ لشکر یزید بن ابی سفیان کو وداع کرنے نکلے تو اُن سے فرمایا کہ میں تم کو دس باتوں کی وصیت کرتا ہوں۔ کسی لڑکے[۱] کو قتل نہ کرنا۔ کسی عورت[۲] کو قتل نہ کرنا۔ کسی بوڑھے[۳] کو قتل نہ کرنا۔ کسی پھل[۴] والے درخت کو نہ کاٹنا۔ کسی بکری[۵] یا گائے کے پاؤں نہ کاٹنا مگر بغرض خوراک ذبح کر لینا۔ کسی بستی[۶] کو نہ جلانا اور نہ ویران[۷] کرنا۔ ہراساں[۸] نہ ہونا۔ بزدلی[۹] نہ کرنا۔ مالِ غنیمت[۱۰] میں خیانت نہ کرنا۔

* * *

Collection Of Adovdate Showkat

٣

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

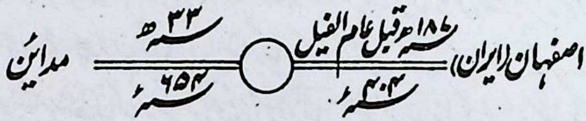
اصفہان (ایران)
سنہ ۱۸۰ھ قبل عام الفیل
سنہ ۴۰۴ء
سنہ ۳۳ھ
سنہ ٦٥۴ء
مدائن

قطعہ تاریخِ وصال

سرکار کے لعابِ دہن کا یہ فیض ہے　　کہلائے فردِ سابقیں سلمان فارسی
سالِ وصال کیلئے ہاتف نے دی صدا　　کہہ دیجئے "محبوبِ دیں سلمان فارسی"

——— ٦٥۴ء ———

صابر براری، کراچی

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ فارس (ایران) کے شہر اصفہان کے رہنے والے تھے۔ آپ کا والد آتش پرست تھا۔ آپ عالم جوانی سے ہی طلب حق میں ساعی تھے۔ علمائے یہود و نصاریٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بکمال صبر و استقامت اس راہ میں تکالیف برداشت کیں اور تقریباً دس مرتبہ یکے بعد دیگرے فروخت ہوئے۔ پہلے دینِ مجوس سے بیزار ہو کر دینِ موسوی میں داخل ہوئے۔ پھر دینِ نصاریٰ اختیار کیا۔ آخری راہب جس کے پاس تھے مرنے لگا تو اُس نے آپ کو بشارت دی کہ مدینہ منورہ میں نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا زمانہ قریب آگیا ہے، اُن کا دین اختیار کر لینا۔ راہب مذکور کے مرنے کے بعد آپ عازم مدینہ ہوئے راستے میں ایک شخص نے آپ کو غلامی کا الزام دیکر قید کر لیا اور آپ بنو قریظہ کے ایک یہودی عثمان بن سہل کے ہاتھ فروخت ہوئے۔ جب حضور پُر نور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں جلوہ افروز ہوئے تو آپ نے ہجرت کے پہلے سال ہی دینِ اسلام قبول کر لیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر التفات کے طفیل ۵ھ میں اُس یہودی کی غلامی سے آزاد ہو گئے اور بارگاہِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں رہنے لگے۔ آپ کی زبان فارسی تھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن آپ کے منہ میں ڈال دیا تو آپ کی زبان عربی ہو گئی۔

فضائل و مناقب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سابقین چار ہیں بعض ان میں میانہ رو ہیں اور بعض ان میں سے سبقت لے جانے والے ہیں۔ یہ سبقت محض نیکیوں کی وجہ سے ہوتی ہے اور یہ چار شخص ہیں جن میں سے ایک

خود میں ہوں، جو تمام عربوں سے پہلے نیکی کے میدان میں اُترا۔ دوسرے سلمان فارسی ہیں جو تمام فارس والوں سے سبقت لے گئے، تیسرے صہیب رومی سابق روم ہیں اور چوتھے بلال حبشی، سابق حبش ہیں۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ خندق اور بعد کے غزوات میں شامل ہوئے۔ غزوہ احزاب میں جب خندق کھودنے لگے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خندق مسلمانوں میں تقسیم فرما دی، حضرت سلمان کے بارے میں مہاجرین و انصار میں اختلاف پیدا ہو گیا، ہر ایک فریق کا دعویٰ تھا کہ سلمان ہم سے ہیں، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ سَلْمَانَ مِنَّا اَهْلَ الْبَیْتِ۔ (سلمان اہل بیت میں سے ہیں) آپ اشراف صحابہ کرام اور اصحاب صفہ میں سے ہیں آپ ان تین صحابہ کرام میں سے ہیں جن کا بہشت بہت مشتاق ہے اور آپ اُن چار صحابیوں میں سے ہیں جن کو خدا دوست رکھتا ہے اور اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کی دوستی کا ارشاد فرماتا ہے۔ آپ ان چار بزرگوں میں سے ہیں جن کی نسبت حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی وفات کے وقت وصیت کی تھی کہ علم کو ان کے پاس تلاش کرنا۔

زہد و ایثار

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہدِ سعید میں آپ کو مدائن کی گورنری کے عہدہ جلیلہ پر فائز کر کے پانچ ہزار روپیہ سالانہ وظیفہ مقرر کر دیا تھا، جب آپ کو وظیفہ ملتا تو اُسے فقراء اور محتاجوں میں تقسیم کر دیتے اور خود زنبیل بافی سے گزارہ کرتے، آپ کا کوئی گھر نہ تھا۔ دیواروں اور درختوں کے پتوں کے سایہ میں رہا کرتے تھے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ میں آپ کی رہائش کیلئے گھر بنا دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے گھر کی ضرورت نہیں ہے۔ اُس نے باصرار کہا کہ جس قسم کا گھر آپ کی طبیعت کے موافق ہے وہ مجھے معلوم ہے۔ فرمایا، بیان کرو، اُس نے عرض کیا کہ میں آپ کیلئے ایسا گھر بنا دیتا ہوں کہ جب آپ اُس میں کھڑے ہوں تو سر مبارک اُس کی چھت سے لگے اور جب پاؤں پھیلائیں تو پاؤں کی انگلیاں دیوار سے جا لگیں۔ فرمایا کہ درست ہے، چنانچہ اُس نے ایسا ہی گھر تیار کر دیا۔

بعض ناواقف لوگ آپ کی ظاہری حالت دیکھ کر آپ کو مزدور سمجھتے۔ ایام گورنری میں ایک دفعہ ایک شخص نے آپ کو مزدور سمجھ کر اپنا سامان اٹھوایا۔ راستے میں ایک شخص نے پوچھا اے امیر! آپ نے یہ بوجھ کیوں اٹھایا ہے، تب اُس شخص نے بہت معذرت کی کہ مجھے معلوم نہ تھا اور اصرار کیا کہ

سامان یہیں چھوڑ دیں لیکن آپ حسبِ وعدہ بوجھ اُس کے مکان پر پہنچا کر ہی واپس لوٹے۔ آپ کے پاس ایک دھاری دار کملی تھی جس کا کچھ حصہ اوڑھ لیتے اور کچھ نیچے بچھا لیتے۔ گورنری جیسے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہونے پر بھی یہی کملی آپ کے پاس رہتی تھی۔

روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ کو گالیاں دیں۔ آپ نے کہا کہ اگر قیامت کے دن میرے گناہوں کا پلہ بھاری ہو گیا تو تو جو کچھ کہتا ہے میں اُس سے بھی بدتر ہوں اور اگر گناہوں کا پلہ ہلکا ہو گیا تو جو کچھ تو کہتا ہے مجھ کو اُس سے کوئی ڈر اور خطرہ نہیں ہے۔

آپ نے حضرت ابوداؤد کو ایک خط لکھا کہ اے برادر! دنیا اتنی جمع نہ کر کہ تو شکر ادا نہ کر سکے میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ جس مالدار نے اپنا مال اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق خرچ کیا ہو گا تو وہ مال قیامت کے دن دربارِ خداوندی میں حاضر کیا جائے گا۔ مالدار بھی سامنے ہو گا۔ وہ مالدار جب پُلصراط پر اِدھر اُدھر جھکنے لگے گا تو اس کا مال کہے گا تجھ سے چلا کیوں نہیں جاتا، جب تو مجھ سے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کر چکا ہے تو پھر ڈرتا کیوں ہے اس کے بعد ایسا مالدار حاضر کیا جائے کہ جس نے اپنا مال حکم خداوندی کے خلاف خرچ کیا ہو گا اس کا مال اُس کے شانوں پر رکھ دیا جائے گا۔ جب پُلصراط میں جھکنے لگے گا تو اس کا مال کہے گا خرابی ہو تجھ کو کہ تو نے مجھ سے خدا کا حق کیوں ادا نہ کیا۔ اُس کا حال اسی طرح رہے گا اور وہ دُھائی مچائے گا لیکن کوئی فائدہ نہ ہو گا۔

وفات

جب آپ کا آخری وقت قریب آیا تو بہت بے قرار ہو کر زار و قطار رونے لگے۔ عیادت کو آنے والے لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ کیوں روتے ہیں؟ فرمانے لگے کہ مجھے نہ خوفِ موت ہے اور نہ دنیا کی خواہش۔ مجھ سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد لیا تھا کہ اگر تو مجھ سے قیامت میں ملنا چاہتا ہے تو دنیا جمع نہ کرنا اور دنیا سے اس طرح جانا جس طرح میں جاتا ہوں۔ لیکن میرے پاس تو سامانِ دنیا جمع ہو گیا ہے۔ بدیں وجہ ڈر لگتا ہے کہ کہیں حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمالِ مبارک سے محروم نہ رہ جاؤں۔ آپ کے پاس سامان کیا تھا، ایک لوٹا، پالان، پوستین اور کملی۔

جب آپ کی دار الفنا سے دار البقا کی طرف تیاری ہوئی تو اپنی رفیقۂ حیات سے فرمایا

کہ جو کستوری تمہارے پاس ہے، اُسے پانی میں گھول کر میرے سر کے گرد چھڑک دو کیونکہ ایک قوم آنے والی ہے جو نہ انسان ہیں اور نہ جن۔ آپ کی زوجہ محترمہ کا بیان ہے کہ میں آپ کا ارشاد بجا لائی اور گھر سے باہر نکلی۔ آواز آئی السلام علیك یا ولی اللہ۔ السلام علیك یا صاحبِ رسول اللہ۔ جب میں اندر آئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ آپ خالقِ حقیقی کے پاس پہنچ چکے ہیں اور ایسے لیٹے ہوئے ہیں کہ گویا سو رہے ہیں۔ آپ کی رحلت اڑھائی سو ۲۵۰ سال کی عمر مبارک میں ۱۰ رجب ۳۳ھ مطابق ۶۵۴ء کو شہر مدائن میں واقع ہوئی اور وہیں مزار مقدس بنا۔ فیض باطنی آپ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ کسی شاعر نے یوں تاریخ رحلت کہی ؎

روحِ پاکش پاک بود و پاک رفت ہست سالِ رحلتش "پاک باز"
۳۳ھ

ارشاداتِ قدسیہ

① جب آپ اپنی خادمہ کو کسی کام کیلئے بھیجتے تو اُس کی عدم موجودگی میں آٹا خود گوندھ لیتے۔ فرماتے کہ ہم اُس سے دو کام نہیں لے سکتے۔

② آپ زنبیل بافی (بوریا بافی) کا شغل رکھتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں ایک درہم کے کھجور کے پتے خریدتا ہوں اور اُس سے زنبیل یا بوریا تیار کر کے تین درہموں پہ بیچ دیتا ہوں۔ اُن میں سے ایک درہم کھجور کے پتے خریدنے کیلئے رکھ لیتا ہوں، ایک درہم اپنے بال بچوں پر خرچ کرتا ہوں اور ایک درہم خیرات کر دیتا ہوں۔

③ جب آپ گورنری کے منصب پر فائز تھے تو ایک جماعت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس وقت آپ زنبیل بافی کر رہے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ یہ کام کیوں کر رہے ہیں جبکہ گورنر کی حیثیت سے آپ کا وظیفہ مقرر ہے۔ آپ نے ارشاد کیا کہ میں اپنے ہاتھ کی کمائی کھانا پسند کرتا ہوں۔

④ دنیا میں مومن کا حال اُس بیمار کی مانند ہے جس کے ساتھ اس کا طبیب بیٹھا ہوا ہو اور وہ اُس کی بیماری اور علاج کو جانتا ہو۔ جب مریض کسی مضر اور ممنوعہ چیز کو چاہتا ہے تو وہ اُسے منع کر دیتا ہے اور کہہ دیتا ہے کہ اگر تم اسے کھاؤ گے تو ہلاک ہو جاؤ گے۔ بعینہ مومن بہت سی چیزوں کو چاہتا

Collection Of Advocate Showkat

ہے پس اللہ تعالیٰ اُس کو اُس سے روک دیتا ہے یہاں تک کہ وہ مرجاتا ہے اور بہشت میں داخل ہو جاتا ہے۔

⑤ تعجب ہے طالبِ دنیا پر جس کو موت طلب کر رہی ہے اور تعجب ہے اس غافل پر جس کو فراموش نہیں کیا گیا اور تعجب ہے اس ہنسنے والے پر جو یہ نہیں جانتا کہ اس کا پروردگار اُس سے راضی ہے یا ناخوش۔

⑥ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے عہد لیا تھا کہ تمہارا دنیہ مثل توشۂ سوار کے ہو۔

⑦ سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا، پیارے بھائی! ہم میں سے جو پہلے وفات پائے وہ دوسرے کو خواب میں دکھائی دے۔ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہاں۔ مومن بندے کی روح آزاد ہوتی ہے، زمین میں جہاں چاہتی ہے چلی جاتی ہے اور کافر کی روح قید خانے میں ہوتی ہے۔ پس حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے وفات پائی۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک روز میں دوپہر کے وقت اپنی چارپائی پر قیلولہ کر رہا تھا، آنکھ جھپک لگی تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت سلمان فارسیؓ آئے ہیں، انہوں نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ میں نے جواب دیا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ اے ابو عبد اللہ! تُو نے اپنا مقام کیسا پایا؟ حضرت سلمان فارسی نے کہا خُوب ہے، پھر تین بار فرمایا تو توکّل اختیار کر کیونکہ توکّل اچھا ہے۔

⑧ تو بازار میں سب سے پہلے داخل نہ ہو اور نہ سب سے پیچھے نکل کیونکہ وہ معرکۂ شیطان ہے اور وہاں اُس کا جھنڈا کھڑا ہوتا ہے۔

⑨ آپ نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ تیرے نفس کا تجھ پر حق ہے اور تیرے رب کا تجھ پر حق ہے اور تیرے اہل و عیال کا تجھ پر حق ہے۔ پس ہر ایک حقدار کو اس کا حق ادا کر، پھر دونوں حضرات حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن کی بارگاہِ بیکس پناہ میں مندرجہ بالا باتوں کا ذکر کیا۔ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلمان (فارسی) نے سچ کہا ہے۔

⑩ آپ سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ کا نسب کیا ہے، فرمایا "اسلام"، پوچھا آپ کے باپ کا کیا نام ہے، فرمایا "اسلام" فرمایا کرتے تھے کہ جب ہمارا دین اسلام ہے تو ہمارا سب کچھ اسلام ہے۔ ہمارا دین ہمیں ماں باپ بہن بھائی سے بھی زیادہ عزیز ہے

Collection Of Advocate Showkat

(۴)

حضرت قاسم بن محمد بن ابو بکر رضی اللہ تعالےٰ عنہم

مدینہ منوّرہ ۲۴ھ ۶۴۵ء ○ ۱۰۸ھ ۷۲۶ء مشلّل (درمیانِ مکّہ ومدینہ)

قطعۂ تاریخ وصال

بے شک تھے وہ نبیرہ صدّیقِ باصفا کے تھے اپنے دَور کے جو یکتا فقیہہ و عالم
صابرؔ تھی فکر مجھ کو لکھوں میں سالِ رحلت آئی صدا یہ کہہ دو "دریائے فکرِ قاسم"
—— ۷۲۶ء ——

(صابرؔ براری، کراچی)

حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم

خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ مبارک میں شاہِ فارس یزدجرد کی تین بیٹیاں مالِ غنیمت میں آئیں جن میں سے شہر بانو، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقد میں آئیں جن سے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔ دوسری حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجیت میں آئیں جن سے حضرت سالمؒ متولد ہوئے۔ اور تیسری حضرت محمد بن ابوبکر صدیقؓ کے نکاح میں آئیں جن سے حضرت قاسمؒ نے جنم لیا۔ اس طرح زین العابدین، حضرت سالم اور حضرت قاسمؒ تینوں خالہ زاد بھائی ہیں۔ حضرت قاسم کی ولادت ۲۲ ر شعبان ۲۴ھ / ۲۴ ر جون ۶۴۵ء کو ہوئی۔

حضرت قاسمؒ چھوٹی عمر میں ہی داغِ یتیمی لیکر اپنی پھوپھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آغوشِ شفقت میں آگئے۔ آپ نے علمِ باطن کا اکتساب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا اور یوں اپنے جدِّ امجد حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باطنی نعمت اُن کے وسیلہ سے حاصل کی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پرورش اور حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت نے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ نتیجتاً آپ تابعین کبار اور فقہائے سبعہ میں سے ہیں۔ اپنے وقت کی بے نظیر ہستی اور امامِ اہلِ زمانہ تھے۔ فقیہ بے مثل، عالم بے بدل اور کثیر الحدیث تھے۔ یحییٰ بن سعید انصاری فرماتے ہیں کہ ہم نے مدینہ منورہ میں کسی شخص کو بھی ایسا نہیں پایا جسے حضرت قاسم پر فضیلت دے سکیں۔ ایوب سختیانی کا بیان ہے کہ میں نے کسی کو بھی حضرت قاسم سے افضل نہیں دیکھا۔ امام بخاری کا قول ہے آپ اپنے زمانہ میں سب سے

افضل تھے۔ ابوالزناد کا قول ہے کہ اُن سے بڑھ کر کسی کو سنّت کا عالِم باعمل نہیں پایا اور نہ کسی فقیہ کو آپ سے زیادہ اَعلم دیکھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ اگر امرِ خلافت میرے اختیار میں ہوتا تو میں حضرت قاسمؓ کے سپرد کر دیتا۔ ابنِ اسحاق کا بیان ہے کہ میں نے حضرت قاسمؒ کو نماز پڑھتے دیکھا۔ ایک اعرابی آیا، اُس نے آپ سے پوچھا کہ آپ اور سالمؒ میں کون زیادہ عالم ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا، سبحان اللہ! اعرابی (صحرا نشین) پھر وہی سوال کیا۔ آپ نے فرمایا، سالم وہ ہیں اُن سے پوچھ لے۔ ابنِ اسحاق نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ حضرت قاسم نے اپنے آپ کو اَعلم (زیادہ علم والا) کہنا پسند نہ کیا کیونکہ یہ تزکیۂ نفس ہے۔ اور یہ بھی نہ کہا کہ سالم، اَعلم ہیں کیونکہ یہ جھوٹ ہے۔

جب آپ کی رحلت کا وقت قریب آیا تو آپ نے وصیّت فرمائی کہ مجھے اُن کپڑوں میں کفنانا جن میں نماز پڑھا کرتا تھا۔ یعنی قمیص[1]، تہبند[2] اور چادر[3]۔ آپ کے صاحبزادے نے عرض کیا، ابّا جان! کیا ہم دو کپڑے اور زیادہ کر دیں؟ ارشاد فرمایا، جانِ پدر! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کفن بھی تین کپڑوں پر مشتمل تھا۔ مُردے کی نسبت زندہ کو نئے کپڑوں کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔

آپ کی رحلت مکّہ و مدینہ کے درمیان قدید میں ہوئی اور وہاں سے تین میل دُور مُشلّل" میں آخری آرامگاہ بنی۔ جدید تحقیق کے مطابق آپ نے ۸۱ سال کی عمر میں ۲۴ جمادی الثانی ۱۰۸ھ مطابق ۷۲۶ء کو رحلت فرمائی۔

* * *

Collection Of Advocate Showkat

۵

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مدینہ منورہ	سنہ ۸۰ھ سنہ ۶۹۹ء	سنہ ۱۴۹ھ سنہ ۷۶۶ء	مدینہ منورہ

قطعۂ تاریخِ وصال

ہے عیاں آپ کا نسب نامہ — آپ سیّد ہیں ابنِ باقر ہیں
اُن کا سالِ وصال اے صابرؔ — کہیئے "نوری امام جعفر ہیں"
۷۶۶ء

(صابرؔ براری، کراچی)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے اور حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی والدہ حضرت اُمِّ فروہؓ، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے حضرت قاسمؒ کی صاحبزادی ہیں اور اُمِّ فروہؓ کی ماں حضرت اسماءؓ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰنؓ کی بیٹی ہیں، بدیں وجہ آپ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ ولدنی ابوبکر مرتین یعنی میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دو مرتبہ پیدا ہوں، اول ولادتِ ظاہری کہ میری والدہ کے باپ حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر ہیں اور دوم ولادتِ باطنی کہ علمِ باطن بھی میں نے حضرت قاسم سے پایا ہے۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۷ ربیع الاول ۸۰ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ صدق مقال کے سبب سے آپ کو "صادق" کہتے ہیں۔ آپ کی سیادت و امامت پر سب کا اتفاق ہے۔ عمرو بن ابی المقدام کا قول ہے کہ میں جس وقت حضرت امام جعفر کو دیکھتا ہوں تو معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ خاندانِ نبوت سے ہیں۔ آپ کا شجرۂ نسب یوں ہے۔ امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن سیدہ شہداء امام حسین بن حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

علم

آپ لطائفِ تفسیر اور اسرارِ تنزیل میں بے نظیر تھے۔ علامہ ذہبی نے آپ کو حفاظِ حدیث میں شمار کیا ہے۔ بانیٔ فقہ امام الائمہ سراج الامت حضرت امام ابوحنیفہ، امام مالک، شعبہ، ہر دو سفیان (سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ) حاتم بن اسمٰعیل، یحییٰ قطان ابو عاصم نبیل (رحمۃ اللہ علیہم) نے آپ سے حدیث روایت کی ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں

کہ میں نے اہلبیت میں امام جعفر بن محمد سے بڑھ کر کسی کو فقیہ نہیں دیکھا۔ الغرض آپ تمام علوم و اشارات میں کامل اور مشائخ کے پیشرو اور مقتدائے مطلق تھے۔ آپ اخلاقِ حسنہ اور تفسیرِ قرآن بلکہ جملہ علوم میں بے نظیر تھے۔ آپ مدینہ منورہ میں لوگوں کی ظاہر و باطنی تشنگی دور فرماتے تھے۔ بعد ازاں عراق تشریف لے جا کر ایک عرصہ تک خلقِ خدا کو مستفید و مستفیض فرمایا۔

زہد و سخاوت

ایک روز حضرت سفیان ثوری آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپ خز (ایک قسم کا ریشمی کپڑا) کا جبہ اور کمبل اوڑھے ہوئے تھے یہ منظر دیکھ کر حضرت سفیان یوں گویا ہوئے، اے فرزندِ رسولؐ! آپ کے آباؤ اجداد تو ایسا لباس نہیں پہنتے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ تنگدستی کے زمانہ میں تھے اب امارت کا زمانہ ہے۔ یہ ارشاد فرما کر آپ نے خز کا جبہ اٹھا کر اس کے نیچے پشم کا کھردرا جبہ دکھایا اور فرمایا، اے سفیان ثوری! یہ ہم نے اللہ کی رضا جوئی کیلئے پہنا ہے اور وہ تمہارے واسطے۔ جو اللہ کے لئے ہے اسے ہم نے پوشیدہ رکھا ہے اور جو تمہارے لئے ہے اسے ہم نے ظاہر رکھا ہے۔

آپ کی سخاوت کا یہ حال تھا کہ بقول ہیاج بن بسطام، اوروں کو یہاں تک کھلاتے کہ اپنے بال بچوں کے لیے کچھ باقی نہ رہتا۔ ایک شخص کی اشرفیوں کی تھیلی گم ہو گئی تو عدم واقفیت اور لاعلمی کے سبب اس نے حضرت امام جعفر صادق سے کہا کہ میری تھیلی آپ کے پاس ہے آپ نے اس سے پوچھا کہ اس تھیلی میں کتنے دینار تھے، اس نے بتایا کہ ایک ہزار، آپ نے اسے گھر لے جا کر ایک ہزار دینار دے دیئے۔ جب وہ شخص اپنے گھر واپس گیا تو اسے گمشدہ تھیلی مل گئی، وہ حضرت امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری تھیلی مجھے مل گئی ہے، آپ اپنے دینار واپس لے لیجئے، حضرت امام نے فرمایا کہ تم لے جاؤ، ہم جو کچھ دیتے ہیں پھر واپس نہیں لیتے۔ اس شخص نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں کسی نے کہا کہ یہ امام جعفر صادق ہیں۔ وہ شرمندہ ہو کر چلا گیا۔

خوف و خشیت

روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت داؤد طائی آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، اے فرزندِ رسولؐ! مجھے کچھ نصیحت فرمائیے کہ میرا دل سیاہ ہو گیا ہے، آپ نے ارشاد کیا کہ بھلا تم کو میری نصیحت کی کیا حاجت ہے تم خود زاہدِ زمانہ ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ کی فضیلت سب پر ثابت اور عیاں ہے۔

بدیں وجہ آپ پر واجب ہے کہ سب کو پند و نصیحت سے نوازیں۔ فرمایا، یا ابا سلیمان! مجھے تو خود اندیشہ ہے کہ کہیں قیامت کے دن میرے جد بزرگوار میرا دامن نہ پکڑیں اور یوں فرمائیں کہ میرا حق متابعت کیوں نہ ادا کیا کیونکہ یہ کام نسبت کی شرافت پر موقوف نہیں بلکہ بارگاہِ رب العزت میں عمل کی پسندیدگی پر منحصر ہے۔ یہ سُن کر حضرت داؤد طائی خوب روئے اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کی کہ اے میرے پروردگار! جس شخص کی سرشت نبوّت کے آب و گل سے ہے اور جس کی طبیعت کی ترکیب آثارِ رسالت سے ہوئی ہے اور جس کے جدّ بزرگوار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور والدہ ماجدہ حضرت سیّدہ طیبہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہو، اُس کا یہ حال ہے تو داؤد بیچارہ کس شمار و قطار میں ہے۔

ایک روز آپ اپنے خادموں کے جھرمٹ میں جلوہ افروز تھے کہ فرمایا! "آؤ ہم سب آپس میں بیعت و اقرار کریں کہ ہم میں سے جس کو بھی نجات نصیب ہو وہ دوسروں کی شفاعت کرے گا"۔ سب خادموں نے عرض کیا کہ اے فرزندِ رسولؐ! آپ کو ہماری شفاعت کی کیا ضرورت اور حاجت ہے جبکہ آپ کے جدِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم شفیعِ خلائق ہیں۔ فرمایا کہ مجھے اپنے اعمال سے شرم آتی ہے کہ اِن کو لیکر اُن کے رُوبرُو جاؤں" حکیم الامّت حضرت اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس حقیقت کو کس خوبصورتی سے بیان فرمایا ہے۔ ؎

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روزِ محشر عذرہائے من پذیر
ور تو بینی حسابم ناگزیر
از نگاہِ مصطفےٰ پنہاں بگیر

ایک مرتبہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ مجھے کچھ نصیحت فرمائیے، فرمایا اے سُفیان! جھوٹ بولنے[۱] والے کو مروّت نہیں ہوتی اور حاسد[۲] کو راحت نہیں ہوتی۔ بد خلق[۳] کو سرداری نہیں ہوتی اور ملول[۴] کو اخوّت نہیں ہوتی۔ عرض کیا کہ کچھ اور فرمائیے، فرمایا، اے سفیان! اپنے آپ کو اللہ[۵] تعالیٰ کے محارم (حرام، ممنوعہ کام) سے بچاتا تاکہ عابد ہو اور جو کچھ قسمت[۶] میں ہو گیا اُس پر راضی رہنا کہ مسلمان ہو۔ فاجر[۷] سے صحبت مت رکھ کہ تجھ پہ فجور غالب ہو جائے گا۔ اپنے معاملہ میں[۸] ایسے لوگوں سے مشورہ کر کہ جو اطاعتِ خداوندی خوب بجالاتے ہوں۔ عرض کیا کہ کچھ اور فرمائیے، فرمایا اے سفیان جو شخص[۹] چاہے کہ اُس کی عزّت بلا ذات و قبیلہ اور بغیر حکومت ہو اُس سے کہو کہ گناہ چھوڑ دے

اور اطاعت خداوندی اختیار کرے۔ عرض کیا کہ کچھ اور فرمایئے، فرمایا اے سفیان! جو شخص ہر آدمی کے ساتھ صحبت رکھتا ہے وہ سلامت نہیں رہتا۔ جو کوئی بُرے راستہ پر چلتا ہے وہ اتہام سے محفوظ نہیں رہتا اور جو شخص اپنی زبان کو قابو میں نہیں رکھتا وہ پشیمان ہوتا ہے۔ مزید فرمایا کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ سے انس رکھتا ہے اُسے خلق سے وحشت ہو جاتی ہے۔ بہت سے ایسے گناہ ہیں کہ جن کی وجہ سے بندہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہو جاتا ہے اور بہت سی ایسی عبادتیں ہیں کہ جن کی وجہ سے بندہ اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتا ہے کیونکہ مغرور مطیع گنہگار ہوتا ہے اور نادم گنہگار مطیع ہوتا ہے۔

ایک دن حضرت امام جعفر صادق نے حضرت امام ابو حنیفہ سے دریافت فرمایا کہ عقلمند کس کو کہتے ہیں امام ابو حنیفہ نے کہا کہ جو خیر و شر میں تمیز کرے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ تمیز تو بہائم (جانوروں) میں بھی ہوتی ہے کہ مارنے والے اور چارہ دینے والے میں تمیز رکھتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ نے عرض کیا تو پھر آپ کے نزدیک عقلمند کون ہے؟ فرمایا، عقلمند وہ ہے جو دو خیر اور دو شر میں امتیاز کرے۔ خیر میں خیر الخیرین کو اختیار کرے اور شر میں شر الشرین کو۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ آپ میں تمام خوبیاں ہیں، آپ زاہد بھی ہیں اور آپ میں کرم باطن بھی ہے۔ آپ قرۃ العین خاندانِ نبوت بھی ہیں لیکن متکبر کمال ہیں ارشاد فرمایا کہ میں متکبر نہیں ہوں، اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا مجھ پر پرتو ضرور ہے۔

آپ سے کسی نے دریافت فرمایا کہ درویش صابر اچھا ہے یا تونگر شاکر، فرمایا، درویش صابر کیونکہ تونگر کا دل کیسہ میں لٹکا رہتا ہے اور درویش کا اللہ تعالیٰ میں۔ فرمایا کہ توبہ کے بغیر عبادت درست نہیں ہوتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کو عبادت پر مقدم کیا ہے (التائبون العابدون) توبہ ابتداء مقامات اور عبودیت انتہا مقامات و درجات ہے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام جعفر صادق کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ حسنِ خُلق کے سبب جلوت میں اُن کے مزاج گرامی میں مزاح و تبسم ارزاں تھا مگر جب اُن کے سامنے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر انور ہوتا تو اُن کا رنگ زرد ہو جاتا۔ عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ نے کیسی سچی بات کی ہے ؎

عاشقاں را شش نشاں ست اے پسر　　آہ سرد و رنگ زرد و چشم تر
گر ترا پرسند پس دیگر کدام　　گفتن و خوردن کم و خفتن حرام

امام مالک مزید کہتے ہیں کہ میں نے اُن کو حدیث شریف بیان کرتے وقت کبھی بے وضو نہیں دیکھا۔ میں عرصہ دراز تک اُن کی خدمت میں حاضری دیتا رہا مگر جب بھی اُن کے قدموں میں پہنچا تو اُن کو نماز پڑھتے یا خاموش بیٹھے یا قرآن کریم کی تلاوت کرتے پایا۔ وہ خلوت میں کبھی بھی فضول و لغو کلام نہیں کرتے تھے۔ علوم شرعیہ کے عالم باعمل اور خدا ترس تھے۔

آپ کی کرامات بے حد و حساب ہیں۔ ذیل میں تبرکاً چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے تاکہ قارئین کرام اپنی کشتِ ایمان کو سرسبز و تازہ کر کے اُن کے نقشِ قدم پہ چلیں اور دنیا میں ایک ایسا روحانی انقلاب برپا کر دیں جس سے ہر سو انوار کی تجلیات ہی نظر آئیں۔

① لیث بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں سنہ ۱۱۳ھ میں حج کے دوران مسجد حرام میں عصر کی نماز کے بعد کوہِ ابو قبیس پر چڑھ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص وہاں بیٹھا ہوا یوں دعا مانگ رہا ہے "یا رَبِّ یا رَبِّ"۔ پھر خاموش ہو گیا۔ بعد ازاں بولا "یا حَیُّ یا حَیُّ یا حَیُّ" پھر کچھ دیر کے بعد بولا "الٰہی میں انگور چاہتا ہوں، خدایا مجھے انگور کھلا دے اور میری دونوں چادریں پھٹ گئی ہیں، نئی عنایت فرما دے"۔

ابھی اُس کی دعا ختم نہ ہونے پائی تھی کہ میں نے انگوروں کا بھرا ہوا ایک ٹوکرا دیکھا حالانکہ اس وقت روئے زمین پر کہیں بھی انگور نہ تھے اور پھر دو چادریں بھی دیکھیں کہ جن کی مثال میں کبھی بھی نہ دیکھی تھیں۔ اُس شخص نے چاہا کہ انگور کھائے۔ میں نے کہا کہ میں تیرا شریک ہوں، اُس نے پوچھا کیونکر؟ میں نے کہا کہ جب تم دعا کر رہے تھے تو میں "آمین" کہہ رہا تھا۔ اس پر اُس نے کہا کہ آئیے اور کھائیے۔ میں اُس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ ہم نے سیر ہو کر انگور کھائے مگر ٹوکرا اُسی طرح بھرا ہوا تھا۔ انگور ایسے لذیذ تھے کہ ایسے کبھی سنے اور نہ کھائے۔ پھر اُس شخص نے مجھے کہا کہ ان انگوروں کو مت چھپاؤ اور نہ ذخیرہ کرو۔ پھر اُس شخص نے ایک چادر خود لے لی اور دوسری مجھے دے دی میں نے معذرت کی کہ مجھے ضرورت نہیں ہے۔ اس پر اُس نے ایک چادر بطور تہبند باندھ لی اور دوسری بدن پر اوڑھ لی اور دونوں پرانی چادریں ہاتھ میں لیے پہاڑ سے اُتر گیا۔ صفا و مروہ کے درمیان ایک شخص نے اُس سے سوال کیا۔ اے فرزندِ رسولؐ! میں ننگا ہوں، مجھے اوڑھنے کو کپڑا دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے اوڑھنے کو کپڑے دیئے ہیں پس اُس نے وہ دونوں چادریں

سائل کو دے دیں۔ یہ دیکھ کر میں نے سائل سے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں۔ جواب ملا کہ یہ حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اس کے بعد میں نے اُن کو ڈھونڈا تاکہ ملفوظاتِ طیبات سُنوں مگر تلاشِ بسیار کے باوجود نہ ملے۔

۲ ایک روز حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکّہ مکرمہ کی ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ ایک عورت کو بچوں کے ساتھ روتے دیکھا جس کے آگے مردہ گائے پڑی ہوئی تھی۔ حضرت امام نے رونے کا سبب دریافت فرمایا تو اس عورت نے کہا کہ ہمارے پاس صرف ایک ہی گائے تھی جس کے دودھ سے ہمارا گزارا ہو رہا تھا۔ اب یہ مر گئی ہے تو ہم پریشان حال ہیں کہ اب کیا کرینگے گزارا کیسے ہوگا؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تو یہ چاہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے زندہ کر دے؟ اُس نے کہا کہ ہم پر تو مصیبت طاری ہے اور آپ ہم سے مذاق کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں مذاق نہیں کرتا۔ پھر آپ نے دعا فرما کر گائے کو ایک ٹھوکر ماری اور وہ زندہ ہو کر کھڑی ہو گئی اور آپ فوراً عام لوگوں میں جا ملے تاکہ کوئی شناخت نہ کر سکے۔ اس عورت کو معلوم نہ ہو سکا کہ آپ کون ہیں۔

۳ عباسی خلیفہ منصور نے اپنے وزیر کو حکم دیا کہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لایا جائے تاکہ انہیں قتل کر دیا جائے۔ وزیر نے کہا کہ جس شخص کے شب و روز زہد و عبادت، گوشہ نشینی، ملکی حالات سے قطع تعلقی و عدمِ دلچسپی میں گزر رہے ہیں ایسے شخص کو قتل کرنے کا مقصد اور فائدہ کیا ہے۔ خلیفہ نے اظہارِ خفگی کرتے ہوئے کہا کہ انہیں ضرور لاؤ تاکہ میں قتل کر دوں۔ وزیر باتدبیر نے ہر چند خلیفہ کو سمجھانے کی کوشش کی مگر بے سود۔ ناچار وزیر بدل فگار حضرت امام کی تلاش میں نکلا تو خلیفہ نے غلاموں کو حکم دیا کہ جونہی حضرت امام نمودار ہوں اور سر سے ٹوپی اتاروں، تم ان کو فوراً تہ تیغ کر دینا۔ جب حضرت امام باوقار تشریف لائے تو خلیفہ اُن کو دیکھتے ہی بہرِ استقبال بڑھا اور آپ کو بکمالِ ادب و احترام اپنی مسند پر بٹھا کر خود بصد عجز و انکسار سامنے ہو بیٹھا۔ غلام یہ منظر دیکھ کر حیران و پریشان ہوئے۔ منصور نے دست بستہ عرض کیا کہ اگر حضور والا کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو حکم فرمائیں۔ حضرت امام نے ارشاد کیا کہ مجھے صرف اس بات کی ضرورت ہے کہ پھر کبھی مجھے اپنے پاس نہ بلانا۔ یہ ارشاد فرما کر آپ تشریف لے گئے اور خلیفہ منصور فی الفور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ تین روز تک مسلسل بے ہوشی طاری رہی۔ بقول بعضے کہ اس کی تین نمازیں فوت ہو گئیں۔ جب ہوش میں آیا تو وزیر نے پوچھا معاملہ کیا تھا؟ خلیفہ نے

کہا کہ جب حضرت امام یہاں جلوہ افروز ہوئے تو ایک اژدھا آپ کے ہمراہ تھا جس کا ایک ہونٹ اس مکان کے نیچے اور دوسرا اوپر ہے اور زبان حال سے مجھے کہہ رہا ہے کہ اگر تو نے حضرت امام کو ذرہ بھر بھی تکلیف پہنچائی تو میں تمہیں اس مکان سمیت نگل جاؤں گا۔ بدیں وجہ مجھ پر بے پناہ خوف و ہراس طاری ہو گیا اور میں حضرت امام سے کچھ نہ کہا بلکہ عذر کیا اور پھر بے ہوش ہو گیا۔

آپ کی وفات حسرت آیات ۱۵ رجب ۱۴۹ھ ۷۶۶ء کو بعمر شریف اڑسٹھ سال چند ماہ مدینہ منورہ میں ہوئی اور جنت البقیع میں قبۂ اہلبیت میں آخری آرامگاہ بنی۔

کلماتِ قدسیہ

(۱) ہر شریف آدمی کو چار چیزوں سے بالکل عار نہ چاہیئے اپنے والد کی تعظیم کیلئے کھڑے ہونا۔ اپنے مہمان کی خدمت کرنا۔ اپنے چوپایہ کی دیکھ بھال کرنا خواہ اس کے سو غلام (نوکر) ہی کیوں نہ ہوں۔ اپنے اُستاد کی خدمت کرنا۔

(۲) نیکی تین خوبیوں کے بغیر کامل و اکمل نہیں ہوتی۔ اُسے جلدی کرنا۔ اُسے چھوٹا سمجھنا۔ اُسے چھپانا۔

(۳) دنیا جب کسی انسان کے پاس آتی ہے تو اُسے غیروں کی خوبیاں دیتی ہے اور جب اُس سے منہ پھیر لیتی ہے تو اس کی ذاتی خوبیاں بھی اُس سے چھین لیتی ہے۔

(۴) جب تجھے اپنے بھائی سے ایسی چیز پہنچے جو تو ناپسند کرتا ہے تو اس کیلئے ایک عذر سے ستر عذر تلاش کر۔ اگر تجھے اس کیلئے کوئی عذر نہ ملے تو یوں کہہ کہ شاید اُس کیلئے کوئی عذر ہوگا جو مجھے معلوم نہیں۔

(۵) جب تم کسی مسلمان سے کوئی کلمہ سنو تو اُسے اچھے سے اچھے معنی پر محمول کرو۔ اگر اس میں تمہیں کوئی نیک امر معلوم نہ ہو تو اپنے آپ کو ملامت کرو۔

(۶) تم ایسے ہاتھ کا کھانا نہ کھاؤ جو پہلے بھوکا تھا اب سیر ہو گیا ہو۔

(۷) آپ نے کسی قبیلے کے ایک شخص سے پوچھا کہ اس قبیلے کا سردار کون ہے؟ اس شخص نے جواب دیا کہ میں، آپ نے فرمایا کہ اگر تو اُن کا سردار ہوتا تو جواب میں میں نہ کہتا۔

(۸) جب تو گناہ کرے تو معافی مانگ کیونکہ گناہ مردوں کے گلوں میں اُن کی پیدائش سے پہلے ڈالے گئے ہیں اور اُن پر اصرار کرنا کمال درجہ کی ہلاکت ہے۔

(۹) جو شخص اپنے رزق میں تاخیر پائے اُسے طلب مغفرت زیادہ کرنی چاہیئے۔

(۱۰) جو شخص اپنے مالوں میں سے کسی مال پر ناز کرے اور اُس مال کا بقا چاہتے تو اُسے یوں کہنا چاہیئے۔ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

(۱۱) اللہ تعالیٰ نے دنیا کی طرف یہ حکم بھیجا کہ جو شخص میری خدمت کرے تو اس کی خدمت کر اور جو تیرا خادم بنے تو اُسے تکلیف دے۔

(۱۲) علمائے شریعت پیغمبروں کے امین ہیں جب تک کہ بادشاہوں کے دروازوں پر نہ جائیں۔

(۱۳) یا اللہ! تو مجھے اُس شخص کیلئے ہمدردی و غمخواری کی توفیق عطا فرما جس پہ تو نے رزق تنگ کر دیا ہے اور جس حالت میں میں ہوں یہ تیرا فضل و کرم ہے۔

(۱۴) آپ کو جب کسی چیز کی حاجت ہوتی تو یوں دعا کرتے، اے میرے پروردگار! مجھے فلاں چیز کی حاجت ہے۔ آپ کی دعا ابھی ختم نہیں ہوتی تھی کہ وہ چیز آپ کے سامنے موجود ہوتی۔

(۱۵) جس نے اللہ کو پہچانا اُس نے دنیا سے منہ پھیر لیا۔

(۱۶) تعجب ہے اس شخص پر جو چار چیزوں میں مبتلا ہو اور اُن سے غافل رہتا ہے۔ تعجب ہے اس پر جو غم میں مبتلا ہو وہ یہ کیوں نہیں کہتا۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد فرماتا ہے۔ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَ نَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَ كَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ اور تعجب ہے اس پر جو کسی آفت سے ڈرتا ہو وہ یہ کیوں نہیں کہتا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ اور تعجب ہے اُس پر جو لوگوں کے مکر سے ڈرتا ہو وہ یہ کیوں نہیں کہتا وَ اُفَوِّضُ اَمْرِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا اور تعجب ہے اُس پر جو جنت کی رغبت اور خواہش رکھتا ہے وہ یہ کیوں نہیں کہتا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ کیونکہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَعَسٰى رَبِّیْۤ اَنْ یُّؤْتِیَنِ خَیْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ۔

(۱۷) مومن کی تعریف یہ ہے کہ نفس کی سرکشی کا مقابلہ کرتا ہے اور عارف کی تعریف یہ ہے کہ اپنے مولیٰ کی اطاعت میں ہمہ تن معروف رہے۔

Collection Of Advocate Showkat

۱۸ صاحب کرامت وہ ہے جو اپنی ذات کیلئے نفس کی سرکشی سے آمادہ بجنگ رہے کیونکہ نفس سے جنگ کرنا اللہ تعالیٰ تک رسائی کا سبب ہوتا ہے۔

۱۹ نیک بختی کی علامت یہ بھی ہے کہ عقلمند دشمن سے واسطہ پڑ جائے۔

۲۰ پانچ قسم کے لوگوں کی صحبت سے اجتناب کرنے میں بہتری ہے۔ اوّل، جھوٹے سے، کیونکہ اُس کی صحبت فریب میں مبتلا کر دیتی ہے۔ دوم، بیوقوف سے، کیونکہ تمہارے فائدے سے زیادہ تمہیں نقصان پہنچائے گا۔ سوم، کنجوس سے، کیونکہ وہ تمہارا بہترین وقت ضائع کرے گا۔ چہارم، بزدل سے، کیونکہ وقت پڑنے پر ساتھ چھوڑ دے گا۔ پنجم، فاسق سے، کیونکہ وہ ایک نوالہ کی طمع میں کنارہ کش ہو کر مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔

۲۱ جو شخص عبادت پر فخر کرے گناہ گار ہے، جو معصیت پر اظہارِ ندامت کرے وہ فرمانبردار ہے۔

⑥

سُلطان العارفین حضرت بایزید بُسطامی رحمۃ اللہ علیہ

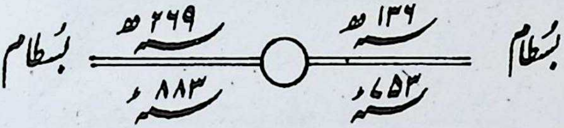
بُسطام
سنہ ۱۳۶ھ
سنہ ۷۵۳ء
سنہ ۲۶۹ھ
سنہ ۸۸۳ء
بُسطام

قطعۂ تاریخ وصال

ان کے حق اس طرح فرما گئے حضرت جُنید — جذب و شکر و زہد و تقویٰ میں تھے یہ فردِ سعید
سالِ رحلت کیلئے آئی صدا یہ غیب سے — کہیئے صابرؔ والا مرتبہ جانِ سلطان بایزیدؒ

—— ۸۸۳ء ——

(صابرؔ براری، کراچی)

سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت باسعادت سنہ ۱۳۶ھ میں بسطام شہر میں ہوئی۔ آپ کے دادا پہلے مجوسی آتش پرست)، تھے، بعد میں مسلمان ہو گئے۔ آپ کے والد ماجد عیسیٰ، بسطام شہر کے جلیل القدر بزرگوں میں شمار ہوتے تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ جس وقت بایزید میرے پیٹ میں تھے اُس وقت اگر کوئی مشتبہ غذا پیٹ میں چلی جاتی تو اس قدر بے کلی اور بے چینی ہوتی کہ مجھے حلق میں انگلی ڈال کر وہ غذا نکالنا پڑتی۔ آپ کے دو بھائی اور بھی تھے جن کے نام آدم اور علی تھے۔ وہ دونوں بھی زہد و عبادت میں بے مثال تھے مگر آپ اُن دونوں سے بدرجہا بڑھ چڑھ کر تھے۔ آپ کی باطنی تربیت روحانی طور پر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کیونکہ آپ کی پیدائش اُن کی رحلت کے بعد ہوئی ہے۔

بچپن میں جب آپ مکتب میں زیرِ تعلیم تھے، سورۂ لقمان کی اس آیت پر پہنچے اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْکَ۔ یعنی میرا شکر کر اور اپنے ماں باپ کا" تو اُستاد گرامی سے رخصت لیکر گھر آئے اور والدہ ماجدہ سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "شکر کر میرا اور اپنے والدین کا" لیکن میرے لیے دو گھروں سے نباہ مشکل ہے لہٰذا یا تو آپ مجھے خدا تعالیٰ سے مانگ لیں تاکہ آپ ہی کا ہو رہوں یا پھر مجھے خدا تعالیٰ ہی کو سونپ دیجئے کہ اُسی کا ہو رہوں۔ والدہ ماجدہ نے ارشاد کیا کہ میں نے تجھے اپنا حق بخش دیا اور راہِ حق میں چھوڑ دیا۔ یہ سن کر آپ بسطام سے نکلے اور تیس سال تک شام کے جنگلوں، صحراؤں اور بیابانوں میں ریاضت و مجاہدہ کرتے رہے۔ تقریباً ایک سو سترہ علماء و مشائخ سے فیوض و برکات حاصل کیے جن میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرِ فہرست ہیں۔

کسی نے آپ سے پوچھا کہ سخت سے سخت مجاہدہ کون سا ہے جو آپ نے راہِ خدا میں کیا ہے ارشاد کیا کہ بیان کرنا ناممکن ہے۔ اُس شخص نے کہا کہ آسان سے آسان تکلیف ہی بیان فرما دیجیے جو آپ کے نفس نے اٹھائی ہے۔ فرمایا! ہاں یہ سُن لو۔ ایک دفعہ میں نے اپنے نفس کو کسی طاعت کی طرف بلایا تو اس نے میرا کہا نہ مانا۔ اس پر میں نے اُسے ایک سال پیاسا رکھا۔

ایک دفعہ آپ حج کیلئے روانہ ہوئے تو ہر چند قدم پر جانماز بچھا کر دو رکعت نماز پڑھتے یہاں تک کہ بارہ سال بعد مکہ معظمہ پہنچے۔ فرماتے تھے کہ یہ دنیا کے بادشاہوں کا دربار نہیں کہ یکبارگی وہاں پہنچ جائیں۔ اُس دفعہ حج سے فارغ ہو کر واپس آگئے اور مدینہ منورہ میں زیارتِ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حاضر نہ ہوئے۔ فرمایا کہ زیارتِ روضہ مقدسہ کو حج کے تابع بنانا خلافِ ادب ہے۔ اگلے سال روضہ مقدسہ کی زیارت کیلئے علیحدہ احرام باندھا۔ راستے میں آپ ایک شہر میں داخل ہوئے تو لوگ آپ کے گرد اکٹھے ہو گئے۔ جب شہر سے نکلے تو ایک ہجوم آپ کے پیچھے ہو لیا۔ آپ نے یہ منظر دیکھ کر پوچھا کہ یہ لوگ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟ جواب ملا کہ یہ سب لوگ اب آپ کے ساتھ ہی رہیں گے۔ آپ نے ان لوگوں کو اپنے سے دور کرنے کیلئے نمازِ فجر کے بعد ان کی طرف متوجہ ہو کر یہ آیت پڑھی اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْنِ (بے شک میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں پس تم میری عبادت کرو) یہ سن کر لوگوں نے کہا کہ یہ تو دیوانہ ہے۔ اور سب چھوڑ کر چلے گئے۔

جب آپ نماز پڑھتے تو اللہ تعالیٰ کے خوف اور شریعتِ مطہرہ کی تعظیم کے سبب آپ کے سینہ کی ہڈیوں سے چرچراہٹ کی آواز نکلتی جو لوگوں کو سنائی دیتی۔ ایک روز آپ ایک امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو امام نے آپ سے پوچھا، اے شیخ! آپ کوئی کام نہیں کرتے اور نہ ہی کسی کے سامنے دستِ سوال دراز کرتے ہیں، آپ کھاتے کہاں سے ہیں؟ آپ نے فرمایا! ٹھہرو، میں نماز کا اعادہ کر لوں کیونکہ جو شخص اپنے روزی دینے والے کو نہیں پہچانتا اُس کے پیچھے نماز جائز نہیں ؎

آنکس کہ نہ بیند در نماز جمالِ دوست
فتویٰ ہمی دہم کہ نمازش قضا کند

ابو علی جوزجانیؒ سے اُن الفاظ کی نسبت سوال کیا گیا جو حضرت بایزیدؒ سے لوگوں کو اپنے سے دور کرنے کیلئے منقول ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم بایزید کے حال کو تسلیم کرتے

ہیں، شاید وہ الفاظ اُن سے غلبۂ حال یا حالت سُکر میں صادر ہوئے ہیں، جو شخص بایزید کا مقام حاصل کرنا چاہے اُسے بایزید کی طرح مجاہدۂ نفس کرنا چاہیئے" تاکہ وہ بایزید کے کلام کو سمجھ سکے۔

آپ فرماتے ہیں کہ جس کام کو میں مؤخر سمجھتا رہا وہ سب سے مقدم نکلا اور وہ میری والدہ ماجدہ کی رضا تھی۔ مَیں جو کچھ ریاضات و مجاہدات اور مسافرت میں ڈھونڈتا رہا وہ اسی میں پایا کیونکہ جب میں سفر سے واپسی پر اپنے مکان کے دروازے پر پہنچا اور دروازے سے کان لگا کر سُنا تو والدہ ماجدہ وضو کرتے ہوئے یہ ارشاد فرما رہی تھیں: "یا اللہ! میرے مسافر کو راحت سے رکھنا اور بزرگوں سے اُس کو خوش رکھ کر اچھا بدلہ دینا" یہ سُن کر میں زار و قطار روتا رہا، آنسوؤں سے منہ دھوتا رہا۔ پھر دروازے پر دستک کی تو والدہ ماجدہ نے پُوچھا کون ہے؟ میں نے عرض کیا کہ آپ کا مسافر۔ انہوں نے دروازہ کھول کر شرف ملاقات بخشا اور فرمایا "تم نے اس قدر طویل سفر اختیار کیا کہ روتے روتے میری بصارت ختم ہو گئی اور تیرے غم سے کمر جھک گئی"۔

ایک رات آپکی والدہ ماجدہ نے پانی طلب کیا۔ آپ پانی لینے گئے، کوزہ میں پانی نہ تھا، گھڑے میں دیکھا تو وہ بھی خالی تھا، چنانچہ پانی کیلئے ندی پر گئے اور جب واپس آئے تو والدہ صاحبہ سو چکی تھیں۔ شدید سردی کا موسم تھا۔ آپ پانی کا کوزہ ہاتھ میں اُٹھائے کھڑے رہے۔ جب والدہ ماجدہ کی آنکھ کھلی تو پانی پیا اور آپ کو دعاؤں سے نوازا اور فرمایا کہ کوزہ نیچے کیوں نہ رکھ دیا؟ عرض کیا کہ میں ڈرتا رہا کہ آپ بیدار ہو کر پانی طلب فرمائیں اور میں شاید اس وقت حاضر نہ ہوں۔

آپ فرماتے ہیں کہ اسی طرح ایک اور موقعہ پر والدہ محترمہ نے فرمایا کہ آدھا دروازہ بند کر دو میں صبح تک یہی سوچتا رہا کہ کون سا آدھا بند کروں، دائیں طرف کا یا بائیں طرف کا تاکہ والدہ صاحبہ کے حکم کے خلاف نہ ہو۔ صبح کے وقت مجھے وہ سب کچھ مل گیا جس کو میں ڈھونڈتا تھا۔ پھر آپ کو وہ مقام حاصل ہوا کہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ العزیز جیسے اکابر بھی پکار اُٹھتے کہ "بایزید ہماری جماعت میں ایسے ہیں جیسا کہ فرشتوں میں حضرت جبرئیل امین ؑ۔ اور دیگر سالکین کے میدان کی انتہا، بایزیدؒ کے میدان کی ابتدا ہے۔

ایک دفعہ آپ مکہ مکرمہ سے واپس آ رہے تھے کہ راستہ میں ہمدان سے کسم (ایک قسم کا پھول)

کا بیج خرید کر اپنے خرقہ میں باندھ لیا۔ بسطام آکر جو کھولا تو اس میں چند کیڑے نظر آئے، فرمانے لگے کہ میں نے ان کو بے وطن کیا ہے، پھر دوبارہ ہمدان جاکر کیڑوں کو ان کے وطن پہنچا کر واپس آئے۔

ایک روز آپ نے صحرا میں اپنا کپڑا دھویا۔ ایک عقیدت مند جو ساتھ تھا، عرض کرنے لگا کہ اسے انگوروں کی دیوار پر لٹکا دیتے ہیں۔ آپ نے ارشاد کیا کہ انگوروں کی دیوار میں میخ نہ گاڑو۔ اس نے عرض کیا کہ درخت پر لٹکا دیتے ہیں۔ فرمایا، ایسا نہ کرنا کہ درخت کی شاخیں ٹوٹ جائیں گی۔ عرض کیا گیا کہ گھاس پر پھیلا دیتے ہیں۔ فرمایا، ایسا نہ کرنا کہ گھاس چوپاؤں کا چارہ ہے، ہم اسے ان سے نہیں چھپاتے۔ پس آپ کپڑے کو پشت مبارک پر رکھ کر دھوپ میں کھڑے ہوگئے۔ جب ایک طرف سوکھ گئی تو دوسری طرف الٹا دیا۔

ایک دفعہ آپ جامع مسجد میں تشریف لے گئے اور اپنا عصا مبارک زمین میں گاڑ دیا۔ اس کے پہلو میں ایک شیخ نے اپنا عصا گاڑا ہوا تھا۔ اتفاق سے آپ کا عصا اس شیخ کے عصا پر گرا جس سے وہ بھی گر پڑا۔ شیخ نے جھک کر اپنا عصا اٹھایا اور گھر کو روانہ ہوگیا۔ آپ نے اس کے گھر جاکر معذرت کی کہ آپ کو جھکنے کی زحمت اس وجہ سے اٹھانا پڑی کہ میں نے اپنا عصا اچھی طرح نہ گاڑا تھا۔ ورنہ آپ کو یہ تکلیف نہ کرنا پڑتی۔

ایک دفعہ کسی نے بتایا کہ فلاں جگہ ایک بہت بڑے بزرگ ہیں۔ آپ ان کی ملاقات کو گئے اور جب ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے جانب قبلہ تھوکا۔ آپ یہ دلخراش منظر دیکھ کر واپس آ گئے اور فرمایا کہ اگر اس شخص کو طریقت کی ذرہ بھر بھی خبر ہوتی تو اس طرح خلاف ادب کام وقوع پذیر نہ ہوتا۔

آپ کے گھر سے مسجد کا فاصلہ چالیس قدم تھا مگر بوجہ تعظیم مسجد کبھی بھی راستہ میں نہیں تھوکا۔

آپ کے پاس ایک اونٹ تھا جس پر اپنا اور مریدوں کا سامان لاد کر چلا کرتے تھے۔ ایک دن سامان لاد کر کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک شخص نے کہا کہ بیچارے اونٹ پر کس قدر بوجھ لاد دیا گیا ہے۔ آپ نے ارشاد کیا کہ "غور سے دیکھو، اونٹ پر کوئی بوجھ ہے؟" اس نے دیکھا تو بوجھ ایک ہاتھ اونچا تھا۔ فرمایا۔ سبحان اللہ! عجیب معاملہ ہے کہ اگر میں اپنا حال تم لوگوں سے پوشیدہ رکھوں تو ملامت کرتے ہو اور اگر ظاہر کروں تو اس کی تم لوگوں کو طاقت نہیں ہے۔ پھر اس شخص سے فرمایا کہ تم میں سے بعض لوگوں کو میری زیارت سے لعنت ہوتی ہے اور بعض پر رحمت ہوتی ہے۔ لعنت

اس وجہ سے کہ جب وہ شخص میرے پاس آتے ہیں اور مجھ پر اُس وقت خاص حالت غالب ہوتی ہے، وہ مجھے اپنے آپ میں نہیں پاتے اور میری غیبت کرتے ہیں۔ دوسرے لوگ آئے، حق کو مجھ پر غالب پاکر معذور رکھتے ہیں۔ اُن پر رحمت ہوتی ہے۔

ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ دل چاہتا ہے کہ قیامت کے دن دوزخ کی طرف اپنا خیمہ نصب کر لوں کہ وہ مجھے دیکھ کر پست اور ٹھنڈا ہو جائے اور خلقِ خدا کو راحت ملے۔ پھر فرمایا کہ ایک بار میں نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ میں نے عرض کیا، یا اللہ! تجھ تک پہنچنے کا راستہ کس طرح سے ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا دع نفسك و تعالَ اِلیّ یعنی "اپنے نفس کو چھوڑ اور آ"۔ پھر ارشاد کیا کہ نماز سے سوائے کھڑا ہونے اور روزہ سے سوائے بھوکا رہنے کے کچھ حاصل نہ ہوا۔ مجھے تو جو کچھ ملا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ملا ہے نہ کہ عمل سے۔ کیونکہ جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم شاملِ حال نہ ہو، جہد و سعی سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔

ایک دفعہ آپ کو روحانی قبض کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ عبادت سے نا امید ہو کر ارادہ باندھا کہ بازار سے زنّار خرید کر کمر میں باندھ لوں۔ بازار جا کر ایک زنّار کی قیمت دریافت کی تو دل میں خیال آیا کہ ایک درہم ہوگی۔ مگر دکاندار نے اس کی قیمت ایک ہزار درہم بتائی۔ آپ سُن کر خاموش ہو گئے۔ ہاتفِ غیب نے آواز دی کہ جو زنّار تُو باندھے اُس کی قیمت ایک ہزار درہم ہی ہونی چاہیئے۔ اس پر آپ کا دل خوش ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت اُن کے شاملِ حال ہے۔

ایک دفعہ فرمایا کہ مجھے الہام ہوا کہ اے بایزید! تُو عبادت تو کرتا ہے مگر اس سے بہتر چیز ہمارے سامنے پیش کر۔ میں نے عرض کیا، اے ربّ ذوالجلال تیرے پاس کیا چیز نہیں ہے جو لاؤں؟ الہام ہُوا، اے بایزید! ہمارے ہاں عاجزی، انکساری، بیچارگی اور شکستگی نہیں ہے وہ لا کر پیش کر۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ خلوت میں آپ کی زبان سے سُبحانِی مَا اَعظَمَ شَانِی نکلا۔ جب اپنے آپ میں آئے تو مریدوں نے عرض کیا کہ آپ کی زبان سے یہ کلمہ نکلا تھا۔ فرمایا، تم پر خدا کی مار ہو۔ اب اگر ایسا کلمہ میرے منہ سے سُنو تو مجھ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینا اور ایک ایک چھری اُن سب کو دے دی۔ پھر جب اُن سے یہ کلمہ سرزد ہوا تو مریدوں نے قتل کے ارادہ سے چھریاں اٹھائیں مگر تمام گھر کو اُن کی شکل سے معمور پایا۔ مریدانِ باصفا چھریاں چلاتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ پانی پر چلا رہے ہیں۔ آخر کار چڑیا

Collection Of Advocate Showkat

کی طرح محراب میں بیٹھے نظر آئے تو مریدوں نے تمام قصہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ بایزید تو یہ ہے جو سامنے موجود ہے جس کو تم دیکھتے رہے وہ بایزید نہ تھا۔

ایک مرتبہ حضرت شفیق بلخیؒ اور ابو تراب بخشیؒ آپ کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے۔ ایک مرید پاس بیٹھا تھا جو شریکِ طعام نہ تھا۔ حضرت ابو تراب بخشیؒ نے اُس سے کہا کہ آؤ تم بھی کھانا کھاؤ۔ اُس نے کہا کہ میرا روزہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ کھانا کھاؤ اور ایک مہینہ کے روزوں کا ثواب حاصل کرو۔ وہ نہ مانا۔ پھر حضرت شفیق بلخیؒ نے اُسے کہا کہ آؤ میاں! کھانا کھاؤ اور ایک برس کے روزوں کا ثواب پاؤ۔ اس نے پھر انکار کیا اس پر آپ (حضرت بایزید بسطامیؒ) نے فرمایا کہ اسے جانے دو، یہ راندۂ درگاہ ہے۔ چنانچہ چند دنوں بعد وہ چوری کے جرم میں پکڑا گیا اور اُس کے دونوں ہاتھ کاٹ دیئے گئے۔

ایک دفعہ کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کا پیر کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ایک بوڑھی عورت۔ اس شخص نے پوچھا کہ وہ کیونکر؟ فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے غلبۂ شوق میں جنگل کی راہ لی۔ وہاں ایک بڑھیا کو بوجھ اُٹھائے ہوئے دیکھا۔ وہ مجھ سے کہنے لگی کہ یہ بوجھ مجھ سے بہت بھاری ہے ذرا اِسے اٹھانا۔ اس وقت میری حالت یہ تھی کہ میں اپنے وجود کا بوجھ اٹھانے سے قاصر تھا۔ اُس بڑھیا کا بوجھ کیسے اُٹھاتا۔ میں نے ایک شیر کی جانب اشارہ کیا، وہ آیا تو میں نے وہ بوجھ اُس کی پُشت پر رکھ دیا اور بُڑھیا سے کہا کہ اب تو شہر جا کر کیا بیان کرے گی؟ اس بُڑھیا نے کہا کہ میں کہوں گی کہ آج ایک ظالم کو دیکھا ہے میں نے کہا کہ کیسے؟ اس نے مجھ سے سوال کیا کہ شیر مکلّف ہے یا غیر مکلّف؟ میں نے کہا کہ غیر مکلّف۔ بڑھیا نے کہا کہ جس کو خدا تکلیف نہ دے اور اُس کو تو تکلیف دے تو تو ظالم ہے یا نہیں؟ میں نے کہا کہ ظالم۔ اس پر بُڑھیا نے کہا کہ پھر بھی تو چاہتا ہے کہ شہر کے لوگ جان لیں کہ شیر تیرے تابع ہے اور تو صاحبِ کرامت ہے۔ یہ سن کر میں نے توبہ کی۔

ایک مرتبہ آپ قبرستان سے واپس شہر تشریف لا رہے تھے کہ رؤسائے شہر کا ایک بگڑا ہوا نوجوان باجا بجاتا چلا آ رہا تھا۔ آپ نے اُسے دیکھ کر لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پڑھا۔ اُس رئیس زادے نے اپنا باجا آپ کے سرِ اقدس پر اس زور سے مارا کہ باجا ٹوٹ گیا اور آپ کا سرِ مبارک بھی پھٹ گیا۔ دوسرے دن صبح کے وقت آپ نے باجا کی قیمت اور حلوے کی ایک پلیٹ اپنے ایک مریدِ خاص کے ہاتھ اُس جوانِ رعنا کے پاس بھیجی اور معذرت کی کہ کل باجے کے ٹوٹنے سے اس کا نقصان ہو

گیا ہے لہٰذا اس قیمت سے نیا باجا خرید لو اور حلوہ کھا کر کل کے غم و غصہ کو فراموش کر دو۔ اُس نوجوان نے جب یہ معاملہ دیکھا تو زار و قطار روتا ہوا آپ کے قدموں سے لپٹ گیا۔ معذرت چاہی، توبہ کی اور پھر شرفِ بیعت سے مشرف ہو گیا۔ اُس کے تمام ساتھی بھی بیعت ہو کر صراطِ مستقیم پر گامزن ہو گئے۔ یہ تھا آپ کی خوش اخلاقی کا کرشمہ۔ آپ کا اخلاق حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا سچا نمونہ تھا جس کے متعلق کسی شاعر نے کہا ہے کہ ؎

کچھ اُن کے خُلق نے کچھ اُن کے پیار نے کر لی
مسخّر اس طرح دُنیا شاہِ ابرارؐ نے کر لی

ایک روز آپ کو ذوقِ عبادت حاصل نہیں ہو رہا تھا۔ خادم کو حکم دیا کہ دیکھو! آج گھر میں کیا چیز آ گئی ہے جو سرہانِ روح بن گئی ہے۔ تلاش کرنے پر انگور کا ایک خوشہ نکلا، فرمایا! اسے فوراً کسی مستحق کو دے دو، ہمارا گھر میوہ فروش کی دکان نہیں ہے۔ فوراً آپ کی عبادت میں لذّت و سُرور پیدا ہو گیا۔

آپ کے پڑوس میں ایک آتش پرست رہتا تھا۔ ایکدفعہ وہ کسی کام کی غرض سے سفر پر گیا۔ رات کو اس کا بچہ اندھیرے کی وجہ سے روتا تھا۔ آپ اپنا چراغ اُس کے گھر لے جاتے تو وہ بچہ ہنسنے کودنے اور کھیلنے لگتا۔ جب وہ آتش پرست سفر سے واپس آیا تو بیوی نے تمام حال کہہ سنایا۔ اُس نے کہا کہ جب آپ کی روشنی ہمارے گھر آ گئی تو اب کاہے کو اندھیرے میں رہیں۔ اُسی وقت مسلمان ہو گیا۔

روایت ہے کہ ایک آتش پرست کو کسی نے کہا کہ تو مسلمان ہو جا۔ اُس نے کہا کہ اگر مسلمانی یہ ہے جو بایزیدؒ میں ہے تو وہ مجھ سے بھاری ہے اور جیسی تم میں ہے وہ مجھے منظور نہیں۔

آپ کے پاس ایک مرید تیس برس سے خدمت گزار تھا۔ آپ ہر روز اُس سے نام دریافت فرماتے وہ بتا دیتا۔ ایک روز اُس نے کہا کہ اے شیخ! میں تیس سال سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوں، آپ ہر روز میرا نام دریافت فرماتے ہیں اور پھر بھول جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں مذاق نہیں کرتا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جب سے اللہ تعالیٰ کا نام دل میں سما گیا ہے، کچھ اور یاد نہیں رہا۔ ہر روز تیرا نام پوچھتا ہوں اور بھول جاتا ہوں۔

ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے ایسی نصیحت فرمائیے جس سے میری نجات ہو جائے۔ آپ نے فرمایا، دو باتیں یاد کر لے یہی کافی ہیں۔ اوّل یہ کہ اللہ تعالیٰ دانا و بینا ہے یعنی تیرے تمام حال سے آگاہ اور تیرے ہر کام کو دیکھتا ہے۔ دوم یہ کہ تیرے عمل سے بے نیاز ہے۔

ایک روز کسی شخص نے عرض کیا کہ اپنے پوستین کا ایک ٹکڑا مجھے دے دیجئے کہ آپ کی برکت حاصل ہو۔ فرمانے لگے کہ میرا پوستین پہننے کا کیا فائدہ جبکہ میرے جیسے عمل نہ کرے پھر فرمایا کہ سچا عابد اور سچا عامل وہ ہے کہ جو اپنی جدّ و جہد کی تلوار سے اپنی تمام خواہشات کا سر کاٹ دے اور اس کی تمام شہوات و تمنائیں اللہ تعالیٰ کی محبت میں فناہ ہو جائیں اور جو چیز اللہ تعالیٰ کو پسند ہو اُسے بھی وہی پسند ہو اور جو اللہ تعالیٰ کی مرضی ہو اس کی بھی وہی مرضی ہو ؎ سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے۔

ایک دفعہ ارشاد کیا کہ اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کی یہی نشانی ہے کہ لوگوں سے دُور رہے۔ عارف۲ کیلئے یہ ادنیٰ سی بات از بس ضروری ہے کہ مال و دولت سے محترز رہے۔ نیک۳ لوگوں کی صحبت نیک کام کرنے سے بہتر ہے اور بُرے لوگوں کی صحبت بُرے کام کرنے سے بُری ہے کیونکہ ؎

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالع ترا طالع کند

جس۴ نے اپنی خواہشات ترک کر دیں اُس نے اللہ تعالیٰ کو پا لیا۔ اپنے آپ۵ کو ایسا ظاہر کرو جیسے کہ تم ہو۔ اللہ تعالیٰ۶ کی محبت یہ ہے کہ دنیا اور آخرت کو دوست نہ رکھے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور قریب سب سے زیادہ وہ شخص ہے کہ لوگوں کی تکلیفیں برداشت کرے اور خوش اخلاقی سے پیش آئے۔

ایک دفعہ کسی نے دریافت کیا کہ آپ بھوک کی کیوں زیادہ تعریف کرتے ہیں۔ فرمایا کہ اگر فرعون بھوکا ہوتا تو اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی نہ کہتا۔ کسی نے دریافت کیا کہ متکبر کس کو کہتے ہیں۔ فرمایا کہ جو دنیا میں اپنے آپ سے زیادہ خبیث چیز دیکھے پھر فرمایا کہ مردوں کا کام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے دل نہ لگائیں۔

حضرت ذوالنونؒ مصریؒ نے آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ اے بایزید! رات کو جنگل میں آرام اور سکون سے سوتے ہو، قافلہ تو چلا گیا۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ کامل تو وہ ہے جو رات کو سو جائے اور صبح کو قافلہ اترنے سے پہلے منزل پر پہنچ جائے۔ حضرت ذوالنونؒ یہ سن کر رو پڑے اور کہا کہ بایزید! تمہیں مبارک ہو، میں اس مرتبے کو نہیں پہنچا۔

حضرت یحییٰ بن معاذؒ نے آپ کو لکھا کہ ایسے شخص کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے کہ جو ایک جامِ ازلی سے ایسا مست ہو گیا ہے کہ اُس کی مستی ابد تک جاری رہنے والی ہو گئی ہے۔ آپ نے جواباً تحریر فرمایا کہ یہاں ایک ایسا فرد بھی موجود ہے جو ازل و ابد کے بحر بیکراں کو پی کر بھی یہی کہتا ہے کہ کچھ

اور مل جائے۔ پھر ایک مرتبہ یحییٰ بن معاذ نے تحریر کیا کہ میں آپ کو ایک راز بتانا چاہتا ہوں لیکن اُس وقت بتاؤں گا۔ جب ہم دونوں شجرِ طوبیٰ (بہشت کا ایک عظیم الشان درخت) کے نیچے کھڑے ہوں گے اور قاصد کو ایک ٹکیہ دیکر یہ ہدایت بھی فرمادی کہ بایزید سے کہنا اس کو کھالیں کہ یہ آبِ زمزم سے گوندھی گئی ہے۔ جواباً حضرت بایزید نے تحریر فرمایا کہ جس جگہ خدا تعالیٰ کو یاد کیا جاتا ہے۔ وہاں جنّت اور طوبیٰ دونوں موجود ہوتے ہیں اور ٹکیہ اس لیے واپس کر رہا ہوں کہ آبِ زمزم سے گوندھنے کی فضیلت اپنی جگہ مسلّم لیکن یہ کسے معلوم کہ جو بیج بویا گیا تھا وہ کسبِ حلال کا تھا یا کسبِ حرام کا۔ مجھے اس ٹکیہ کے حلال ہونے میں شک ہے۔

ایک دفعہ ایک جماعت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور قحط کی شکایت کی اور عرض کیا کہ دُعا فرمائیے، بارش ہو جائے، یہ سُن کر آپ نے سر جھکا لیا، پھر سر اٹھا کر فرمایا، جاؤ! اپنے پرنالوں کو درست کر لو، فوراً بارش آگئی اور مسلسل ایک دن ایک رات برستی رہی۔

حضرت ابو سعید میخورانیؒ آپ کی خدمت میں بغرضِ امتحان آئے۔ آپ نے فرمایا! میرے مرید ابو سعید راعی کے پاس جاؤ کیونکہ ولائیت و کرامت ہم نے اُسے بخش دی ہے۔ جب ابو سعید وہاں پہنچے تو راعی کو دیکھا کہ صحرا میں نماز پڑھ رہے ہیں اور بھیڑیئے نے آپ کی بھیڑوں کی گلّہ بانی کے فرائض سنبھال رکھے ہیں۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو پوچھا کیا چاہتے ہو؟ کہا گرم روٹی اور انگور۔ راعی نے ہاتھ کی لکڑی کے دو ٹکڑے کر کے ایک اپنے آگے اور دوسرا اُس کے آگے گاڑ دیا۔ فوراً انگور لگ گئے مگر راعی کی طرف سفید اور اُس کی طرف سیاہ تھے۔ اُس نے راعی سے سبب پوچھا۔ راعی نے جواب دیا کہ میری طلب بطورِ یقین اور تیری طلب بطورِ امتحان تھی۔ ہر چیز کا رنگ اُس کے حال کے موافق ہوا کرتا ہے اس کے بعد راعی نے ابو سعید میخورانیؒ کو اپنی گدڑی دی اور فرمایا کہ اسے سنبھال کر رکھنا مگر جب وہ حج کو گئے تو عرفات میں گم ہو گئی۔ جب بسطام واپس آئے تو راعی کے پاس دیکھی۔

ایک دفعہ ملکِ روم میں لشکرِ اسلام کے مقابلہ میں کفار کا لشکر جرار تھا۔ قریب تھا کہ مسلمانوں کو شکست فاش ہو کہ حضرت بایزید نے یہ آواز سنی "بایزید دریاب" (اے بایزید خبر لیجیئے) اسی وقت خراسان کی طرف سے آگ نمودار ہوئی جس کی دہشت سے لشکرِ کفار میں تہلکہ مچ گیا اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ یہ تھیں آپ کی کشف و کرامات۔

آپکی وفات حسرت آیات ۱۵ شعبان سنہ ۲۶۹ھ ۱۸۸۲ بروز جمعۃ المبارک بعمر شریف ۱۲۳ سال بسطام شہر میں ہوئی۔ وصال کے بعد لوگوں نے آپ کو خواب میں دیکھا اور آپ کا حال دریافت کیا۔ آپنے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پوچھا۔ بوڑھے! تو میرے واسطے کیا لایا ہے؟ میں نے عرض کیا۔ خداوندا! جب کوئی فقیر بادشاہ کی درگاہ میں آتا ہے تو اس سے یہ نہیں پوچھا جاتا کہ تو ہمارے واسطے کیا لایا ہے بلکہ یہ پوچھتے ہیں کہ تو کیا مانگتا ہے۔

جب آپ کو دفن کیا گیا تو شیخ احمد خضرویہ کی بیوی زیارت کو آئی، زیارت سے فارغ ہو کر کہنے لگی، تم جانتے ہو کہ شیخ بایزید کون تھے؟ لوگوں نے کہا تو بہتر جانتی ہے۔ کہنے لگی کہ ایک رات میں طواف کعبہ کر رہی تھی، کچھ دیر بعد بیٹھ گئی اور سو گئی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے آسمان پر لے جایا گیا میں نے عرش کے نیچے ایک بیابان دیکھا جس کی لمبائی اور چوڑائی کی کوئی حد نہ تھی، وہ تمام بیابان گل و گلزار بنا ہوا تھا اور اس کے پھولوں کی ہر پتی پر لکھا ہوا تھا کہ بایزید ولی اللہ تھا۔

حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ آپ کی زیارت کو آئے تو فرمانے لگے کہ یہ وہ جگہ ہے کہ دنیا میں جس شخص کی کوئی چیز گم ہو جائے وہ یہاں آکر ڈھونڈ لے۔

کلماتِ قدسیہ

① آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپنے یہ معرفت کس طرح حاصل کی؟ جواب دیا کہ بھوکے پیٹ اور ننگے بدن سے۔

② میں نے تیس سال مجاہدے میں گزارے، اس عرصہ میں کسی چیز کو اپنے اوپر ایسا سخت نہ پایا جیسا کہ علم اور اس پر عمل کو۔ اگر علماء کا اختلاف نہ ہوتا تو میں ایک اجتہاد پر رہتا یعنی متفق علیہ قول پر میرا عمل ہوتا، علماء کا اختلاف سوائے تجرید توحید کے رحمت ہے۔

③ شیخ عمی بسطامی (آپ کے برادر زادہ اور مرید صادق) کا بیان ہے کہ میں نے اپنے باپ کو یہ کہتے سنا کہ بایزیدؒ نے مجھ سے کہا کہ ہمارے ساتھ چلو تاکہ اس شخص کو دیکھیں جس نے اپنے آپ کو ولی مشہور کر رکھا ہے اور وہ زہد و تقویٰ میں مشہور و معروف ہے۔ جب ہم اس کے پاس گئے تو وہ اپنے گھر سے نکل کر مسجد میں داخل ہوا اور قبلہ رو تھوکا، یہ دیکھ کر آپ واپس آگئے کہ یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف عمل کرتا ہے یہ کیسے اپنے دعویٰ ولایت میں سچا ہو سکتا ہے۔

④ میں نے ارادہ کیا کہ اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کروں کہ وہ مجھے کھانے کی طلب اور عورتوں کی چاہت سے بچائے، پھر خیال آیا کہ یہ سوال میرے واسطے کس طرح جائز ہے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے یہ سوال نہیں کیا لہٰذا باز رہا۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مجھے عورتوں کی رغبت سے ایسا بچایا کہ مجھے کبھی پرواہ نہیں رہی کہ میرے سامنے عورت کھڑی ہے یا دیوار۔

⑤ اگر تم کسی شخص میں کرامات دیکھو اور وہ ہوا میں اُڑ کر دکھائے تو اس پر فریفتہ نہ ہو جاؤ۔ جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ وہ امر و نہی، حفظِ حُدود اور آدابِ شریعت میں کیسا ہے۔

⑥ آپ نے آخری وقت فرمایا۔ خدایا میں نے تجھ کو یاد نہ کیا مگر غفلت سے اور تیری عبادت نہ کی مگر سُستی سے۔

⑦ ایک رات مَیں نے اپنے حجرے میں پاؤں پھیلا لیے، ہاتف نے مجھے آواز دی کہ بادشاہوں کی صحبت میں اس طرح نہیں بیٹھا کرتے۔ حُسنِ ادب سے بیٹھنا چاہیئے کیونکہ ع

ادب ضرور ہے شاہوں کے آستانے کا

⑧ میں نے اللہ کو اللہ کے ساتھ پہچانا اور اللہ کے ماسوا کو اللہ کے نُور کے ساتھ پہچانا۔

⑨ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو نعمتوں سے نوازا تاکہ وہ اپنے اللہ کا شکر ادا کریں اور اُسے یاد کریں مگر وہ نعمتیں پاکر غافل ہو گئے۔

⑩ اے خُدا! تُو نے مخلوق کو اُن کے علم کے بغیر پیدا کیا اور اُن کے ارادہ کے بغیر اُن کے گلے میں امانت ڈال دی پس اگر تو اُن کی مدد نہ کرے گا تو اور کون کرے گا۔

⑪ آپ سے دریافت کیا گیا کہ سنّت و فریضہ کیا ہے؟ فرمایا کہ سُنّت تمام دنیا کا ترک کرنا اور فریضہ اللہ کے ساتھ صحبت ہے۔ وجہ یہ کہ سنّت تمام ترکِ دنیا پر دلالت کرتی ہے اور کتاب تمام صحبتِ مولیٰ پر دلالت کرتی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کا کلام اس کی ایک صفت ہے اور نعمتیں ازلی ہیں پس واجب ہے کہ اُن کا شکر ازلی ہو۔

⑫ میں نے رب العزت کو خواب میں دیکھا۔ پُوچھا، اے میرے پروردگار! میں تجھے کس طرح پاؤں؟ ارشاد ہوا کہ اپنے نفس کو چھوڑ اور میری طرف آ۔

⑬ آپ سے دریافت کیا گیا کہ انسان کب متواضع ہوتا ہے۔ فرمایا جب اپنی ذات کیلئے

کوئی مقام وحال نہ دیکھے اور نہ لوگوں میں اپنے سے کسی کو بدتر سمجھے (بہادر شاہ ظفرؒ نے غالباً اسی طرف ہی اشارہ کیا ہے ؏ پڑی جو اپنی برائیوں پہ نظر تو جہاں میں کوئی بُرا نہ رہا ، قصوری)

⑭ عام مسلمانوں کے مقام کی انتہاء اولیاء اللہ کے مقام کی ابتداء ہے اور اولیاء اللہ کے مقام کی انتہاء شہداء کے مقام کی ابتداء ہے اور شہداء کے مقام کی انتہاء صدیقوں کے مقام کی ابتداء ہے اور صدیقوں کے مقام کی انتہاء نبیوں کے مقام کی ابتدائ ہے اور نبیوں کے مقام کی انتہاء رسولوں کے مقام کی ابتداء ہے اور رسولوں کے مقام کی انتہا حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کی ابتداء ہے صلی اللہ علیہ وسلم ۔ اور حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کی انتہاء کسی کو بھی معلوم نہیں ، صرف اللہ تعالیٰ ہی آپ کے مقام و مرتبہ کو جانتا ہے ۔ روزِ ازل اور روزِ میثاق رُوحوں کا مقام انہی مراتب پر تھا جو اوپر درج کر دیے گئے ہیں اور روزِ قیامت بھی یہی مراتب ہوں گے اور انہی مراتب پر ہی اُن کو اللہ تعالیٰ کی محبت کے اسرار نصیب ہوں گے ۔

⑮ آپ سے دریافت کیا گیا کہ نماز کی صحیح تعریف کیا ہے ؟ فرمایا کہ جس کے ذریعے خدا سے ملاقات ہو سکے ۔

⑯ فرمایا ! کہ تیس سال تک تو اللہ تعالیٰ میرا آئینہ بنا رہا لیکن اب میں خود آئینہ بن گیا ہوں اس لیے کہ میں نے اُس کی یاد میں خود کو بھی فراموش کر دیا ہے اور اب اللہ تعالیٰ میری زبان بن چکا ہے یعنی میری زبان سے نکلنے والے کلمات گویا نطقِ خداوندی سے نکلتے ہیں اور میرا وجود درمیان سے ختم ہو جاتا ہے ۔

* * *

(۷)

حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ

خرقان ۳۵۲ھ / ۹۶۳ء ○ ۴۲۵ھ / ۱۰۳۳ء خرقان (ایران)

قطعۂ تاریخ وصال

ہیں شیخ خرقانی وہ میر بزم اولیاء — شاداب جن کے دم سے ہے اسلام کا چمن
صابر سنِ وصال یہی کہیئے شیخ کا — "ہیں صاحب کمالِ حقیقت ابوالحسن"
—— ۱۰۳۳ء ——

(صابر براری، کراچی)

حضرت شیخ ابو الحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسم گرامی علی بن احمد اور کنیت ابو الحسن ہے۔ طریقت میں بطریق اویسیت حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کی روحانی تربیت ہوئی کیونکہ آپ کی ولادت حضرت بایزید کی وفات کے بعد سنہ ۳۵۲ھ / ۹۶۳ء میں ہوئی۔

آپ مشائخ کے سردار، اوتاد و ابدال کے قطب اور اہل طریقت و حقیقت کے پیشوا تھے توحید و معرفت میں کمال کے درجہ پر فائز تھے۔ اُن کے شب و روز ریاضت و مجاہدہ اور حضور و مشاہدہ میں گزرتے تھے۔ آپ کے زہد و عبادت، تقویٰ و پرہیزگاری اور سلوک و معرفت کے پیش نظر ہی حضرت شیخ ابو العباس قصابؒ نے فرمایا تھا کہ ہمارے بعد ہمارا بازار ابو الحسن خرقانی سنبھالیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

حضرت استاذ ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں جب خرقان کی حدود میں داخل ہوا تو حضرت ابو الحسن خرقانی کی دہشت سے میری فصاحت و بلاغت جاتی رہی۔ میں نے خیال کیا کہ میں اپنی ولایت سے معزول ہو گیا۔

اوائل زندگی میں آپ کا یہ معمول تھا کہ نماز عشاء باجماعت خرقان میں ادا کر کے حضرت بایزیدؒ کے مزار مقدس بسطام کی زیارت کیلئے روانہ ہو جاتے۔ وہاں پہنچ کر یوں دعا کرتے :

"خدایا! جو خلعت تُو نے بایزیدؒ کو عطا کیا ہے وہ ابو الحسن کو بھی عطا فرما۔"

پھر زیارت سے فارغ ہو کر خرقان واپس ہوتے اور تمام راستے میں اپنے شیخ کے مزار مبارک کی طرف پیٹھ نہ کرتے اور نماز فجر عشاء کے وضو کے ساتھ خرقان میں ادا کرتے۔ بارہ برس کی مسلسل حاضری

اور دعاؤں کے بعد مزار مبارک سے آواز آئی، اے ابوالحسنؒ! اب تمہارے بیٹھنے کا وقت آگیا ہے یہ سن کر عرض کیا کہ میں ان پڑھ ہوں، رموزِ شریعت سے چنداں واقف نہیں۔ آواز آئی کہ تم نے جو کچھ خدا سے مانگا وہ تمہیں مل گیا۔ فاتحہ شروع کیجیے۔ جب آپ خرقان واپس پہنچے تو قرآن مجید ختم کر لیا اور علوم ظاہری و باطنی آپ پر منکشف ہو گئے۔

ایک روز آپ بہت سے درویشوں کے ساتھ خانقاہ میں تشریف فرما تھے اور سات دن سے فاقہ گزار رہے تھے۔ ایک شخص آٹے کی بوری اور ایک بکری لیکر حاضر ہوا اور آواز دی کہ میں یہ صوفیوں کے لیے لایا ہوں۔ آپ نے درویشوں سے فرمایا کہ تم میں سے جو صوفی ہو لے لے، مجھ میں تو جرأت نہیں ہے کہ تصوف کا دعویٰ کروں۔ یہ سن کر کسی نے بھی نہ لیا اور وہ شخص واپس لے گیا۔

روایت ہے کہ حضرت بایزید بسطامیؒ ہر سال ایک مرتبہ دہستان میں شہیدوں کی قبروں کی زیارت کیلئے تشریف لے جاتے تھے۔ جب موضع خرقان سے گزرتے تو ٹھہر جاتے اور اس طرح سے سانس لیتے جیسے کوئی خوشبو سونگھتا ہے۔ مریدوں نے پوچھا کہ آپ کس چیز کی بو سونگھتے ہیں ہم کو تو کچھ محسوس نہیں ہوتا۔ آپ نے ارشاد کیا کہ چوروں، ڈاکوؤں اور راہزنوں کے اس گاؤں سے ایک مردِ خدا کی خوشبو آتی ہے جس کا نام علیؒ اور کنیت ابوالحسن ہے۔ اس میں تین باتیں مجھ سے زیادہ ہونگی وہ اہل و عیال کا ۱ بوجھ اٹھائے گا، ۲ کھیتی باڑی کرے گا اور ۳ درخت لگایا کرے گا۔

آپ زہد و تقویٰ اور پابندیٔ شریعتِ مطہرہ کے معاملہ میں عبقریٔ عصر اور نابغۂ روزگار تھے۔ چالیس سال تک آپ نے سر تکیہ پر نہیں رکھا اور صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھی۔ ایک دفعہ ایک شخص آپکی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ مجھے اپنا خرقہ پہنائیں۔ آپ نے فرمایا کہ پہلے مجھے ایک مسئلہ کا جواب دو کہ اگر عورت مرد کے کپڑے پہن لے تو کیا وہ مرد بن جائے گی۔ اس شخص نے کہا کہ نہیں فرمایا کہ پھر خرقہ سے کیا فائدہ۔ اگر تو مرد نہیں ہے تو خرقہ پہننے سے مرد نہیں ہو سکتا۔

ایک شخص نے عرض کیا کہ آپ مجھے اجازت بخشیں کہ میں لوگوں کو خدا کی طرف آنے کی دعوت دوں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کیطرف دعوت دینا۔ خبردار کہیں ایسا نہ ہو کہ اپنی طرف دعوت دینے لگ جاؤ۔ اس نے عرض کیا کہ اپنی طرف دعوت کیسی ہوتی ہے؟ فرمایا اس کے یہ معنی ہیں کہ اگر کوئی اور شخص بھی لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی دعوت دے اور تجھے ناگوار گزرے تو یہ اپنی طرف

دعوت دینے کی نشانی ہے۔

ایک مرتبہ ایک شخص آپ کی زیارت کیلئے حاضر ہوا۔ آپ اُس وقت گھر پر تشریف فرما نہیں تھے۔ اُس نے آواز دی تو آپ کی بیوی نے جواب دیا کہ اُس زندیق اور کذّاب سے تجھے کیا غرض ہے۔ پھر اس کے علاوہ بے شمار نازیبا کلمات کہے۔ اس شخص کے دل میں خیال آیا کہ جس شخص کی بیوی منکرہ ہے وہ کیسے باوقار، باخدا اور باکرامت ہو سکتا ہے۔ خیر آپ کی تلاش میں جنگل کو نکل گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ آپ ایک شیر پر لکڑیوں کا گٹھا رکھ کر چلے آرہے ہیں۔ عرض کیا کہ معاملہ سمجھ سے باہر ہے، گھر کا وہ حال اور باہر کا یہ حال۔ آپ نے ارشاد کیا کہ جب تک میں ایسی بکری (یعنی بیوی) کا بوجھ برداشت نہیں کروں گا تو شیر میرا بوجھ کیسے اٹھائے گا۔

آپ کی کرامات بےحد و حساب ہیں۔ ذیل میں چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے تاکہ آپ کی عظمت و سطوت کا اندازہ ہو سکے۔

① سلطان محمود غزنوی آپ کی زیارت کے ارادہ سے خرقان پہنچا۔ ایک شخص کی زبانی آپکو یہ پیغام بھیجا کہ سلطان آپ کی زیارت کیلئے غزنی سے آیا ہے۔ اگر آپ خانقاہ سے باہر تشریف لاکر سلطان کی بارگاہ میں قدم رنجہ فرمائیں تو آپ کی عنایت سے کچھ بعید نہ ہوگا اور قاصد سے کہہ دیا کہ اگر شیخ انکار کردیں تو ان کے سامنے یہ آیت پڑھ دینا۔

"اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور اس کے رسول کا اور اُن کا جو اختیار والے ہیں تم میں سے"۔	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ (نساء۔ ر۸)

قاصد نے جب آپ کو پیغام دیا تو آپ نے انکار فرمایا۔ اس پر قاصد نے مذکورہ بالا آیت پڑھ کر سنائی۔ شیخ نے جواب دیا کہ مجھے معذور رکھیے۔ محمود سے کہہ دیجئے کہ میں اطیعوا اللہ میں ایسا غرق ہوں کہ اطیعوا الرسول سے بھی شرمندہ ہوں۔ اولی الامر تو ایک طرف رہا۔ جب قاصد نے سلطان محمود

---

[1] حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی نے حق سبحانہ کی اطاعت کو اس کے رسول کی اطاعت کے مغائر جانا، یہ بات استقامت سے دور ہے۔ مستقیم الاحوال مشائخ اس قسم کی باتوں سے پرہیز کرتے ہیں اور شریعت و طریقت و حقیقت کے تمام مراتب میں حق سبحانہ کی اطاعت کو اس کے رسول کی اطاعت میں جانتے ہیں، اور حق سبحانہ کی اطاعت کو جو اس کے رسول علیہ السلام کی اطاعت کے مغائر ہو عین گمراہی خیال کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ حضرت شیخ کا یہ کلام حالت سکر و غلبۂ حال میں صادر ہوا ہے ورنہ اطاعت رسول عین اطاعت حق سبحانہ ہے۔ (مکتوب شریف دفتر اول مکتوب ۱۵۲)

سے یہ جواب عرض کیا تو آبدیدہ ہو گیا اور کہنے لگا کہ آؤ ہم خود اُس کی بارگاہ میں جبینِ عقیدت جھکائیں۔ یہ مردِ خدا ایسا نہیں ہے جیسا کہ ہم نے خیال کیا تھا۔ اپنا شاہی لباس اپنے غلام ایاز کو پہنایا اور خود ایاز کے کپڑے پہن لیے۔ دس لونڈیوں کو غلاموں کا لباس پہنا کر آپ کے امتحان کی غرض سے خانقاہ شریف کا رُخ کیا۔ سب نے حاضر ہو کر سلام عرض کیا تو آپ نے سلام کا جواب دیا مگر تعظیم کے لیے نہ اُٹھے پھر آپ نے سلطان کی طرف توجہ کی اور ایاز کی طرف مطلق نگاہ نہ کی۔ سلطان محمودؒ نے عرض کیا کہ آپ سلطان کی تعظیم کیلئے نہیں اُٹھے۔ آپ نے ارشاد کیا کہ یہ سب کچھ جال ہے۔ محمودؒ نے کہا ہاں جال ہے مگر اس کا پرندہ آپ نہیں ہیں۔ پھر آپ نے محمودؒ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا، آگے آؤ، تم مقدم ہو۔ پس سلطان محمودؒ بیٹھ گیا اور عرض کیا کہ مجھے کچھ ارشاد فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ نامحرموں کو نکال دو۔ محمودؒ نے اشارہ کیا اور وہ لونڈیاں باہر چلی گئیں پھر عرض کیا کہ حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی حکایت ارشاد فرمائیے۔ آپ نے فرمایا سنو کہ اُنہوں نے فرمایا ہے جس نے مجھے دیکھا وہ بدبختی سے محفوظ ہو گیا۔ محمودؒ نے کہا کہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ تو بایزید سے زیادہ تھا۔ پھر ابوجہل اور ابولہب جنہوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کیوں شقی رہے۔ آپ نے ارشاد کیا۔ اے محمود! ادب کو ملحوظ رکھو اور اپنی بساط سے باہر پاؤں مت رکھو۔ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سوائے صحابہ کرام کے کسی نے نہیں دیکھا اس کی دلیل قرآن حکیم میں یوں ہے:

وَتَرٰهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ
لَا يُبْصِرُوْنَ (اعراف ۔ ع ۲۲)

"اور تُو اُن کو دیکھتا ہے کہ وہ چشمِ ظاہر سے تیری
طرف دیکھتے ہیں حالانکہ چشمِ بصیرت سے تجھے نہیں دیکھتے"

محمود! ابوجہل اور ابولہب نے حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو چشمِ ظاہر سے دیکھا جبکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے چشمِ باطن سے دیکھا۔ ابوجہل اور ابولہب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک یتیم کی حیثیت سے دیکھا جبکہ صحابہ کرامؓ نے آپ کو اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت سے دیکھا۔ یہ بات محمودؒ کے دل کو بہت اچھی لگی اور عرض کرنے لگا کہ مجھے نصیحت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ چار چیزوں کو اختیار کیجیے۔ پرہیزگاری، نماز باجماعت، سخاوت، خلقِ خدا پر شفقت۔

سلطان محمودؒ نے التجا کی کہ میرے لیئے دُعا فرمائیں۔ آپ نے ارشاد کیا کہ میں پانچوں وقت دُعا کرتا ہوں اللّٰھم اغفر للمومنین والمومنات (یا اللہ! مومنین و مومنات کے گناہ بخشدے)

Collection Of Advocate Showkat

سلطان نے کہا کہ خاص دعا فرمایئے۔ فرمایا۔ اے محمود! تیری عاقبت محمود ہو۔ اس کے بعد سلطان نے اشرفیوں کی تھیلی پیش کی۔ آپ نے جو کی ایک روٹی اُس کے آگے رکھ کر فرمایا کہ اسے کھایئے۔ سلطان چباتا تھا مگر حلق سے نیچے نہ اترتی تھی۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ تمہارا گلہ پکڑتی ہے۔ محمود نے کہا ہاں۔ فرمایا، تمہاری اشرفیوں کی تھیلی بھی اسی طرح میرا گلہ پکڑتی ہے اسے لے جاؤ۔ سلطان نے عرض کیا کہ مجھے اپنی کوئی یادگار مرحمت فرمایئے۔ آپ نے اپنا پیراہن عطا فرمایا۔ جب محمود واپس آنے لگا تو آپ اُس کی تعظیم کو اُٹھے۔ سلطان نے کہا کہ جب میں آیا تھا آپ نے کچھ التفات نہ کی اور اب تعظیم کیلئے کھڑے ہو گئے ہیں۔ فرمایا اُس وقت تو بادشاہی رعونت اور امتحان کی نخوت میں آیا تھا اور اب تو عاجزی و انکساری کا مجسمہ بن کر جا رہا ہے۔ لہذا میں تب تیری بادشاہی کیلئے نہ اُٹھا اور اب تیری درویشی کیلئے کھڑا ہو گیا۔ غرض سلطان وہاں سے چلا آیا اور جب سومنات کے مندر کو فتح کرنے کیلئے لشکر کشی کی اور شکست کا خطرہ پیدا ہونے لگا تو اضطراب و بیقراری کی حالت میں گوشۂ تنہائی میں آپکے پیراہن کو ہاتھ میں لیکر اور پیشانی زمین پر رگڑ کر یوں دعا کی:۔

الٰہی بآبروئے ایں خرقہ را بریں
کفار ظفر دہ کہ از ینجا غنیمت
بگیرم بدرویشاں بدہم۔

"خداوندا! اس خرقہ کے طفیل اور صدقے مجھے ان کافروں پر فتح دے۔ یہاں سے جو مال غنیمت ہاتھ آئیگا وہ سب کا سب درویشوں محتاجوں اور حاجتمندوں کو دیدوں گا۔"

اچانک لشکر کفار کی طرف سے رعد و ظلمت (آسمانی بجلی کی کڑک اور تاریکی) اس شدت سے نمودار ہوئی کہ انہوں نے ایک دوسرے کو ہی تہ تیغ کیا اور باقی ماندہ ادھر اُدھر بھاگ گئے۔ اس طرح اسلامی لشکر کو فتح و نصرت نصیب ہوئی۔ اُسی رات محمود نے خواب میں دیکھا کہ حضرت شیخ فرما رہے ہیں۔ اے محمود! تو نے ہمارے پیراہن کی قدر نہ کی، اگر تو اس وقت خدا تعالیٰ سے دعا کرتا کہ تمام کفار مسلمان ہو جائیں تو سب مسلمان ہو جاتے۔

② ایک روز حضرت شیخ عبداللہ داستانی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اُس وقت آپکے آگے ایک تھال پانی سے بھرا ہوا رکھا تھا۔ شیخ موصوف نے تھال میں ہاتھ ڈال کر ایک زندہ مچھلی نکال کر آپکے سامنے رکھ دی۔ آپ نے نظر کی تو سامنے ایک گرم تنور نظر پڑا۔ آپ نے اس میں ہاتھ ڈال کر زندہ مچھلی نکال لی اور فرمایا کہ پانی میں سے زندہ مچھلی کا نکالنا آسان کام ہے

مزا تو جب ہے کہ آگ سے نکالی جائے۔ شیخ نے کہا، آؤ ہم دونوں اس تنور میں کود پڑیں، پھر دیکھیں کہ کون زندہ نکلتا ہے۔ آپ نے فرمایا اے عبداللہ! آ، ہم اپنی نیستی میں چلے جائیں اور پھر دیکھیں کہ اس کی ہستی کے ساتھ کون نکلتا ہے۔ شیخ نے اس پر خاموشی اختیار کر لی۔

③ آپ کے ایک مرید نے درخواست کی کہ مجھے کوہِ لبنان میں جا کر قطبِ عالم کی زیارت کرنے کی اجازت عنایت فرمائیں۔ آپ نے اجازت دے دی۔ جب وہ مرید سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے لبنان پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ بہت سے لوگ ایک جنازہ سامنے رکھے قبلہ رُو بیٹھے ہیں۔ مرید نے پوچھا کہ نمازِ جنازہ کیوں نہیں پڑھتے۔ انہوں نے کہا کہ قطبِ عالم کا انتظار ہے، وہ ہر روز یہاں پانچوں وقت کی امامت کرتے ہیں۔ یہ سُن کر مرید خوش ہوا کہ اب زیارت ہو جائے گی۔ قطبِ عالم تشریف لائے اور امام بن کر نمازِ جنازہ ادا کی۔ مرید پر دہشت طاری ہو گئی اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب ہوش میں آیا تو لوگ مردہ کو دفنا چکے تھے اور قطبِ عالم تشریف لے جا چکے تھے۔ مرید نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ شخص کون تھا جو قطبِ عالم کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ حضرت ابوالحسن خرقانی ہیں۔ مرید نے پھر پوچھا کہ اب کب تشریف لائیں گے؟ لوگوں نے بتایا کہ اب دوسری نماز کے وقت جلوہ افروز ہوں گے۔ اس پر مرید رونے لگا اور کہا کہ میں اُن کا مرید ہوں، مجھے معلوم نہ تھا کہ قطبِ عالم وہی ہیں ورنہ یہ دُور دراز کا سفر اختیار نہ کرتا۔ تم میری سفارش کرنا کہ وہ مجھے خرقان لے چلیں۔ جب نماز کا وقت آیا، آپ تشریف لائے، امامت فرمائی اور جب سلام پھیرا تو مرید نے آپ کا دامن پکڑ لیا اور عرض کیا کہ میں پشیمان و شرمسار ہوں۔ خدارا مجھے بھی خرقان لے چلیں۔ آپ نے فرمایا کہ تجھے اس شرط پر خرقان لے چلتا ہوں کہ جو کچھ تو نے دیکھا ہے کسی پر ظاہر نہ کرے کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی ہے کہ اس جہان میں مجھے خلقت سے پوشیدہ رکھے چنانچہ مجھے سوائے بایزید بسطامی کے کسی مخلوق نے نہیں دیکھا۔

④ آپ سماع بالکل نہیں سُنتے تھے لیکن جب شیخ ابوسعید آپ کی زیارت کیلئے آئے تو کھانے سے فارغ ہونے کے بعد اجازت طلب کی کہ قوال کچھ گائیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہمیں سماع کی بالکل رغبت نہیں ہے مگر آپ کی موافقت اور دلجوئی کیلئے سُن لیتے ہیں۔ قوالوں نے ایک شعر پڑھا تو شیخ ابوسعید نے کہا اے شیخ اب وقت ہے کہ آپ اٹھیں۔ آپ اُٹھے اور اپنی آستین کو تین بار

حرکت دی اور سات مرتبہ قدم مبارک زمین پر مارا۔ خانقاہ کی تمام دیواریں آپ کی موافقت میں ہلنے لگیں۔ شیخ ابو سعید نے کہا۔ اے شیخ! اب بس کیجئے ورنہ خانقاہ کی تمام دیواریں خراب ہو جائیں گی اور قسم ہے خداوند ذوالجلال کی عزّت کی کہ زمین و آسمان بھی آپ کی موافقت میں رقص کرنے لگیں گے اس کے بعد آپ نے فرمایا اے ابو سعید! سماع اس شخص کیلئے جائز ہے جس کی نظر اوپر عرشِ معلیٰ تک اور نیچے تحت الثریٰ تک ہو اور پھر اپنے مریدوں سے ارشاد کیا کہ اگر تم سے کوئی دریافت کرے کہ رقص کیوں کرتے ہو تو یہ جواب دینا کہ ان لوگوں کی موافقت میں جو ہو گزرے ہیں اور وہ ایسے ہوا کرتے ہیں۔

(۵) ایک دفعہ حضرت شیخ ابو سعیدؒ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُس وقت آپکے ہاں جَو کی چند روٹیاں موجود تھیں جو آپ کی بیوی نے خود پکائی تھیں۔ لوگوں کا خاصا اجتماع تھا آپ نے اپنی بیوی سے فرمایا کہ ان روٹیوں پر چادر ڈال دو اور جتنی روٹیاں چاہو نکال نکال کر باہر بھیجتی رہو۔ بیوی نے ایسا ہی کیا، خادم روٹیاں لاتا رہا اور لوگ ذوق و شوق سے کھاتے رہے مگر وہ روٹیاں جوں کی توں باقی بچی رہیں، مگر جب آپ کی بیوی نے چادر اٹھا دی تو کوئی روٹی باقی نہ رہی۔ آپ نے بیوی سے کہا کہ تو نے غلطی کی، اگر تو چادر نہ اٹھاتی تو قیامت تک اسی طرح اس چادر کے نیچے سے روٹیاں نکلتی رہتیں اور خلقِ خدا کھاتی رہتی۔

(۶) شیخ بو علی سینا آپ کی شہرت سے متاثر ہو کر آپکی زیارت کیلئے حاضر ہوئے۔ جب آپ کے دولت خانہ پر پہنچے تو آپ ایندھن لانے کیلئے جنگل کی طرف گئے ہوئے تھے۔ آپ کی بیوی سے پوچھا کہ کب واپس تشریف لائیں گے، بیوی نے جواب دیا کہ تم کو ایسے زندیق کذّاب سے کیا کام ہے؟ اور بہت کچھ نازیبا اور غیر شائستہ باتیں کہیں۔ بو علی سینا کے دل میں خیال آیا جس کی بیوی ہی منکر ہے اس کا کیا حال ہوگا۔ پھر آپ کی زیارت کے لیے جنگل کی راہ لی ناگاہ دیکھا کہ آپ تشریف لا رہے ہیں اور درمنہ (جو ہری جوائن کی گھاس) کا گٹھا شیر پر لدا ہوا ہے۔ بو علی نے حیران ہو کر دریافت کیا کہ یا شیخ! یہ کیا حالت ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں ایسے بھیڑیے (یعنی بیوی کی بدزبانی) کا بوجھ نہ اٹھاؤں تو شیر میرا بوجھ کیسے اٹھائے گا۔

جب دولت خانہ پر واپس آئے تو بو علی بیٹھ گئے اور آپس میں بہت سی باتیں ہوئیں۔

آپنے دیوار بنانے کیلئے گارا تیار کیا ہوا تھا، فرمانے لگے میں نے دیوار بنانی ہے لہٰذا معذور سمجھیے۔ یہ فرما کر دیوار بنانے لگے۔ اچانک تیشہ آپکے ہاتھ سے گر پڑا۔ بوعلی سینا نے اٹھا کر پکڑانا چاہا مگر اس سے قبل ہی تیشہ آپکے ہاتھ میں پہنچ گیا۔ یہ دیکھ کر بوعلی سینا کے دل میں آپ کی عقیدت و محبت مزید مستحکم ہو گئی۔

آپ کی وفات مبارک کا وقت قریب آیا تو وصیت فرمائی کہ میری قبر تیس گز گہری کھودنا تاکہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر سے اونچی نہ رہے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اس کی وجہ یہ فرمائی کہ خرقان کی نسبت بسطام شہر پستی میں واقع تھا۔ اگر آپ کی قبر اونچی رہتی تو یہ ترکِ ادب ہوتا کہ پیر کی قبر نیچے اور مرید کی قبر بلند۔ ۱۰ محرم ۴۲۵ھ ۱۰۳۴ کو آپ کا وصال ہوا اور خرقان میں آخری آرامگاہ بنی جو آج تک مرجعِ خاص و عام ہے۔ یہ بات مشہور ہے کہ آپنے ارشاد فرمایا تھا جو شخص میرے مزار پر ہاتھ رکھ کر دعا مانگے گا وہ قبول ہو جائے گی۔ اور یہ بات بارہا تجربہ میں آچکی ہے حکیم الامت اقبال نے یوں ہی تو نہیں کہہ دیا۔ ؎

کیمیا پیدا کن از مشتِ گلے　　بوسہ زن بر آستانِ کاملے

ارشاداتِ قدسیہ

① ایک دن آپنے اپنے مریدوں سے پوچھا کہ کون سی چیز بہتر ہے؟ انہوں نے عرض کیا، یا شیخ! آپ ہماری نسبت زیادہ جانتے ہیں۔ آپنے فرمایا ”وہ دل بہتر ہے جس میں خدا کی یاد ہو“

② لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ صوفی کی کیا تعریف ہے؟ آپنے فرمایا ”صوفی وہ نہیں ہوتا جس کے پاس گدڑی اور جا نماز ہو اور رسوم و عادات صوفیوں جیسی رکھتا ہو بلکہ صوفی وہ ہوتا ہے جو نیست (فناہ، معدوم) ہو اور صوفی اُس دن ہوتا رہتا ہے جب اُس کو آفتاب کی حاجت نہ ہو اور اُس رات ہوتا ہے جب اُسے چاند اور ستاروں کی محتاجی نہ ہو اور ایسا نیست ہوتا ہے کہ ہستی کی حاجت نہ ہو۔

③ آپ سے پوچھا گیا کہ صدق کیا چیز ہے۔ فرمایا، صدق یہ ہے کہ دل سے بات کہے یعنی وہ بات کہے جو اس کے دل میں ہو (حکیم الامت علامہ اقبال نے اسی مضمون کو یوں ادا کیا ہے۔ ؎

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق　　یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق! قلندری)

(۴) آپ سے دریافت کیا گیا کہ مرد کس چیز سے اپنے آپ کو پہچانے کہ وہ جاگتا ہے، فرمایا، اس بات سے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرے تو سر سے قدم تک اُس کا تمام جسم یادِ الٰہی سے سے باخبر ہو۔

(۵) آپ سے پوچھا گیا کہ اخلاص کس چیز کا نام ہے۔ فرمایا۔ جو کچھ تو خدا کی رضا جوئی کیلئے کرتا ہے وہ اخلاص ہے اور جو کچھ لوگوں کی خوشنودی کیلئے کرتا ہے وہ ریا ہے۔

(۶) آپ سے دریافت کیا گیا کہ فنا، بقا میں کلام کرنے کا حق کس کا ہے، فرمایا، اُس شخص کا کہ جو ایک تار سے آسمان سے لٹکتا ہو اور ایسی تیز آندھی چلے کہ درختوں، عمارتوں اور ہر چیز کو تہہ و بالا کر دے، تمام پہاڑوں کو اکھیڑ دے اور تمام دریاؤں، صحراؤں اور سمندروں کو اُلٹ دے مگر اس کو اپنی جگہ سے نہ ہلا سکے۔

(۷) اُس شخص کے ساتھ ہرگز صحبت نہ رکھو جس کے سامنے تم خدا کا ذکر کرو اور وہ کچھ اور کہے۔

(۸) غم و اندوہ کی طلب کر یہاں تک کہ تیری آنکھ سے آنسو نکل پڑیں کیونکہ اللہ تعالیٰ رونے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

(۹) اگر کوئی شخص راگ گائے اور اس کی وساطت سے خدا کو طلب کرے وہ اس شخص سے بہتر ہے جو قرآن پڑھے اور اُس کے ذریعے سے خدا کو طلب نہ کرے۔

(۱۰) حضور سیّد عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث وہ شخص ہے جو آپ کے قول و فعل کی پیروی کرے نہ کہ وہ شخص جو کاغذ کو سیاہ کرے۔

(۱۱) حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ کچھ نہ چاہوں اس پر آپ نے فرمایا یہ بھی طلب ہے۔

(۱۲) آج چالیس سال ہو گئے ہیں کہ میں ایک ہی حالت میں ہوں اور اللہ تعالیٰ میرے دل کو دیکھتا ہے اور اپنے سوا کسی اور کو نہیں پاتا۔ مجھ میں غیر اللہ کیلئے کوئی شے باقی نہیں رہی اور نہ ہی میرے سینہ میں غیر کیلئے قرار رہا ہے۔

(۱۳) دنیا میں عالم و عابد بہت ہیں لیکن تجھے ایسا ہونا چاہیئے کہ تو صبح سے شام اور شام سے صبح اس طرح کرے جیسا کہ خدا تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔

⑭ چالیس سال سے میرا نفس ٹھنڈے پانی یا کھٹی چھاچھ (کھٹی لسی) کا ایک گھونٹ طلب کرتا ہے مگر اب تک میں نے اُس کو نہیں دیا۔

⑮ دلوں میں سب سے روشن دل وہ ہے کہ جس میں مخلوق نہ ہو اور کاموں میں سب سے اچھا کام وہ ہے جس میں مخلوق کا ڈر نہ ہو اور نعمتوں میں سب سے حلال وہ نعمت ہے جو تیری کوشش اور محنت سے ہو اور رفیقوں میں سب سے اچھا وہ رفیق ہے جس کی زندگی اللہ تعالیٰ کیلئے بسر ہو۔

⑯ مجھے تین چیزوں کی غایت (انتہا) معلوم نہیں ہوئی۔ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات، نفس کا مکر، معرفت۔

⑰ میں نے خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ آواز سنی۔ میرے بندے! اگر تو علم کے ساتھ میرے سامنے آئے گا تو تجھے خوش کر دوں گا۔ اگر حاجت و فقر کے ساتھ آئے گا تو تجھے تونگر (امیر) کر دوں گا اور جب تو اپنے آپ سے بالکل دست بردار ہو جائے گا۔ تو پانی اور ہوا کو تیرے مطیع کر دوں گا۔

⑱ میں نے پایا دو چیزوں کو دو چیزوں میں، عافیت تنہائی میں اور سلامتی خاموشی میں۔

⑲ تمام مسلمان نماز پڑھتے ہیں اور روزے رکھتے ہیں مگر مرد وہ ہے کہ ساٹھ سال کی عمر تک اُس کے نامۂ اعمال میں فرشتے کو کوئی ایسی بات نہ لکھنی پڑے کہ جس کے سبب اُسے اللہ تعالیٰ سے شرمندہ ہونا پڑے اور اُس کے لیے لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو ایک لمحہ بھی فراموش نہ کرے (آپکے اس قول میں فلسفہ یہ ہے کہ جو مسلمان ساٹھ سال کی عمر تک تقویٰ و پرہیزگاری کے سبب گناہ سے بچا رہے گا تو اُسکے بعد اُس سے گناہ سرزد ہونے کی قوت ہی سلب ہو جاتی ہے اور اس پر نیکی کی قوت غالب آ جاتی ہے اور بدی کی قوت ناپید ہو جاتی ہے۔ قصوری)

⑳ تین مقام ایسے ہیں کہ جہاں پر فرشتے اولیاء اللہ سے بہت زیادہ دہشت کھاتے ہیں۔ موت کا فرشتہ اُن کی جان نکالتے وقت، کراماً کاتبین اُن کے عمل لکھنے کے وقت اور منکر نکیر اُن سے سوال کے وقت۔

㉑ ایک روز اللہ تعالیٰ نے مجھے آواز دی کہ جو بندہ تیری مسجد میں آئے گا، دوزخ کی آگ اُس پر حرام ہو گی اور جو کوئی تیری زندگی یا تیری رحلت کے بعد تیری مسجد میں دو رکعت نماز پڑھے گا قیامت کے دن عابدوں کے گروہ میں اُٹھے گا۔

(۲۲) خدا تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں جو رات کو تنگ و تاریک گھر میں سوتے ہیں اور لحاف منہ پہ ہوتا ہے تو آسمان کے ستاروں اور چاند کی سیر کو دیکھتے ہیں۔ لوگوں کی اس اطاعت اور گناہ کو دیکھتے ہیں جو فرشتے آسمان پر لے جاتے ہیں اور لوگوں کے رزقوں کو دیکھتے ہیں جو آسمان سے زمین پر آتے ہیں اور اُن فرشتوں کو دیکھتے ہیں جو آسمان سے زمین پر آتے ہیں اور پھر آسمان پر چلے جاتے ہیں اور آفتاب کو دیکھتے ہیں جو کہ زمین میں گزرتا ہے۔

(۲۳) دین کو شیطان سے اتنا اندیشہ نہیں جتنا کہ دنیا پرست عالم اور بے علم زاہد سے۔

(۲۴) بہت سے آدمی ایسے ہیں کہ زمین پر چلتے ہیں لیکن مردہ ہیں اور بہت سے آدمی ایسے ہیں کہ وہ زمین کے اندر سوتے ہیں مگر وہ زندہ ہیں (حضرت سلطان باہوؒ نے اس حقیقت کو کس حسین انداز میں بیان فرمایا ہے ؎

اِک جاگن اِک جاگ نہ جانن اِک جاگدیاں ای سُتے ہُو۔
اِک سُتیاں ای جا واصل ہوئے جنہاں کھوہ پریم دے جُتّے ہُو۔ قسوری)

(۲۵) کاش کہ جنّت اور دوزخ کا وجود نہ ہوتا تاکہ یہ معلوم ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ کے پرستاروں کی تعداد کتنی ہے اور دوزخ سے بچنے کیلئے کتنے بندے اُس کی عبادت کرتے ہیں۔

۸

حضرت شیخ ابوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ

فارمد نزد طوس شہر — سنہ ۴۳۴ھ / سنہ ۱۰۴۳ء — سنہ ۴۷۷ھ / سنہ ۱۰۸۴ء — طوس (ایران)

قطعۂ تاریخ وصال

شیخ ابوعلی تھے وہ سلطانِ اولیاء — روشن ہے جن سے طوس و خراسان کی ہر گلی
سایہ فگن رہیں اپنے مریدوں پہ بالیقیں — "شیریں کلام عالی مناقب ابوعلی"

۱۰۸۴ء

(صابر براری، کراچی)

حضرت شیخ ابو علی فارمدی طوسی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسم گرامی فضل بن محمد بن علی اور کنیت ابو علی ہے۔ آپ ۴۳۴ھ میں طوس کے نواحی گاؤں فارمد میں پیدا ہوئے جس کی نسبت سے فارمدی کہا جاتا ہے۔

آپ نے فقہ امام ابو حامد غزالی کبیرؒ سے پڑھی اور ابو عبداللہ بن باکو شیرازی، ابو منصور تمیمی، ابو حامد غزالی کبیر، ابو عبدالرحمان نیلی، ابو عثمان صابونی (رحمۃ اللہ علیہم) سے سماعِ حدیث کیا۔ وعظ و تذکیر میں آپ حضرت امام ابوالقاسم قشیریؒ صاحبِ رسالہ قشیریہؒ کے شاگرد ہیں۔ علمِ باطن میں آپ کا انتساب دو طریقوں سے ہے۔ ایک حضرت شیخ ابوالحسن خرقانیؒ سے اور دوسرے حضرت امام ابوالقاسم گرگانیؒ سے۔ یہ دونوں بزرگ اپنے زمانے کے قطب اور پیشوائے مشائخ تھے۔

آپ نے اپنی تعلیم کی داستان یوں بیان فرمائی ہے:۔

"میں اوائلِ عمری میں نیشاپور میں تعلیم حاصل کر رہا تھا تو کسی نے بتایا کہ حضرت شیخ ابو سعید بن ابی الخیر قدس سرہٗ تشریف لائے ہوئے ہیں اور وعظ فرماتے ہیں۔ میں شوقِ زیارت سے بیتاب ہو کر اُن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُن کے مقدس اور نورانی چہرے پر پہلی نظر پڑتے ہی دل و جان سے شیدا ہو گیا اور حضرات صوفیہ کرام کی محبت میرے دل میں پہلے سے بھی زیادہ ہو گئی۔"

ایک ہی بار ہوئیں وجہ بربادیٔ دل
التفات اُن کی نظروں نے دوبارہ نہ کیا

ایک روز میں مدرسہ میں اپنے کمرہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ میرے دل میں حضرت شیخ ابو سعید کی زیارت کی تمنا پیدا ہوئی اور وہ وقت شیخ کے باہر نکلنے کا نہ تھا میں نے صبر کرنا چاہا مگر نہ ہو سکا۔ ناچار اُٹھ کر باہر آیا اور جب چوراہا میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ حضرت شیخ ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ تشریف لے جا رہے ہیں۔ میں بھی ان کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ شیخ ایک جگہ پر پہنچ کر تشریف فرما ہو گئے تو میں بھی ایک کونہ میں خاموشی سے بیٹھ گیا جہاں حضرت شیخ کی نظر مجھ پر نہ پڑتی تھی۔ محفل سماع شروع ہوئی اور شیخ کو وجد آ گیا اور حالتِ وجد میں شیخ نے اپنے کپڑے تار تار کر دیئے۔ جب سماع سے فارغ ہوئے تو پھٹے ہوئے کپڑے اتار ڈالے۔ شیخ نے ایک آستین علیحدہ کر لی اور آواز دی کہ ابو علی طوسی کہاں ہیں؟ میں نے خیال کیا کہ شیخ تو مجھے دیکھتے اور جانتے بھی نہیں شاید اُن کے مرید کا نام ابو علی ہو گا۔ بدیں وجہ میں بالکل خاموش رہا۔ شیخ نے دوسری آواز دی تو پھر بھی میں خاموش رہا۔ تیسری بار آواز دی تو لوگوں نے کہا کہ شیخ تم کو جانتے ہیں اس لیے تمہیں ہی بلا رہے ہیں۔ میں اُٹھ کر شیخ کے سامنے آیا تو شیخ نے وہ آستین مجھے مرحمت فرمائی اور فرمایا کہ یہ تیرا حصہ ہے۔ میں نے وہ کپڑا لیا اور آداب بجا لایا اور اُسے لیجا کر ایک محفوظ جگہ میں رکھ دیا۔ میں ہمیشہ حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا اور اُن سے فیض و برکات حاصل کرتا رہا۔ اُن کی صحبت سے بہت فائدے اور روشنی ظاہر ہوئی اور حالات وارد ہوئے۔

جب شیخ نیشاپور سے تشریف لے گئے تو میں استاد امام ابو القاسم قشیریؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُن سے وہ تمام حالات بیان کیے جو مجھ پر وارد ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا اے لڑکے! جا، علم حاصل کرنے میں مصروف رہ۔ مگر وہ روشنی جو شیخ ابو سعید کی صحبت سے ملی تھی روز بروز زیادہ ہوتی جا رہی تھی۔ میں تین سال تک مزید علم حاصل کرتا رہا یہاں تک کہ ایک روز میں نے جب قلم دوات سے نکالا تو سفید نکلا۔ میں حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام معاملہ عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اب علم تجھ سے دستبردار ہو گیا ہے لہذا تو بھی اُس سے الگ ہو جا اور طریقت کے کام میں مصروف ہو جا۔

چنانچہ میں اپنا سامان مدرسہ سے خانقاہ میں لے آیا اور حضرت امامؒ کی خدمت بابرکت میں رہنے لگا۔ ایک روز حضرت امامؒ حمام میں نہا رہے تھے اور کوئی اور آس پاس نہ تھا۔ میں نے جا کر چند ڈول پانی کے حمام میں ڈالے۔ جب حضرت امامؒ نہا کر باہر نکلے تو نماز پڑھ کر پوچھا کہ کون شخص تھا جس نے حمام میں پانی ڈالا۔ میں اس خوف سے کہ کہیں خلافِ مرضی ہو خاموش رہا۔ آپ نے پھر پوچھا میں تب بھی خاموش رہا جب آپ نے تیسری بار پوچھا تو میں نے عرض کیا کہ یہ خادم تھا۔ حضرت امامؒ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابو علیؒ! جو کچھ میں نے ستّر سال میں پایا تو نے پانی کے ایک ڈول سے پا لیا۔ کچھ عرصہ میں حضرت امامؒ کی خدمت میں مجاہدہ کرتا رہا۔ ایک روز مجھ پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ میں اس میں گم ہو گیا۔ میں نے یہ واقعہ حضرت امامؒ سے عرض کیا تو فرمایا۔ اے ابو علیؒ! سلوک میں میری بھاگ دوڑ اس مقام سے اُوپر نہیں اور جو کچھ اس مقام سے اُوپر ہے مجھے وہاں تک رسائی کا راستہ معلوم نہیں۔ یہ سُن کر میں نے اپنے دل میں سوچا کہ مجھے ایسے شیخ، پیر و مرشد اور راہنما کی ضرورت ہے جو اس مقام سے اُوپر لے جائے۔ چونکہ میری حالت روز افزوں تھی اور میں حضرت شیخ ابو القاسم گرگانیؒ کا نام سُنا ہوا تھا لہذا طوس کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو اپنے مریدوں کے ہجوم کے ساتھ مسجد میں جلوہ افروز تھے۔ میں دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ کر حاضرِ خدمت ہوا۔ آپ مراقبہ میں تھے، سر اٹھا کر فرمایا، ابو علیؒ! آؤ، کیا چاہتے ہو؟ میں سلام کر کے اُن کے حضور بیٹھ گیا اور اپنے تمام حالات اور قلبی واردات عرض کیے۔ آپ نے فرمایا تمہیں یہ ابتدا مبارک ہو ابھی تم کسی مرتبہ پر نہیں پہنچے ہاں اگر تربیّت پاؤ گے تو بڑے درجہ پر پہنچ جاؤ گے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میرے پیر یہی ہیں اور وہیں قیام کیا۔ انہوں نے مدتوں تک مجھ سے طرح طرح کی ریاضت و مجاہدہ کرایا۔ بعد ازاں اپنی صاحبزادی کا نکاح مجھ سے کر دیا۔ ابھی آپ نے مجھے وعظ گوئی کی اجازت نہ بخشی تھی کہ ایک روز شیخ ابو سعیدؒ اپنے گاؤں میہنہ سے طوس تشریف لائے ہوئے تھے۔ میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا، ابو علیؒ! وہ وقت آ گیا ہے

کہ تم طوطیٔ شیریں مقال کی طرح باتیں کروگے۔ اس کے چند دن بعد ہی شیخ ابوالقاسم نے مجھے وعظ کہنے کی اجازت بخش دی اور شیخ ابو سعید کے ارشاد کا مطلب مجھ پہ افشاء ہو گیا۔"

اس کے بعد آپ طوس سے نیشاپور تشریف لے گئے، اور اپنے پُر تاثیر وعظ کی وجہ سے امراء بالخصوص نظام الملک کے ہاں بے حد شرفِ قبولیت حاصل کیا۔ کہتے ہیں کہ آپ کو جو کچھ ملتا تھا وہ صوفیہ کرام پر خرچ کر دیتے تھے۔ آپ صوفیہ کرام و غرباء کے مرجع اور لسان الوقت تھے ابنِ سمعانی کا قول ہے کہ ابو علیؒ لسانِ خراسان و شیخ خراسان تھے اور اپنے اصحاب و مریدین کی تربیت میں طریقۂ حسنہ رکھتے تھے۔ آپ کے وعظ کی مجلس گویا ایک باغ ہوتا تھا جس میں طرح طرح کے پھول کھلے ہوئے ہوں۔ امام غزالی آپ کے مریدوں میں تھے۔

آپ کی وفات ۴ ربیع الاوّل سنہ ۴۷۷ھ / ۱۰۹۴ بعمر شریف ۴۳ سال ہوئی۔ مزار مقدس طوس میں مرجعِ خاص و عام ہے۔

* * *

Collection Of Advocate Showkat

۹

حضرت خواجہ یُوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

بوزنجرد نزد ہمدان	سنہ ۴۴۱ھ سنہ ۱۰۴۹ء	○	سنہ ۵۳۶ھ سنہ ۱۱۴۲ء	بامئین (تاجیکستان، روس) مرو

قطعہ تاریخ وصال

رہبر و رہنمائے فقر و سلوک　　غیر ممکن ہے آج اُنکی مثال
آپ ہمعصرِ غوثِ اعظم تھے　　"خواجہ یُوسف جمالِ بدرِ کمال"

۱۱۴۲ء

(صابر براری، کراچی)

حضرت خواجہ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نامِ نامی اسمِ گرامی یوسف بن ایوب اور کنیت ابو یعقوب تھی۔ آپ کی ولادت باسعادت سنہ ۴۴۱ھ میں موضع بوزنجرد (ہمدان کے نواحی دہ) میں ہوئی۔ اٹھارہ برس کی عمر میں بغداد میں آئے ابو اسحاق شیرازیؒ کی صحبت اختیار کرکے فقہ پڑھی۔ یہاں تک کہ اصولِ فقہ و مذہب و خلاف میں مہارتِ تامہ حاصل ہو گئی۔ قاضی ابو الحسین محمدؒ بن علی بن مہتدی باللہؒ، ابو الغنائم عبدالصمد بن علی بن مامونؒ، ابو جعفر بن احمد بن مسلمؒ وغیرہ سے سماعِ حدیث کیا اور اصفہان و سمرقند کے مشائخؒ حدیث سے بھی استفادہ کیا بلکہ بعد ازیں سب کو ترک کرکے عبادت و ریاضت و مجاہدہ کو مطمعِ نظر اور مقصدِ وحید بنا لیا۔ تصوف میں آپکا انتساب حضرت ابو علی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ اصفہان میں شیخ عبداللہ جوینی نیشاپوری اور اور شیخ حسن سمنانی سے بھی خرقۂ خلافت اور فیوض و برکات حاصل کئے۔ ان سب کے بعد حضرت ابو علی فارمدی کی خدمت میں فقر و سلوک کی منزلیں طے کیں۔

آپ عالم، عامل، عارف، زاہد، پرہیزگار، عابد، صاحبِ حال اور صاحبِ کرامت تھے۔ اپنے وقت کے سرکردہ مشائخ میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ خراسان میں مریدوں کی تربیت آپ جیسی کسی نے نہ کی۔ آپ کی مجلس میں علماء، فقہاء و صلحاء کا بہت بڑا اجتماع رہتا تھا۔ سب لوگ آپ کے ارشاد و کلام سے استفادہ کرتے تھے۔ آپ ساٹھ سال سے زیادہ عرصہ تک مسندِ رشد و ہدایت پر متمکن رہے۔ کچھ عرصہ کوہِ زرا (خراسان کے نواح) میں بھی مقیم رہے اور سوائے نمازِ جمعہ کے کبھی باہر نہ نکلتے تھے۔

آپ کے خلفاء میں سے چار کو بڑی شہرت ملی۔ خواجہ عبدالخالق غجدوانی، خواجہ احمد یسوی، خواجہ احمد اندراقی اور عبداللہ برقی۔ مرو میں آپ کا قیام کافی عرصہ تک رہا۔ وہاں آپ کی خانقاہ میں جس قدر طالبانِ خدا

تھے کسی دوسری خانقاہ میں نہ تھے۔ مرو سے آپ ہرات تشریف لائے، کچھ عرصہ بعد پھر ہرات سے مرو چلے گئے۔ بعد ازاں دوبارہ ہرات کو اپنا مسکن بنا لیا، کچھ مدت بعد پھر مرو چلے گئے۔ یہ آپکا آخری سفر تھا۔

حضرت خواجہ یوسف ہمدانیؒ کی طرح حضور سیدنا غوث الاعظمؒ بھی اٹھارہ سال کی عمر میں حصول علم کیلئے اپنے وطن سے بغداد تشریف لائے تھے۔ جب آپ تحصیل علم سے فارغ ہو چکے تو ایک روز حضرت خواجہ یوسف ہمدانیؒ سے اُن کی ملاقات ہوئی، جسے انہوں نے یوں سپرد قلم فرمایا ہے:

"بغداد میں ایک شخص ہمدان سے آیا جسے یوسف ہمدانیؒ کہتے تھے اور کہا جاتا تھا کہ وہ قطب ہیں۔ وہ ایک مسافر خانے میں اُترے۔ جب میں نے یہ حال سُنا تو مسافر خانے میں گیا مگر اُن کو نہ پایا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ سرداب میں ہیں، پس میں وہاں پہنچا تو مجھے دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور اپنے پاس بٹھایا میرے تمام حالات مجھ سے ذکر کئے اور میری تمام مشکلات کو حل فرمایا۔ پھر مجھ سے یوں ارشاد فرما ہوئے، "اے عبدالقادر! تم لوگوں کو وعظ سنایا کرو" میں نے عرض کیا، آقا! میں عجمی ہوں، اہل بغداد کی فصاحت و بلاغت کے سامنے میری گفتگو کی کیا حیثیت ہے؟ یہ سُن کر آپ نے فرمایا کہ تم کو اب فقہ، اصول فقہ، اختلاف مذاہب، نحو، لغت اور تفسیر قرآن یاد ہے۔ تم میں وعظ کہنے کی صلاحیت و قابلیت موجود ہے۔ بر سر منبر لوگوں کو وعظ سنایا کرو کیونکہ میں تم میں ایک جڑ دیکھ رہا ہوں جو عنقریب درخت ہو جائے گا۔"

اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ خواجہ یوسف ہمدانی اُن مشائخ کبار میں سے ہیں جنکی صحبت میں حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ جیسے لوگ بھی حاضر ہوتے رہتے ہیں۔ ایک روز ایک درویش حضرت خواجہ یوسف ہمدانیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ میں ابھی ابھی شیخ احمد غزالیؒ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، وہ درویشوں کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ اسی اثنا میں ان کو غیبت (استغراق) ہو گئی۔ اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ ابھی ابھی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں اور میرے منہ میں لقمہ کھلایا ہے۔ یہ سن کر حضرت خواجہ ابو یوسف نے فرمایا

تلك خیالات تربی بها اطفال الطریقة یعنی یہ خیالات ہیں کہ جن سے اطفالِ طریقہ پرورش کئے جاتے ہیں یعنی یہ ابتدائے کشود کی باتیں ہیں۔

کرامات

(۱) ایک دفعہ ایک عورت روتی پیٹتی آپ کے پاس آئی اور عرض کیا کہ فرنگی میرے لڑکے کو پکڑ کر لے گئے ہیں۔ دُعا فرمایئے کہ وہ آجائے۔ آپ نے فرمایا، صبر کر اور گھر واپس جا کر دیکھ تیرا لڑکا تو گھر میں موجود ہے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے یوں دُعا فرمائی:

"اللّٰھم فك اسرہ وعجل فرجه"

"خدایا اس کی بیڑی توڑ دے اور اس کا غم جلد ہی دور کر۔"

وہ عورت جب واپس آئی تو دیکھا کہ واقعی اس کا لڑکا گھر میں موجود تھا۔ لڑکے سے حال دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ میں ابھی قسطنطنیہ میں قید تھا، پہریدار میرے ارد گرد موجود تھے کہ ناگاہ ایک نامعلوم شخص آیا اور مجھ کو آنکھ جھپکتے ہی گھر میں پہنچا دیا۔ اُس عورت نے آپ کے پاس آکر تمام واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تجھے حکم خدا سے تعجب آتا ہے۔

(۲) ایک دفعہ آپ وعظ فرما رہے تھے، وعظ کی تاثیر سے تمام مجمع مسحور تھا۔ دو فقیہہ بھی حاضرین میں موجود تھے۔ وہ یہ منظر برداشت نہ کر سکے اور آپ سے کہنے لگے "چُپ رہو کہ تم بدعتی ہو"۔ آپ نے ارشاد کیا، "تم خاموش رہو کہ تمہیں موت آنے والی ہے"۔ چنانچہ وہ دونوں اُسی وقت اُسی جگہ مر گئے۔

(۳) ایک دفعہ آپ مدرسہ نظامیہ بغداد میں وعظ فرما رہے تھے کہ ایک فقیہہ ابنِ سقّا نامی اُٹھا اور کوئی مسئلہ پوچھا۔ آپ نے فرمایا، "بیٹھ جا کہ تیری گفتگو سے بُوئے کفر آتی ہے اور تیری موت دینِ اسلام پر نہ ہو گی"۔ کچھ مدت بعد خلیفۂ وقت کے پاس شاہِ روم کا سفیر آیا تو اُس فقیہہ کی نشست و برخاست اُس کے ساتھ ہو گئی اور نصرانیت سے متاثر ہو گیا۔ آخر کار اُس نے سفیر سے التجا کی کہ مجھے اپنے ساتھ لے چلو، میں دینِ اسلام چھوڑ کر عیسائیت اختیار کرنا چاہتا ہوں۔ وہ اُسے اپنے ساتھ روم لے گیا۔ چنانچہ وہ فقیہہ شاہِ روم سے ملا، اور عیسائی ہو گیا اور عیسائی ہی مرا۔ کہتے ہیں کہ ابنِ سقّا قاری و حافظ قرآن تھا۔ مرضِ موت میں ایک شخص نے اُسے قسطنطنیہ میں دیکھا کہ ایک دکان میں لیٹا ہوا ہے اور ہاتھ میں ایک پرانا پنکھا ہے جس سے وہ اپنے چہرے سے مکھیاں اُڑا رہا ہے۔

اس حالت میں اس سے پوچھا گیا کہ کیا تمہیں کچھ قرآن یاد ہے؟ بولا کہ نہیں سب کچھ بھول گیا ہے صرف یہ آیت یاد ہے۔

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ (سورہ حجر۔ ع ۱)

"بہت وقت کفار آرزو کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔"

سچ کہا ہے کسی نے ؎ جراحتے کہ ز تیغ زبان رسد بردل
بہ ہیچ مرہمے راحت نکو نخواہد شد

؎ چوں خدا خواہد کہ پردۂ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں زند

آپکی وفات: ۱۷؍ رجب سنہ ۵۲۶ھ ۱۱۳۲ء بعمر شریف ۹۵ برس ہرات اور بغشور کے درمیان موضع بارمئین میں ہوئی اور وہیں سپرد خاک ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد آپ کے ایک مرید خاص شیخ ابن النجار (بعض جگہوں پر ابن التجار بھی لکھا ہے) نے آپ کے جسد مبارک کو شہر مرو میں لیجا کر دفن کر دیا جہاں آج مزار مقدس موجود ہے۔ آپ کی کئی ایک تصانیف ہیں جن میں سے صرف زینت الحیات[۱] منازل السالکین[۲] اور منازل السائرین[۳] کے نام معلوم ہو سکے ہیں۔

ارشادات قدسیہ

① سماع ایک سفیر ہے حق تعالیٰ کی طرف اور ایلچی ہے حق تعالیٰ کی طرف سے۔ وہ ارواح کی خوراک، اجسام کی غذا قلوب کی زندگی اور اسرار کی بقا ہے۔ وہ پردہ کے پھاڑنے والا اور بھید کے ظاہر کرنے والا ہے اور برق درخشاں اور آفتاب تاباں ہے۔ وہ دنیا میں ہر کلمہ، ہر لحظہ، ہر تدبّر و تفکّر، ہر ہوا کے جھونکے، ہر درخت کی حرکت اور ہر ناطق کے نطق سے ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تو اہل حقیقت کو سماع میں سرگشتہ و حیران، مقیّد و اسیر اور صاحب خشوع و مست دیکھتا ہے۔

② اللہ تعالیٰ نے اپنی زیبائی کے نور سے ملائکہ مقربین میں سے ستّر ہزار فرشتے پیدا کیے۔ اور اُن کو اپنی بارگاہ میں عرش و کرسی کے درمیان کھڑا کیا۔ اُن کا لباس "سبز صوف" ہے اور ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی مانند چمکتے ہیں۔ وہ اپنی پیدائش کے وقت سے حالت وجد میں سرگشتہ و حیران اور فروتن و مست کھڑے ہیں اور شیفتگی کی شدت کے سبب سے رکن عرش سے کرسی تک دوڑتے ہیں پس وہ اہل آسمان کے صوفیہ اور نسبتوں کے لحاظ سے ہمارے بھائی ہیں۔

اسرافیل ان کے قائد و مرشد اور جبریل اُن کے رئیس و متکلّم ہیں اور حق تعالیٰ اُن کا انیس و ملیک ہے پس اُن پر سلام و تحیّہ و اکرام ہو۔

(۳) تم خدا تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھو۔ اگر یہ میسّر نہ آئے تو اُس شخص کے ساتھ صحبت رکھو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھتا ہے۔

(۴) آپ سے لوگوں نے پوچھا کہ جب اہل اللہ ہم سے رُوپوش ہو جاتے ہیں تو ہمیں کیا کرنا چاہیئے تاکہ ہم سلامت رہ سکیں۔ آپ نے فرمایا " کہ اُن کی باتیں دہراتے رہو "

* * *

(۱۰)

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ

غجدوان نزد بخارا ۴۳۵ھ ۱۰۴۴ء ○ ۵۷۵ھ ۱۱۷۹ء غجدوان نزد بخارا

قطعۂ تاریخِ وصال

عمر بھر آپ نے فرمائی ہے دیں کی تبلیغ — ہم پہ اللہ کا انعام ہیں عبدالخالق
ہے بزرگوں کی روایت سے یہ روشن صابرؔ — "حامیِ داعیِ اسلام ہیں عبدالخالق"

۱۱۷۹ء

(صابرؔ براری، کراچی)

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی رح کے خلیفۂ اعظم، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے سردار اور طبقۂ خواجگان کے سرِ دفتر ہیں۔ آپ ہمیشہ راہِ صدق وصفا، متابعتِ شرع وسنتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور مخالفتِ بدعت وہوا میں ساعی وکوشاں رہے۔ آپکی ولادت ۲۲ر شعبان ۴۳۵ھ / ۱۰۴۴ء کو غجدوان میں ہوئی۔

آپکے والدِ گرامی قدر کا نام عبدالجمیل یا عبدالجلیل ہے جو امام عبدالجمیل (یا عبدالجلیل) کے نام سے مشہور ومتعارف تھے۔ وہ اپنے وقت کے مقتدر پیشوا، عالمِ ظاہر وباطن اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی اولادِ امجاد میں سے تھے۔ چونکہ اُن کی شادی رُوم کے شاہی خاندان میں ہوئی تھی۔ اس لیے روم میں رہا کرتے تھے اور حضرت خضر علیہ السلام کے صحبت دار تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اُن کو بشارت دی تھی کہ تمہارے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ اس کا نام عبدالخالق رکھنا۔ حوادثِ روزگار کے سبب روم سے نکل کر ماوراء النہر کی طرف نکلے اور ولایتِ بخارا میں پہنچکر بخارا سے چھ فرسنگ (اٹھارہ میل) کے فاصلے پر غجدوان میں سکونت پذیر ہوئے۔ جہاں آفتابِ طریقت اور ماہتابِ معرفت خواجہ عبدالخالق متولد ہوئے اور پرورش پائی۔

حضرت خواجہ عبدالخالق رح نے تعلیم حضرت شیخ صدرالدین قاضی بخارا سے پائی اور اجازتِ ذکرِ خفی وذکرِ نفی واثبات حضرت خضر علیہ السلام سے پائی۔ حضرت خواجہ خواجگان خواجہ بہاؤالدین نقشبند بخاری قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جس روز خواجہ عبدالخالق اپنے استاد شیخ صدرالدین کے

حضور تفسیر پڑھ رہے تھے تو جب اس آیت پر پہنچے ؛

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ (اعراف ۔ ع۷)

"تم اپنے رب کو زاری اور پوشیدگی کے ساتھ پکارو تحقیق وہ حد سے زیادہ تجاوز کرنیوالوں کو دوست نہیں رکھتا"

تو آپ نے استاد سے پوچھا کہ اس پوشیدگی کی حقیقت اور اُس کا طریقہ کیا ہے؟ اگر ذاکر بلند آواز سے ذکر کرے یا ذکر کرتے وقت اعضاء سے حرکت کرے تو غیر شخص اُس ذکر سے واقف ہو جاتا ہے اور اگر دل سے کرے تو بحکم حدیث شریف الشیطان یجری من الانسان مجری الدم (ابوداؤد) (شیطان انسان میں خون کی طرح چلتا ہے) شیطان ذکر سے واقف ہو جاتا ہے۔ اُستاد نے فرمایا کہ یہ علم لدنی ہے، اگر خدا نے چاہا تو اہل اللہ میں سے کوئی تمہیں مل جائے گا اور بتا دے گا۔ اس کے بعد آپ اولیاء اللہ کی تلاش میں رہے یہاں تک کہ ایک روز حضرت خضر علیہ السلام سے شرف ملاقات حاصل ہوا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے تمہیں اپنی فرزندی میں قبول کیا اور تمہیں ایک سبق بتاتا ہوں، اُسے ہمیشہ دُہراتے رہنا تم پر اسرار کھل جائیں گے پھر وقوف عددی کی تعلیم دی اور فرمایا کہ حوض میں اترو، غوطہ لگاؤ اور دل سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہو۔ آپ نے اسی طرح کیا اور اس ورد میں مشغول و مصروف رہے، یہاں تک کہ بہت سے اسرار کھل گئے۔ بعد ازاں جب حضرت یوسف ہمدانی بخارا میں تشریف لائے تو جب تک ان کا قیام بخارا میں رہا۔ اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر فیوض و برکات حاصل کرتے رہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام آپ کے پیر سبق ہیں اور حضرت خواجہ یوسف ہمدانی پیر صحبت و پیر خرقہ۔ اگرچہ خواجہ یوسف ہمدانیؒ اور اُن کے مشائخ ذکر بالجہر کیا کرتے تھے لیکن چونکہ آپکو ذکر خفی کی تلقین حضرت خضر علیہ السلام سے تھی بدیں وجہ حضرت خواجہ یوسف ہمدانیؒ نے اس میں ردّ و بدل نہیں کیا بلکہ فرمایا کہ جس طرح تمہیں تلقین ہوئی ہے کیئے جاؤ۔

آپ نے اپنی بعض تحریروں میں ذکر کیا ہے کہ جب حضرت خضر علیہ السلام نے مجھے حضرت خواجہ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کیا تو اُس وقت میری عمر بائیس (۲۲) سال کی تھی، ایک مدت کے بعد حضرت خواجہ ابو یوسفؒ خراسان میں آ گئے تو آپ ریاضات و مجاہدات میں مشغول ہو گئے اور اپنے حالات پوشیدہ رکھا کرتے تھے۔ ملک شام میں بہت سے لوگ آپ کے مرید ہو گئے اور وہاں خانقاہ د

آستانہ بن گیا۔

ایک روز ایک درویش نے آپکی خدمت میں عرض کیا کہ اگر خدا تعالیٰ مجھے یہ اختیار دے کہ دوزخ و بہشت میں سے ایک کو اختیار کر لے تو میں دوزخ کو اختیار کروں گا۔ کیونکہ میں تمام عمر اپنے نفس کی خواہش پر نہیں چلا اور اُس صورت میں بہشت میرے نفس کی مراد ہوگی۔ آپ نے اُس درویش کی بات کی تردید کی اور فرمایا کہ بندے کو اختیار سے کیا کام؟ جہاں مالک بھیجے چلا جائے اور جہاں ٹھہرائے ٹھہر جائے۔ بندگی اسی چیز کا نام ہے نا کہ جو تم کہہ رہے ہو۔ اُس درویش نے پوچھا کہ سالکانِ طریقت پر شیطان کا غلبہ ہوتا ہے کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا جو سالک مقامِ فنائے نفس کو نہ پہنچا ہو۔ غصہ کے وقت شیطان اُس پر قابو پاتا ہے لیکن جو اُس مقام پر پہنچ گیا ہو اُس کو غصہ نہیں آتا بلکہ غیرت آتی ہے اور جہاں غیرت ہوتی ہے وہاں سے شیطان بھاگ جاتا ہے اور یہ صفت اُس شخص میں ہوتی ہے جو کتاب اللہ کو دائیں ہاتھ میں اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بائیں ہاتھ میں لیئے ہوئے ہو اور اِن دونوں کی روشنی میں راستہ چلتا ہو۔

ایک روز آپ اپنے عبادت خانے میں رو رہے تھے، مریدوں نے عرض کیا کہ آپ کے اقوال و افعال ایسے عمدہ اور اچھے ہیں کہ اُن کی نظیر نہیں ملتی۔ پھر یہ رونے اور خوف کھانے کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کی بے نیازی کا خیال کرتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جان قلب و روح سے نکلا چاہتی ہے، خوف اس وجہ سے آتا ہے کہ شاید بلا ارادہ اور نادانستہ طور پر مجھ سے کوئی ایسا کام سرزد ہو جائے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہو۔ آپ جس جگہ بیٹھتے تو خوفِ خدا کی وجہ سے حالت ایسی ہوتی کہ گویا آپ کو قتل کرنے کیلئے بٹھایا گیا ہے۔

کرامات

① ایک دن آپ کثیر التعداد مجمع کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک نوجوان لباسِ زاہدانہ پہنے جانماز کندھے پر ڈالے ہوئے آیا اور ایک کونہ میں بیٹھ گیا۔ آپ نے اُسے بغور دیکھا اور خاموشی اختیار فرمائی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ جوان اُٹھا اور کہنے لگا کہ حدیث شریف میں جو آیا ہے اَتَّقُوْا فِرَاسَۃَ مُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ۔ (مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے) اس کا مطلب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنا زنار توڑ ڈالو اور مشرف بہ ایمان ہو جا۔ جوان نے کہا خدا نہ

کرے کہ میں زنّار پہنوں۔ آپ نے خادم کو اشارہ کیا۔ خادم نے اس کے کپڑے اتار کر دیکھا تو زنّار موجود تھا۔ اس جوان نے فی الفور زنّار توڑ کر توبہ کی اور ایمان قبول کر لیا۔ اس پر آپ نے لوگوں سے فرمایا، یارو! آؤ ہم بھی اس نو مسلم کی طرح زنّار توڑ ڈالیں اور ایمان لائیں جس طرح اس نے زنّار ظاہری توڑا ہے ہم اپنے زنّار باطنی (خود پسندی) کو توڑ ڈالیں تاکہ اس کی طرح ہم بھی بخشے جاویں۔ یہ سُن کر حاضرینِ جلسہ پر عجیب کیفیت طاری ہوئی اور سب کے سب آپ کے قدموں پر گر کر توبہ کرنے لگے۔

② بخارا شہر میں ایک عورت مجذوبہ برہنہ حالت میں گلی کوچوں میں پھرا کرتی تھی۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تو کپڑے کیوں نہیں پہنتی۔ وہ کہنے لگی کہ اس شہر میں کوئی مرد ہے کہ جس سے پردہ کروں؟ ایک روز صبح کے وقت نانبائی کی دکان پر گئی، تنور گرم تھا، اُس میں چھلانگ لگا دی اور کہا کہ اس کا منہ بند کر دو کیونکہ ایک مرد اس شہر میں داخل ہو گیا ہے۔ اُس سے اپنے آپ کو چھپاتی ہوں۔ تھوڑی بعد لوگوں نے تنور کا منہ کھولا اور پوچھا کہ کیا حال ہے۔ اُس نے کہا کپڑے لاؤ تاکہ پہنوں۔ چنانچہ کپڑے لائے گئے، وہ کپڑے پہن کر تنور سے صحیح سلامت نکلی۔ ایک بال کا بھی نقصان نہیں ہوا تھا۔ سب لوگ حیران رہ گئے کہ یہ تو ولیہ ہے۔ سب نے قسم دیکر پوچھا کہ سچ بتاؤ وہ مرد کون ہے جس سے تو پردہ کرتی ہے؟ اس نے کہا کہ میرے ساتھ آؤ کہ میں اُن کی زیارت کو جا رہی ہوں۔ وہ سیدھی آپ (خواجہ عبدالخالقؒ) کے پاس گئی جبکہ آپ ابھی ابھی غجدوان سے آکر بخارا شہر میں داخل ہوئے تھے۔ آپ اُسے دیکھ کر تعظیم کیلئے اُٹھے اور آپس میں کچھ باتیں ہوئیں جو وہ ہی سمجھی یا آپ سمجھے۔

③ ایک مرتبہ آپ مع مریدوں کے حج بیت اللہ کیلئے جا رہے تھے۔ راہ میں شدت پیاس نے غلبہ کیا۔ ناگاہ ایک کنویں پر پہنچے مگر وہاں رسی اور ڈول نہ تھا۔ نہایت مایوسی ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ میں تو نماز پڑھتا ہوں، تم پانی پیو اور وضو کرو۔ مریدوں نے جو یہ سُنا تو سمجھ گئے کہ اس میں کچھ بھید ہے۔ پھر کنویں پر گئے تو آپ کی برکت سے پانی کناروں تک آگیا تھا۔ سب نے جی بھر کر پانی پیا اور وضو کیا۔ ایک شخص نے ایک برتن پانی سے بھر لیا تو پانی فی الفور کنویں کی تہہ تک پہنچ گیا یہ بات کسی نے آپ سے عرض کی تو فرمایا، یاروں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہ کیا ورنہ پانی قیامت تک اُوپر ہی رہتا۔

④ آپکی ولائیت اس مرتبہ تک پہنچ گئی تھی کہ ہر نماز کے وقت آپ خانہ کعبہ چلتے اور واپس آجاتے۔

جب آپ کا آخری وقت آیا تو مرید و فرزند وہاں موجود تھے۔ آپ نے آنکھ کھول کر فرمایا "اے عزیزو! خوشخبری ہو کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہے اور اپنی رضا کی بشارت دی ہے۔" تمام لوگ رونے لگے اور عرض کی کہ ہمارے لیے بھی دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا "تم کو بھی بشارت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا ہے کہ جو شخص اس طریقہ پر تا آخر استقامت رکھے گا میں اُس پر رحمت کروں گا اور اُسے بخش دوں گا۔ کوشش کرو کہ اس طریقہ سے علیحدہ نہ رہو۔" تھوڑی دیر بعد آواز آئی یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِی اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَہ مرضیہ لوگوں نے جو خیال کیا تو آپ کی رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ تاریخ وفات ۱۲ ربیع الاول ۵۷۵ھ ۱۱۷۹ء ہے۔ مرقد اقدس غجدوان نزد بخارا میں باعثِ تسکینِ عاشقاں ہے۔

ارشاداتِ قدسیہ

(۱) آپ کے کلماتِ قدسیہ میں آپکی اصطلاحات ہیں جن پر طریقۂ نقشبندیہ کی بنا ہے۔ یہ آٹھ کلمے ہیں ۱۔ ہوش در دم ۲۔ نظر بر قدم ۳۔ سفر در وطن ۴۔ خلوت در انجمن ۵۔ یاد کرد ۶۔ بازگشت ۷۔ نگاہداشت ۸۔ یادداشت۔ ان آٹھ کے علاوہ تین کلمے اور بھی ہیں جو مصطلحاتِ نقشبندیہ میں سے ہیں۔ (۱) وقوفِ عددی (۲) وقوفِ زمانی (۳) وقوفِ قلبی۔ اِن گیارہ کلمات پر طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی بُنیاد ہے جن کی مختصر سی تشریح درجِ ذیل ہے۔

① **ہوش در دم** اس سے مراد یہ ہے کہ سالک کا ہر سانس حضور و آگاہی سے ہو نہ کہ غفلت سے۔ یعنی کسی سانس میں خدا سے غافل نہ رہے۔ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ کسی سانس کو ضائع نہ ہونے دو۔ سانس کے خروج و دخول میں اور خروج و دخول کے درمیان محافظت چاہیئے کہ کوئی وقفہ غفلت کا نہ پایا جائے۔

② **نظر بر قدم** اِس سے مُراد یہ ہے کہ نظر اپنے پاؤں کی پُشت پر رکھے تاکہ بیجا نظر نہ پڑے اور دل محسوساتِ متفرقہ سے پراگندہ نہ ہو جائے۔ پس راہ چلتے اِدھر اُدھر نہ دیکھے کہ موجبِ فسادِ عظیم و مانعِ حصولِ مقصود ہے۔ یہ عمل تفرقہ بیرونی کے دفعیہ کیلئے ہے جیسا کہ ہوش در دم

Collection Of Advocate Showkat

تفرقہ اندرونی کے دفعیہ کے واسطے ہے یا اس سے مراد یہ ہے کہ سالک کا قدمِ باطن اُس کی نظرِ باطن سے پیچھے نہ رہے۔ رشحات میں ہے کہ شاید نظر بر قدم، سُرعتِ سیر کی طرف اشارہ ہے یعنی مسافتِ ہستی کے قطع کرنے اور عقباتِ خود پرستی کے طے کرنے میں قدم نظر سے پیچھے نہ رہے بلکہ منتہائے نظر پہ پڑے۔ چنانچہ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ کی مدح میں فرماتے ہیں ؎

بسکہ خود کردہ بسُرعت سفر   باز نماندہ قدمش از نظر

③ **سفر در وطن** | یعنی سیر در النفس سے مراد صفاتِ ذمیمہ سے صفاتِ حمیدہ کی طرف انتقال کرنا ہے۔ خواجگانِ نقشبندیہ نے مقام بقا میں جو سیر النفسی سے تعلق رکھتا ہے، بجائے سیر آفاقی کے اسی سیرِ کیفی کو اختیار کیا ہے۔ اور سفر ظاہر اتنا ہی کرتے ہیں کہ پیر کامل تک پہنچ جائیں، دوسری حرکت جائز نہیں رکھتے اور ملازمتِ شیخ سے دُوری نہیں چاہتے اور ملکۂ آگاہی کے لیے پوری پوری کوشش کرتے ہیں اس لیے وہ سیر آفاقی کو جو دور و دراز راستہ ہے حتی الامکان پسند نہیں کرتے بلکہ سیرِ النفسی کے ضمن میں اُسے قطع کرتے ہیں اور ملکۂ آگاہی کے حصول کے بعد سفر کرتے ہیں یا اقامت۔ دوسرے سلسلوں میں سلوک کو سیرِ آفاقی سے شروع کرتے ہیں اور سیرِ النفسی پر ختم کرتے ہیں۔ سیر النفسی سے شروع کرنا سلسلۂ نقشبندیہ کا خاصہ ہے۔ اندراج نہایت در بدایت کے یہی معنی ہیں کہ سیر النفسی جو دوسروں کی نہایت (انتہا) ہے وہ اکابر نقشبندیہ کی بدایت (ابتدا) ہے۔

واضح رہے کہ سیر آفاقی مطلوب کو اپنے سے باہر ڈھونڈنا ہے اور سیر النفسی اپنے میں آنا اور اپنے دل کے گرد پھرنا ہے ؎

ہمچو نابینا مبر ہر سوئے دست   با تو زیرِ گلیم است ہر چہ ہست

مگر شہودِ انفسی میں گرفتار نہ رہنا چاہیئے اور اس کو مطلوب کے ظلال میں سے ایک ظل تصور کرنا چاہیئے۔ کیونکہ حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ جیسا کہ ورائے آفاق ہے، ورائے نفس بھی ہے۔ پس اس کو آفاق و انفس سے باہر طلب کرنا چاہیئے۔

④ **خلوت در انجمن** | اس سے مراد یہ ہے کہ انجمن میں جو محلِ تفرقہ ہے۔ از راہِ باطن

مطلوب کے ساتھ خلوت رکھے اور غفلت کو دل میں راہ نہ دے، ظاہر میں خلائق کے ساتھ اور باطن میں حق کے ساتھ ہونا چاہیئے، ابتدا میں یہ معاملہ بتکلّف ہوتا ہے اور انتہا میں بے تکلف ؎

از بروں درمیانِ بازارم
وز دروں خلوتیست بایارم

حضرت خواجہ اولیائے کبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خلوت در انجمن یہ ہے کہ سالک، اگر بازار میں جائے تو ذکر میں استغراق کے سبب سے کوئی آواز نہ سُنے۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ کا قول ہے کہ ذکر میں جہد و اہتمامِ بلیغ کے ساتھ مشغول ہونے سے سالک کو پانچ چھ روز میں یہ دولت حاصل ہو جاتی ہے۔ حضرت خواجہ خواجگان خواجہ بہاءالدین نقشبند بخاری قدس سرہٗ نے اس کلمہ کی جو تشریح کی ہے وہ آگے آئے گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔ مشائخ نقشبندیہ بجائے چلّہ کے اسی خلوت پر قناعت کرتے ہیں کیونکہ حاصلِ چلّہ اس میں داخل ہے اور آفات سے دُور ہے۔

⑤ **یاد کرد** اس سے مُراد یہ ہے کہ ہر وقت ذکر میں مشغول رہے خواہ زبانی ہو یا قلبی۔ ذکر کی تلقین کا طریق بیان کرنیکی یہاں ضرورت نہیں۔

⑥ **باز گشت** اس سے مراد یہ ہے کہ جب ذاکر بطریقِ معہود کلمۂ توحید کا ذکر دل سے کرے تو ہر بار کلمۂ توحید کے بعد زبانِ دل سے کہے۔ خدایا مقصود میرا تُو ہے اور تیری رضا۔ مشائخ نقشبندیہ کا معمول یہ ہے کہ کلمۂ توحید کے تلفظ کے ضمن میں لا مقصود ملاحظہ کرتے ہیں کیونکہ جو معبود ہوتا ہے وہ مقصود ہوتا ہے جیسا کہ آیہ اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ سے ظاہر ہے۔

⑦ **نگاہداشت** اِس سے مراد یہ ہے کہ قلب کو خطرات و حدیثِ النفس سے نگاہ میں رکھا جائے یعنی کلمہ طیّبہ کے تکرار کے وقت ماسوا قلب میں خطور نہ کرے۔ خطرات کے دُور کرنے کیلئے کلمہ طیّبہ حبسِ دم کے ساتھ مفید ہے۔

⑧ **یادداشت** اِس سے مُراد یہ ہے دوامِ آگاہی بحق سبحانہٗ بر سبیلِ ذوق ؎

دارم ہمہ جا باہمہ کس در ہمہ حال
در دل ز تو آرزو و در دیدہ خیال

اگر دوامِ آگاہی اِس قدر غالب ہو کہ کثرتِ کونیہ اُس کی مزاحم نہ ہو بلکہ اپنے وجود کا بھی شعور نہ رہے تو اسے فناء کہتے ہیں اگر اس بے شعوری کا شعور بھی نہ رہے تو اسے فنائے فناء کہتے

ہیں اور عین الیقین بھی کہتے ہیں۔

○ **انتباہ** حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار قدس سرہٗ نے آخر کے چار کلموں کی تشریح یوں فرمائی ہے کہ یاد کرد سے مراد ذکر میں تکلف ہے یعنی جس ذکر کی شیخ سے تلقین ہوتی ہے اس کے تکرار میں بتکلف مشغول رہے، یہاں تک کہ مرتبہ حضور حاصل ہو جائے اور باز گشت سے مراد رجوع بحق سبحانہٗ بدیں طور کہ جتنی بار کلمہ طیبہ کا ذکر کرے ہر بار اس کلمہ کے بعد دل میں خیال کرے کہ خدایا مقصود میرا تو ہے اور تیری رضا۔ اور نگاہداشت سے مراد ہے اس رجوع کی محافظت بغیر زبان سے کہنے کے اور یادداشت سے مراد نگاہداشت میں رسوخ ہے۔

○ **وقوف عددی** سے مراد ذکر نفی و اثبات میں عدد ذکر سے واقف رہنا ہے یعنی ذاکر اس ذکر میں سانس کو عدد طاق پر چھوڑے نہ کہ جفت پر۔ کہتے ہیں کہ آداب و شرائط کی رعایت کے ساتھ ایک سانس میں ۱۲ بار نفی و اثبات کرنا مثمر فنا ہے۔ حضرت خواجہ علاء الدین عطار قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ زیادہ کہنا شرط نہیں جو کچھ کہے وقوف سے کہے۔ جب عدد ۱۲ سے تجاوز کر جائے اور اثر ظاہر نہ ہو تو اس عمل کی بے حاصلی کی دلیل ہے۔ اثر ذکر یہ ہے کہ زمان نفی میں وجود بشریت منتفی ہو جائے اور زمان اثبات میں جذبات الٰہی کے تصرفات کے آثار میں کوئی اثر محسوس ہو۔ یہ جو کلام خواجگان میں آیا ہے کہ فلاں بزرگ نے فلاں شخص کو وقوف عددی کا امر فرمایا اس سے مراد ذکر قلبی مع رعایت عدد ہے نہ کہ فقط رعایت عدد۔

○ **وقوف زمانی** اس کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ سالک کو چاہیئے کہ واقف نفس رہے اور پاس انفاس کو ملحوظ رکھے یعنی ہر وقت خیال رکھے کہ سانس حضور میں گزرتا ہے یا غفلت میں۔ دوسرے معنے یہ ہیں کہ بندہ ہر وقت اپنے حال سے واقف رہے، اگر وقت طاعت میں گزرا ہے تو شکر بجا لائے اور اگر معصیت میں گزرا ہے تو عذر خواہی کرے، اسی طرح حالت بسط میں شکر اور حالت قبض میں استغفار کرے۔ صوفیہ کرام کی اصطلاح میں اسے محاسبہ کہتے ہیں۔ قول باری تعالیٰ:- وَاَنِیْبُوْٓا اِلٰی رَبِّکُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ[1]۔ اور قول

---

[1] اور رجوع کرو اپنے رب کی طرف اور اس کی فرمانبرداری کرو، پہلے اس سے کہ آوے تم پر عذاب، پھر کوئی تمہاری مدد کو نہ آئے گا۔ (پ ۲۴ سورۃ الزمر ع ۱)

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حَاسِبُوْا قبل ان تُحَاسَبُوْا[1] میں اسی محاسبہ کی طرف اشارہ ہے۔

○ **وقوفِ قلبی**: اس کے دو معنیٰ ہیں۔ ایک یہ کہ ذکر کے وقت دل حق سبحانہ سے واقف و آگاہ رہے اور یہ قول یادداشت سے ہے۔ دوسرے معنیٰ یہ ہیں کہ بندہ اثنائے ذکر میں قلبِ صنوبری کی طرف متوجہ رہے اور اُسے ذکر میں مشغول کرے اور ذکر اور ذکر کے مفہوم سے غافل نہ رہنے دے۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ نے ذکر میں حبسِ دم اور رعایت عدد کو لازم قرار نہیں دیا مگر وقوفِ قلبی بہر دو معنیٰ کو ضروری سمجھا ہے۔ آیہ یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا[2] میں اسی وقوفِ قلبی کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ وقوفِ قلبی یہ ہے کہ دل کا نگران و واقف رہے اور قطع نظر ذکر کے اُس کی طرف توجہ رکھے تاکہ اس میں تفرقہ راہ نہ پائے اور وہ ماسوائے نقوش سے منقش نہ ہو جائے۔ کہتے ہیں کہ دل بیکار نہیں رہتا یا ماسوا سے ملا رہتا ہے یا مطلوبِ حقیقی سے۔ جب دل ماسوا سے ممنوع ہو گیا۔ تو اُسے مطلوب کی طرف توجہ سے چارہ نہ ہوگا۔ غرض تم دل کو دشمن سے باز رکھو۔ دوست کی طلب کی حاجت نہیں، وہ خود جلوہ گر ہو جائے گا۔

(ب) آپ کا ایک وصیت نامہ آدابِ طریقت کے بارے میں ہے جسے آپ نے اپنے خلیفہ و فرزندِ معنوی خواجہ اولیائے کبیر قدس سرہٗ کیلئے لکھا ہے۔ ترجمہ ملاحظہ ہو جو سلسلہ نقشبندیہ کے متوسلین کیلئے مشعلِ راہ ہے۔

"پیارے فرزند! میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تقویٰ کو اپنا شعار بناؤ۔ وظائف و عبادات کی پابندی رکھو۔ اپنے حالات کی نگہبانی کرتے رہو۔ خدا تعالیٰ سے ہمیشہ ڈرتے رہو۔ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کو نگاہ میں رکھو۔ ماں باپ اور تمام مشائخ کے حقوق کا خیال رکھو تاکہ ان خصلتوں سے تم رضائے خدا سے مشرف ہو جاؤ۔ خدا تعالیٰ کا حکم بجا لاؤ تاکہ وہ تمہارا حافظ رہے۔ تم پر لازم ہے کہ قرآن شریف کا پڑھنا ترک نہ کرو۔ تلاوت بلند آواز سے ہو یا آہستہ، زبانی ہو یا دیکھ کر۔ قرآن مجید کو غور و تفکر اور خوف و گریہ سے پڑھو۔ اور تمام امور میں قرآن کی پناہ لو کیونکہ بندوں

---

[1] تم محاسبہ کرو پہلے اس سے کہ محاسبہ کیے جاؤ۔

[2] اے ایمان والو! خدا کو بہت یاد کرو (پ ۲۲ - سورہ احزاب ، ع ۶)

پر خدا کی حجت قرآن کریم ہے۔ علم فقہ کی طلب سے ایک قدم بھی دور نہ رہو اور حدیث کا علم سیکھو جاہل صوفیوں سے دور رہو کیونکہ وہ دین کے چور اور مسلمانوں کے رہزن ہیں۔ تم پر لازم ہے کہ مذہب اہلِ سنت و جماعت کے پابند رہو اور آئمہ سلف کے مسلک کو اختیار کرو کیونکہ جو نئی باتیں پیدا ہوئی ہیں وہ گمراہی ہیں۔ عورتوں، نوجوانوں، بدعتیوں اور دولتمندوں سے صحبت مت رکھو کیونکہ یہ دین کو برباد کر دیتے ہیں اور دنیا سے دو روٹی پر قناعت کرو۔ اگر صحبت رکھو تو فقیروں سے رکھو۔ ہمیشہ خلوت نشین رہو اور حلال کھاؤ کیونکہ حلال نیکی کی کنجی ہے۔ حرام سے بچو ورنہ خدا تعالیٰ سے دور ہو جاؤ گے۔ اسی پر ثابت رہنا تاکہ کل کو دوزخ کی آگ میں نہ جاؤ۔ حلال پہنو تاکہ عبادت کی لذت پاؤ۔ حق تعالیٰ کی جلالت سے ڈرتے رہو اور بھول مت کہ ایک روز تم موقفِ حساب میں کھڑے ہو گے۔ رات دن نماز بہت پڑھا کرو اور جماعت کو ترک نہ کرو، امام و مؤذن نہ بنو۔ قبالہ پر اپنا نام نہ لکھو۔ محکمہ قضا میں حاضر نہ ہو۔ خارج از طریقت بادشاہوں کی صحبت میں نہ بیٹھو، لوگوں کی وصیتوں میں دخل نہ دو اور لوگوں سے بھاگو کہ جس طرح شیر سے بھاگتے ہیں۔ تم پر لازم ہے کہ گمنام رہو تاکہ نیک نام ہو جاؤ۔ تم پر لازم ہے کہ سفر بہت کرو تاکہ تمہارا النفس خوار ہو جائے۔ خانقاہ نہ بناؤ اور نہ خانقاہ میں رہو۔ کسی کی مدح سے مغرور اور کسی کی مذمت سے غمگین نہ ہو۔ بندوں کی مدح و مذمت تمہارے نفس کے نزدیک برابر ہونی چاہیئے۔ لوگوں سے حسنِ خلق سے معاملہ کرو۔ تم پر لازم ہے کہ تمام حالات میں ادب سے رہو۔ بُرے بھلے تمام مخلوقات پر رحم کرو۔ تمہیں قہقہہ مار کر ہنسنا نہ چاہیئے کیونکہ قہقہہ غفلت کے سبب سے ہوتا ہے اور دل کو مردہ کر دیتا ہے۔ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے اہوال و شدائد، مجھے معلوم ہیں اگر تم کو معلوم ہو جائیں تو خندہ (ہنسنا) تھوڑا اور رونا زیادہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو اور اس کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ خوف و امید میں زندگی بسر کرو کیونکہ سالکوں کو کبھی خوف ہوتا ہے اور کبھی امید۔

اے فرزند! شیخ اپنے مرید کیلئے بمنزلہ باپ کے ہے بلکہ باپ سے بھی زیادہ مشفق کیونکہ وہ مرید کو مقامِ قرب میں پہنچا دیتا ہے۔ اگر ہو سکے تو نکاح مت کر، ورنہ طالبِ دنیا بن جاؤ گے اور دنیا کی طلب میں دین کو برباد کر دو گے۔ اگر تمہارا النفس نکاح کا مشتاق ہو تو روزے رکھو اور آخرت کے غم میں رہو اور موت کو بہت یاد کرو۔ طالبِ ریاست مت بنو کیونکہ جو طالبِ ریاست ہو اُسے سالک

طریقت نہ کہنا چاہیئے۔ تم پر لازم ہے کہ فقر میں پرہیز و دیانت اور پرہیزگاری و علم کے ساتھ پاکیزہ رہو اور خدا تعالیٰ کے رستے میں ثابت قدم رہو۔ جاہلوں سے بچو۔ جان و تن و مال سے مشائخ کی خدمت کرو۔ اُن کے دلوں کا خیال رکھو۔ اِن کی پیروی کرو۔ اُن کے سیر و سلوک پر نگاہ رکھو۔ اُن میں سے کسی کا انکار نہ کرو سوائے اُن چیزوں کے جو خلاف شرع ہوں۔ اگر تم مشائخ کا انکار کرو گے تو کبھی کامیاب نہ ہو گے۔ لوگوں سے کوئی چیز مت مانگو اور کل کیلئے ذخیرہ نہ کرو۔ حق تعالیٰ کے ذخیروں پر بھروسہ کرو کیونکہ وہ ارشاد فرماتا ہے۔ اے فرزند آدم! میں ہر روز تیری روزی تجھے پہنچا دیتا ہوں تو اپنے آپ کو تکلیف نہ دے۔ مقامِ توکل میں قدم رکھو کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (سورہ الطلاق آیہ ۳) || "جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ اسکے لیے کافی ہے۔"

پس جان لو کہ رزق قسمت میں لکھا ہوا ہے۔ جوانمرد و سخی بنو۔ جو کچھ خدا تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے تم خلقِ خدا پر خرچ کرو۔ بخل و حسد سے دُور رہو کیونکہ بخیل اور حاسد قیامت کے دن دوزخ میں ہوں گے۔ اپنے آپ کو آراستہ مت کرو کیونکہ ظاہر کا آراستہ باطن کی خرابی ہے۔ خدا تعالیٰ کے وعدہ پر بھروسہ کرو اور تمام خلائق سے نا اُمید ہو جاؤ اور اُن سے اُنس نہ پکڑو۔ سچ بولو اور ڈرو مت۔ مخلوقات میں کسی سے صحبت نہ رکھو کیونکہ وہ تمہارے دین کو برباد کر دیں گے اور تم خدا تعالیٰ سے دور ہو جاؤ گے۔ تم پر لازم ہے کہ اپنے نفس کی ضروریات کا خیال رکھو تاکہ وہ درست ہو جائے۔ اپنے نفس کی عزت نہ کرو۔ غیر ضروری باتوں سے زبان کو بند رکھو اور ہمیشہ لوگوں کو نصیحت کرتے رہو۔ تم پر لازم ہے کہ کم بولو، کم کھاؤ، کم سوؤ اور جلدی اٹھو۔ سماع میں زیادہ نہ بیٹھو کیونکہ سماع کی کثرت سے نفاق پیدا ہوتا ہے اور دل مردہ ہو جاتا ہے۔ سماع کا انکار نہ کرو کیونکہ اصحابِ سماع بہت ہیں۔ سماع روا (جائز) نہیں مگر اس شخص کیلئے جس کا دل زندہ اور نفس مردہ ہو۔ ورنہ نماز، روزے میں مصروف و مشغول ہونا بہتر ہے۔ چاہیئے کہ تمہارا بول غمگین، تمہارا بدن بیمار، تمہاری آنکھ روتی، تمہارا عمل خالص، تمہاری دُعا مجاہدہ کے ساتھ، تمہارا کپڑا پرانا، تمہارے رفیق درویش، تمہارا گھر مسجد، تمہارا مال کتبِ دین، تمہاری آرائش زہد اور تمہارا مونس باری تعالیٰ ہو۔ کسی شخص سے برادری نہ کرو جب تک یہ پانچ

خصلتیں اُس میں نہ پاؤ۔ اوّل، فقیری۔ دوم، دین کو دنیا پر ترجیح دے۔ سوم، ذلّت کو عزّت پر ترجیح دے۔ چہارم، علم ظاہر و باطن کا جاننے والا ہو۔ پنجم، موت کیلئے تیار ہو۔

اے فرزند! میری وصیتوں کو نگاہ میں رکھو۔ جس طرح میں نے اپنے شیخ قدس سرہٗ سے یاد کیں اور اُن پر عمل کیا۔ اسی طرح اب تم بھی یاد کرو اور عمل کرو۔ خدا تعالیٰ دنیا و آخرت میں تمہارا حافظ و نگہبان ہوگا۔ اگر یہ خصلتیں کسی سالک میں پائی جائیں تو اس کا شیخ و پیر ہونا مسلّم ہوگا۔ جو شخص ایسے شیخ کی پیروی کرے گا۔ وہ اس کو مقصد و مقصود تک پہنچا دے گا۔ مگر یہ مرتبہ ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتا۔

(ج) ایک درویش نے آپ سے دریافت فرمایا کہ تسلیم کس کو کہتے ہیں؟ فرمایا، تسلیم یہ ہے کہ روزِ الست جو نفس و مال فروخت کر کے بہشت خریدا ہے، آج بھی تسلیم کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم وموالھم بان لھم الجنۃ تسلیم نفس و مال اس طرح ہوتا ہے کہ اپنے نفس کو مملوکِ حق تعالیٰ سمجھے اور اپنے آپ کو وکیل خرچ حق تعالیٰ جانے اور جہاں تک ہو سکے اپنے نفس اور مال سے بندگانِ خدا کے ساتھ بے لوث نیکی کرے اور مالِ دنیا کو باطن میں جگہ نہ دے اور اپنے آپ کو حکم و قضاء حق تعالیٰ کے تسلیم کرے۔

(د) ایک روز ایک خادم نے عرض کیا کہ فراغت کس کو کہتے ہیں؟ فرمایا، فراغت دل یہ ہے کہ محبتِ دنیا دل میں راہ نہ پائے اور یہ نہیں کہ دنیا کے کام کاج سے آزاد ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ یعنی جس وقت تمام موجودات سے دل فارغ ہو جائے، اُس وقت میری خدمت میں مشغول ہو۔ جو لوگ خرید و فروخت اور لوگوں سے معاملہ داری میں اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں ہوتے اُن کی تعریف اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں یوں فرماتا ہے۔ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ[1] اگر ان لوگوں میں ہو جاؤ تو سبحان اللہ ورنہ ان لوگوں کی جان و مال سے خدمت کرنے میں کوتاہی نہ کرنا تاکہ قیامت کے دن اُن کی خدمت اور محبت کی وجہ سے اُن کے ساتھ ہی تمہارا حشر ہو۔

* * *

---

[1] ایسے لوگ جن کو خدا کے ذکر سے نہ سوداگری غافل کرتی ہے نہ خرید و فروخت (سورہ النور آیت ۳۷)

(۱۱)

حضرت خواجہ عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ

ریوگر نزد بخارا — سنہ ۵۵۱ھ / سنہ ۱۱۵۶ء — ○ — سنہ ۷۱۵ھ / سنہ ۱۳۱۵ء — ریوگر نزد بخارا (روس)

قطعۂ تاریخِ وصال

خواجہ خالق کے جو خلیفہ تھے   اُن کو رُتبے میں سب سے اعظم لکھ
سالِ رحلت جناب کا صابرؔ   "خواجہ عارف بہارِ عالم" لکھ

— ۱۳۱۵ء —

(صابرؔ براری، کراچی)

حضرت خواجہ عارف ریوگری قدس سرہٗ

حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی قدس سرہٗ کے چار خلیفے تھے۔ خواجہ احمد صدیق، خواجہ اولیائے کبیر، خواجہ سلیمان کرمینی اور خواجہ عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہم۔ خواجہ عارف ریوگری خلیفۂ اعظم تھے۔ تمام عمر اپنے پیر روشن ضمیر کی خدمت بابرکت میں رہے اور باطنی فیوض و برکات سے مالامال ہوئے۔ علم و حلم، زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت اور رشد و ہدایت میں عالی شان رکھتے تھے۔ حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے بعد سجادہ نشین بنے اور ایک خلق کو راہِ ہدایت پر گامزن کیا۔

آپ کا مولد و مدفن ریوگر (بخارا سے ۱۸ میل اور غجدوان سے ۳ میل دور ایک موضع) ہے آپ کی ولادت ۲۷ رجب المرجب ۵۵۱ھ مطابق ۱۵ ستمبر ۱۱۵۶ء اور وفات یکم شوال ۷۱۵ھ مطابق ۲۹ دسمبر ۱۳۱۵ء ہے۔ آپ کی عمر شریف بہت دراز تھی۔ آپ کے پیر و مرشد خواجہ عبد الخالق غجدوانی کی وفات ۵۷۵ھ میں ہوئی اور آپ کی ۷۱۵ھ میں۔ گویا کہ آپ پیر و مرشد کی رحلت کے بعد ۱۴۰ سال زندہ رہے۔

(۱۲)

حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ

انجیر فغنہ نزد بخارا — سنہ ۶۲۷ھ / سنہ ۱۲۳۰ء — ○ — سنہ ۷۱۷ھ / سنہ ۱۳۱۷ء — وابکنہ نزد بخارا

قطعۂ تاریخِ وصال

جانشیں تھے وہ خواجہ عارف کے — مرد ہشیار اور شب بیدار
تھے نگاہوں میں سب کی اے صابر — "خواجہ محمود مہر و ماہ وقار"

۱۳۱۷ء

(صابر براری، کراچی)

حضرت خواجہ محمود الخیر فغنوی رحمتہ اللہ علیہ

آپ حضرت خواجہ عارف ریوگریؒ کے تمام اصحاب میں افضل و اکمل اور خلافت سے ممتاز تھے آپ کی ولادت ۱۸ ر شوال ۶۲۷ھ مطابق ۱۲۳۰ء میں موضع انخیر فغنہ نزد وابکنہ (بخارا سے چند میل دور) میں ہوئی۔ ذریعہ معاش گلکاری (نقاشی، بیل بوٹے کا کام) تھا۔ جب آپ کو اجازت ارشاد مل گئی تو آپ نے مصلحتاً اور بتقاضائے وقت ذکر جہر شروع کیا کیونکہ حضرت خواجہ عارف ریوگریؒ نے آخری وقت فرمایا تھا کہ اب وہ وقت آگیا ہے جس کی طرف ہمیں اشارہ ہوا تھا کہ طالبوں کو بربنائے مصلحت ذکر جہر اختیار کرنا پڑے گا۔

مولانا حافظ الدین بخاریؒ (جو اس وقت کے بہت بڑے عالم اور خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ کے جدِ اعلیٰ تھے) نے رئیس العلماء شمس الائمہ حلوانی کے اشارے سے علماء عصر کی ایک جماعت کے روبرو حضرت خواجہ محمودؒ سے سوال کیا تھا کہ آپ ذکر جہر کس نیت سے کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تاکہ سویا ہوا بیدار اور غفلت سے ہشیار ہو جائے۔ راہِ راست پر آجائے اور شریعت و طریقت پر استقامت حاصل کرے اور توبہ و انابت (خدا کی طرف رجوع، انکساری و عاجزی) کی طرف رغبت کرے۔ مولانا نے فرمایا کہ آپ کی نیت درست ہے اور آپ کیلئے یہ شغل جائز ہے لیکن ذکر جہر کی ایک حد مقرر کر دیجئے کہ جس سے حقیقت مجاز سے اور بیگانہ، آشنا سے ممتاز ہو جائے۔ اس پر حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ذکر جہر اس شخص کیلئے جائز ہے کہ جس کی زبان جھوٹ اور غیبت سے پاک ہو، حلق حرام و شبہ سے، دل ریا و سمعہ سے اور باطن توجہ

Collection Of Advocate Showkat

بما سوائے سے پاک ہو۔

حضرت خواجہ علی رامیتنیؒ کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ محمود قدس سرہٗ کے وقت ایک درویش نے حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا اور اُن سے پوچھا کہ اس زمانے میں مشائخ میں سے ایسا کون ہے جو طریق استقامت پر ثابت قدم ہے تاکہ اس کا مرید بن کر اُس کی پیروی کروں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے جواب دیا کہ حضرت خواجہ محمود الخیر فغنوی۔ خواجہ رامیتنی کے بعض اصحاب نے کہا کہ وہ درویش سائل خود خواجہ رامیتنی تھے مگر اپنا نام اس وجہ سے نہ لیا کہ یہ ظاہر نہ ہو جائے کہ انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا ہے۔

آپ صاحب کرامت بزرگ تھے جن کی کرامتیں زبان زدِ عام تھیں۔ بطور تبرک ایک کرامت درج ذیل ہے۔

ایک روز حضرت خواجہ علی رامیتنیؒ، خواجہ محمود الخیر فغنوی کے باقی اصحاب کے ساتھ موضع رامیتن میں مشغولِ ذکر تھے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بہت بڑا سفید پرندہ اُن کے اوپر اڑا چلا آتا ہے۔ جب وہ پرندہ اُن کے عین سر پر آیا تو بزبانِ فصیح بولا "اے علی مرد بن اور اپنے کام میں مشغول رہ"۔ یہ بات سن کر تمام اہلِ مجلس پر ایک کیفیت طاری ہو گئی اور بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو حضرت خواجہ سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ تھا؟ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ وہ حضرت خواجہ محمود فغنوی قدس سرہٗ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ طاقت اور قوت بخشی ہے کہ وہ جس مخلوق کے قالب میں چاہیں متشکل ہو جائیں اور وہ ہمیشہ اس مقام پر پرواز کرتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے کئی ہزار کلمات فرمائے۔ اُس وقت خواجہ دہقان قلبیؒ (بروایتِ دیگر خواجہ دہقان قلبیؒ خلیفہ اوّل خواجہ اولیائے کبیرؒ) کا وقتِ آخر تھا۔ انہوں نے دعا کی تھی، یا اللہ! میرے اس آخری وقت میری مدد کیلئے اپنے دوستوں میں سے کسی کو بھیج تاکہ اُس کی برکت سے اپنا ایمان سلامت لے جاؤں۔ چنانچہ بادشاہِ ربانی حضرت خواجہ محمود فغنوی کی روح مبارک خواجہ دہقان کے پاس پہنچی تھی۔ ان کا خاتمہ بالخیر ہو گیا اور اب واپس تشریف لے گئے ہیں۔ چونکہ انہیں میرے حال پر فرطِ محبت و عنایت تھی لہٰذا اس راہ سے گزرتے ہوئے مجھ پر کرم فرمایا۔

واضح رہے کہ حیاتِ دنیوی میں بعض بندگانِ خدا کو غایتِ صفا و لطافت سے بعنایتِ ایزدی

اس بات پر قدرت ہوتی ہے کہ جسم ظاہری کی قید کے باوجود مختلف بدن تبدیل کر سکیں چونکہ موت کے بعد جبکہ یہ قید رفع ہو جاتی ہے اور طائر روح اس قفس سے آزاد ہو جاتا ہے لہٰذا وہ دوسرے بدن میں تبدیل ہونے پر بطریق اولیٰ قادر ہیں۔ اسے بروز کہتے ہیں۔ بروز و تناسخ میں فرق ہے۔ اہل تناسخ عموم و لزوم کے قائل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ کوئی روح نفیس ہو یا خبیس، مسلمان ہو یا کافر، انسان ہو یا حیوان کسی بدن سے جدا نہیں ہوتی جب تک کہ کوئی دوسرا بدن اس کے واسطے تیار نہ ہو تاکہ پہلے بدن سے نکلتے ہی دوسرے میں چلی جائے۔ بخلاف اہل بروز کے کہ ان کے نزدیک نہ عموم ہے نہ لزوم یعنی اس طائفہ کے نزدیک یہ کاملین سے خاص ہے اور وہ بھی بر سبیل لزوم نہیں۔ کیونکہ موت کے بعد کبھی مصلحت کی بنا پر دوسرے بدن میں ظاہر ہوتے ہیں۔ خواہ وہ بدن اصلی و دنیوی کی مثل ہو یا نہ ہو اور صورت بشری میں ہو یا نہ ہو۔ اور پھر اتمام مطلوب کے بعد پس پردہ غائب ہو جاتے ہیں۔ جو لوگ بروز و تناسخ میں فرق نہیں کرتے وہ اولیائے کرام پر بے جا اعتراض اور طعن و تشنیع کرتے ہیں ؎

"تا چند کنی بہ بادہ نوشاں انکار — انکار مکن کہ نیست نیکو ایں کار
رندے کہ بود ز بادہ عرفاں مست — زنہار برو طعنہ مکن صد زنہار

آپ کی وفات ۱۷ ربیع الاول سنہ ۷۱۱ھ مطابق ۱۳۱۷ء کو ہوئی۔ مزار اقدس وابکنہ (نزد بخارا) میں ہے۔

* * *

(۱۴)

حضرت خواجہ علی رامیتنی ملقب بہ عزیزاں علی رحمۃ اللہ علیہ

رامتین نزد بخارا — سنہ ۵۹۱ھ / سنہ ۱۱۹۵ء — ○ — سنہ ۷۲۱ھ / سنہ ۱۳۲۱ء — خوارزم

قطعۂ تاریخِ وصال

دین کی تبلیغ فرمائی جہاں — نور سے معمور تھی وہ انجمن
اہلِ حق پہ اب بھی صابرؔ بالیقیں — "ہیں شہِ خواجہ علی سایہ فگن"

—— ۱۳۲۱ء ——

(صابرؔ براری، کراچی)

حضرت خواجہ علی رامیتنی ملقب بہ عزیزاں علی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت خواجہ محمود فغنوی قدس سرہٗ کے خلفاء میں سے ہیں۔ سلسلہ خواجگان میں آپ کا لقب عزیزاں ہے اور حضرت عزیزاں علی کے نام سے مشہور و معروف ہیں۔ آپ کے مقاماتِ عالیہ اور کراماتِ عجیبہ بہت ہیں۔ آپ صنعتِ بافندگی میں مشغول و مصروف رہا کرتے تھے۔ عارفِ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرتِ عام اور بقائے دوام کی حامل کتاب "نفحات الانس" میں لکھا ہے کہ:

"میں نے بعض اکابر سے یوں سنا ہے کہ حضرت مولانا جلال الدین رومی قدس سرہٗ کے شعرِ ذیل میں آپ (خواجہ عزیزاں علی) ہی کی طرف اشارہ ہے ؎

گر نہ علمِ حال فوقِ قال بودے کے شدے
بندہ اعیانِ بخارا خواجۂ نساج را"

"علمِ حال اگر قال سے بہتر نہ ہوتا تو سرداران بخارا خواجہ نساج (بافندہ) کے کب غلام بنتے۔

آپکی پیدائش موضع رامتین (بخارا شہر سے چھ میل دور) ۵۹۱ھ میں ہوئی۔ اتفاقاتِ زمانہ سے آپ رامتین سے باورد میں تشریف لائے اور ایک مدت تک یہاں کے لوگوں کو راہِ خدا بتاتے رہے بعد ازاں خوارزم شہر میں مقیم ہوگئے اور حسبِ معمول ہدایتِ خلق اور ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہے۔ خوارزم میں بہت سے لوگ آپکے سلسلہ میں داخل ہوئے۔

آپ حضرت خواجہ محمود الخیر فغنوی قدس سرہٗ کے خلفاء کبار میں سے ہیں جب حضرت خواجہ محمود الخیر کا وقتِ آخر قریب پہنچا تو انہوں نے اپنی خلافت اور جمیع اصحاب آپکے سپرد کر دیئے۔ آپ حضرت خضر علیہ السلام کے صحبت دار تھے اور انہی کے اشارہ سے ہی حضرت خواجہ محمود فغنوی کے مرید ہوئے تھے۔

کرامات

① حضرت سید آتا اور آپ (حضرت عزیزاں) ہمعصر تھے اور کبھی کبھی ایک

Collection Of Adevcate Showkat

دوسرے سے ملاقات بھی کر لیا کرتے تھے، شروع شروع میں سیّد آتاؒ کا دل آپ کے متعلق صاف نہیں تھا چنانچہ ایک روز سیّد آتا کی طرف سے آپ کی شان میں کوئی بے ادبی اور گستاخی وقوع پذیر ہو گئی۔ اتفاق ایسا ہوا کہ انہیں دنوں ایک جماعت دشت قبچاق کی طرف سے حملہ آور ہوئی اور سیّد آتاؒ کے لڑکے کو پکڑ کر لے گئی۔ سیّد آتاؒ کو خیال آیا کہ یہ حادثہ اُس بے ادبی کے نتیجہ میں ظہور پذیر ہوا ہے۔ فوراً اٹھ کر معذرت کی اور آپ کی اپنے ہاں دعوت کی جسے آپ نے قبول فرما لیا۔ آپ اُن کی دعوت میں تشریف لے گئے، دعوت میں بڑے بڑے علماء اور مشاہیر مدعو تھے۔ آپ اُس روز نہایت خوش وقت اور عالمِ کیفیت میں تھے۔ جب خادم نے دستر خوان بچھایا اور نمکدان لایا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ علی (حضرت نے اپنے آپ کو مخاطب کیا) اس وقت تک اپنی انگلی نمک پر نہ رکھے گا اور نہ ہاتھ کھانے کی طرف بڑھائے گا۔ جب تک کہ سیّد آتا کا لڑکا دستر خوان پر حاضر نہ ہو جائے۔ یہ کہہ کر آپ نے تھوڑی دیر سکوت فرمایا تو اچانک لڑکا دروازے سے اندر داخل ہوا۔ مجلس میں یکبارگی شور بلند ہوا اور سب کے سب حیران رہ گئے۔ لڑکے سے اُس کے آنے کی کیفیت دریافت کی گئی تو اس نے بتایا کہ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتا کہ ابھی ابھی ترکوں کی قید میں تھا اور وہ مجھے اپنے ملک میں لے جا رہے تھے لیکن اب دیکھ رہا ہوں کہ آپ سب کے سامنے حاضر ہوں۔ اہلِ مجلس کو یقین ہو گیا کہ یہ آپ (حضرت عزیزاںؒ) کا تصرف ہے۔ سب آپ کے پاؤں پر گر پڑے اور مرید ہو گئے۔

② ایک روز آپ کے ہاں ایک عزیز مہمان آ گیا۔ گھر میں کھانے کیلئے کوئی چیز نہ تھی۔ آپ پریشان ہو کر گھر سے نکلے۔ اچانک آپ کا ایک معتقد طعام فروش لڑکا کھانے کی بھری ہوئی دیگ سر پر اٹھائے ہوئے آ پہنچا۔ اُس نے عرض کی کہ میں نے یہ کھانا آپ کے خادموں کیلئے تیار کیا ہے، اُمیدوار شرفِ قبولیت ہوں۔ آپ کو اُس لڑکے کی یہ خدمت بہت پسند آئی۔ جب مہمان کھانا کھا چکے تو اُس لڑکے کو بلا کر فرمایا ”ہم تیری اس خدمت سے بہت خوش ہیں، اب تیری جو مراد ہے ہم سے بلا دھڑک مانگ، انشاء اللہ تعالیٰ پوری ہو جائے گی۔“ لڑکا بہت زیرک اور دانا تھا، بولا کہ ”میں چاہتا ہوں کہ خواجہ عزیزاں بن جاؤں۔“ آپ نے فرمایا ”یہ تو نہایت مشکل ہے، اس قدر بھاری بوجھ اٹھانے کی تجھ میں ہمت اور طاقت نہیں ہے۔“ لڑکے نے عرض کیا کہ ”میری مراد تو پھر یہی ہے اس کے سوا کوئی آرزو نہیں ہے۔“

؎ سب کچھ مانگ لیا تجھ کو تجھی سے مانگ کر   اب اُٹھتے نہیں ہیں میرے ہاتھ اِس دعا کے بعد

آپ نے ارشاد فرمایا کہ بالکل اسی طرح ہو جائے گا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر جلوت سے خلوتِ خاص میں لے گئے۔ اُس پر توجہ ڈالی اور وہ لڑکا تھوڑی سی دیر میں صورت و سیرت میں آپ کی طرح کا بن گیا اس کے بعد وہ تقریباً چالیس روز زندہ رہا اور پھر داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گیا۔

② کہتے ہیں کہ جب آپ نے باشارۂ غیبی بخارا سے خوارزم کا قصد کیا تو شہر کے دروازے پر پہنچ کر ٹھہر گئے۔ اپنے دو درویشوں کو بادشاہ کی خدمت میں بھیجا کہ ایک بافندہ فقیر آپ کے شہر کے دروازے پر کھڑا ہے اور اقامت کا ارادہ رکھتا ہے اگر اجازت ہو تو داخلِ شہر ہو جائے ورنہ واپس چلا جائے اور درویشوں کو تاکید کی کہ اگر بادشاہ اجازت دے دے تو اجازت نامہ پر مہر و دستخط کروا کر لانا۔ جب درویشوں نے بادشاہ کے پاس اپنا مدعا بیان کیا تو بادشاہ اور ارکانِ سلطنت ہنس پڑے اور کہنے لگے ان کے پیر بہت سادہ اور نادان آدمی ہیں اور از راہِ مذاق اجازت نامہ دے دیا۔ درویش اجازت نامہ لیکر آپ یعنی حضرت عزیزاں کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے قدم مبارک شہر میں رکھا اور گوشہ نشین ہو کر حضرات خواجگان کے طریقے کے مطابق اپنے اوراد و اذکار میں مشغول ہو گئے۔

آپ ہر روز صبح کے وقت مزدور گاہ میں تشریف لے جاتے اور ایک دو مزدوروں کو اپنے مکان پر لے جا کر فرماتے کہ پورا وضو کرو اور نمازِ عصر تک باوضو ہمارے پاس رہو اور ذکر کرو۔ بعد ازاں اپنی مزدوری لیکر چلے جاؤ۔ مزدور بخوشی ایسا کرتے اور نمازِ عصر تک آپ کی خدمتِ بابرکت میں رہتے۔ جو مزدور ایک دن اس طرح آپ کے پاس رہتے آپ کی صحبت کی برکت اور تاثیر و تصرفِ باطن سے اُن میں یہ وصف پیدا ہو جاتا کہ آپ کی خدمت سے جدائی گوارا نہ کرتے اس طرح کچھ مدت کے بعد وہاں کے لوگ آپ کے مرید بن گئے اور آپ کے گرد طالبانِ خدا کا ہجوم ہجوم ہو گیا۔ رفتہ رفتہ بادشاہ تک یہ خبر پہنچی کہ اس شہر میں ایک شخص آیا ہے جس نے شہر کے اکثر و بیشتر لوگوں کو مرید کر لیا ہے اور ہر وقت اُس کے گرد جمگھٹا رہتا ہے۔ اندیشہ ہے کہ کہیں ملک میں کوئی فتنہ و فساد پیدا نہ ہو جائے جس کا انسداد ممکن نہ ہو سکے۔ بادشاہ نے بلا سوچے سمجھے آپ کے اخراج کا حکم دے دیا۔ آپ نے انہی دو درویشوں کے ہاتھ اجازت نامہ بادشاہ کی خدمت میں بھیج دیا کہ ہم تمہارے شہر میں تمہاری ہی اجازت سے آئے ہیں۔ اب اگر تم اپنے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہو تو ہم یہاں سے چلے جاتے ہیں۔ اس پر بادشاہ

اور تمام ارکانِ سلطنت نادم و شرمسار ہوئے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے محبین و مخلصین میں سے ہو گئے۔

(۴) آپ کے دو بیٹے تھے۔ ایک خواجہ محمد جو خواجہ خورد کے نام سے مشہور تھے کیونکہ آپ کے اصحاب آپ (حضرت عزیزاں علی) کو خواجہ بزرگ کہا کرتے تھے اور خواجہ محمد کو خواجہ خورد۔ دوسرے خواجہ ابراہیم تھے جو خواجہ محمد سے چھوٹے تھے۔ جب آپ کا زمانۂ وفات قریب آیا تو آپ نے خواجہ ابراہیم کو اجازت و خلافت عطا فرمائی۔ بعض مریدوں کے دل میں خیال آیا کہ بڑے صاحبزادے کی موجودگی میں (جو عالم و عارف ہیں) چھوٹے کو کیوں خلیفہ بنایا گیا ہے۔ آپ نے اُن کے خطرے پر آگاہ ہو کر فرمایا کہ خواجہ خورد ہمارے بعد زیادہ دیر زندہ نہیں رہیں گے بلکہ جلدی ہمارے پاس پہنچ جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع و ظہور ہوا۔ آپ کی رحلت کے انیس روز بعد خواجہ خورد نے وفات پائی۔ جبکہ خواجہ ابراہیم نے سنہ ۷۹۳ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کا وصال ۲۸ ذی قعدہ سنہ ۷۲۱ھ ۱۳۲۱ء کو خوارزم میں ہوا اور وہیں آخری آرامگاہ بنی۔

ارشاداتِ قدسیہ

(۱) حضرت شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی (جو آپ کے ہم عصر تھے) نے ایک درویش کو آپ کی خدمت میں بھیج کر تین مسئلے پوچھے اور ہر ایک کا جواب پایا۔ پہلا مسئلہ یہ تھا کہ ہم اور تم آنے جانے والوں کی خدمت کرتے ہیں، تم کھانے میں تکلف نہیں کرتے جبکہ ہم کرتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ لوگ آپ کے ہاں حاضر ہونے کی آرزو کرتے ہیں اور ہماری شکایت؟ آپ نے جواب دیا کہ احسان جتا کر خدمت کرنے والے بہت ہیں اور احسانمند ہو کر خدمت کرنے والے کم ہیں۔ کوشش کرو کہ تم دوسری قسم سے ہو تاکہ تمہاری کوئی شکایت نہ کرے۔

دوسرا مسئلہ یہ تھا کہ ہم نے سنا ہے تمہاری تربیت خواجہ خضر علیہ السلام سے ہوئی ہے، یہ کس طرح ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عاشق ہوتے ہیں، حضرت خضر علیہ السلام اُن کے عاشق ہوتے ہیں۔

تیسرا مسئلہ یہ تھا کہ ہم نے سنا ہے آپ ذکرِ جہر کرتے ہیں، یہ کس طرح؟ آپ نے فرمایا ہم نے بھی سنا ہے کہ تم ذکرِ خفیہ کرتے ہو، پس تمہارا ذکر بھی جہر ہے۔

(۲) مولانا سیف الدین جو اُس زمانے کے اکابر علماء میں سے تھے، نے آپ سے سوال کیا کہ تم ذکرِ علانیہ کس نیت سے کرتے ہو؟ آپ نے فرمایا کہ تمام علماء کا اتفاق ہے کہ آخر دم میں ذکر بلند کرنا اولیٰ

کرنا جائز ہے، بحکم حدیث شریف :-

لقنوا موتاکم بشهادة ان لا اله الا الله	"تم اپنے مُردوں کو لا اله الا الله کی شہادت کی تلقین کرو۔"

درویشوں کا ہر دَم، دَمِ آخیر ہے۔

(۳) حضرت شیخ بدرالدین رح (جو شیخ حسن بلغاری رح کے اصحاب کبار میں سے تھے۔) نے آپ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ جو ارشاد فرماتا ہے :-

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا (احزاب)	"اے ایمان والو! خدا کو بہت یاد کیا کرو۔"

ذکرِ کثیر سے ذکرِ زبان مراد ہے یا ذکرِ دل؟ آپ نے فرمایا کہ مبتدی کیلئے ذکرِ زبان اور منتہی کیلئے ذکرِ دل۔ مبتدی ہمیشہ تکلف و تعمّل سے کام لیتا ہے جبکہ منتہی کے ذکر کا اثر دل تک پہنچتا ہے اور اُس کے تمام اعضاء، رگیں اور جوڑ ذکر کرنے لگتے ہیں، اُس وقت سالک ذکرِ کثیر سے متصف ہوتا ہے اور اس حالت میں اس کا ایک دن کا کام دوسروں کے سال بھر کے کام کے برابر ہوتا ہے۔

(۴) آپ نے فرمایا کہ یہ بات کہ اللہ تعالیٰ ہر شب و روز میں بندۂ مومن کے دل پر تین سو ساٹھ ۳۶۰ بار نظرِ رحمت کرتا ہے، اس طرح ہے کہ دل تمام اعضاء کی طرف تین سو ساٹھ ۳۶۰ دریچے رکھتا ہے اور دل کے متصل تین سو ساٹھ رگیں جہندہ (کودنے والی) اور غیر جہندہ (نہ کودنے والی) ہیں۔ جب دل ذکر سے متاثر ہوتا ہے اور اُس مرتبے پر پہنچ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظرِ خاص کا مستحق ہو جائے تو اس نظر کے آثار دل سے تمام اعضاء کی طرف منشعب (منتشر) ہوتے ہیں پس ہر ایک عضو اپنے اپنے حال کی مناسبت سے طاعت میں مشغول ہو جاتا ہے اور ہر عضو کی طاعت کے نور سے ایک فیض جس سے مراد نظرِ رحمت ہے دل کو پہنچتا ہے۔

(۵) آپ سے پوچھا گیا کہ ایمان کیا ہے؟ آپ نے اپنی صنعت (بافندگی) کی مناسبت سے جواب دیا کہ توڑنا اور جوڑنا یعنی ماسوا (غیر اللہ) سے توڑنا اور اللہ تعالیٰ سے جوڑنا۔

(۶) آیہ تُوبُوا اِلَی اللّٰهِ (تحریم) میں اشارت بھی ہے اور بشارت بھی۔ اشارت ہے توبہ کرنیکی اور بشارت ہے اُس کے قبول ہونیکی، کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ توبہ قبول نہ کرتا تو پھر توبہ کا امر کبھی نہ کرتا۔ امر دلیل ہے قبول کی مگر دیدِ قصور کے ساتھ۔

(۷) عمل کرنا چاہیئے مگر ناکردہ خیال کرنا چاہیئے اور اپنے آپ کو ہمیشہ قصوروار سمجھنا چاہیئے اور بصورت نقصان عمل کو از سرِ نو کرنا چاہیئے ۔

(۸) دو وقتوں پر اپنے آپ پر کڑی نگاہ رکھنی چاہیئے ۔ بات کرنے کے وقت اور کوئی چیز کھانے کے وقت ۔

(۹) ایک روز حضرت خضر علیہ السلام، حضرت خواجہ عبدالخالق ؒ کے پاس آئے ۔ حضرت خواجہ ؒ نے جو کی دو روٹیاں گھر سے لاکر پیش کیں مگر حضرت خضر علیہ السلام نے تناول نہ کیں ۔ خواجہ ؒ نے عرض کیا کہ تناول فرمائیے لقمہ حلال ہے ۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا درست ہے لیکن خمیر کرنے والا بے وضو تھا ۔ ہمارے لیئے اس کا کھانا روا نہیں ہے ۔

(۱۰) جو شخص مسندِ ارشاد پر بیٹھے اور لوگوں کو راہِ خدا بتلائے ۔ اُسے پرندے پالنے والے کی طرح ہونا چاہیئے جو ہر ایک پرندہ کے پوٹے سے واقف ہوتا ہے اور ہر ایک کو اُس کیلئے مناسب خوراک دیتا ہے اسی طرح مرشد کو بھی چاہیئے کہ اپنے مریدوں میں سے ہر ایک کی تربیت اُس کی استعداد و قابلیت کے مطابق کرے ۔

(۱۱) اگر تمام روئے زمین میں حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی ؒ کے فرزندوں میں سے ایک بھی ہوتا تو منصور کبھی سُولی پر نہ چڑھتا ۔ یعنی اگر حضرت خواجہ ؒ کے معنوی فرزندوں میں سے ایک بھی زندہ ہوتا تو وہ حسین منصور کی تربیت کرکے اُس مقام سے اوپر لے جاتا ۔

(۱۲) سالکانِ طریقت کو ریاضت و مجاہدہ کثرت سے کرنا چاہیئے تاکہ وہ کسی مقام و مرتبہ پر پہنچ سکیں لیکن مقصود کو جلد پہنچنے کا سب سے نزدیکی راستہ یہ ہے کہ سالک خلق اور خدمت کے ذریعے کسی صاحبِ دل کے دل میں گھر کرے ۔ چونکہ گروہِ صاحب دلاں کا دل نظرِ حق کا مورد ٹھہرنے کی جگہ ہے لہذا سالک کو اُس نظر سے حصہ مل جائے گا ۔

(۱۳) ایسی زبان سے دعا کرو کہ جس سے گناہ نہ کیا ہو تاکہ وہ دُعا درجۂ قبولیت پائے ۔ یعنی خدا کے دوستوں کے آگے تواضع اور التجا کرو تاکہ وہ تمہارے واسطے دُعا کریں ۔

(۱۴) ایک روز کسی نے آپ کے سامنے یہ مصرع پڑھا ع عاشقاں در دمے دو عید کنند ۔ آپ نے فرمایا کہ عاشق ایکدم میں دو کیا تین عید کرتے ہیں اُس نے عرض کیا کہ اس کی تشریح فرمائیے

حضرت نے فرمایا کہ بندے کی ایک یاد خدا تعالیٰ کی دو یادوں کے درمیان ہے۔ اللہ تعالیٰ پہلے بندے کو توفیق دیتا ہے کہ اس کی یاد کرے، پھر جب بندہ اُسے یاد کرتا ہے تو اُسے شرفِ قبولیت سے مشرف فرماتا ہے پس توفیق، یاد اور قبولیت تین عیدیں ہوئیں۔

(۱۵) ایک روز شیخ فخر الدین نوریؒ (جو اکابرِ وقت سے تھے) نے آپ سے سوال کیا کہ روزِ اول میں جب اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کے ساتھ سوال ہوا تو ایک گروہ نے لفظ بَلیٰ کے ساتھ جواب دیا مگر روزِ ابد میں جب اللہ تعالیٰ لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ کہے گا تو کوئی جواب نہ دیگا۔ اس کا سبب کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ روزِ ازل تکالیفِ شرعیہ کی وضع کا دن تھا۔ اور شرع میں گفت ہوتی ہے مگر روزِ ابد تکالیفِ شرعیہ کے اُٹھا دینے اور ابتدائے عالمِ حقیقت کا دن ہے اور حقیقت میں گفت نہیں ہوتی۔ اس لیے اُس روز اللہ تعالیٰ خود اپنے سوال کا جواب یوں دے گا لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔

(۱۶) اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھو، اگر یہ ممکن نہ ہو تو ایسے شخص کے ساتھ صحبت رکھو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھتا ہو کیونکہ خدا کے مصاحب کا مصاحب، مصاحبِ خدا ہے۔

(۱۷) اگر کسی کے پاس بیٹھو اور خدا تعالیٰ کو بھول جاؤ تو اُس آدمی کو شیطان سمجھو کیونکہ ایسا آدمی نما ابلیس بدرجہا بدتر ہے، ابلیسِ لعین سے کہ ابلیس تو پوشیدہ طور پر وسوسہ ڈالتا ہے مگر یہ آدمی نما ابلیس ظاہری طور پر۔

(۱۸) نیک کام سے نیک دوست بہتر ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ نیک کام سے تجھ میں تکبر و غرور پیدا ہو جائے مگر نیک دوست تو تجھے نیک کام ہی کا مشورہ دے گا۔

(۱۹) بعض دُور والے مجھ سے نزدیک ہیں اور نزدیک والے دُور۔ دور والے نزدیک اس طرح ہیں کہ وہ ظاہری لحاظ سے تو دُور ہیں مگر دل و جان سے نزدیک ہیں اور نزدیک والے دُور اس طرح ہیں کہ وہ اگرچہ ظاہراً میرے پاس ہیں مگر دل و جان سے میرے ساتھ نہیں ہیں یعنی وہ دل سے کاروبارِ دُنیا اور ہوا و ہوس میں مشغول و مصروف ہیں لہٰذا مجھے دُور والے نزدیک، بہتر ہیں نزدیکانِ دُور سے کیونکہ ان سے تو نہ جان و دل کی نزدیکی کا اعتبار ہے نہ آب و گل کی ؎

اگر در یمنے کہ با منی پیشِ منی
در پیشِ منی کہ بے منی در یمنی

(۲۰) کسی درویش نے آپ سے دریافت کیا کہ بالغِ شریعت کس کو کہتے ہیں اور بالغِ طریقت

کون ہے؟ آپ نے فرمایا، بالغِ شریعت وہ ہے کہ جس سے مَنی (غرور، تکبر، خودی، خود بینی، نخوت) نکلے اور بالغِ طریقت وہ ہے کہ جو مَنی سے باہر آئے۔ یعنی اس کی خودی جاتی رہے۔ اُس درویش نے یہ سُن کر اپنا سر زمین پر رکھ دیا۔ آپ نے ارشاد کیا، سر کے زمین پر رکھنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ جو کچھ سر میں (غرور و تکبر) ہے وہ زمین پر رکھو۔

(۲۱) آپ کے فرزندِ ارجمند اور جانشین حضرت خواجہ ابراہیم قدس سرہٗ نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اس کے کیا معنی ہیں۔ اَلْفَقِیْرُ لَا یُحْتَاجُ اِلَی اللّٰہ (یعنی فقیر نہیں حاجت رکھتا طرف اللہ کی) آپ نے ارشاد فرمایا لَا یُحْتَاجُ بِالسُّؤَالِ اللّٰہ۔ یعنی فقیر سوال نہیں کرتا کیونکہ اللہ تعالیٰ اعلم الغیوب ہے لہٰذا اُس سے سوال کرنے کی کیا حاجت اور ضرورت ہے وہ تو سب کی حاجتیں جانتا ہے اور پوری کرتا ہے۔

(۲۲) غنا، بے پرواہی کو کہتے ہیں اور یہ اگرچہ بصورتِ تونگری معلوم ہوتی ہے مگر فقیری کے وصف سے ہے۔

(۲۳) اگر فقیر کے ہاتھ میں کچھ نہ ہو اور دل میں بھی کوئی خواہش نہ رکھتا ہو تو وہ فقیر محمودُ الصفات ہے پھر اگر وہ الفقر فخری کا نعرہ بلند کرے تو درست ہے۔ لیکن اگر فقیر ہاتھ میں کچھ نہ رکھے مگر دل میں خواہاں ہو تو وہ گدائے محلہ ہے نہ کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تابع اور فرمانبردار۔ اور اگر فقیر ہاتھ میں کچھ رکھے اور دل میں بھی خواہاں ہو تو وہ فقیر مذمومُ الصفات ہے اور سواد الوجہ و کاد الفقر ان یکون کفرا اس پر صادق آتا ہے۔

(۲۴) کسی نے سوال کیا کہ حدیث الفقر سواد الوجہ اور کاد الفقر ان یکون کفرا متناقض حدیثِ الفقر فخری ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اوّل الذکر دونوں حدیثیں اُن فقیروں کے حق میں ہیں جو اپنا فقر لوگوں پر ظاہر کرتے ہیں اور اس کو ذریعہ گدائی ٹھہرا کر منفعت حاصل کرتے ہیں۔

(۲۵) اگر بندہ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ندا آئے کہ اے میرے بندے! ہم سے کچھ مانگ، حاجت طلب کر، تو اُس مقام پر شرطِ بندگی یہ ہے کہ بندہ خدا سے خدا کے سوا کچھ نہ مانگے۔

(۲۶) آپ کے صاحبزادہ خواجہ ابراہیمؒ نے عرض کیا کہ منصورؒ نے انا الحق کہا اور بایزیدؒ نے لَیْسَ جُبَّتِی سِوَای دونوں قول خلافِ شرح ہیں مگر منصور کو سولی چڑھا دیا گیا اور بایزید کو کچھ نہ کہا گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا، دونوں قولوں میں بہت فرق ہے۔ منصورؒ نے پہلے اپنی ہستی پیش کی کہ "انا" کہا اور بایزیدؒ نے

نیستی پیش کی اور لبیک کہا۔

(۲۷) اگر کسی شخص کے پاس کچھ نہ ہو مگر اُس کے دل میں خواہش ہو تو اس کو تجرید معنوی نہیں ہے اور اگر کسی شخص کے پاس سب کچھ ہو مگر اُس کے دل میں مال و دولت کی محبت نہ ہو تو اُس کو تجرید معنوی حاصل ہے حضرت ابراہیم کے پاس اتنی بکریاں تھیں کہ ستر کتے اُن کی حفاظت کرتے تھے اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ باقی سامان کتنا ہوگا۔ جو آپ نے سب اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس کتنا وسیع و عریض ملک تھا مگر آپ زنبیل بافی کر کے بسر اوقات کرتے تھے حضرت شیخ ابو سعید ابو الخیرؒ نہایت مالدار تھے اور بڑی کرّوفر اور شان و شوکت ظاہری کے ساتھ رہتے تھے اسی طرح بہت سے انبیاء اور اولیاء گزرے ہیں کہ جن کے پاس مال و متاع بکثرت تھا مگر اُن کے دل میں اس کی ذرہ برابر محبت اور پرکاہ جتنی حیثیت نہ تھی، کیونکہ انہیں تجرید معنوی (باطنی طور پر مال و دولت سے علیحدگی) حاصل تھی۔

(۲۸) ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھ کو بھول نہ جائیے گا۔ آپ نے فرمایا کہ بازار جا کر ایک کوزہ خرید کر ہمیں بطور تحفہ لا کر دیدے۔ اُس نے ایسا ہی کیا۔ فرمایا کہ اب جب بھی کوزے کو دیکھا کروں گا تجھ کو یاد کیا کروں گا۔

(۲۹) ایک مرتبہ علماء کا ایک گروپ آپ سے ملاقات کیلئے حاضر خدمت ہوا۔ دوران گفتگو ایک عالم نے کہا، علماء، پوست (جلد، کھال) ہیں اور فقراء مغز (گری، گودا وغیرہ) آپ نے فرمایا، ہاں مغز پوست کی حمایت (مدد، طرفداری، حفاظت) میں رہتا ہے

(۳۰) ایک شخص جو آپ کا منکر تھا، کہنے لگا کہ آپ تو بازاری آدمی ہیں (آپ سوت کی خرید و فروخت کیلئے بازار جایا کرتے تھے) آپ نے سُن کر فرمایا کہ ہم تو زاری (رونا، عاجزی) چاہتے ہیں پھر ہم کیوں نہ بازاری (رونے والا، عاجز، انکساری کرنے والا) ہوں یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آہ و زاری درد و سوز اور عجز و انکساری ہی کرنا چاہیئے۔

(حکیم الامت حضرت اقبالؒ نے اس مقام پر کیا خوب فرمایا ہے ؎

متاعِ بے بہا ہے درد و سوزِ آرزو مندی
مقامِ بندگی دیکر بھی نہ لوں شانِ خداوندی قبوری،

Collection Of Advocate Showkat

ارشاداتِ قدسیہ مذکورہ بالا کے علاوہ آپ کی تصنیف سے ایک رسالہ بھی ہے۔ اس رسالہ میں میں آپ نے فرمایا ہے کہ سالکِ راہ کو دس شرطیں ہر وقت نگاہ میں رکھنی چاہئیں۔ طہارتؔ، خاموشیؔ خلوتؔ، روزہؔ، ذکرؔ، نگہداشتِ خاطرؔ، رضا بحکمِ خداؔ، صحبتِ صالحانؔ، شب بیداریؔ اور نگہداشتِ لقمہؔ۔ تفصیل کیلئے اس رسالہ کا مطالعہ ضروری ہے۔

آپ کے اشعار میں یہ رباعی بہت مشہور ہے ؎

با ہر کہ نشستی و نشد جمع دِلت
وز تو نرمید زحمت آب و گِلت
از صحبتِ وے اگر تبرّا نہ کنی
ہرگز نکند روحِ عزیزاں بحلت

"تو جس شخص کے پاس بیٹھا اور تیری دلجمعی نہ ہوئی اور تیری آب و گِل کی کدورت تجھ سے دور نہ ہوئی۔ اگر تو اس کی صحبت سے بیزار نہ ہوگا تو پھر عزیزاں کی روح تجھے کبھی معاف نہیں کرے گی۔"

* * *

۱۴

حضرت بابا محمد سماسی رحمۃ اللہ علیہ

سماس نزد بخارا سنہ ۵۹۱ھ / سنہ ۱۱۹۵ء ——○—— سنہ ۷۵۵ھ / سنہ ۱۳۵۴ء سماس نزد بخارا

قطعۂ تاریخ وصال

میسر تھی خواجہ علی سے خلافت ودیعت ہوئی تھی انہیں حق شناسی
ہوئے اب نگاہوں سے روپوش صابر خواجۂ عشق بابا محمد سماسیؒ

—— ۱۳۵۴ء ——

(صابر براری، کراچی)

Collection Of Advocate Showkat

حضرت محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ

آپ خواجہ علی رامیتینی ملقب بہ عزیزاں علیؒ کے اجل خلفاء میں سے ہیں۔ جن کو حضرت خواجہؒ نے اپنی رحلت کے وقت خلافت و نیابت کے تمام مناصب سے سرفراز فرمایا اور تمام اصحاب کو آپکی متابعت و ملازمت کا حکم دیا۔

آپ کی ولادت باسعادت ۲۵ رجب ۵۹۱ ھ بمطابق ۱۱۹۵ء کو قصبہ سماس میں ہوئی جو رامیتین سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق سماس مضافات طوس (مشہد) سے ہے۔ سنوسیؒ ہند حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہٗ کے خلیفۂ اجل پیر خیر شاہ امرتسریؒ اپنی تصنیف منیف "برکات علی پور شریف" میں تحقیق لکھتے ہیں کہ "قصبہ سماس بخارا اور رامیتین ہر دو سے نو نو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ بہر حال حضرت بابا کو سماس کی نسبت سے سماسی کہا جاتا ہے

آپ عرصۂ دراز تک حضرت خواجہ علی رامیتینی عرف حضرت عزیزاں علیؒ کی خدمت میں رہے اور فیوضات ظاہری و باطنی سے خوب مالا مال ہوئے۔ آپ کی محویت اور استغراق کا یہ عالم تھا کہ آپ اپنے چھوٹے سے باغ میں کبھی کبھی تشریف لے جاتے اور انگوروں کی شاخوں کو اپنے دست مبارک سے تراشتے۔ جب ایک شاخ کو کاٹتے "تو غلبۂ حال و استغراق کی وجہ سے آری آپ کے دست مبارک سے گر پڑتی اور آپ بیخود ہو جاتے۔ یہ بیخودی اور غیبت (غلبہ) دیر تک رہتی۔ جب ہوش میں آتے تو پھر شاخ کو کاٹنا شروع کر دیتے اور پھر بیہوش ہو جاتے۔ اس طرح اس کام میں

Collection Of Advocate Showkat

بہت دیر ہو جاتی۔

کرامات

① آپ نے خواجہ خواجگان حضرت بہاءالدین نقشبندؒ کو اپنی فرزندی میں قبول فرمایا تھا جس کی تفصیل یوں ہے کہ حضرت شاہ نقشبندؒ کی ولادت باسعادت سے پہلے آپ بارہا کوشکِ ہندواں سے گزرتے اور فرماتے:

ازیں خاک بوئے مردے مے آید زود باشد کہ کوشکِ ہندواں قصرِ عارفاں شود۔	"اس زمین سے ایک مرد کی خوشبو آتی ہے جلدی ایسا ہوگا کہ کوشکِ ہندواں قصرِ عارفاں بن جائے گا۔

ایک روز آپ اپنے خلیفۂ اعظم حضرت سیّد امیر کلالؒ کے مکان سے قصرِ عارفاں کی طرف متوجہ ہوئے اور پھر وہاں پہنچکر فرمایا کہ وہ خوشبو اب زیادہ ہو گئی ہے، بلاشک و شبہ وہ مرد پیدا ہو گیا ہے اُس وقت حضرت نقشبندؒ کی ولادت مبارک کو تین روز ہو چکے تھے۔ اُن کے جدّ امجد اُن کو لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "یہ ہمارا فرزند ہے۔ ہم نے اس کو اپنی فرزندی میں قبول کیا۔" پھر اپنے اصحاب سے فرمایا کہ "یہ مردِ خدا ہے جس کی خوشبو ہم نے سونگھی تھی، یہ لڑکا عنقریب اپنے وقت کا مقتدا ہوگا۔" بعد ازاں سیّد امیر کلالؒ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم میرے فرزند بہاءالدین کے حق میں شفقت و تربیت سے ہرگز ہرگز دریغ اور کوتاہی نہ کرنا۔ اگر تم اس میں کوتاہی کرو گے تو میں تمہیں معاف نہیں کروں گا۔ حضرت سیّد امیر کلالؒ نے کھڑے ہو کر ادب و احترام سے ہاتھ سینے پر رکھ کر عرض کیا کہ اگر کوتاہی کروں تو میں مرد نہیں۔"

② حضرت خواجہ نقشبندؒ بیان فرماتے ہیں کہ جب میری عمر اٹھارہ سال (یا کچھ کم و بیش) ہوئی تو میرے جدّ امجد کو میرے نکاح کی فکر ہوئی۔ انہوں نے مجھے حکم دیا کہ میں قصرِ عارفاں جا کر حضرت بابا محمد سماسیؒ کو تشریف لانے کی دعوت دوں تاکہ اُن کے قدومِ میمنت لزوم فرمانے سے یہ کام انجام پذیر ہو جائے۔ جب میں زیارت سے مشرف ہوا تو سب سے پہلی کرامت دیکھنے میں یہ آئی کہ اُس رات آپ کی صحبت کی برکت سے مجھ میں بڑا تضرع و نیاز گریہ زاری اور عاجزی و انکساری پیدا ہوا۔ رات کے آخری حصے میں اُٹھ کر میں نے وضو کیا اور آپ کی مسجد مبارک میں جا کر دو رکعت نماز پڑھی اور سر سجدے میں رکھ کر دُعا اور گریہ زاری بہت کی۔ اسی اثنا میں میری زبان سے نکلا۔

"خدایا! مجھے (دکھ، تکلیف) کا بوجھ اٹھانے اور اپنی محبت کی محنت و مشقت برداشت کرنے کی قوت عطا فرما۔" صبح میں جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے از روئے فراست و بصیرت میری رات کی سرگزشت سے آگاہ ہو کر فرمایا: "اے فرزند! دعا میں یوں کہنا چاہیئے، "خدایا اس بندہ ضعیف کو اپنے فضل و کرم سے اُسی پر قائم رکھ جس میں تیری رضا ہے" پھر ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی رضا تو اس میں ہے کہ بندہ مصیبت میں مبتلا نہ ہو لیکن اگر وہ کسی حکمت کی وجہ سے اپنے کسی دوست پر مصیبت اور آزمائش نازل کرتا ہے تو اپنی عنایت سے اُس دوست کو اُس مصیبت اور آزمائش کو برداشت کرنے کی قوت عطا فرماتا ہے اور اس کی حکمت اُس پر ظاہر کر دیتا ہے۔ خود اپنی مرضی و اختیار سے مصیبت و تکلیف، دکھ اور درد اور رنج و بلا طلب کرنا دشوار ہے، گستاخی نہ کرنی چاہیئے۔

بعد ازاں کھانا لایا گیا۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو آپ نے دسترخوان پر سے ایک روٹی اٹھا کر مجھے عنایت فرمائی۔ میں لینا نہ چاہتا تھا۔ آپ نے فرمایا: "لے لو، کام آئے گی۔" میں نے وہ روٹی لے لی اور آپ کے ہمراہ قصر عارفاں کی طرف روانہ ہوا۔ اثنائے راہ میں جب کبھی کوئی خطرہ پیدا ہوتا تو آپ فرماتے کہ باطن کی حفاظت کرنی چاہیئے۔ ان حالات و واقعات کے مشاہدے سے آپ کی نسبت میرا یقین و اعتقاد بڑھتا گیا۔ راستے میں ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں آپ کا ایک محب و مخلص تھا۔ وہ بڑی بشاشت اور عاجزی سے پیش آیا۔ جب آپ اُس کے مکان میں جلوہ گر ہوئے تو آپ نے اُس کے اضطراب و بیقراری کو دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ "سچ سچ بتا، تمہارے اضطراب کا سبب کیا ہے؟" اُس نے عرض کیا کہ گھر میں دودھ کا پنیر تو حاضر ہے مگر روٹی موجود نہیں۔ آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ "وہ روٹی لاؤ۔" تم نے دیکھا کہ آخر کام آ ہی گئی۔"

آپ کے چار خلفاء کامل و اکمل اور مشہور و معروف ہوئے۔

۱۔ خواجہ محمد صوفیؒ جن کا مزار مقدس قصبہ سوخار میں ہے
۲۔ خواجہ محمود سماسیؒ جو کہ آپ کے فرزند ارجمند تھے
۳۔ خواجہ دانشمند رحمۃ اللہ علیہ
۴۔ خواجہ سید میر کلال رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی رحلت ۱۰؍جمادی الآخرہ ۷۵۵ھ مطابق ۱۳۵۴ء کو ہوئی اور مرقد مقدس موضع سماس میں بنا۔

۱۵

حضرت خواجہ شمس الدین امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ

قصبہ سوخار نزد بخارا — سنہ ۶۷۶ھ / سنہ ۱۲۷۸ء ○ سنہ ۷۷۲ھ / سنہ ۱۳۷۰ء — قصبہ سوخار نزد بخارا

قطعۂ تاریخِ وصال

باغِ زہرہؓ کے خوبصورت پھول خواجۂ خواجگاں امیر کلال
لکھ دو اُن کے مزار پر تاریخ "عزّتِ گلستانِ امیر کلال"

۱۳۷۰ء

(صابر براری، کراچی)

Collection Of Advocate Showkat

حضرت خواجہ شمس الدین امیرِ کلال رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ صحیح النسب سیّد ہیں۔ طریقت میں آپ کا انتساب حضرت بابا محمد سماسی قدس سرہٗ سے ہے۔ آپ قصبہ سوخار (جو قصبہ سماس سے پندرہ میل اور بخارا سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے) میں ۶۷۶ھ / ۱۲۷۸ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کوزہ گری کا شغل رکھتے تھے۔ فارسی زبان میں کوزہ گر کو کلال کہتے ہیں۔ لہٰذا آپ امیر کلال کے نام سے آسمانِ طریقت و معرفت پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔

آپ اوائل جوانی میں کشتی لڑا کرتے تھے۔ ایک روز آپ رامتین میں کشتی لڑنے میں مشغول تھے حضرت محمد بابا سماسیؒ کا گزر اُدھر سے ہوا۔ اور وہ یہ نظارہ دیکھنے کیلئے ایک دیوار کے سایہ میں ٹھہر گئے اور آپ پر توجہ مرکوز کر کے محو ہو گئے۔ حضرت باباؒ کے خدام میں سے ایک نے عرض کیا یا حضرت! آپ ان لوگوں پر جو امورِ بدعت میں مصروف ہیں، کیوں حیران و پریشان ہیں؛ حضرت باباؒ نے ارشاد کیا کہ اس میدان میں ایک ایسا مرد ہے اور اس شکارگاہ میں ایک ایسا شکار ہے جس کی صحبت سے کاملینِ زمانہ فیض یاب ہوں گے کیونکہ اُس کی پرواز نہایت بلند و بالا ہے۔ ہم اُسی مرد کے منتظر ہیں کہ کاش وہ ہمارے جال میں آ پھنسے۔ اسی اثنا میں حضرت امیرِ کلالؒ کی نظر حضرت محمد باباؒ پر پڑی تو اُن کے دل کا پرندہ باباؒ کی محبت کے جال میں آ پھنسا۔ حضرت باباؒ نے اپنی قوتِ جاذبہ سے اپنی طرف کھینچ لیا۔ اس طرح آپ بے اختیار پیچھے پیچھے باباجیؒ کے دولت کدہ پہ پہنچے۔ حضرت باباؒ نے اسی وقت آپ کو طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی تلقین فرمائی اور اپنی فرزندی میں قبول

Collection Of Advocate Showkat

کرلیا۔ اس کے بعد آپ کبھی بھی کُشتی کے دنگل یا بازار میں دکھائی نہ دیئے۔ اور حضرت خواجگان کے طریقہ کے مطابق مشغولِ ریاضت و مجاہدہ رہے یہاں تک کہ درجۂ تکمیل و ارشاد پر پہنچ گئے۔

آپ فنافی الشیخ کی سچّی تصویر تھے۔ متواتر آٹھ سال تک بلاناغہ دوشنبہ (پیروار) اور جمعۃ المبارک کے روز نمازِ مغرب سوخار میں پڑھ کر سماس کو روانہ ہوجاتے اور عشاء کی نماز حضرت باباؒ کی اقتدا میں ادا کرتے اور پھر نمازِ فجر واپس سوخار میں آکر پڑھتے۔ آپ کی زندگی میں کسی کو بھی آپ کے اس حال کی خبر نہ ہوئی؎

گر شہرہ شوی بہ خلق شرّ النّاسی   در گوشہ نشیں شوی ہمہ وسواسی
بہ زانِ نبود چو خضر چوں الیاسیؑ   کس نشاسد ترا و تو کس نہ شناسی

ایک روز آپ رامتین کے ایک باغ میں کپڑے دھو کر خشک کرنا چاہتے تھے۔ مریدوں نے کانٹوں کی باڑ پر کپڑے پھیلا کر خشک کرنے چاہے تو آپ نے منع فرمادیا کہ باڑ کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ درختوں کی شاخوں سے بھی منع فرمادیا کہ مبادا شاخیں ٹیڑھی ہوجائیں اور زمین پر پھیلانے سے بھی روک دیا تاکہ مویشیوں کے کھانے کی گھاس خراب نہ ہو۔ آپ کے یہ ارشاداتِ طیبات سُن کر مریدین دنگ رہ گئے اور عرض کرنے لگے کہ اے امیر! تو پھر آپ کپڑے کس طرح خشک کیا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اپنے کپڑے اپنی پیٹھ پر پھیلا کر سکھا لیا کرتا ہوں اور پیٹھ سورج کی طرف کر لیا کرتا ہوں۔ پھر فرمایا اے یارو! اگر باڑ کو نقصان پہنچے، کسی درخت کی شاخ ٹیڑھی ہوجائے یا مویشیوں کی گھاس خراب ہوجائے تو تم باغ کے مالک کے سامنے کیا عذر پیش کروگے؟ یہ عمل تم خلافِ شریعت کرتے ہو۔ دوسروں کی ملکیت میں تصرّف و اختیار جائز نہیں۔ گناہ خواہ صغیرہ ہی کیوں نہ ہو اُسے سہل اور معمولی نہ سمجھو۔ آدمی گناہ کو سہل اور معمولی سمجھنے سے دوزخ میں جاتا ہے۔ اسی حال میں آپ کی زبانِ اقدس سے نکلا کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لا صغیرۃ مع الاصرار ولا کبیرۃ مع الاستغفار

"اصرار کے ساتھ کوئی صغیرہ نہیں (بلکہ کبیرہ ہوجاتا ہے) اور استغفار کے ساتھ کوئی کبیرہ نہیں رہتا۔"

بعد ازاں فرمایا کہ راہِ خدا کسی پر نہیں کُھلتا جب تک کہ وہ تقویٰ کو اپنا شعار نہ بنائے۔

امیر تیمور المتوفی ۸۰۷ھ / ۱۴۰۵ء نے سمرقند میں جب قیام کیا تو ایک قاصد کو حضرت امیر کلالؒ کی

خدمت میں بھیجا کہ آپ یہاں قدم رنجہ فرمائیں اور اِس ملک کو اپنے قدم مبارک سے مشرف فرمائیں کیونکہ ہمارا حاضر ہونا بہت دشوار اور مشکل ہے :-

اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا (سورۃ نمل ع ۳)	تحقیق بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اُسے خراب کر دیتے ہیں۔

وہ قاصد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے عذر کیا اور فرمایا کہ ہم اسی جگہ ہی دعا گو ہیں اور اپنے صاحبزادے امیر عمرؒ (المتوفی ۸۰۳ھ) کو عذر خواہی کیلئے بھیجا اور اُس کو تاکید کر دی کہ اگر امیر تیمور تم کو انعام یا جاگیر دے تو ہرگز قبول نہ کرنا۔ اگر قبول کرو تو ہمارے پاس نہ لانا کیونکہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے معاملے قبول نہیں فرمایا کرتے تھے۔ لہٰذا اگر تم قبول کرو گے تو اپنے جدِّ بزرگوار صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرو گے۔ درویش ہر وقت مومنوں کیلئے دعا میں مشغول رہتے ہیں اگر وہ دنیا کی طرف میلان کریں تو اُن کی دعا حجاب میں ہو جاتی ہے۔ جب امیر عمرؒ امیر تیمور کے پاس پہنچے تو عذر خواہی کی اور چند روز کے بعد اجازت رخصت طلب کی۔ امیر تیمور نے عرض کیا کہ میں نے تمام بخارا آپ کی نذر کیا لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ تیمور نے پھر عرض کیا کہ چلو سارا نہ سہی کچھ تو قبول فرمایئے۔ آپ نے انکار فرمایا کہ اجازت نہیں ہے۔ تیمور نے کہا کہ میں حضرت امیر کلالؒ کی خدمت میں کیا چیز ارسال کروں کہ ہمارا تقرّب ہو جائے۔ امیر عمرؒ نے فرمایا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ درویشوں کے دل میں تمہارا تقرّب ہو جائے تو تقویٰ اور عدل کو اپنا شعار بناؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور خاصانِ خدا کے قُرب کا ذریعہ یہی چیزیں ہیں۔

کرامات

① حضرت امیر کلالؒ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ جب آپ پیٹ میں تھے اگر اتفاقاً کبھی مشتبہ لقمہ میرے پیٹ میں چلا جاتا تو اس قدر درد ہوتا کہ میں بے ہوش ہو جاتی۔ جب یہ کیفیت کئی بار گزری تو مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ بات اس بچے کی برکت سے ہے جو میرے پیٹ میں ہے۔

② بیعت سے پہلے ایک روز آپ کشتی لڑ رہے تھے کہ حاضرین کی ایک سیاہ باطن جماعت غیبت و چغلی کرنے لگی کہ ایسے سیّد زادہ اور بزرگ زادہ کو اس امرِ بدعت میں مشغول نہ ہونا چاہیئے۔ اُسی وقت اُس جماعت پر خواب زنبیدہ نے غلبہ کیا دیکھتے ہیں کہ قیامت برپا ہے اور وہ کیچڑ

میں پھنسے ہوئے ہیں، ہر چند کوشش کرتے ہیں مگر نکل نہیں سکتے۔ ناگاہ حضرت امیر کلالؒ اُن کے پاس پہنچتے ہیں اور اُن کو کیچڑ سے نکال لاتے ہیں۔ جب وہ بیدار ہوئے تو آپ نے اُن کے کان پکڑ کر کہا کہ یارو! ہم اسی روز کیلئے زور آزمائی کرتے ہیں، تم درویشوں کے حق میں بد اعتقاد نہ ہو۔ جب انہوں نے یہ حال دیکھا تو سب نے توبہ کی اور مردانِ راہِ خدا بن گئے۔ جس بزرگ کا یہ حال کشتی لڑنے کے وقت ہو بعد میں اسی پر قیاس کر لینا چاہیئے۔

③ ایک روز آپ حضرت امیر کلالؒ اپنے اصحاب کے ساتھ خواجہ ابو حفص بخاری قدس سرہٗ کی مسجد میں تشریف رکھتے تھے اور مناسکِ حج بالتفصیل بیان فرما رہے تھے۔ ایک بد اعتقاد شخص کے دل میں خیال آیا کہ آپ نے کعبہ کو کب دیکھا ہے کہ بیان فرما رہے ہیں۔ یہ مسائل تو وہ بیان کرے جس نے کعبہ کو دیکھا ہو۔ کچھ دیر بعد آپ باہر نکلے اور اس شخص کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا، اے نادان! دیکھ تجھے کیا دکھائی دیتا ہے؟ اُس نے جو نظر اٹھائی تو دیکھا کہ کعبہ آپ کے سر پر طواف کر رہا ہے۔ آپ نے فرمایا، اے نادان! جس کے پاس ایک درہم نہ ہو وہ اس خیال میں ہے کہ کسی کے پاس کچھ نہیں۔ تاوقتیکہ اُس کے دل کی آنکھ نہ کھلے، اُسے کچھ نظر نہیں آئے گا۔ وہ شخص قدموں میں گر کر تائب ہوا۔

④ ایک روز آپ کے اصحاب کی ایک جماعت حضرت چیردل آتاؒ کے مزار کی زیارت کو گئی، جو کچھ فاصلہ طے کیا تو ایک شیر کو راستے میں کھڑا دیکھا۔ وہ حیران ہوئے کہ اب کیا کریں۔ اتنے میں آپ تشریف لائے اور شیر کی گردن پکڑ کر راستہ سے ایک طرف کر دیا۔ جب وہ جماعت گزر گئی تو شیر نے بغرضِ تعظیم سر جھکایا اور ایک طرف چل دیا۔ کچھ عرصہ بعد اصحاب نے آپ سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ تھا۔ آپ نے فرمایا، کہ جو ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، سب چیزیں اس سے ڈرتی ہیں کیونکہ اصل در ہمہ کارہا خدا ترسی است ؎

توہم گردن از حکمِ داور مپیچ
کہ گردن نہ پیچد ز حکمِ تو ہیچ

⑤ ایک روز حضرت خواجہ بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ سلطان قزغان کے دربار میں جلّاد کا کام کرنے میں معروف تھے کہ ایک مجرم پیش ہوا۔ سلطان نے اُس کے قتل کا حکم دیا۔ خواجہ صاحب اُسے قتل گاہ میں لے گئے، اُس کی آنکھیں باندھیں اور تلوار کھینچ لی، درود شریف پڑھنے کے بعد

تلوار اس کی گردن پر ماری مگر تلوار نے اثر نہ کیا۔ دوسری بار وار کیا مگر تلوار نے اثر نہ کیا تیسری بار بھی وار کیا مگر کوئی اثر نہ ہوا۔ خواجہ صاحب نے جب دیکھا کہ تلوار کھینچتے وقت مجرم ہونٹ ہلاتا ہے اور منہ میں کچھ کہتا بھی ہے۔ حضرت خواجہ نے پوچھا، تجھے خدائے عز و جل کی قسم! تو سچ سچ بتا کہ منہ میں کیا کہتا تھا؟ اس نے جواب دیا کہ میں اپنے شیخ و سید کو یاد کرتا تھا۔ حضرت خواجہ نے پوچھا کہ تیرا شیخ کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرے شیخ و سید حضرت امیر کلالؒ ہیں۔ پوچھا کہ اس وقت کہاں ہیں؟ جواب دیا کہ بخارا کے علاقہ میں ایک قصبہ سوخار میں تشریف رکھتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت خواجہ نے تلوار پھینک دی اور فوراً سوخار کو روانہ ہو گئے۔ فرماتے تھے کہ وہ بزرگ اور شیخ جو اپنے مرید کو تلوار کے نیچے سے بچا سکتا ہے اگر کوئی اُس کی خدمت بجا لائے، تعجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ اُسے دوزخ کی آگ سے بچائے۔

⑥ ایک روز آپ جامع مسجد بخارا سے نماز جمعہ ادا کر کے اپنے گھر کو روانہ ہوئے۔ راستے میں فتح آباد و کلاآباد کے درمیان امیر تیمور مع فوج خیمہ زن تھا۔ آپ نے اپنے مریدوں اور یاروں سے استفسار فرمایا کہ یہ کون ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ یہ امیر تیمور کا خیمہ ہے۔ امیر تیمور یہ سن کر اپنے خیمہ سے باہر نکلا اور آپ کی خدمت میں عرض کی کہ اے مخدوم! میں آج آپ کی زبانِ فیض ترجمان سے کچھ سننا چاہتا ہوں تاکہ میرے دل کو تسکین و راحت نصیب ہو۔ آپ نے ارشاد کیا کہ فقیر کو جب تک حضرت عزیزاں رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے روحانی اشارہ نہ ہوگا اپنی طرف سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ یہی حال میرے جدِ بزرگوار صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا، مگر تم منتظر رہو۔ جب آپ اپنے آستانے پر پہنچے تو نماز عشاء باجماعت ادا کر کے حضرت عزیزاںؒ کی روحانیت کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے ایک محرم راز شیخ منصور کو جو فراماں میں رہتا تھا طلب کر کے ارشاد فرمایا کہ فوراً امیر تیمور کے پاس جا کر اسے پیغام دو کہ مشائخ بخارا کی ارواحِ طیبہ نے مملکت خوارزم تمہیں عطا کر دی ہے۔ تم بلا توقف وہاں پہنچ جاؤ۔ امیر تیمور نے ایسا ہی کیا اور فتح و نصرت کے شادیانے بجاتا ہوا واپس آیا۔

⑦ ایک روز آپ اپنے اصحاب کے ساتھ جامع مسجد بخارا کو جا رہے تھے کہ ایک کھیت میں ایک کسان کام کر رہا تھا۔ اس کے غلام نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ آقائے کسان نے جواب دیا کہ یہ مفت خورے ہیں۔ آپ نے اپنے نورِ فراست و نورِ کرامت سے یہ بات معلوم کر لی اور فرمایا کہ یارو!

Collection Of Advocate Showkat

حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانیؒ نے فرمایا ہے کہ درویشوں کے متعلق بداعتقادی نہ کرو اور اُن کو چشمِ حقارت سے نہ دیکھو تاکہ دُنیا سے ذلیل و خوار ہو کر نہ جاؤ۔ یار حیران ہوئے کہ حضرت آج کیا فرما رہے ہیں؟ جب مسجد سے واپس آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ شخص (آقا) دردِ گردہ کی تکلیف سے قریب الموت ہے۔ جب نزدیک پہنچے تو اُس نے کہا مجھے حضرت امیر کلالؒ کے پاس لے چلو۔ جب اُس کو آپ کی خدمت میں لایا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس شخص نے کارگر تیر کھایا ہے اس کا علاج نہیں ہو سکتا اسے واپس لے جاؤ۔ یہ انجام کو پہنچ چکا ہے۔ چنانچہ وہ شخص گھر پہنچتے ہی مر گیا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر — تو چہ دانی کہ پسِ ایں گرد سوارے باشد
؎ ہر بیشہ را مبراں کہ خالی است — شاید کہ پلنگے خفتہ باشد

⑧ ایک مرتبہ آپ چند مریدوں کے ساتھ کسی دریا کے کنارے فروکش ہوئے۔ سیر کرتے کرتے اصحاب سے کچھ دور نکل گئے۔ تھوڑی دیر بعد کچھ سوچتے ہوئے واپس لوٹ آئے اور فرمایا، دوستو! "علی صوفی ابھی آجائے گا"۔ ارادت مند خاموش رہے مگر انہیں تعجب ہو رہا تھا کہ علی صوفی جسے حضرت امیر یہاں سے بہت دور بخارا میں چھوڑ آئے ہیں، یہاں کیسے آئے گا؟ لیکن دیکھا کہ علی صوفی ہوا کی مانند پانی پر دوڑتا چلا آرہا ہے اور جب دریا سے نکل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس کا ایک بال بھی تر (بھیگا ہوا) نہ تھا۔ آپ نے علی صوفی کو جھڑکا کہ تو گھر سے کب باہر آیا تھا؟ اس نے عرض کیا، میرے مخدوم! وہاں مجھے آپ کے جمال کا اسقدر اشتیاق غالب ہوا کہ مجھے خبر نہ رہی اور آنکھ کھولی تو اپنے آپ کو یہاں دیکھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جیسے آیا ہے، ویسے ہی لوٹ جا اور جب تک ہم نہ لوٹیں تم اپنی جگہ پر موجود رہو۔ علی صوفی نے آپ کے اشارے پر پانی پر قدم رکھا اور ہوا کی مانند چل پڑا اور فوراً منزلِ مقصود پر جا پہنچا۔

⑨ ایک دفعہ خواجہ خواجگان خواجہ بہاؤالدین نقشبندؒ (جو آپ کے خلیفۂ اعظم ہیں) زیارت کیلئے حاضر ہوئے۔ سامنے آگ دہک رہی تھی۔ آپ خواجہؒ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا، "تم اچھے موقع پر آئے"۔ خواجہ صاحبؒ نے آگ میں لکڑی ڈالی اور بیٹھ رہے، اُن پر اضطراب کا عالم طاری تھا اور اس حالت میں انہوں نے اپنی پوستین اتار کر آگ میں ڈالدی حالانکہ اُس کی جیب

Collection Of Advocate Showkat

میں کچھ شکار کردہ پرندے موجود تھے۔ باہر آکر آپ نے حضرت خواجہؒ کو ملامت کی اور حکم دیا کہ جاؤ! پوستین اٹھالاؤ۔ حضرت خواجہؒ نے عرض کیا، حضرت! پوستین تو جل کر خاکستر بن چکی ہوگی۔ فرمایا، بہاءالدین! جو چیز سالہا سال تک درویشوں کے زیرِ استعمال رہی ہو، اُسے آگ کس طرح جلائے گی، اُسے تو آتشِ عشق نے پہلے ہی جلا رکھا ہے ؏ سوختہ انہ بس کہ بریاں کے شود مشلِ کباب۔

حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبندؒ گئے اور اپنی پوستین وہاں سے صحیح وسالم باہر نکال لی حالانکہ یہ کام آپ کو دہکتی ہوئی آگ سے گزر کر کرنا پڑا مگر گزند نہ پہنچی۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا، بہاءالدین! درویشوں اور اُن کی چیزوں پر یہ دنیوی آگ اثر نہیں کر سکتی، کیا عجب جو کوئی درویشوں کو اپنے دل میں جگہ دیدے، اُسے دوزخ کی آگ بھی نہ جلائے

⑩ آپکے انتقال کے بعد مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے صوفیاء کی ایک جماعت بخارا میں وارد ہوئی اور قصبہ سوخار کا پوچھا۔ لوگوں کے پُوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ وہ حضرت سیّد امیر کلالؒ کی زیارت کیلئے آئے ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ حضرت تو رحلت فرما گئے ہیں۔ اُن صوفیاءؒ نے خواہش ظاہر کی کہ اُن کی اولاد امجاد سے ملیں گے، چنانچہ وہ سوخار آئے اور حضرت امیرؒ کی اولاد سے ملے اور حضرت کے کمالات کا ذکر کرنے لگے۔

لوگوں نے کہا کہ حضرت امیر تو کبھی مکہ اور مدینہ گئے ہی نہیں، آپ انہیں کیسے جانتے ہیں؟ صوفیاء بولے کہ "حرمین شریفین میں اُن کے معتقد و مرید موجود ہیں جن میں ہم لوگ بھی شامل ہیں۔ ہم گذشتہ ۲۳ سال سے اُن کے ساتھ حج کرتے رہے، اس سال آپ کو نہ دیکھا تو اُن کے جمال کی کشش نے ہمیں یہاں کھینچ لیا مگر افسوس کہ وہ انتقال فرما گئے۔"

مذکورہ جماعتِ صوفیاء نے حضرت امیرؒ کے مزارِ مقدس پر حاضری دی اور ارادت مندوں کی طرح آنسو بہائے اور لوگوں سے کہا کتنے افسوس کی بات ہے کہ ایسے صاحبِ کمال کی قدر تم نے نہیں کی، اس کی قدر عرب میں جا کر دیکھو اور پھر سب خدا حافظ کہہ کر چل دیئے ؎

قدرِ گُل و مُل بادہ پرستاں دانند — نے تنگ دلاں و تنگ دستاں دانند
ای بے خبر، از بے خبری معذوری — سِرّیست درین شیوہ کہ مستاں دانند

آپکا شجرۂ نسب فخرِ موجودات، سرورِ کائنات، رسولِ رحمت حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے

Collection Of Advocate Showkat

یوں جا ملتا ہے :۔

(۱) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم (۲) حضرت علی کرم اللہ وجہہ ، حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا (۳) حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۴) حضرت زین العابدینؓ (۵) حضرت امام محمد باقرؒ (۶) حضرت امام جعفر صادقؒ (۷) حضرت امام موسیٰ کاظمؒ (۸) حضرت سید ابراہیم رضاؒ (۹) حضرت سید محمد جعفر موسویؒ (۱۰) حضرت سید محمد عزیز موسویؒ (۱۱) حضرت سید احمد موسویؒ (۱۲) حضرت سید محمد شہید موسویؒ (۱۳) حضرت سید عبداللہ الملقب بہ مظلومؒ (۱۴) حضرت سید امیر موسویؒ (۱۵) حضرت سید امیر حسینؒ (۱۶) حضرت سید ابوالقاسمؒ (۱۷) حضرت سید امیر عزیزؒ (۱۸) حضرت سید امیر حمزہؒ (۱۹) حضرت سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہم ۔

آپکی رحلت ۸ر جمادی الاول ۷۷۲ھ ۱۳۷۱ء بروز پنجشنبہ (جمعرات) بوقت صبح صادق ہوئی ۔

مزار شریف قصبہ سوخار نزد بخارا میں ہے ۔ ؎

کرد رحلت چوں امیر اولیاء   ہر کسے سالش بہ سلک نظم سفت
ہاتفِ غیبی بتاریخ وصال   "صاحب انوار عرفان بود" گفت
۷۷۲ھ

ارشاداتِ قدسیہ

جب آپ پر ضعف غالب آگیا اور جسم کمزور پڑ گیا تو اپنے صاحبزادوں اور ارادت مندوں کو جمع کر کے یہ وصیتیں فرمائیں ۔

① جب تک تم زندہ رہو طلبِ علم سے ایک قدم بھی دور نہ رہو کیونکہ طلبِ علم تمام مسلمانوں پر فرض ہے اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے سرِ مو تجاوز نہ کرو کیونکہ جملہ سعادتیں اسی عمل سے حاصل ہوتی ہے ۔ اوّل ، علمِ ایمان ، دوم علمِ نماز سوم علمِ روزہ ، چہارم علمِ زکوٰۃ ، پنجم ، علمِ حج ، ششم ، والدین کی خدمت کا علم ، ہفتم ، صلۂ رحم اور رعایتِ ہمسایہ کا علم ، ہشتم ، خرید و فروخت کا علم ، نہم ، حلال و حرام کا علم ۔ ان اُمور سے ناواقفی کی بنا پر لوگ تباہی کے بھنور میں جا گرتے ہیں ؎

دنیا طلبان ز حرص مستند ہمہ   از بہر درم جملہ شکستند ہمہ
آں عہد کہ با خدای بستند ہمہ   موسیٰ کش و فرعون پرستند ہمہ

② عزیزو! بالیقین جانو کہ دنیا داروں کی دوستی اللہ تعالیٰ کے راستے کی بہت بڑی رکاوٹ ہے ۔

لہٰذا ضروری ہے کہ خدا داں بنو اور خدا خواں بھی تاکہ تمہارے دین و ایمان کا زیاں نہ ہو۔ ہر حالت میں خدا سے ڈرتے رہو اور یاد رکھو کہ خدا ترسی سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں ہے۔ جو شخص خدا سے نہیں ڈرتا، اُس سے مت ڈرو۔ ہاں جو خدا سے ڈرتا ہے اُس سے تم بھی ڈرو۔ خدا ترس کو مت تکلیف دو، ایسا نہ ہو کہ اُس کی بد دُعا سے مُبتلائے مصیبت ہو جاؤ۔ ؎

ای بسا نیزۂ عدو شکناں　　لخت لخت از دعائے پیرزناں
آہ یک پیرزن کند بہ شجر　　نہ کند صد ہزار تیر و تبر

(۳) فرمایا، دوسروں کے دل موہ لینے کی پُوری پُوری کوشش کرو کیونکہ ؎

در راہِ خدا دو کعبہ آمد منزل　　یک کعبۂ صور است و یک کعبۂ دل
تا بتوانی زیارتِ دلہا کُن　　کافزوں ز ہزار کعبہ بُود یک دل

(۴) آپ نے فرمایا، عزیزو! جہاں تک ممکن ہو، اللہ تعالیٰ کے ذکر پر زیادہ توجہ دو۔ ذکر ایسا کرو کہ اُس سے نفی و اثبات نمایاں ہوتی ہوں۔ "لَا اِلٰہ" کہنے میں ماسوائے حق کی نفی کرو اور اس کے بعد "اِلا اللہ" سے ذاتِ واحد جو والدین، اولاد اور ہر قسم کی احتیاج و مدد سے پاک اور بے نیاز ہے، کا اثبات کرو۔ اُس وقت تم صحیح طور پر ذکر کرنے والے بنو گے۔ کلمہ طیبہ کے بعض نے یہ معنی لکھے ہیں کہ "ہمیں نے دینِ اسلام اور اُس کے تقاضے مان لیے ہیں"۔ بعض نے لکھا، "جو کچھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے اُسے ہم نے مان لیا اور جس چیز کو وہ نہیں مانتے اُس سے ہم بھی بیزار ہیں"۔ بعض نے کہا ہے "کلمہ طیبہ حق کا ماننا اور باطل کا رد کرنا ہے"۔ میرے عزیزو! اس کلمے کے معنی جان کر اس پر عمل کرو تو حقیقی صاحبِ تصوّف بنو گے۔ یاد رکھو، کپڑے پانی سے پاک ہوتے ہیں، زبان ذکرِ الٰہی سے اور جسم ادائے نماز سے، مال و دولت زکوٰۃ دیکر پاک ہوتے ہیں اور تمہارا پورا وجود نفیِ ماسوا اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی سے پاک ہوتا ہے ؎

قومی بگزاف در غرور افتادند　　واندر طلب حور و قصور افتادند
معلوم شود چو پردہا برگیرند　　کز کوئے تو دُور دُور افتادند

(۵) میرے عزیزو! اخلاص اختیار کرو اور دوسروں پر رحم کرو تاکہ نجات پاؤ۔ ؎

میازار مورو نیازار کس   رہِ رستگاری ہمیں است و بس   (سعدیؒ)

(٦) فرمایا:- دل، زبان اور جسم کی پاکیزگی، حلال کے لقمے سے حاصل ہوتی ہے۔ آدمی کے معدے کو پانی کا حوض جانیئے۔ حوض سے مختلف سمتوں میں پاک پانی اسی صورت میں نکل سکے گا جبکہ خود حوض پاک پانی کا مجموعہ ہو۔ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:- "جو چالیس دن تک حلال روزی کھائے۔ اللہ تعالیٰ اُس کے دل و زبان کو علم و حکمت سے بھر دے گا اور اُس کا دل روشن ہونے لگے گا۔" مگر شرط یہ ہے کہ تقویٰ کو ہر حال میں اپنا شعار بنائے رکھے۔ ؎

تقویٰ و خوف و ترس و اخلاص و زہد و علم   صبر و یقین و طاعت و خیرات بر دوام
عہد و وفا و صدق و سخا و صفا و حلم   مردی و مردمی و نکوئی بہ خاص و عام
اینہا ہمہ صفات کمالی اند در روش   مرد آں زماں شوی کہ شوی در روش تمام

(٧) فرمایا:- سالک تائب رہے کیونکہ توبہ سب طاعتوں کا سرچشمہ ہے۔ توبہ یہ ہے کہ پہلے اپنے کئے پر دل میں شرمندہ ہو، پھر ترکِ گناہ کی نیت کرے اور اُس کے بعد اُن گناہوں کا ارتکاب نہ کرے اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور گناہوں کی معافی مانگے۔

(٨) فرمایا:- اتنی گریہ زاری کرو کہ اپنی توبہ کی قبولیت کا یقین ہو جائے اور تائب کے لقب کے سزاوار بن سکو۔ روزی کا غم دل سے نکال دو اور آخرت کے غم سے فکرمند رہو، عبادت کرتے رہو کیونکہ یہ بندہ ہونے کی علامت ہے۔

(٩) ارشاد کیا:- جانتے ہو، ارادت کیا ہے؟ ارادت، رضائے خداوندی کا حصول ہے، یہ بُری عادتیں ترک کرنے، وفائے عہد، ادائے امانت اور ترکِ خیانت کا نام ہے۔ دیکھے تو اپنی غلطی کو اور نہ دیکھے تو اپنے اعمال کے مرتبے کو اور ہمیشہ ذکرِ خدا میں مشغول رہے اللہ کا نام لیے بغیر کوئی کام شروع نہ کرو تاکہ قیامت کے دن اپنے عمل کی وجہ سے دین سے نادم نہ ہو۔ عزیزو! کوئی کام کرنے سے قبل خوب سوچ لیا کرو۔ ؎

سخن دانستہ گو چیزی کہ گوئی   بدل دانستہ بہتر گو مگوئی
بمیدانِ فصاحت گو گرانی   مراں بس کرم تا در سر ندانی

(١٠) عزیزو! اللہ تعالیٰ کے احکام خاکساری سے بجا لاؤ، تم جہاں بھی ہو، علم و عمل کی.

طلب کا ثبوت دو، علم وعمل حاصل کرنے کی خاطر آب و آتش کے طوفان سے بھی گزرنا سیکھو۔ ؎

دربادیہ علم دویدن چہ خوش است   وز عالمِ دین سخن شنیدن چہ خوش است
صد بار باتفاق با دل گفتم   از صحبت نااہل بریدن چہ خوش است

(۱۱) عزیزو! ہر حالت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرائض بجا لاتے رہو، غیر شرعی باتوں اور بدعتوں سے بچتے رہو اور اس آیت مبارک کو پیش نظر رکھو: "اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں"۔ حضرت فضیل عباسؒ کا واقعہ ہے، انہوں نے سردی کے موسم میں شیخ عبد العلامؒ کو پسینہ میں تر الود دیکھا، پوچھا: "اس موسم میں آپ کی مبارک پیشانی پر یہ پسینہ کیسا"؟ جواب دیا: "یہاں نہی منکر کا ایک موقعہ تھا۔ میں برائی سے منع کر سکتا تھا مگر نہ کیا۔ اب بے قرار ہوں کہ اُس سُستی کا ازالہ کیسے کروں اور قیامت کے دن کس تدبیر سے نجات پاؤں؛ عزیزو! غور کرو، تم ہر روز امر معروف اور نہی منکر سے کس قدر غفلت برتتے ہو۔ تمہیں اپنی اور دوسروں کی اصلاح کی کتنی فکر ہے؟ ؎

الٰہی ہر نفسی صد گنہ از من دیدہ   وانگہ پردۂ من بکرم نہ دریدہ
اے من بترم از ہر چہ بعالم بتر است   اے لطفِ تو از من بتر آمر زیدہ

(۱۲) عزیزو! اپنے اعمال کی کسوٹی سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بناؤ۔ جو کام اس کسوٹی پر پورا اترے وہ مقبول ہے ورنہ غلط اور گمراہی ہے۔

(۱۳) عزیزو! اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے حقوق کا خیال رکھو، اُس کی بشارتوں سے خوش رہو اور وعیدوں سے ڈرو، کھانے پینے، اُٹھنے بیٹھنے اور ہر کام میں احکامِ خداوندی کا خیال رکھو۔ ؎

دلا امروز کارے کن کہ فریادت رسد فردا   نہ باشی طالب چیزے کہ اُو شورش دہد سر را
بخوان از علم دین چیزے کہ عالم بہتر از جاہل   بہ بیں از راہِ حق راہے کہ بینا بہ ز نابینا
دلا امروز کاری کن کہ کارت می شود آنجا   نباشی طالب کاری کہ دشوارت شود آنجا

(۱۴) عزیزو! کام کرو، محنت سے اتنی روزی حاصل کرو جو احتیاجات کیلئے اکتفا کرے،

Collection Of Advocate Showkat

نہ اتنی کہ اس سے عیش و عشرت اور اسراف کی راہیں کھلنے لگیں۔ خرچ میں میانہ روی اختیار کرو۔ نہ اسراف و فضول خرچی ہو اور نہ ہی کنجوسی اور تنگدلی۔ ارشادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ سب کاموں میں میانہ روی بہتر ہے۔ روزی حلال کھاؤ۔ ؎

رو بہ عقبیٰ زرِ حلال بود   دل ہمانجا بود کہ مال بود
ہر چہ زینجا بری نگہ دارند   بہ قیامت ہمانت پیش آرند

(۱۵) عزیزو! جمعِ مال کی ہوس نہ رکھو، جو ملے اُسے خرچ کرتے رہو ؎

خور و پوش و بخشائے راحت رساں   نگہ می گزاری ز بہر کساں

احتیاج سے جو بچو، بچانے میں حرج نہیں، مگر بھروسہ اس ذخیرہ پر نہ ہو، خدا پر ہو۔ نیند آئے تو سوؤ جس سے اطاعت کی قوّت بحال ہو سکے۔ عزیزو! اللہ کو یاد کیجئے بغیر مت سو جاؤ، غافل نہ ہو جاؤ۔ حضرتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جاہل کی عبادت سے عالم کی نیند بہتر ہے ؎

خواب بیداریست چوں با دانش است   وائے بیداری کہ با نادانش است

(۱۶) روزوں کی پوری پابندی کرو، روزے کا ظاہر از سحر تا غروبِ آفتاب کھانے پینے سے پرہیز کرنا ہے لیکن اس کا باطن سب اعضا و جوارح پر پابندیاں لگانا ہے۔ آنکھ حرام نہ دیکھے، زبان سے ناجائز باتیں نہ نکلیں، کان فواحش سننے کے عادی نہ بنیں اور ہاتھ خراب اور غلط کام کرنے سے رُکے رہیں۔ اس سے بھی آگے حقیقتِ روزہ یہ ہے کہ دل غرور، حسد، لالچ، ریاکاری، نفاق، کینہ اور تکبر سے پاک ہو جائے۔ ؎

کبر و حسد و بخل و نفاق و کینہ   اوصافِ بشر، طبیعتِ دیرینہ
ہرگز بہ مقامِ ہیچ مردی نرسی   تا زیں ہا پاک نہ داری سینہ

(۱۷) میرے عزیزو! تمہیں چاہیئے کہ ادائے زکوٰۃ کا اہتمام کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "جو زکوٰۃ نہ دے، اس کی نماز، روزہ، حج اور جہاد نامقبول رہتے ہیں"۔ ایک دوسرا ارشادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے: "بخیل اللہ کی رحمت، اُس کے بندوں کے دلوں اور بہشت سے دُور ہے اور دوزخ سے قریب ہے۔ سخی اللہ کی رحمت، اُس کے بندوں کے دلوں اور بہشت سے قریب ہے اور دوزخ سے دُور ہے"۔

(۱۸) عزیزو! اچھے اخلاق اور جوانمردی سے آدمی واقعی انسان بنتا ہے۔

(۱۹) فرمایا:- مجھ سے پہلے مشائخ نے اپنے مریدوں کو وصیتیں کیں اور انہوں نے اُن پر عمل کر کے اپنی دنیا و عقبیٰ سنوارے۔ مجھے اُمید ہے کہ میرے مرید بھی میری بات سنیں گے اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اُنہیں عمل کرنے کی توفیق دے۔

(۲۰) عزیزو! لوگ وصالِ حق سے اس لیے محروم رہتے ہیں کیونکہ اُنہوں نے دنیائے دُوں کو اپنا مقصود بنا رکھا ہے لیکن صوفی کو چاہیئے کہ ذاتِ باری کی معرفت کے بارے میں اپنا عقیدہ درست رکھے اور بدعت سے بچے۔ اُسے چاہیئے کہ ہر بات کی دلیل پر غور کرے تاکہ بوقتِ پرسش بتا سکے۔ میرے عزیزو! حیف ہے اگر تمہیں دین کے بارے میں پوچھیں اور تم بتا نہ سکو۔ دوسروں کیلئے پوشیدہ باتیں طبقۂ صوفیا کی خاطر آشکارا ہوتی ہیں، پھر آپ علم و دانش سے غفلت برت کر اہلِ ظاہر سے پیچھے کیوں رہ جاؤ۔ عزیزانِ من! طبقۂ صوفیہ میں، ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ اپنا ایک دوست رکھتا ہے جس کی برکت سے دوسروں کی لغزشیں معاف ہوتی رہتی ہیں اس دوستِ خدا اور مردِ حق کو تلاش کرو تاکہ دونوں جہانوں کی نعمتوں سے مالامال ہو جاؤ لیکن علمائے دین کی خدمت کرنے میں پیش قدم رہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں وارثانِ انبیاءؑ کہا ہے اور یہ کہ جس نے علم اور علماء کو چاہا، اُس نے زندگی بے خطا گزاری۔ ؎

ز دانائی دمی ارزد جہانی — نیرزد صد سرِ نادان بہ نانی
مگو کز صحبتِ دانا زیان است — وگر یابی ز عمرت حاصل آن است
دراں کن جہد تا دانش پذیری — نکو باشی اگر دانا بمیری

(۲۱) عزیزو! دُنیا کے طالبوں کی ہمنشینی نہ کرو اور جاہلوں سے دُوری اختیار کرو۔

؎ ببر از جاہل ار چہ خویش باشد — کہ رنج او ز راحت بیش باشد

(۲۲) بے وقوف کی صحبت آدمی کو خدا سے دُور کر دیتی ہے۔ تم لوگ سماع و رقص کرنے والوں کی محفل میں نہ جاؤ کیونکہ یہ لوگ دل کی صلاحیّت کو خراب کر دیتے ہیں۔ سماع کرنے والوں کو حال نہیں، اُن کی نظر میں "حال" یہ ہے کہ چُھری ماری جائے اور خبر نہ ہو ؎

سماعِ آسماں بود مر صوفی گرم — چو آتش ہست جوشیدن چہ کار است

(۲۳) عزیزو! اجازت و رعایت سے استفادہ نہ کرو تاکہ صاحبِ عزم بنو۔ رعایات

سے مستفید ہونا کمزوروں کا شیوہ ہے۔ اس سے زیادہ کیا کہوں۔ حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانیؒ جو قطبِ عارفین، برہانِ محققین اور مرشدِ سالکین تھے۔ ارشادات پر اکتفا فرماتے تھے کیونکہ عاقل کیلئے اشارہ کافی ہوتا ہے۔ العاقل تکفیہ الاشارۃ۔ ؎

دگرہ عاقلی یک اشارت بس است　　ازیں بہ نصیحت نہ گوید کسی

حضرت سیّد امیر کلالؒ کی مذکورہ وصیتیں اکثر مریدوں نے سنیں جو خود بھی منصبِ رُشد و ہدایت پر فائز تھے۔ حضرت کے چار صاحبزادے تھے۔ امیر بُرہان، جو حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ کی زیرِ تربیّت تھے۔ سیّد امیر شاہ، شیخ یادگار کے زیرِ نظر تھے۔ امیر حمزہ جو مولانا عارف کے مرید تھے۔ چوتھے فرزند امیر عمرؒ، مولانا جمال الدین دہ آسیائیؒ کی تربیّت میں تھے۔ چار خلفاء اور چار ہی فرزند تھے۔ ؎

دلا یارے طلب کن گر توانی　　چناں یاری کہ بُردی جان فشانی
چو یابی دوستی سخنش نگہ دار　　بہ سستی دامنش از دست مگذار
ترا گر یافت شُد ما را خبر کن　　دگرنہ ایں حکایت مختصر کن

حضرت امیرؒ نے دریافت فرمایا، میرے بیٹو! تم میں کون اللہ کے بندوں کی خدمت کا کام سنبھالے گا؟ سب نے عرض کیا ہم میں اتنی استطاعت کہاں، مگر آپ جسے حکم دیں ہم دوسرے اُس کا حکم مانیں گے۔ ؎

خدمت بجان کنیم اگر باشدت قبول　　ای دولت و سعادتِ ما گر تُست قبول

اس پر حضرت امیرؒ نے مراقبہ کیا اور حضرت امیر حمزہؒ کی طرف اشارہ کیا۔ فرمایا: مشائخ کی ارواح نے تمہارا ہی اشارہ کیا ہے۔ امیر حمزہؒ معذرت کرنے لگے کہ میرے مخدوم! مجھ میں اتنی طاقت کہاں اور اس قدر استعداد کیسے ہو سکتی ہے۔ فرمایا، اے بیٹے! یہ کام تمہارا مقدّر ہو چکا، مانو یا نہ مانو تمہیں بارِ خلافت سنبھالنا ہی پڑے گا۔ ؏

مابدست یار دادیم اختیارِ خویش را

اس کے بعد حضرت امیر کلالؒ نے پھر حضرت امیر حمزہؒ کی طرف اشارہ کیا اور پھر گوشۂ تنہائی میں تشریف لے گئے اور تین دن تک کسی سے بات نہ کی۔ تین دن کے بعد مراقبہ سے

سر اٹھایا اور خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا میں مصروف ہو گئے۔ حاضرینِ مجلس نے بعد ادب و احترام سوال کیا کہ اے مخدوم! آپ نے جو تین دن رات خلوت فرمائی ہے، ہمیں بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ اس کا سبب کیا ہے؟ حضرتؒ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس دوران گوشۂ تنہائی میں دریائے حیرت میں غوطہ زن تھا کہ قیامت کے دن ہمارا اور ہمارے یاروں کا کیا حال ہوگا؟ آخر ہاتفِ غیبی نے ہمارے باطن میں یہ ندا دی کہ "اے امیر کلالؒ! ہم نے تجھ پر، تیرے یاروں پر، تیرے دوستوں پر اور اُن لوگوں پر جن پر آپ کے لنگر کی مکھی بیٹھی ہو، رحمت کی اور سب کے گناہ معاف کر دیئے"۔ تم خوش ہو جاؤ کہ خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تم پر رحمت کرے گا۔ اور تمہارے گناہوں سے درگزر کرے گا۔ ؎

شادم کہ زمن بر دلِ کس بارے نیست   کس را زمن و کارِ من آزارے نیست
گر نیک شمارند و اگر بد گویند   با نیک و بدم ہیچ کسی کارے نیست

اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی اور لطفِ خاص سے تم سب پر رحم فرمائے۔ یہ فرمایا اور اُسی روز اللہ تعالیٰ کے جوارِ رحمت میں پہنچ گئے۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔ ؎

این مزرعہ را بیش کساں کاشتہ اند   ناکام گذشتند و بگذاشتہ اند
رفتند یگان لگان کنوں میدروند   ہر نیک و بدی کہ در جہاں کاشتہ اند

حضرت امیر کلالؒ کی وصیت کے مطابق حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ اور حضرت مولانا عارفؒ نے اُن کے جسدِ مبارک کو حوالۂ خاک کیا۔ ؎

در عالمِ خاک پاک پاشیدم و رفت   خود دشمن و دوست بر تراشیدم و رفت
با نیک و بد زمانہ ام کاری است بسی   دارندہ چنانکہ داشت پاشیدم و رفت

(۱۶)

خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ سیّد بہاء الدین محمد نقشبند قدس سرہٗ

قصرِ عارفاں —— سنہ ۷۲۸ھ / سنہ ۱۳۲۸ء —○— سنہ ۷۹۱ھ / سنہ ۱۳۸۹ء —— قصرِ عارفاں، بخارا

قطعۂ تاریخِ وصال

چھپ گئے ہیں چشمِ عالم سے بظاہر وہ مگر — رکھتے ہیں عالم میں آب و تابِ خواجہ نقشبند
سالِ رحلت حضرتِ سیّد بہاء الدین کا — کہیئے اے صابرؔ "درِ نایابِ خواجہ نقشبند"

—۱۳۸۹ء—

(صابرؔ براری، کراچی)

حضرت خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند بخاری قدس سرہٗ

سکّہ کہ در یثرب و بطحیٰ زدند　　نوبت آخر بہ بخارا زدند
از خطِ آں سکّہ نشد بہرہ مند　　جُز دلِ بی نقشِ شہِ نقشبند
تاجِ بہا بر سرِ دین اُو نہاد　　قفلِ ہوا از درِ دینِ اُو گشاد

مولانا جامی رحؒ

آپ کی ولادت سنہ ۷۲۸ھ میں قصرِ عارفاں (بخارا سے تین میل دُور) میں ہوئی۔ آپ کی پیدائش سے پہلے حضرت بابا محمد سماسی رحمۃ اللّٰہ علیہ نے آپ کی ولادت کی بشارت دی تھی۔ تولّد سے تیسرے روز آپ کے جدّ امجد آپ کو حضرت بابا قدس سرہٗ کی خدمت میں لے گئے۔ حضرت بابا نے آپ کو اپنی فرزندی میں قبول فرمایا اور اپنے خلیفہ اعظم سیّد امیر کلال رحؒ سے آپ کی تربیّت کے بارے میں عہد لیا جیسا کہ گزشتہ اوراق میں ذکر ہو چکا ہے۔

بچپن ہی سے آثارِ ولایت اور انوارِ کرامت و ہدایت آپ کی پیشانی سے ظاہر و آشکارا تھے۔ چنانچہ آپ کی والدہ ماجدہ کا بیان ہے کہ میرا فرزند بہاء الدین چار سال ایک ماہ کا تھا۔ میرے پاس ایک گائے تھی جو حاملہ تھی۔ ایک روز میرے فرزند نے اُس کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ یہ گائے گوسالہ سفید پیشانی والا جنے گی۔ چنانچہ چند ماہ کے بعد قدرتِ حق تعالیٰ سے اُس گائے نے ویسا ہی گوسالہ جنا۔ جنھوں نے میرے فرزند کی بات سُنی وہ حیران ہوئے اور

حضرت محمد بابا سماسی رح کے نفسِ مبارک کا اثر ثابت ہو گیا۔

آپ کو اگرچہ آدابِ طریقت کی ظاہری تعلیم سید امیر کلال رح سے ہے مگر حقیقت میں آپ اویسی ہیں، کیونکہ آپ کی تربیت حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی رح کی روحانیت سے ہوئی ہے۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ اوائلِ احوال اور غلبات، جذبات و بیقراری میں راتوں کو میں نواحیِ بخارا میں پھرا کرتا تھا اور ہر مزار پر جاتا تھا۔ ایک رات میں تین مزاروں پر گیا۔ جس مزار پر پہنچا ایک چراغ ٹمٹماتا نظر آتا۔ چراغ میں پورا تیل اور بتّی ہوتی مگر بتّی کو ذرا اُکسانے کی ضرورت تھی تاکہ تیل سے باہر آجائے اور بخوبی جلے۔ شروع رات میں خواجہ محمد واسع رح کے مزار مبارک پر پہنچا۔ وہاں اشارہ ہوا کہ خواجہ محمود فغنوی رح کے مزار پر جانا چاہیئے۔ جب میں اُس مزار پر پہنچا تو دو شخص آئے اور انہوں نے دو تلواریں میری کمر پر باندھیں اور گھوڑے پر سوار کر کے اس کی باگ مزارِ مزداخن کی طرف پھیر دی۔ جب وہاں پہنچا تو فتیلہ اور چراغ اسی حالت میں تھا۔ میں رُو بقبلہ بیٹھ گیا اور اسی توجہ میں غیبت طاری ہو گئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ قبلہ کی جانب سے دیوار شق ہو گئی ہے اور ایک بڑا تخت ظاہر ہوا جس پر ایک بزرگ بیٹھا ہوا ہے اور اس کے آگے ایک سبز پردہ لٹکا ہوا ہے۔ اُس تخت کے گرد ایک جماعت حاضر ہے۔ میں نے اُس جماعت میں خواجہ محمد بابا کو دیکھا اور جان گیا کہ جماعت گزشتہ بزرگوں کی ہے مگر دل میں آیا کہ وہ بزرگ اس جماعت میں کون ہے۔ اسی اثناء میں اس جماعت میں سے ایک نے کہا کہ وہ حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی ہیں اور یہ جماعت اُن اُن کے خلیفے ہیں۔ خلیفوں کے نام گن گن کر اُس نے ہر ایک طرف اشارہ کیا کہ یہ خواجہ احمد صدیق ہیں، یہ خواجہ اولیائے کلاں ہیں۔ یہ خواجہ عارف ریوگری، یہ خواجہ محمود الخیر فغنوی اور خواجہ علی رامیتینی ہیں۔ جب خواجہ محمد بابا سماسی تک پہنچا تو اشارہ کر کے کہا کہ ان کو تم نے حالتِ حیات میں دیکھا ہے۔ یہ تیرے شیخ ہیں۔ انہوں نے تجھے کلاہ دی ہے۔ کیا تو ان کو پہچانتا ہے۔ میں نے کہا، میں ان کو پہچانتا ہوں۔ کلاہ کا قصہ بہت دنوں کا ہے مجھے یاد نہیں رہا۔ اُس نے کہا وہ کلاہ تیرے گھر میں ہے اور تجھے یہ کرامت عطا ہوئی ہے کہ جو بلا (دکھ، مصیبت) نازل ہو وہ تیری برکت سے دُور ہو جائے گی۔ اُس وقت اُس جماعت نے کہا کہ کان لگا کر سُنو، حضرت خواجہ بزرگ (خواجہ عبد الخالق غجدوانی)، ارشادات فرمائیں گے جو تجھے راہِ حق کے سلوک میں کام آئیں گے۔ میں نے اُس

جماعت سے درخواست کی کہ میں حضرت خواجہ کو سلام کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے وہ پردہ آگے سے اٹھا دیا اور میں نے حضرت خواجہ کو سلام کیا۔ حضرتؒ نے جواب دیا اور ارشادات فرمائے جو سلوک کے ابتدا، وسط اور انتہا سے تعلق رکھتے ہیں۔ اُن میں سے ایک یہ تھا کہ جو چراغ تجھے اس حالت میں دکھائے گئے، تیرے لیئے بشارت ہیں اور اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ تجھ میں اس شے کی استعداد و قابلیّت ہے مگر استعداد کی بتی کو اکسانا چاہیئے تاکہ روشن ہو جائے اور اسرار ظاہر ہوں اور قابلیت کے مطابق عمل کرنا چاہیئے تاکہ مقصد حاصل ہو۔ دوسرا ارشاد جس کی آپ نے تاکید فرمائی، یہ تھا کہ ہر حال میں جادۂ شریعت و استقامت پر قدم رکھنا چاہیئے اور عزیمت و سنّت پر عمل کرنا اور رخصت و بدعت سے دور رہنا چاہیئے اور ہمیشہ احادیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا پیشوا بنانا اور اخبار رسول اکرمؐ اور آثار صحابہ کرامؓ کی تلاش میں رہنا چاہیئے۔ ان ارشادات کے ختم ہونے پر حضرت خواجہ کے خلیفوں نے مجھ سے کہا کہ تیرے حال کی صداقت کا شاہد ایک یہ ہے کہ تم مولانا شمس الدین انکوتیؒ کے پاس جا کر کہنا کہ فلاں ترک نے ایک شخص سقا نام پر دعویٰ کیا ہے۔ حق اُس ترک کی طرف ہے اور تم سقا کی رعایت کرتے ہو۔ اگر سقّا مدّعی کی جانب کی حقیقت کا منکر ہو تو اُس سے کہنا کہ ”اے سقائے تشنہ“ وہ اس بات کو جانتا ہے۔ دوسرا شاہد یہ ہے کہ سقا نے ایک عورت سے زنا کیا ہے، جب وہ حاملہ ہو گئی تو حمل کو اسقاط کر کے بچّہ کو فلاں جگہ پر انگور کے نیچے دفن کر دیا ہے۔ پھر ان خلیفوں نے فرمایا کہ جب تو یہ پیغام مولانا شمس الدین کو پہنچا دے تو دوسرے روز صبح کے وقت فوراً تین عدد مویز (سوکھے ہوئے انگور، منقّا) لینا اور ریگ مردہ کے راستے نسف کی طرف حضرت سیّد امیر کلالؒ کی خدمت میں روانہ ہو جانا۔ جب تو جنگل میں پہنچے گا تو ایک بوڑھا ملے گا جو تجھے ایک گرم روٹی دے گا۔ وہ روٹی لے لینا مگر اُس سے بات نہ کرنا۔ آگے بڑھ کر تجھے ایک قافلہ ملے گا۔ قافلہ سے گزر کر ایک سوار آگے آئے گا، جسے تو نصیحت کرے گا اور وہ تیرے ہاتھ پر توبہ کرے گا۔ حضرت عزیزانؒ کی کلاہ جو تیرے پاس ہے اُسے اپنے ساتھ حضرت سیّد امیر کلال کی خدمت میں لے جانا۔

بعد ازاں اُس جماعت نے مجھے ہلا دیا اور میں ہوش میں آ گیا۔ صبح کو میں فوراً اپنے مکان پر گیا اور متعلقین سے کلاہ کا قصہ دریافت کیا۔ انہوں نے بتایا کہ مدّت ہوئی وہ کلاہ فلاں جگہ رکھا تھا۔

جب میں نے حضرت عزیزاں کی کلاہ دیکھی تو میری حالت بہت دگرگوں ہو گئی اور میں بہت رویا۔ اسی وقت میں ابکنہ پہنچا اور نمازِ فجر مولانا شمس الدین کی مسجد میں پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر میں نے مولانا سے وہ قصہ بیان کیا۔ سقا حاضر تھا۔ وہ مدعی کے دعویٰ کا منکر ہو گیا۔ میں نے سقا سے کہا کہ میرا ایک گواہ یہ ہے کہ سقائے تشنہ ہے، تجھے عالم معنی سے کوئی حصہ نہیں۔ وہ خاموش ہو گیا۔ پھر میں نے کہا کہ میرا دوسرا گواہ یہ ہے کہ تو نے ایک عورت سے زنا کیا۔ وہ حاملہ ہو گئی اور تیرے حکم سے اسقاطِ حمل کیا گیا اور بچہ کو تو نے فلاں جگہ پر انگور کے نیچے دفن کیا۔ سقا نے اس سے بھی انکار کیا۔ مولانا اور مسجد کے لوگ اس جگہ پہنچے اور تلاش کی تو وہاں مدفون بچہ پایا۔ سقا نے معافی مانگی۔ مولانا اور مسجد کے لوگ رو پڑے اور عجیب حالات رونما ہوئے۔ جب وہ دن گزر گیا تو میں دوسرے روز آفتاب طلوع ہونے پہ تین عدد مویز لیکر ریگ مردہ کے راستے نسف کی طرف روانہ ہونے لگا۔ جب مولانا کو میری روانگی کی خبر ہوئی تو مجھے بلایا اور مجھ پر بڑی عنایت کی اور فرمایا کہ تجھ میں دردِ طلب پیدا ہو گیا ہے۔ اس درد کی دوا ہمارے پاس ہے اگر تو ہمارے پاس ٹھہر جائے تو ہم تمہاری تربیت کریں گے۔ میں نے عرض کیا کہ میں دوسروں کا فرزند ہوں۔ اگر آپ پستانِ تربیت میرے منہ میں دیں تو مجھے لینا نہ چاہیئے۔ یہ سن کر مولانا خاموش ہو گئے اور مجھے اجازت دے دی۔ میں نے اسی وقت کمرِ ہمت باندھی اور چل پڑا۔ جب جنگل میں پہنچا تو ایک بوڑھا مجھ سے ملا جس نے مجھے ایک گرم گرم روٹی دی۔ میں نے روٹی تو لے لی مگر اس سے کوئی بات نہ کی۔ آگے بڑھ کر ایک قافلہ پر سے گزر ہوا۔ قافلہ والوں نے مجھ سے پوچھا کہ تو کہاں سے آ رہا ہے؟ میں نے کہا ابکنہ سے۔ وہ بولے کہ وہاں سے تو کب روانہ ہوا۔ میں نے طلوعِ آفتاب کے وقت۔ جب قافلہ والوں سے بات ہو رہی تھی تو چاشت کا وقت تھا۔ وہ حیران ہوئے کہ ابکنہ یہاں سے بارہ میل کا فاصلہ ہے ہم اول شب وہاں سے روانہ ہوئے تھے اور تم طلوعِ آفتاب پر وہاں سے چلے اور یہاں ایک ساتھ ہی پہنچ گئے۔

قافلہ والوں سے فارغ ہو کر آگے بڑھا تو وہ سوار ملا۔ میں نے سلام کیا تو اس نے کہا، تو کون ہے؟ میں تجھ سے ڈرتا ہوں۔ میں نے کہا کہ میں وہ ہوں جس کے ہاتھ پر تجھے توبہ کرنی ہے۔ وہ جلدی سے گھوڑے سے اُترا، بہت گریہ زاری کی اور تائب ہوا۔ اس کے پاس بہت سی شراب

تھی اس نے وہ سب پھینک دی۔ اُس سے آگے بڑھ کر نسف کی حد میں پہنچا تو وہاں حضرت سیّد امیر کلالؒ جلوہ افروز تھے۔ میں اُن کی ملاقات سے مشرف ہوا اور حضرت عزیزاںؒ کی کلاہ اُن کے آگے رکھ دی۔ حضرت امیرؒ ایک لحظہ تو خاموش رہے اور پھر فرمایا کہ یہ کلاہ تو حضرت عزیزاںؒ کی ہے۔ میں نے کہا، ہاں، اس پر انہوں نے فرمایا کہ اس کے بارے میں اشارہ یوں ہوا ہے کہ اس کو دو پردوں کے درمیان محفوظ رکھو۔ میں نے قبول کیا اور کلاہ مبارک لے لی۔ پھر حضرت امیرؒ نے مجھے تلقینِ ذکر کی اور بطریق خفیہ نفی و اثبات میں مشغول کیا۔ میں ایک عرصہ تک اس سبق میں مشغول رہا جیسا کہ واقعہ میں مامور تھا۔ میں نے عزیمت (عزم، ارادہ) پر عمل کیا اور ذکر جہر نہ کیا۔ چونکہ مجھے اخبار و آثارِ رسولِ کریمؐ و صحابہ کرامؓ کی تفحص (جستجو، تلاش) کا حکم تھا۔ بدیں وجہ حضرات علمائے کرام کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا اور احادیث پڑھا کرتا تھا، آثارِ صحابہ معلوم کیا کرتا تھا، ہر ایک پر عمل کرتا اور اس کا نتیجہ اپنے باطن میں مشاہدہ کرتا تھا۔

حضرت خواجہ نقشبندؒ فرماتے ہیں کہ اوائلِ احوال میں ایک دفعہ نو ماہ تک دروازۂ فیض مجھ پر بند رہا جس کی وجہ سے میں کمزور اور بے چین ہو گیا۔ میں نے چاہا کہ مخلوق کی خدمت و ملازمت میں مشغول ہو جاؤں۔ اس حال میں میرا گزر ایک مسجد پر ہوا جس پر یہ شعر لکھا ہوا تھا۔ ؎

اے دوست بیا کہ ما ترائیم   بیگانہ مشو کہ آشنائیم[1]

میں نے جب یہ شعر پڑھا تو مجھ پر رقت طاری ہو گئی اور اللہ تعالیٰ کی عنایت سے وہ دروازہ مجھ پر کھل گیا۔

آپ فرماتے ہیں مبادیٔ احوال میں ایک رات میں مسجد زیورتوں میں ایک ستون کے پیچھے رو بقبلہ بیٹھا تھا۔ ناگاہ غیبت و فنا کا اثر ظاہر ہونے لگا اور میں رفتہ رفتہ بےخود ہو گیا اور اسی حالت میں ارشاد ہوا کہ ہوشیار ہو جاؤ، جو مطلوب و مقصود ہے تمہیں مل گیا ہے۔ کچھ دیر کے بعد میں ہوش میں آ گیا۔ فرماتے ہیں کہ اس قصہ کے بعد ایک روز میں اُس باغ میں تھا جس میں آپ کا مزارِ مقدس واقع ہے۔ متعلقین کی ایک جماعت میرے ساتھ تھی۔ ناگاہ عنایتِ الٰہی کے جذبات کا اثر ظاہر ہونے لگا۔ اضطراب و بیقراری پیدا ہوئی۔ میں اُٹھ کر رو بقبلہ ہو بیٹھا۔ اچانک غیبت واقع ہوئی۔

---

[1] اے دوست آ کہ ہم تیرے ہیں، بیگانہ نہ بن کہ ہم تجھ سے آشنا ہیں۔ (قصوری)

اور وہ غیبت فنائے حقیقی تک پہنچ گئی۔ میں اس فنا میں کیا دیکھتا ہوں کہ میری روح کو آسمانوں کے ملکوت سے آگے لے گئے اور اس مقام پہ پہنچا کہ میری روح ستارہ کی شکل میں نورِ بے نہائیت کے دریا میں محو و ناپدید ہوگئی اور میرے قالب میں حیاتِ ظاہری کا کچھ نشان نہ رہا میرے گھر والے اور متعلقین اس حالت میں گریہ زاری کرتے تھے یہاں تک کہ میں آہستہ آہستہ وجودِ بشریت میں آگیا۔ وہ غیبت و فناہ کم و بیش چھ گھنٹے رہی تھی۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے خواجگان حضرت خواجہ محمود الخیر فغنویؒ کے وقت سے حضرت سیّد امیر کلالؒ کے زمانے تک ذکرِ خفیہ کو ذکرِ علانیہ کے ساتھ جمع کیا کرتے تھے مگر حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ ذکرِ خفیہ کیا کرتے تھے ذکرِ اعلانیہ سے پرہیز کیا کرتے تھے جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے۔ جب حضرت سیّد امیر کلالؒ کے اصحاب و مریدین حلقہ میں ذکر علانیہ کرتے تو خواجہ نقشبند مجلس سے اٹھ جایا کرتے۔ حضرت امیرؒ کے اصحاب کو یہ بات بہت ناگوار اور شاق گزرتی مگر خواجہ نقشبند، حضرت امیر کلالؒ کی خدمت و ملازمت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتے اور ہمیشہ سرِ تسلیم خم کرتے اور حضرتؒ بھی روز بروز خواجہ نقشبند کی طرف زیادہ توجہ و التفات فرماتے۔ یہاں تک کہ ایک روز تمام اصحاب نے حضرت امیر کی خدمت میں تنہائی میں شکائیت کی مگر حضرت امیرؒ نے کوئی جواب نہ دیا۔ مگر بعد ازاں ایک دن حضرت امیرؒ کے تمام اصحاب بتعداد پانچ صد سوخار میں مسجد، جماعت خانہ اور دیگر مکانات کی تعمیر کیلئے جمع تھے اور ہر ایک کام میں لگا ہوا تھا۔ جب مٹی کا کام ختم ہو گیا تو آپ نے اس مجمع سے مخاطب ہو کر شکائیت کرنے والوں سے فرمایا کہ تم میرے فرزند بہاء الدین نقشبندؒ کے حق میں بدگمانی کرتے ہو اور غلطی سے اس کے بعض احوال کو قصور پہ محمول کرتے ہو، تم لوگوں نے اسے نہیں پہچانا۔ اللہ تعالیٰ کی نظرِ خاص ہمیشہ اس کے شاملِ حال ہے اور بندگانِ حق تعالیٰ کی نظر اللہ تعالیٰ کی نظر کے تابع ہے۔ اس کے حق میں مزید التفات کے بارے میں میرا کچھ اختیار نہیں پھر حضرت خواجہ نقشبندؒ جو اینٹیں اٹھا کر لا رہے تھے، طلب کر کے فرمایا:۔

"اے فرزند بہاء الدینؒ! حضرت خواجہ محمد بابا سماسیؒ نے تمہارے حق میں جو وصیت کی تھی، میں اسے اپنی ہمت و بساط کے مطابق بجا لایا۔ انہوں نے مجھے

ارشاد کیا تھا کہ جس طرح میں نے تمہاری تربیت کی بالکل اسی طرح میرے فرزند بہاء الدینؒ کی تربیت کرنا۔ مقام شکر ہے کہ میں نے ویسا ہی کیا پھر اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا میں نے یہ پستان تمہارے واسطے خشک کیے اور تمہاری روحانیت کا مرغ بشریت کے بیضہ (انڈا) سے نکل آیا ہے اور تمہاری ہمت کا مرغ بہت بلند واقع ہوا ہے۔ ترک و تاجیک یا جس جگہ سے بھی کوئی خوشبو تمہارے دماغ میں پہنچے طلب کرو اور اپنی ہمت کے مطابق طلب میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرو۔"

اس ارشاد کی تعمیل کیلئے حضرت خواجہ نقشبند سات سال تک مولانا عارف دیک گرانی[1] رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے اور ان کی متابعت، تعظیم اور آداب بجالاتے رہے۔ چنانچہ وضو کے وقت نہر کے کنارے جب مولانا بیٹھتے تو خواجہ نقشبند نیچے کی طرف بیٹھ کر وضو کرنے کے لیے بیٹھتے اور چلتے وقت مولانا کے قدم پر قدم نہ رکھتے۔ بعد ازاں قثم شیخ کی خدمت میں دو تین مہینے رہے۔ جب پہلی بار شیخ کی خدمت میں پہنچے تو شیخ اس وقت خربوزہ کھا رہے تھے۔ شیخ نے چھلکا آپ کی طرف پھینک دیا جسے آپ نے بطور تبرک کھالیا۔ اسی مجلس میں دو تین بار ایسا ہی وقوع پذیر ہوا۔ دریں اثنا شیخ کے خادم نے آکر اطلاع دی کہ تین اونٹ اور چار گھوڑے گم ہو گئے ہیں۔ شیخ نے حضرت خواجہ نقشبندؒ کی طرف اشارہ کیا۔ حضرت خواجہ مراقب ہو کر متوجہ ہو گئے۔ نماز مغرب کے بعد خادم نے اطلاع دی کہ اونٹ اور گھوڑے خود بخود آگئے ہیں۔ اس کے بعد حضرت خواجہ نقشبند بارہ سال حضرت اتاؒ کی خدمت میں رہے۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ

"اوائل حال میں ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت حکیم اتا قدس سرہٗ جو کہ اکابر مشائخ ترک میں سے تھے، مجھ سے ایک درویش کی سفارش فرماتے ہیں جب میں بیدار ہوا تو اس درویش کی صورت میرے ذہن میں تھی۔ میں نے اپنی دادی سے جو صالحہ تھیں اس خواب کا ذکر کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ بیٹا! تجھے مشائخ ترک سے کچھ فیض پہنچے گا۔ میں ہمیشہ اس درویش کی ملاقات کا طالب رہا۔ ایک روز بخارا کے بازار میں اس سے میری ملاقات ہو گئی۔ میں نے اس کو پہچان لیا۔ اس کا نام

---

[1] دیک گراں ایک گاؤں ہے جو بخارا سے ۱۲ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ مولانا عارف کا مزار مبارک گاؤں سے باہر قصبہ ہزارہ کو جانے والے راستہ پر واقع ہے۔ (نقوی)

خلیل آتا تھا۔ اُس وقت تو اُس کی صحبت میسر نہ ہوئی۔ جب میں گھر پہنچا تو شام کے وقت ایک قاصد آیا کہ درویش خلیل آپ کو یاد کرتے ہیں۔ میں نے کچھ تحفہ لیا اور بڑے نیاز و شوق سے اُن کی خدمت میں گیا۔ میں نے چاہا کہ وہ خواب اُن سے بیان کروں مگر انہوں نے خود ترکی زبان میں مجھ سے فرمایا کہ جو کچھ تمہارے دل میں ہے۔ وہ ہمارے سامنے عیاں ہے، بیان کی ضرورت نہیں۔ یہ سُن کر میرا حال دگرگوں ہو گیا۔ اور میرا میلانِ خاطر اُن کی طرف زیادہ ہو گیا۔ اُن کی صحبت میں عجیب حالات و کیفیتیں آتے تھے۔ اتفاقاً کچھ مدت بعد اُن کو ماوراء النہر کی بادشاہی مل گئی۔ ایک دفعہ ایامِ سلطنت میں ایک کام کیلئے میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے مجھے اپنی ملازمت و خدمت کی عزت بخشی۔ بادشاہت کے زمانے میں بھی اُن سے بڑے بڑے حالات ظہور میں آتے اور میرا میلانِ خاطر اُن کی طرف اور زیادہ ہوتا گیا۔ وہ مجھ پہ بڑی شفقت فرماتے تھے اور کبھی مہربانی اور کبھی غصّہ سے مجھے آدابِ خدمت سکھاتے جس سے مجھے بہت سے فائدے پہنچے۔ اُن آداب کی تعلیم اس راہ کی سیر و سلوک میں بہت کار آمد ثابت ہوئی۔ میں اُن کے عہدِ سلطنت میں چھ سال اس طریقہ سے اُن کی خدمت میں رہا کہ مجلسِ عام میں آدابِ سلطنت بجا لاتا اور تنہائی میں اُن کا محرمِ خاص تھا۔ اپنے خواصِ بارگاہ کے سامنے وہ اکثر یوں فرمایا کرتے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کیلئے میری خدمت کرے گا وہ خلق میں بزرگ ہو جائے گا۔ مجھے معلوم تھا کہ اُن کا مقصود کون اور کیا ہے؟ اس سے اُن کا اشارہ اس امر کی طرف تھا کہ بادشاہوں کا اعزاز و اکرام اُن کی عظمت کی وجہ سے نہ کرنا چاہیئے بلکہ اس واسطے کرنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ نے اُن کو اپنے جلال و بزرگی کا مظہر بنایا ہے۔ کچھ مدت بعد جب اُن کی سلطنت کو زوال آیا تو ایک دم میں وہ خدم و حشم و ملک اُڑتی ہوئی خاک ہو گئے۔ یہ دیکھ کر دُنیا کا ہر کام، ہر چیز میری نظروں میں ہیچ ہو گئی۔ میں بخارا چلا آیا اور زیورتوں جو بخارا کے نواح میں ایک گاؤں ہے، ساکن ہو گیا۔

حضرت خواجہ نقشبندؒ فرماتے ہیں کہ منازل و مقامات کے طے کرنے میں حضرت

حسین بن منصور حلاجؒ کی صفت دو مرتبہ میرے وجود میں ظاہر ہوئی۔ نزدیک تھا کہ وہ آواز جو اُن سے ظہور میں آئی تھی مجھ سے بھی ظاہر ہو جائے۔ بخارا میں ایک سولی تھی، میں دونوں دفعہ اپنے آپ کو اُس سولی کے نیچے لے گیا اور کہا کہ تیری جگہ یہی سولی ہے۔ عنایتِ الٰہی سے میں اُس مشکل مقام کو عبور کر گیا۔

فرمایا کہ حضرت اویس قرنیؒ کی روحانیت کا اثر علائق ظاہری و باطنی سے تجرد کلّی اور انقطاعِ تمام ہے۔ اور امام محمد علی حکیم ترمذیؒ کی روحانیت کا اثر بے صفتیِ محض ہے۔

فرمایا کہ میں نے حضرت بایزید بسطامی، شیخ جنید بغدادی، شیخ شبلی اور ابنِ منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہم کے مقامات کی سیر کی۔ جہاں وہ پہنچے تھے میں بھی وہاں پہنچا۔ یہاں تک کہ صفاتِ انبیاء کی سیر میں ایسی جگہ پہنچا کہ جس سے بڑی کوئی بارگاہ نہ تھی۔ میں نے جان لیا کہ بارگاہِ محمدی ہے علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ سلطان العارفین بایزید بسطامیؒ جب اُس بارگاہ تک پہنچے تھے تو انہوں نے چاہا کہ سیر کرنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مماثلت کریں لیکن اُن کو روک دیا گیا مگر میں نے ایسی گستاخی نہ کی بلکہ نیاز و تعظیم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ اقدس پر کیا۔

فرمایا کہ غلباتِ طلب میں ایک روز میں بخارا سے نسف کی طرف جا رہا تھا تاکہ حضرت سیّد میر کلالؒ کی صحبت کا شرف حاصل کروں۔ جب رباطِ جغراتی میں پہنچا تو ایک سوار ملا وہ چرواہوں کی طرح ایک بڑی لکڑی ہاتھ میں لیے اور نمدہ پہنے میرے پاس آیا اور اس لکڑی سے مجھے مارا اور ترکی زبان میں کہا کہ کیا تو نے گھوڑے دیکھے ہیں۔ میں نے اس سے کوئی بات نہ کی۔ اُس نے کئی بار میرا راستہ روکا اور لکڑی ماری۔ میں نے اُس کو کہا کہ میں آپ کو پہچانتا ہوں۔ وہ کافی دور تک میرے پیچھے آیا اور مجھ سے کہا کہ آؤ کچھ دیر بات چیت کریں مگر میں نے توجہ نہ کی۔ جب میں حضرت سیّد میر کلالؒ کے قدموں میں حاضر ہوا تو انہوں نے ارشاد کیا کہ تم نے حضرت خضر علیہ السلام کی طرف توجہ نہیں۔ میں نے عرض کی کہ ہاں۔ میں آپ کی محبت میں مستغرق تھا اس لیے اُدھر متوجہ نہ ہو سکا۔

حضرت خواجہ علاء الدین عطار قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے مرشد حضرت خواجہ نقشبند کی نظرِ عنایت کی برکتوں سے طالبوں کا یہ حال تھا کہ قدمِ اوّل میں سب کے سب

Collection Of Advocate Showkat

سعادتِ مراقبہ سے مشرف ہو جاتے تھے۔ جب نظرِ عنایت زیادہ ہوتی تو درجۂ عدم کو پہنچ جاتے۔ جب اس سے بھی زیادہ نظرِ عنایت ہوتی تو مقامِ فنا کو پہنچ جاتے اور فانی از خود اور باقی بحق ہو جاتے۔ اس حال میں حضرت خواجہ نقشبند" یوں فرمایا کرتے کہ ہم تو دولتِ وصال کے واسطہ ہیں۔ ہم سے منقطع ہو کر مقصودِ حقیقی سے ملنا چاہیئے اور اربابِ تکمیل و ایصال کا طریقہ یہ ہے کہ اس راستے کے بچوں کو طریقت کے گہوارے میں لٹاتے ہیں اور تربیت کے پستان سے دودھ پلاتے ہیں۔ یہاں تک کہ حدِ فصال کو پہنچ جاتے ہیں۔ اس کے بعد اُن کا دودھ چھڑاتے ہیں اور بارگاہِ احدیت کا محرم بناتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ سے بلاواسطہ فیض حاصل کر سکیں۔

حضرت خواجہ فقیر تھے اور ہمیشہ فقر کی تائید فرمایا کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ ہم نے جو کچھ پایا ہے، محبتِ فقر سے پایا ہے۔ آپ کے دولت خانہ میں موسمِ سرما میں خاشاکِ مسجد ہوا کرتا اور گرما میں پرانا بوریا۔ ہر چیز بالخصوص طعام میں حلال کی رعایت اور شبہات سے اجتناب میں نہایت احتیاط فرمایا کرتے تھے۔ اپنی مجلس میں ہمیشہ اس حدیث نبوی کو بیان فرمایا کرتے تھے۔

ان العبادة عشرة اجزأ تسعة منها طلب الحلال وجزء واحد منها سائر العبادات	"عبادت دس اجزا ہیں جن میں سے نو طلبِ حلال ہیں اور اُن میں سے ایک باقی عبادات ہیں"۔

باوجود کمالِ فقر کے آپ میں ایثار اعلیٰ درجہ کا تھا۔ جو شخص آپ کی خدمت میں ہدیہ لاتا اتباعِ سنّت کے طور پر آپ اُسی قدر یا زیادہ اُس کے ساتھ احسان کرتے۔ اگر کوئی دوست یا مہمان آپ کے درِ دولت پر حاضری دیتا تو پُرتکلف کھانا کھلاتے۔ آپ کی بسر اوقات زراعت سے تھی۔ ہر سال کچھ جَو اور کچھ ماش کاشت کرتے۔ تیاری زمین، انتخابِ بیج اور بیلوں سے کام لینے میں بڑی احتیاط فرماتے۔ اکابر علما و مشائخ جو حاضرِ خدمت ہوتے آپ کا طعام بطورِ تبرک کھاتے تھے۔ آپ کا کوئی مکان ملکیتی نہ تھا، بطورِ عاریت رہا کرتے۔ آپ کے ہاں کوئی خادم یا خادمہ نہ تھی۔ جب وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا: "بندگی با خواجگی راست نمے آید"۔ آپ فرماتے تھے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے مبارک حجروں میں جَو کا آٹا چھلنی سے نہ چھانا جاتا تھا۔ (صحیح بخاری۔ کتاب الاطعمہ) اس لیے چند روز ہمارے گھر میں جو کا آٹا بغیر چھانے پکتا رہا۔ تمام متعلقین و فرزندان بیمار ہو گئے۔ مجھے معلوم

ہوا کہ اس کا باعث یہ تھا کہ اہلبیت رسالت کے ساتھ بے ادبی کی گئی ہے کیونکہ اس کھانے میں صورتِ مساوات کی تشبیہ پیدا ہوگئی ہے۔ بے شک متابعت بہت کوشش کرنی چاہیئے مگر حقیقت میں اپنے آپ کو ہر امر میں مقصر (قصوروار) خیال کرنا چاہیئے۔ بعد ازاں جَو کا آٹا نہ پکایا گیا، تمام تندرست ہوگئے۔ ؎

ہر کہ پے در پے رسولؐ نہاد   از ہمہ رہرواں بہ پیش افتاد

حضرت خواجہ اکثر و بیشتر کھانا پکاتے اور دسترخوان کی خدمت خود انجام دیتے تھے۔ درویشوں کو بالخصوص طعام کھانے کے وقت وقوف و حضور (شعور و تمیز اور حاضری کی پابندی اور نگہداشت) کا حکم دیتے اور تاکید فرماتے۔ اگرچہ دسترخوان پر بڑا اجتماع ہوتا مگر جب ان میں کوئی غفلت سے لقمہ کھاتا تو آپ براہ لطف و کرم اُسے آگاہ فرماتے اور لقمہ کھانے نہ دیتے اگر کھانا غصّہ اور کراہت سے پکا ہوتا تو آپ اُسے نہ کھاتے اور نہ ہی درویشوں کو کھانے دیتے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت خواجہ، غدیوت میں تشریف فرما تھے۔ ایک درویش آپ کی خدمت میں کھانا لایا۔ آپ نے فرمایا کہ ہمیں یہ کھانا نہ چاہیئے کیونکہ غصّہ کی حالت میں پکایا گیا ہے۔ آٹا چھاننے، خمیر کرنے اور پکانے کے وقت کسی میں غصہ رہا ہے۔

اگر کوئی شخص کفگیر (چمچہ) کو غصّے یا کراہت کی حالت میں دیگ میں مارتا تو آپ اُس کھانے کو نہ کھاتے اور فرماتے جو کام غضب و غفلت یا کراہت و دشواری سے کیا جائے، اس میں خیر و برکت نہیں۔ کیونکہ اس میں نفس و شیطان کا دخل ہو جاتا ہے۔ اُس سے اچھا نتیجہ کب پیدا ہو سکتا ہے۔ اعمالِ صالحہ اور افعالِ حسنہ کے صدور کی بنا پر طعام حلال ہے جو وقوف و آگاہی سے کھایا جائے۔ تمام اوقات بالخصوص نماز میں حضور اسی سے حاصل ہوتا ہے۔

ایک دن ایک شخص مچھلی پکا کر آپ کی خدمت میں لایا۔ اس وقت درویشوں کی جماعت بھی موجود تھی جن میں ایک جوان عابد و زاہد و روزہ دار تھا۔ آپ نے فرمایا کہ آؤ ہمارے ساتھ شریک ہو جاؤ۔ اس نے انکار کیا۔ تین بار فرمایا لیکن وہ انکار کرتا رہا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو کہ دور افتادہ ہے۔ بالآخر وہ جوان بوجہ بے ادبی سخت ذلیل و خوار ہو کر مرا۔ حافظ شیرازیؒ نے کیسی خوبصورت بات کہی ہے۔ ؎

Collection Of Advocate Showkat

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیرِ مغاں گوید   کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسمِ منزلہا

کسی پنجابی شاعر نے اس شعر کا کیسا عارفانہ ترجمہ کیا ہے۔ ؎

وچ شراباں رنگ مصلیٰ جویں ہادی فرماوے   کہ سالک واقف راہ و رسم تھیں پل وچ پار لنگھاوے

روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ کی خدمت میں ہریسہ (ایک قسم کا کھانا جو گندم کے آٹے، گوشت کی یخنی اور دودھ سے پکاتے ہیں) پیش کیا گیا۔ آپ نے تناول فرمایا۔ اتنے میں ایک درویش حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا، آؤ کھاؤ! اُس نے نفلی روزہ رکھا تھا، عذر کیا۔ آپ نے فرمایا! "مارا از دُرِ فضل در آورند و وظیفۂ ما ادائے فرض و واجب و سنت است۔ درویش بے متابعت دریابندۂ نسبتِ ما نیست"۔ اس طریقہ کو حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس قدر مناسبتِ تامہ ہے کہ عارفِ جامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ؎

سکّہ کہ در یثرب و بطحا زدند   نوبت آخر بہ بخارا زدند

آپ فرماتے ہیں کہ مجھے غائبانہ طریق سے کہا گیا کہ تو کس طرز اور روش سے آنا چاہتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اُس روش سے کہ جو میں چاہوں۔ پھر ندا آئی کہ جو ہم چاہیں گے وہ کرنا ہوگا۔ میں نے کہا کہ یہ مجھ میں طاقت نہیں کہ آپ جو فرماؤ بجا لا سکوں۔ اگر میری حسبِ منشا ہوتا رہا تو قدم اس راہ پر رکھ سکتا ہوں ورنہ مجھ میں وہ طاقت نہیں۔ اس گفتگو کے بعد ۱۵ روز تک کچھ جواب نہ آیا۔ آخر کار حکم آیا "اچھا آؤ جیسا تم چاہو گے ویسا ہی ہوگا۔" ؎

آنرا کہ در پذیرہ معبود لا معلمہ   اُورا چہ حاجت آید رنجِ چہار چلّہ

پھر آپ نے فرمایا :-

"ہر کہ در سلسلۂ ما قدم نہد تا بمقصود نرسد از دنیا نرود۔
و ہر کہ از سلسلۂ ما روئے تابد از دنیا بے ایمان رود۔"

یعنی جو کوئی ہمارے سلسلہ میں قدم رکھے گا جب تک مقصد کو نہیں پہنچے گا اس دنیا سے نہیں جائے گا اور جو کوئی ہمارے سلسلہ سے تحقیراً و تخفیفاً منہ پھیرے وہ دنیا سے ایمان کے بغیر ہی جائیگا۔ سُبحان اللہ! اس ارشادِ گرامی سے ثابت ہوگیا کہ آپ کو خدا تعالیٰ نے محبوبیّت و معشوقیّت کا درجہ عطا کیا ہے اور جو لوگ طریقۂ نقشبندیہ سے برگشتہ اور روگرداں ہیں اور اس طریقہ کو

Collection Of Advocate Showkat

حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں وہ مرتد اور منافقِ ابدی ہیں۔ چنانچہ خود حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ ؎

امروز منم بزورِ بازو مغرور   پُر زورئ ما بہ کُل عالم مشہور
من ہمچو زمردم عدو چوں افعی   کز دیدنِ من دیدۂ او گردد کور

دیگرہ

من صرفہ کنم کہ بر رُخِ اعدا نہ زد   مُشتِ خاشاک بطمع بر دریا زد
ما تیغ برہنہ ایم در دستِ قضا   شد کُشتہ ہر آنکہ خویش را بر ما زد

اوائل زندگی میں ایک دن آپ کا گزر ایک قمار خانہ سے ہوا دیکھا کہ اس مجلس میں دو شخص ایسے محو و مستغرق ہیں کہ تمام نقد و جنس جو کچھ اُن کے پاس تھا سب ہار چکے تھے اور تعجب یہ کہ جس قدر وہ زک اور ہار کھاتے اُسی قدر عربی گھوڑے کی طرح اور بھی تیز و تند ہو جاتے اور اُن کا ذوق و شوق لحظہ بہ لحظہ ترقی پکڑتا۔ اُن کی یہ حالت دیکھ کر آپ کا دل بھی چمکا اور آتشِ عشق بھڑکی اور اُمیدِ وصال بڑھتی گئی یعنی اپنے نفس کو غیرت دلائی کہ اس کو کہتے ہیں استقلال۔ تو نے اگر خدا کو پانا ہے تو اُن قمار بازوں سے سبق سیکھ۔

آپ فرماتے ہیں کہ جن ایّام میں مجھے کششِ عشق میں خدا تعالیٰ نے سخت مضطرب کر رکھا تھا۔ میں حضرت امیر کلالؒ کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک دن اچانک حضرت امیر کلالؒ نے فرمایا کہ چونکہ تم مجھے نہیں چاہتے لہذا یہاں سے چلے جاؤ۔ آپ پر یہ بات ناگوار گزری، چل دیئے راستے میں خیال آیا کہ حضرت امیرؒ کے ایک بار ایسا کہنے سے کیوں چلا جاؤں؟ واپس آ گئے۔ حضرت امیر نے فرمایا: یہاں تیرا کوئی کام نہیں، کوئی دوسرا دروازہ تلاش کر۔ آپ نے کہا، اب جاتا ہوں پھر نہ پلٹوں گا، چنانچہ چل دیئے اور شہر بخارا میں آ گئے۔ ایک قمار خانے کے پاس سے گزرے تو دیکھا کہ دو قمار باز کھیل رہے ہیں۔ ایک سب کچھ ہار چکا تھا لیکن پھر بھی دوسرے سے قرض مانگتا اور کھیل جاری رکھنے پر اصرار کر رہا تھا۔ دوسرے نے کہا: اب چلے جاؤ، تمہارے پاس کھیلنے کیلئے اب رہ ہی کیا گیا ہے؟ اُس نے کہا: اب جان کی بازی لگاؤں گا۔ ؎

ای دادہ رُخِ تو ماہ را زیبائی   خاکِ قدمِ تو دیدہ را بینائی

در خدمتِ تو جان و دل و دیدہ و تن   می در بازم اگر قبول فرمائی

آپ یہ جواب سُن کر بے قرار ہو گئے اور ماہیِ بے آب کی طرح تڑپنے لگے۔ اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہنے لگے: "بہاء الدین! تم قمار باز سے بھی گئے گزرے ہو، تم اتنی جلدی کیوں میدان چھوڑ گئے۔ تم فوراً امیرؒ کے آستانے پر لوٹ جاؤ۔ ؎

تا جان دارم در غمت آویزم   تا اشک بُود بہ سر کُوئیت ریزم
چوں صبحِ قیامت بدمد با شفقت   از خاکِ درت نعرہ زناں برخیزم

چنانچہ آپ واپس لوٹ آئے۔ آپ کا معمول تھا کہ حضرت امیرؒ کے وضو اور طہارت کیلئے پانی کا اہتمام فرماتے تھے۔ آپ اُسی طرح پانی کا آفتابہ بغل میں لیے آئے اور رات کو وہاں پہنچے رات بے حد سرد تھی اور برف گر رہی تھی۔ آپ پانی لیے دروازہ میں پڑے رہے اور برف گرتے گرتے آپ کا سارا جسم برف میں ڈوب گیا۔ صبح کو جب حضرت امیر کلالؒ باہر تشریف لائے تو اُن کا پاؤں مبارک آپ کے سر پہ پڑا۔ حضرت امیرؒ نے بکمال شفقت تمام برف اور خس و خاشاک دُور کر کے آپکے سر کو اُٹھایا اور فرمایا: بیٹے بہاء الدین! اُٹھ جا کہ جس طرح ہمارا قدم تمہارے سر پہ پڑا ہے تمہارا قدم لوگوں کی بڑی تعداد پہ آئے گا۔ اور یہ خلعتِ سعادت تیرے ہی قدِ مبارک کو موزوں تھا۔ پھر نظرِ عنایت فرمائی اور آپ درجۂ کمال کو پہنچ گئے۔ ؎

ہزار عمر فدائے وے کہ من از شوق   بخاک و خوں بتپم و گوئی از برائے من است

آپ کا جامہ اُونی، عمامہ سفید، پاپوش پرانا اور کبھی کلاہ بھی پہنا کرتے، درویشوں کی نہایت تعظیم کرتے، ہر ایک دوست کے ساتھ تواضع سے پیش آتے۔ آپ قطبِ عالم تھے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے:

"طریقۂ ما از نوادر است و عروۃ الوثقیٰ است مارا از فضل آوردہ اند
دریں طریقہ باندک عمل فتوح بسیار است اما رعایتِ سنّت کارے بزرگ تر است۔"

کسی نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کو کہاں اور کس طرح حاصل کروں۔ فرمایا، اتباعِ سُنّت سے، اور فرمایا جو شخص میرے طریقہ سے منہ پھیرے اُس کو دینی خطرہ ہے اور فرماتے کہ میرا مرید خواہ دُور ہو یا نزدیک مجھے ہر روز اُس کی خبر اور اطلاع ہے۔ فرماتے کہ

"آئینۂ ہر یک مشائخ را دو جہت است و آئینۂ ما را شش جہت است۔"

اور اپنے مخلصین سے فرمایا کرتے:

"ہر گاہ ترا مہمے پیش آید توجہ بما نمائے۔"

آپ کو مریدوں کی سخت غیرت ہے، جو شخص طریقۂ نقشبندیہ کا مخالف ہو وہ فوراً تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ چنانچہ آپ کی یہ تین رُباعیاں شاہد ہیں۔ ؎

رو در صفِ دوستانِ ما باش و ترس ① خاکِ رہِ آستانِ ما باش و مترس
گر جملہ جہاں قصدِ وجودِ تو کنند دل فارغ دار از آں، با ما باش و مترس
درویشانیم نشستہ بر کوہ و درہ ② کانجا کہ پلنگ و شیر و اژدر گذرہ
پیرانِ قوی داریم و مردانِ سرہ ہر کس کہ بما کج نگرد جاں نبرہ
من دوش دعا کردم و باد آمینا ③ تا بہ شود آں دو چشم باد آمینا
گر چشم ترا چشمِ بد اندیش رسید در چشم بد اندیشم باد آمینا

آپ اکثر و بیشتر فرماتے تھے:-

"مقصودِ ما آنست کہ سلوکِ ما بر جادۂ مصطفویہ و متابعتِ سنّت باشد و حق از باطل متمیز گردد۔"

اور بعض دفعہ فرماتے۔

"بنائے طریقۂ ما بر تتبعِ احادیث و آثار است۔"

یہی وجہ ہے کہ طریقۂ نقشبندیہ کا نام طریقۂ رسولیہ صدیقیہ مشہور ہے۔ طریقۂ نقشبندیہ میں غیرت، جوشش، شجاعت اور تصرّف بہت زیادہ ہے۔ آپ امامِ وقت ہیں۔ حضرت خواجہ فریدالدین عطّار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

"جس قدر خواجہ نقشبند علیہ الرحمۃ عالمِ پیری میں مجاہدہ و ریاضت اور ذکر و مراقبہ کرتے تھے ہم سے تو جوانی میں اُس قدر نہ ہو سکا اور بے نفس اس قدر تھے کہ اپنے گاؤں میں جو مسجد تیار کرائی تو اپنے سر پہ مٹی کی ٹوکری اُٹھاتے اور زبانِ مبارک سے یہ شعر یاد فرماتے۔ ؎

Collection Of Advocate Showkat

بجان و دل کارِ تو چرا نہ کنم　　بسر و دیدہ کشم بارِ تو چرا نہ کشم

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ نے اسی لیے تو ان الفاظ میں آپ کی بارگاہ میں ہدیۂ تحسین پیش کیا ہے ؎

ابو الوقت دو عالم قطبِ ارشاد　　بہاء الدین کہ دین شُد از وے آباد
زمستی در جنیدؒ افگندہ آشوب　　بہ جذبہ بایزیدش آسماں روب
پے تسکینِ مشتاقانِ دیدار　　جمالِ مصطفٰےؐ را آئینہ دار
دراں آئینہ می یابم محقق　　سواً ومن رانی فقد رای الحق
فنا فی اللہ خواجہ بس بلند ست　　مکن تاویل خواجہ نقشبند است

خلیفہ بُود حق را در زمانہ
نمودش برزخے داں درمیانہ

جب آپ حج سے واپس آتے ہوئے طوس پہنچے تو شاہ معز الدین حسینی والئی ہرات کا قاصد مکتوب لے کر آیا کہ میں آپ کی ملاقات سے مشرف ہونا چاہتا ہوں لیکن حاضر ہونا بہت مشکل ہے اس پر بموجب واما السائل فلا تنھر (قرآن) اور واذا طلبا فکن لہٗ خادما ہرات کی جانب روانہ ہوئے۔ بادشاہ سے ملاقات ہوئی اور بعد ادائے مراسم توقیرِ فقرا مجلس منعقد ہوئی۔ بادشاہ نے دریافت کیا، آپ کو شیخیت اپنے آبا و اجداد سے بطریقِ وراثت پہنچی ہے؟ آپ نے فرمایا، نہیں۔ پھر پوچھا، آپ سماع اور ذکرِ جہر کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا، نہیں۔ بادشاہ نے کہا، انہی باتوں کو درویشی کہتے ہیں، وہی تم میں نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا، جذبہ عنایتِ الٰہی مجھ پر پہنچا اور بلا مسابقت ریاضت قبول فرمایا اور بادشاہِ حقانی حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء سے بیعت ہوا۔ ان کے ہاں ان چیزوں میں سے کچھ نہ تھا۔ بادشاہ نے دریافت کیا، پھر ان کے یہاں کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، ظاہر با خلق و باطن با حق، بادشاہ نے کہا، کیا ایسا ہو جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا، ہاں ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ (سورہ نور) اور خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت۔

ہمارے خواجگان کا اصول ہے ہوش در دم[۱]، نظر بر قدم[۲]، سفر در وطن[۳]، خلوت در انجمن[۴]

Collection Of Advocate Showkat

۵ یادکرد، ۶ بازگشت، ۷ نگاہ داشت، ۸ یادداشت، ۹ وقوفِ عددی، ۱۰ وقوفِ زمانی، ۱۱ وقوفِ قلبی۔ پھر اس کی مختصر تشریح بیان کی اور کہا کہ جو حضورِ ذوق، ذکرِ جہر و سماع سے ہوتا ہے اس کو قیام و استقلال نہیں اگر کوئی وقوفِ قلبی پر مداومت کرے تو جذبہ پیدا ہوتا ہے اور جذبہ سے کام تمام ہو جاتا ہے۔ حقیقتِ ذکرِ خفیہ وقوفِ قلبی سے حاصل ہوتی ہے اور ایسا ہو جاتا ہے کہ دل کو خبر نہیں ہوتی کہ ذکر میں مشغول ہے کیونکہ بزرگوں کا قول ہے کہ ان علم القلب انہٗ ذاکر فاعلم انہ غافل یعنی اگر قلب کو معلوم ہو جائے کہ وہ ذاکر ہے، تو جان لو کہ وہ غافل ہے، اور آیۃ واذکر ربک فی نفسک تضرعا وخفیۃ۔ قال الحسن رحمۃ اللہ علیہ لا تظہر ذکرک لنفسک فتطلب لہٗ عوضا۔ اور بعض بزرگوں کا مقولہ ہے، ذکر اللسان ہذیان وذکر القلب وسوسۃ اور یہ بیت پڑھا۔ ؎

دل را گفتم بیادِ او شاد کنم، گفت
چوں من ہمہ او شدم کرا یاد کنم

وفات

حضرت خواجہ نقشبندؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب میرا وقتِ آخر آئے گا تو سب کو مرنا سکھاؤں گا۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ کا بیان ہے کہ جب آپ کا وقتِ آخر آیا تو ہم سورہ یٰسین پڑھ رہے تھے۔ جب نصف سورت پڑھی گئی تو انوار ظاہر ہونے لگے، ہم کلمہ پڑھنے لگے۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ دعا کے واسطے اٹھائے اور دیر تک دعا مانگتے رہے۔ جب بعد دعا ہاتھ منہ پہ پھیرے تو تارِ نفس ٹوٹ گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ واقعہ ۳ ربیع الاول ۷۹۱ھ ۱۳۸۹ء بروز دوشنبہ (پیروار) کا ہے۔ مزارِ مقدس قصرِ عارفاں میں ہے۔ کسی نے یہ قطعہ تاریخِ وفات کہا۔ ؎

رفت شاہِ نقشبنداں خواجۂ دنیا و دیں
آنکہ بودے شاہراہِ دین و دولت ملتقش
مسکن و ماوائے او چوں بود قصرِ عارفاں
"قصرِ عرفاں" ۷۹۱ زیں سبب آمد حسابِ رحلتش

آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے جنازہ کے آگے کلمہ شہادت اور قرآن شریف نہ پڑھیں کیونکہ بے ادبی ہے۔ بلکہ یہ رباعی پڑھیں۔ ؎

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو
شیئاً للہ از جمالِ روئے تو
دست بکشا جانبِ زنبیلِ ما
آفریں بر ہمتِ بازوئے تو

کرامات

① ایک مرتبہ کسی نے آپ سے کرامت طلب کی تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ یہی کرامت ہے کہ باوجود اس قدر گنہ گار ہونے کے نہ تو مجھے زمین نگل لیتی ہے،

اور نہ آسمان سے کوئی عذاب نازل ہوتا ہے بلکہ میں زمین پر چلتا پھرتا رہتا ہوں ۔

② آپ کے ایک مخلص عقیدت مند کا بیان ہے کہ جس زمانے میں دشتِ قبچاق کی طرف سے ایک لشکر نے بخارا پر حملہ کر کے بہت سی مخلوق کو ہلاک کر دیا اور بے شمار لوگوں کو قیدی بنا لیا تو میرا بھائی بھی قید ہونے والوں میں شامل تھا ۔ میرے والد بیٹے کے غم میں بہت پریشان تھے اور مجھے ہر وقت یہی کہا کرتے کہ اگر تو میری رضامندی چاہتا ہے تو دشتِ قبچاق کی طرف جا کر اپنے بھائی کو تلاش کر ۔ مجھے چونکہ حضرت خواجہ نقشبند سے بڑی عقیدت تھی اور تمام مہمات میں انہی کی طرف ہی رجوع کیا کرتا تھا لہذا میں نے یہ قصہ بھی اُن سے عرض کیا ۔ آپ نے فرمایا ۔ جلدی جا اور باپ کی رضامندی حاصل کر ۔ میں نے ایک درہم بطورِ نذر آپ کی خدمت میں پیش کیا جسے آپ نے قبول فرمایا مگر پھر مجھے واپس کر دیا اور فرمایا کہ اسے اپنے پاس رکھنا ، اس میں بڑی برکتیں ہوں گی ، جس وقت دورانِ سفر تم کو کوئی مہم پیش آئے تو ہماری طرف متوجہ ہونا ۔ میں حسب ارشاد روانہ ہو گیا اور دورانِ سفر تھوڑی سی تجارت سے مجھے بہت زیادہ نفع ہوا اور بغیر کسی دشواری کے اپنے بھائی کو خوارزم میں پا لیا ۔ ہم قیدیوں کی ایک جماعت کے ساتھ کشتی میں سوار ہو کر بخارا کی طرف روانہ ہو گئے ۔ کشتی میں بہت سے لوگ تھے ، ناگاہ بادِ مخالف چلنے لگی اور کشتی کے غرق ہو جانے کا خطرہ لاحق ہو گیا ۔ لوگوں نے فریاد شروع کی ۔ اُس پریشانی کی حالت میں میرے کان میں کسی کی آواز آئی جو حضرت خواجہ نقشبند کو یاد کر رہا تھا ۔ اسی وقت مجھے بھی حضرت کا وہ ارشاد یاد آ گیا کہ " جس وقت تم کو کوئی مہم پیش آئے تو میری طرف متوجہ ہونا " چنانچہ میں نے حضرت خواجہ کی طرف توجہ کی تو اُسی وقت حضرت دکھائی دیئے ۔ میں نے سلام عرض کیا ۔ اُن کی برکت سے ایک لمحہ میں ہوا رُک گئی اور دریا کی لہر موقوف ہو گئی ۔ پھر اس کے بعد ہم دونوں بھائی بخارا میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کر کے قدم بوسی کی ۔ حضرت نے مسکرا کر فرمایا کہ جس وقت تو نے کشتی میں ہمیں سلام کیا تھا ، ہم نے سلام کا جواب دیا تھا مگر تم نے نہ سُنا تھا ۔

③ آپ کے ایک درویش کا بیان ہے کہ میرے پچیس ۲۵ دینار (ایک دینار برابر ہے اڑھائی روپے کے) گُم ہو گئے ۔ آپ سے یہ قصہ بیان کیا گیا ۔ آپ نے فرمایا کہ ان دیناروں کو اس گھر کی لونڈی لے گئی ہے اور لونڈی کو حکم دیا کہ دینار واپس کر دو تو اُس نے کہا کہ میں نے فلاں جگہ زمین میں دفن

Collection Of Advocate Showkat

کر دیئے ہیں۔ آپنے فرمایا کہ زمین میں تو صرف تین دینار مدفون ہیں، حاضرین متعجب ہوئے جب دیکھا گیا تو زمین میں تین ہی دینار تھے۔

(۴) ایک روز حضرت خواجہ نقشبندؒ نے ایک درویش کو کسی کام کیلئے کہیں روانہ کیا اور حسبِ عادت اُس کو بغل میں لیکر نظرِ عنایت ڈالی، اتفاقاً اخی محمد درآہنیؒ جو حضرت خواجہؒ کے بڑے درویشوں میں سے تھا، اُس درویش کے آگے آگے جاتا تھا، ایک ساعت کے بعد وہ درویش گر پڑا اور اس کی رُوح قالب سے نکل گئی۔ جب اخی محمدؒ نے یہ حال دیکھا تو وہ جلدی جلدی حضرت خواجہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام داستان عرض کی۔ حضرت اقدسؒ فوراً اُس درویش کے پاس تشریف لیگئے اور اپنا قدم مبارک اُس کے سینے پر رکھا وہ ہلنے لگا، اور اُس کی رُوح قالب میں آگئی۔ بعد ازاں حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ میں نے اس کی رُوح چوتھے آسمان میں پائی اور وہاں سے واپس کر لی۔

(۵) ایک نجیب الطرفین سیّد جو حضرت خواجہ نقشبندؒ سے عقیدت و محبت رکھتا تھا، نے یہ حکائیت بیان کی کہ ایک دفعہ آپ بیت اللہ شریف کی زیارت کیلئے تشریف لے گئے تھے۔ جس روز حاجی قربانیاں دے رہے تھے، آپنے فرمایا کہ ہم بھی قربانی دیتے ہیں۔ ہمارا ایک لڑکا ہے، اُسی کو قربان کر دیتے ہیں۔ جو درویش اُس سفر میں آپکے ساتھ تھے۔ انہوں نے یہ بات لکھ لی۔ جب بخارا میں واپس آئے تو معلوم ہوا کہ جس روز کعبہ میں حضرت خواجہؒ کی زبان مبارک پر وہ الفاظ جاری ہوئے تھے، اُسی دن بخارا میں آپ کا وہ لڑکا فوت ہوا تھا۔

(۶) حضرت خواجہ علاء الدین عطارؒ بیان فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت خواجہ نقشبندؒ درویشوں کی جماعت کے ساتھ شہر بخارا میں دروازہ کلاباد میں ایک درویش کے مکان پر تشریف رکھتے تھے۔ اتفاقاً وہ درویش حضرتِ اقدس کیلئے کلاہِ توروزی (ایسی ٹوپی جسے صرف امراء و حکام ہی پہنا کرتے تھے) سی رہا تھا۔ آپ اُس وقت حالتِ بسط میں تھے اور آپ کی اس حالت سے درویشوں میں بڑا ذوق پیدا ہو رہا تھا۔ اسی حالت میں حضرت خواجہ کے سر پر درویشوں نے وہ کلاہِ توروزی رکھ دی۔ آپنے ارشاد فرمایا کہ چونکہ ہم نے سلاطین کی ٹوپی سر پر رکھی ہے چاہیئے کہ سلطنت میں تصرف بھی کریں۔ بتاؤ کہ سلاطین میں سے پہلے کس پر زد کریں۔ ایک محمود نامی درویش پہلوان نے حاکمِ ماوراء النہر کا نام لیا۔ آپنے فرمایا کہ ہم نے اس پر زد کی، حاضرینِ مجلس نے

Collection Of Advocate Showkat

وہ تاریخ لکھ لی۔ آپ نے اسی وقت ایک امیر بخاری کی طرف خط لکھا جو حاکمِ ماوراء النہر سے تنگ آ کر بھاگ کر کابل چلا آیا تھا۔ کہ ایسا واقعہ وقوع پذیر ہو گیا ہے لہذا تمہیں چاہیئے کہ پانچ سو دینار بطور نذرانہ حاملِ خط ہذا کے ہاتھ درویشوں کی خدمت میں روانہ کر دو۔

چند روز کے بعد خبر آئی کہ حاکمِ ماوراء النہر قتل ہو گیا ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ اسی تاریخ کو قتل ہوا تھا۔ یہ سُن کر سب تعجب کرنے لگے اور کہنے لگے کہ حق تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کو ایسے تصرفات عطا فرمائے ہیں۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا، دوستو! جس وقت ہم سے ایسا امر ظہور میں آتا ہے تو ہم درمیان نہیں ہوتے، باوجود کمالِ قرب کے حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمّت کے بیچاروں کا کیا حال ہو گا۔ جو کچھ درویشوں سے صادر ہوتا ہے، اس میں اُن کا کچھ اختیار نہیں ہوتا۔ طالبوں کی رہنمائی کیلئے ایسا ہوتا ہے۔

⑦ ایک درویش نے بیان کیا کہ ایک روز حضرت خواجہ نقشبندؒ ایک حوض کے کنارے کھڑے تھے جو شہر بخارا سے قبلہ کی طرف ہے اُسی دوران ایک درویش جو لوگوں میں ارشاد و تربیت کی وجہ سے بہت مشہور تھا، حاضرِ خدمت ہوا۔ آپ نے اُس سے فرمایا کہ "ہم نے سُنا ہے کہ تمہارا ارادہ خوارزم جانے کا ہے؟ اُس نے عرض کیا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ "ہم تمہیں خوارزم نہ جانے دیں گے" اُس نے کہا، ایسا نہ کہیئے کیونکہ آپ کو اس بات کی قدرت نہیں۔ اتفاقاً اسی اثناء میں مولانا حمید الدین شاشیؒ ایک جماعتِ کثیر کے ساتھ آپ کی ملاقات کیلئے آئے آپ نے وہ قصہ مولانا سے ذکر کر کے فرمایا کہ آپ گواہ رہیں، ہم اس درویش کو خوارزم نہ جانے دیں گے۔

مولانا نے کہا کہ ہم گواہ ہوئے۔ اس کے بعد وہ درویش خوارزم کی طرف روانہ ہوا لیکن وہ جب افشنیہ (بخارا کے نواح قافلہ کے اترنے کی جگہ) میں پہنچا تو بادشاہِ وقت کے سپاہیوں نے آ کر خوارزم کا راستہ بند کر دیا۔ اس درویش نے اہلِ قافلہ کے ساتھ تدبیر کر کے دوسرے راستہ سے خوارزم جانے کی کوشش کی مگر سپاہی وہاں بھی آ پہنچے اور اس درویش کو مع قافلہ گرفتار کر کے بخارا لے آئے۔ اس درویش نے شیخ سیف الدین باخرزی قدس سرہٗ کے نواسہ خواجہ داؤدؒ سے التجا کی اور کچھ مال دیکر سپاہیوں سے رہائی پائی۔ جب یہ خبر مولانا حمید الدین کو پہنچی تو بہت متعجب ہوئے اور

فرمایا کہ خواص بندگانِ الٰہی نے اس طرح تصرّف کیا ہے۔ عارف رومیؒ نے کیسی سچی بات کہی ہے۔

؎ گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

(۸) ایک مرتبہ آپ غدیوت میں قیام فرما تھے۔ ایک جماعت اناروں کا نذرانہ لیکر حاضر ہوئی۔ اُس جماعت میں ایک درویش محمد زاہد بھی تھا۔ آپ نے انار تقسیم فرما کر ارشاد کیا کہ کھاؤ۔ محمد زاہد نے عرض کیا کہ میرا غلام بھاگ گیا ہے، بدیں وجہ مجھے سخت پریشانی لاحق ہے۔ آپ نے فرمایا وہ کسی طرف نہیں جا سکتا، تم دو دن اور دو رات ہمارے پاس ٹھہرو، تیسرے روز اپنے مکان زیورتون میں چلے جانا تم کو خبر مل جائے گی۔ محمد زاہد نے ایسا ہی کیا، تیسرے روز جب وہ اپنے مکان میں پہنچا تو پیشتر اس کے کہ وہ اپنے اہل خانہ سے آپ کی بشارت کا ذکر کرے، غلام دروازے سے داخل ہوا۔ محمد زاہد اور اس کے گھر والوں نے تعجب کیا اور غلام سے تفصیل دریافت کی۔ اُس نے بتایا کہ جب میں بخارا سے نکلا تو میں نے نسف کی طرف جانے کا قصد کیا۔ میں نے کچھ راستہ طے کیا تھا کہ میرے پاؤں میں ایک بیڑی ظاہر ہوئی جس کی وجہ سے میں چل نہ سکتا اور گھنٹی کی آواز آتی تھی جس سے مجھے وہم پیدا ہوا کہ یہ آواز بخارا تک پہنچتی ہے۔ جب میں زیورتون کی طرف لوٹتا تو بیڑی کھل جاتی اور گھنٹی کی آواز نہ آتی۔ تین دن یہی حال رہا۔ میں سمجھ گیا کہ یہ کیفیت دوسری جگہ سے ہے۔ میں لوٹ کر آپ کی خدمت میں آگیا، مجھے معاف فرمائیے۔

(۹) ایک روز آپ قصرِ عارفاں میں جلوہ افروز تھے، غدیوت سے شیخ شادیؒ حاضر خدمت تھے اور اپنے ایک قصور کیلئے جو اُن سے سرزد ہو گیا تھا، عذر خواہی کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ نذرانہ چاہیئے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ایک بیل لاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ نذرانہ میں بیل قبول نہیں اڑتالیس ۴۸ دینار عدلی جو غدیوت میں تم نے ایک مدت سے دیوار کے سوراخ میں چھپائے ہوئے ہیں۔ اور دھوئیں نے وہ جگہ سیاہ کر دی ہے، نذرانہ میں لانے چاہیئیں۔ یہ سُن کر شیخ شادیؒ کا حال دگرگوں ہو گیا کہ سوراخ میں چھپانے کے وقت کسی کو اطلاع نہ تھی۔ وہ جلدی غدیوت میں گئے اور وہ دینار لا کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ آپ نے اُن میں سے ایک دینار شیخ شادیؒ کو واپس کر دیا اور فرمایا کہ یہ حرام ہے، تجھے یہ کہاں سے ملا؟ پھر شیخ شادیؒ کو فرمایا کہ ایک بیل اور خرید کر کاشتکاری کر اور بندگانِ خدا کی خدمت میں صرف کر۔" اس کے بعد لوگوں نے

شیخ شادیؒ سے اُس کے ایک دینار کا حال دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ حضرت خواجہ نقشبندؒ کا مرید بننے سے پہلے میں ایک مدّت تک قمار بازی کرتا رہا، وہ دینار قمار سے حاصل ہوا تھا۔

(۱۰) حضرت خواجہ علاء الدین عطارؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت خواجہ نقشبندؒ درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ ایک درویش کے حجرے میں جلوہ فگن تھے۔ اس جماعت میں سے بعض لوگ حضرت خواجہ نقشبندؒ کے اشارے سے دسترخوان کیلئے سامان لینے نکلے اور دو گروہوں میں بٹ گئے۔ ایک فریق بازار خرآباں کی طرف روانہ ہوا۔ انہوں نے حضرت خواجہ کو بازار میں دیکھا اور خیال کیا کہ آپ حجرے سے نکل آئے ہیں۔ دوسرا فریق چوک کی طرف گیا اور انہوں نے حضرت خواجہ نقشبندؒ کو چوک میں دیکھا اور وہی خیال کیا جو پہلے گروہ نے خیال کیا تھا۔ بعد ازاں وہ اخی محمد درآہنی سے بازار میں ملے اور اپنا قصہ اُس سے بیان کیا۔ اس نے کہا کہ میں نے ابھی حضرت خواجہ کو فلاں جگہ دیکھا ہے۔ کہ ایک طرف کو چلے جا رہے ہیں۔ یہ سن کر درویش حیران ہوئے کہ حضرت خواجہ سے کہاں جا کر ملیں۔ ابھی اسی فکر میں تھے کہ ایک درویش آیا اور اس نے کہا کہ حضرت خواجہ فرماتے ہیں کہ اتنی دیر کیوں لگا دی ہے جلدی واپس آؤ۔ درویشوں نے سارا قصہ بیان کیا تو اس درویش نے کہا کہ جس وقت تم حجرے سے نکلے ہو صاحبِ حجرہ اور میں حضرت خواجہؒ کی خدمت میں رہے ہیں، آپؒ حجرے سے بالکل باہر نہیں نکلے۔ اس وقت آپ نے مجھے تمہارے پیچھے بھیجا ہے۔ تمام درویش حیران ہوئے اور فوراً حضرت خواجہؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر قدم بوس ہوئے اور تمام ماجرا عرض کیا۔ آپ نے تبسم فرمایا اور صاحبِ حجرہ بہت رو دیا۔ حضرت خواجہ نقشبندؒ نے ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ ماہِ رمضان کی شام کو حضرت عزیزاں رحمۃ اللہ علیہ کی تیرہ جگہ دعوت ہوئی جو آپ نے قبول فرمائی۔ راوی کا بیان ہے کہ میں ان دعوتوں میں سے ایک میں حاضر تھا۔ میں نے دوسری جگہوں سے جو دریافت کیا تو یہی سنا کہ حضرت عزیزاں تمام جگہوں میں حاضر تھے۔[1]

---

[1] اولیائے کرام کو اللہ تعالیٰ نے یہ قوت بخشی ہے کہ بعض دفعہ وہ ایک ہی وقت میں متعدد جگہ حاضر ہوتے ہیں اور ان سے اعمالِ مختلفہ صادر ہوتے ہیں۔ بقول حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی: "اس صورت میں وہ تو اپنی جگہ میں ہوتے ہیں مگر اُن کے لطائف مثالی اجساد سے متجسّد اور مختلف اشکال سے متشکّل ہو کر ایک ہی آن میں متعدد جگہوں میں اعمالِ عجیبہ وقوع میں لاتے ہیں۔ بعض اوقات اس تشکّل کی اُن کو خبر تک نہیں ہوتی۔ یہ تجسّد و تشکّل کبھی عالمِ شہادت میں ہوتا ہے اور کبھی عالمِ مثال میں پایا جاتا ہے۔" (مکتوبات شریف، دفتر دوم مکتوب ۵۸)

⑪ ایک درویش کا بیان ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ نقشبندؒ اور شیخ شمس الدین کلالؒ خلیفہ حضرت سید امیر کلالؒ اس ندی کے کنارے بیٹھے تھے جو شیخ سیف الدین اور شیخ حسن بلغاری رحمہما اللہ کے مزار کے سامنے ہے اور آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ اسی اثنا میں مچھلی کے قصے کا ذکر آیا جو ایک دفعہ شیخ سیف الدین اور شیخ حسن کے درمیان گزرا تھا۔ شیخ شمس الدین کلالؒ نے کہا کہ بے شک اولیاء اللہ کے ایسے تصرفات ہوئے ہیں۔ کیا اس زمانے میں بھی کوئی ایسا بزرگ ہے جس سے ایسے حالات ظہور میں آتے ہیں۔ حضرت خواجہ نقشبندؒ نے فرمایا کہ میں یہ نہیں چاہتا بلکہ ایسے بزرگ بھی ہوتے ہیں کہ اگر مثلاً اس ندی کی طرف اشارہ کر دیں کہ الٹی بہے، تو الٹی بہنے لگے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ یہ فرما ہی رہے تھے کہ وہ ندی الٹی بہنے لگی۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ میں یہ نہیں چاہتا، اس پر وہ ندی بدستور بہنے لگی۔ بہت سے لوگوں نے اس کرامت کا مشاہدہ کیا اور حضرت خواجہ نقشبندؒ کی کمالِ ولایت کا اعتراف بھی۔

⑫ حضرت خواجہ علاء الدین عطارؒ نے یہ حکایت بیان کی کہ ایک روز موسم سرما میں حضرت خواجہ نقشبندؒ نے درویش امیر حسین سے فرمایا کہ ایندھن بہت سا جمع کر لینا چاہیے۔ جب حسب الارشاد بہت سا ایندھن جمع ہو گیا تو دوسرے دن برف گرنے لگی اور چالیس دن تک گرتی رہی۔ اسی حال میں حضرت خواجہؒ شیخ شادی کو ساتھ لیکر خوارزم کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب حرام کام ندی کے کنارے پر پہنچے تو آپ نے شیخ شادیؒ سے فرمایا کہ پانی پر قدم رکھ کر گزر جاؤ۔ شیخ نے توقف کیا۔ آپ نے دوبارہ ہیبت سے شیخ کی طرف نگاہ کی تو شیخ بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو قدم پانی پر رکھ کر روانہ ہوئے۔ حضرت خواجہؒ بھی ان کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ جب پانی سے گزر گئے تو حضرت خواجہؒ نے شیخ سے فرمایا کہ اپنے موزہ (جوتا) کو دیکھو کہ کسی جگہ سے بھیگا ہے یا نہیں؟ شیخ شادی نے دیکھا کہ قدرت الٰہی سے موزہ کی کوئی جگہ نہ بھیگی تھی۔

اسی طرح ایک دفعہ حضرت خواجہؒ ایک طرف جا رہے تھے۔ شیخ امیر حسین اور چند درویش ساتھ تھے۔ ایک نالہ کے پل پر پہنچے تو آپ نے شیخ سے فرمایا کہ پانی سے گزر جا۔ حسب ارشاد شیخ پانی میں کود پڑے اور حضرت خواجہؒ پل پر سے گزر گئے۔ کچھ دیر کے بعد فرمایا۔ امیر حسین! پانی سے نکل آ۔ شیخ پانی سے نکل آئے اور ان کے کپڑے خشک تھے۔ حضرت خواجہؒ نے پوچھا کہ جس وقت تم پانی میں

Collection Of Advocate Showkat

کو دے، تمہارا کیا حال تھا؟ عرض کی کہ میرا حال اچھا تھا۔ میں ایک نہایت صاف مکان میں تھا۔ کچھ دیر کے بعد ایک دروازہ ظاہر ہوا، آپ کی آواز مبارک سُن کر میں اس دروازے سے نکل آیا۔

حضرت خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے سچ کہا ہے۔ ؎

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

(۱۳) ایک درویش کا بیان ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ نقشبندؒ میرے غریب خانہ پر تشریف فرما ہوئے۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ گھر میں آٹا نہ تھا۔ میں آٹے کی بوری لے آیا۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ اس آٹے کو خرچ کرتے رہو مگر اس کی کمی بیشی کا حال کسی سے ذکر نہ کرنا۔ حضرت خواجہ دو مہینے غریب خانہ میں رہے۔ ہر روز درویش اور دوست آپکی زیارت کو آتے تھے۔ اسی آٹے سے کھانا تیار ہوتا رہا مگر وہ آٹا بدستور رہا۔ جب حضرت خواجہ تشریف لے گئے تو مدتوں بعد بھی اسی بوری سے پکتا رہا۔ بعد ازاں میں نے حضرتِ خواجہؒ کے ارشاد کی خلاف ورزی کرتے ہوئے یہ قصہ اپنے اہل و عیال سے ذکر کر دیا لہٰذا پھر وہ برکت نہ رہی اور آٹا ختم ہو گیا۔

(۱۴) حضرت سیّد امیر کلالؒ کے بڑے صاحبزادے امیر برہان الدینؒ کا بیان ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ نقشبندؒ سوخار میں ہمارے مکان میں فروکش تھے۔ میں نے عرض کی کہ مجھے مولانا عارفؒ کی زیارت کا اشتیاق ہے اور وہ اس وقت نسف میں ہیں۔ آپ توجہ فرمائیں کہ وہ جلدی آ جائیں۔ حضرت خواجہ نقشبندؒ نے فرمایا کہ ہم اُن کو جلدی بلا لیتے ہیں۔ بعد ازاں حضرت اقدس، امیر برہان الدینؒ کو ساتھ لیکر خانقاہ کی چھت پر چڑھ گئے اور تین دفعہ مولانا عارفؒ کو آواز دی۔ پھر فرمایا کہ مولانا عارفؒ نے ہماری آواز سُن لی ہے اور اس طرف چل پڑے ہیں۔ مولانا عارفؒ نسف سے بخارا اور بخارا سے سوخار میں آئے تو اُن سے حضرت خواجہؒ کے بلانے کا قصہ دریافت کیا گیا۔ مولانا عارفؒ نے بیان کیا کہ فلاں روز فلاں وقت ہم اپنے یاروں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت خواجہؒ کی آواز آئی کہ چلے آؤ۔ میں جلدی جلدی نسف سے بخارا کی طرف روانہ ہو گیا۔

(۱۵) حضرت خواجہ علاء الدین عطارؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک روز شام کے وقت حضرت خواجہ نقشبندؒ درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ درویش عطا کے بالاخانے میں تھے۔ پڑوس میں بخارا کے ایک امیر کا محل تھا جس میں قوالوں کی ایک جماعت گا رہی تھی اور صوفیہ کا ایک گروہ رقص

کر رہا تھا اور نہایت شور وشغب برپا تھا۔ حضرت خواجہ نقشبندؒ نے فرمایا کہ جو کچھ ہو رہا ہے از قبیل ملاہی (کھیل کود) ہے اس کا سننا جائز نہیں۔ تدبیر کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لیں۔ حضرت خواجہ نقشبندؒ کا فرمانا تھا کہ سب کا حال متغیر ہو گیا اور وہ آوازیں کسی کو سنائی نہ دیں۔ صبح کو پڑوسیوں نے رات کے حالات درویشوں سے بیان کر کے دریافت کیا کہ آپ کی رات کیونکر گزری۔ درویشوں نے جواب دیا کہ حضرت خواجہ نقشبندؒ کی عنایت سے وہ آوازیں ہمیں سنائی نہ دیں۔ یہ سن کر پڑوسیوں نے بہت تعجب کیا۔

(١٦) خواجہ علاء الدین عطارؒ ناقل ہیں کہ حضرت خواجہؒ کا ایک درویش ایک روز سیب لایا آپ نے فرمایا کہ ٹھہرو، اس سیب کو ابھی نہ کھاؤ، یہ تسبیح پڑھتا ہے۔ حضرت خواجہ کا ارشاد درست تھا، حاضرین میں سے بعض لوگ اس سیب کی تسبیح سن رہے تھے۔

(١٧) ایک روز قصر عارفاں میں حضرت خواجہ نقشبندؒ کے حکم سے درویش مٹی کا چھکڑا کھینچ رہے تھے۔ اسی اثنا میں حضرت خواجہؒ کا ایک مرید محمد خرہ کوشی زیورتون سے آیا۔ وہ آپ کی زیارت کیلئے بے قرار ہو رہا تھا۔ اس نے درویشوں سے آپ کا پتہ پوچھا۔ انہوں نے بتایا کہ دولت خانہ کو تشریف لے گئے ہیں۔ یہ سن کر محمد خرہ کوشیؒ فوراً آپ کے در دولت کی طرف روانہ ہوا اور بیقراری میں پرندے کی طرح اڑتا جا رہا تھا۔ چنانچہ آپ کے کاشانۂ اقدس تک دو دفعہ اڑا۔ درویشوں نے جب یہ حال دیکھا تو اس کے پیچھے روانہ ہوئے۔ جب اس کے پاس پہنچے تو آپ اپنے دولت خانہ سے باہر جلوہ گر ہوئے اور اُن سے یوں ارشاد فرمایا کہ تم اس فقیر بے سروپا سے کیا چاہتے ہو؟ اس صفت سے کچھ حاصل نہیں، اس حالت پر کچھ اعتماد نہ کرنا چاہیئے، بہت سے بیگانے ایسے ہوتے ہیں جو پرندے کی طرح ہوا میں اڑتے ہیں۔ حق طلبی اور ہی چیز ہے۔ درویش یہ سن کر بہت ڈرے۔ اُس حال میں حضرت خواجہ نے اُن سے کہا کہ جا کر چھکڑے میں مٹی بھر دو۔ پھر آپ نے چھکڑے کی طرف اشارہ کیا۔ چھکڑا خود بخود چلتا تھا اور مٹی گرا کر واپس آجاتا تھا۔ حاضرین یہ دیکھ کر اپنے فعل سے بہت پشیمان ہوئے۔

(١٨) ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت خواجہ نقشبندؒ نسف میں قیام فرماتے۔ سردی کا موسم تھا۔ آپ کو ایک ضروری کام کیلئے بخارا آنا تھا۔ خواجہ محمد پارساؒ جو مولانا حافظ الدین کبیر بخاریؒ

Collection Of Advocate Showkat

کے صاحبزادوں سے تھے، آپ کے ہمراہ تھے، اُس روز مطلع ابر آلود تھا۔ نسف کے لوگوں نے حضرت خواجہ کی خدمت میں درخواست کی کہ رُک جائیے مگر آپ نے نہ رُکے۔ درویشوں کی ایک بہت بڑی جماعت آپ کے ہمرکاب تھی، مینہ برسنے لگا اور لحظہ بہ لحظہ شدت اختیار کر گیا۔ حضرت خواجہؒ نے خواجہ محمد پارساؒ کی طرف اشارہ کیا کہ مینہ سے کہدو، ٹھہر جا۔ خواجہ محمد پارساؒ نے آپ کی موجودگی میں ایسی گستاخی نہ کی۔ آپ نے فرمایا، کہ میں تجھ سے کہتا ہوں کہ یُوں کہہ دے ٹلے مینہ! ٹھہر جا۔" پس خواجہ محمد پارسا نے ایسے ہی کہا۔ پس مینہ ٹھہر گیا، مطلع صاف ہو گیا اور سورج نکل آیا۔

(۱۹) ایک درویش کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ نقشبندؒ ایک مرتبہ غدلویت میں درویش اسحاق کے مکان میں کھانا تیار کر رہے تھے۔ تنور میں آگ شعلہ زن تھی، اسی حالت میں آپ نے اپنا دست مبارک اس تنور میں ڈال دیا اور کچھ دیر تک رکھا بعد ازاں نکال لیا۔ عنایت الٰہی سے دست مبارک کا بال تک نہ جلا۔ ؎

آج بھی ہو جو براہیمؑ کا ایماں پیدا　　آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

خلیل اللہ با آتش ہمے گفت　　اگر موئے زمن باقیست مے سوز ؎

(۲۰) ایک درویش کا بیان ہے کہ میں اور ایک اور درویش (اُس باغ میں جہاں اب حضرت خواجہ نقشبندؒ کا مزار مقدس ہے) آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ ایک ساعت کے بعد آپ میں ایک ہیبت ناک حالت پیدا ہوئی اور وہ درویش بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ حضرت خواجہ اُٹھ کر حوض کے گرد پھرنے لگے۔ کچھ دیر کے بعد آپ نے ایک سیب کا درخت اپنی کولی (آغوش، دوبازوؤں کا حلقہ) میں لے لیا۔ ایک لحظہ میں آپ کا وجود مبارک اتنا بڑا ہو گیا کہ تمام باغ اُس سے پُر ہو گیا۔ جہاں میری نگاہ پڑتی تھی، آپ کا وجود مبارک ہی دکھائی دیتا تھا۔ بعد ازاں میں نے پھر نگاہ اُٹھائی تو آپ کا وجود چھوٹا ہونے لگا۔ یہاں تک کہ اُس کا نشان تک نہ رہا۔ میں نے پھر جو دیکھا تو آپ کے وجود مبارک کا اثر ظاہر ہوا، یہاں تک اصلی حالت پہ آگیا۔ اور آپ وہی سیب کا درخت اپنی کولی میں لیے نظر آئے۔ میں نہایت حیران ہوا کہ یہ کیا حالتیں ہیں۔ اُسی وقت حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ ایسے احوال حضرت عزیزان علیہ الرحمہ کی نسبت بھی منقول ہیں۔

(۲۱) ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص رات کو اپنے محبوب کے بوس و کنار میں مشغول رہا۔ صبح کو آپ کے پاس آکر اشتیاقِ صحبتِ درویشاں کیا۔ آپ نے فرمایا کہ رات کو تو یہ کام کرو اور دن کو ہم سے یوں کہو۔ وہ شخص از حد شرمندہ ہوا۔

(۲۲) نقل ہے کہ ملک خوارزم کے لوگ کسی جہاز پر سوار ہوئے۔ اتفاقاً بادِ مخالف چلی۔ جہاز ڈوبنے کو تیار تھا۔ اتنے میں کسی کے منہ سے نکلا ”یا شاہِ نقشبند المدد“ کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ فوراً تشریف لائے۔ آپ کی تشریف آوری سے فوراً ہی جہاز پار لگ گیا۔ جب وہ لوگ بخارا شریف پہنچے تو حضرت خواجہ قدس سرہٗ کو دیکھتے ہی پہچان لیا حالانکہ اُن کی آپ سے پہلے ملاقات نہ ہوئی تھی۔ اُن لوگوں نے خواجہ صاحب کو سلام کیا۔ آپ نے تبسّم فرمایا اور ارشاد کیا کہ جب تم نے جہاز میں مجھے سلام کیا تھا میں نے تم کو جواب تو دے دیا تھا مگر تم نے سلام کا جواب نہیں سُنا۔

(۲۳) مولانا عارف رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز ہم قصرِ عارفاں جا رہے تھے۔ ہمارا ایک ساتھی حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کی غیبت کرنے لگا۔ ہم نے روکا اور کہا کہ یہ بات ہرگز جائز نہیں کہ اولیاء اللہ کی شان میں بے ادبی کی جائے لیکن وہ نہ مانا۔ اچانک ایک بھڑ آئی اور اُس کے منہ میں گھس گئی۔ جب اُسے کاٹا تو وہ چلّانے لگا۔ میں نے کہا کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی بے ادبی کی سزا ہے۔ پھر اُس نے توبہ کی تو اُسی وقت اچھا ہو گیا۔

(۲۴) حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کے ایک مرید سیّد محمود سمنانیؒ نے اپنے بیعت ہونے کا واقعہ بیان فرمایا کہ ایک رات مجھے حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ ایک نہایت خوبصورت مکان میں جلوہ افروز تھے اور آپ کی خدمت میں ایک بڑے بارعب شخص بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! مجھے آپ کی صحبتِ مبارک نصیب نہ ہوئی اب میں کیا کروں؟ ارشاد ہوا کہ اگر ہماری برکت حاصل کرنا چاہتے ہو تو شیخ بہاء الدین کی پیروی کرو۔ اور پھر اس بارعب شخص کی طرف اشارہ فرمایا۔ جب میں بیدار ہوا تو میں نے آپ کا نام مبارک حلیہ شریف اور وہ تاریخ ایک کتاب کی پشت پر لکھ لی۔ اس واقعہ کو سات سال گزر گئے ایک دن میں ایک بزاز کی دکان پر بیٹھا تھا۔ ایک بہت نورانی صورت بزرگ تشریف لائے

جنہیں دیکھ کر مجھے فوراً وہ خواب یاد آگیا اور میری حالت عجیب ہو گئی۔ پھر میں نے عرض کیا کہ غریب خانہ کو مشرف فرمائیں۔ آپ نے میری استدعا کو قبول فرما لیا۔ پھر آپ آگے آگے چل رہے تھے اور میں پیچھے پیچھے۔ آپ سیدھے میرے غریب خانہ پر جا کر رکے اور پھر جب اندر داخل ہوئے تو بغیر میرے عرض کیے اُس حجرے میں تشریف لے گئے جہاں میری کتابیں رکھی ہوئی تھیں اور ایک کتاب اٹھا کر مجھے دی اور فرمایا کہ تم نے اس کی پشت پر کیا لکھا ہوا ہے۔ میں نے دیکھا تو وہی کتاب تھی جس پر میں نے آپ کا نام اور حلیہ مبارک اور تاریخ لکھی ہوئی تھی۔

(٢٥) شیخ عبداللہ خجندیؒ کے دل میں جب آتش عشق بھڑکی تو حکیم امام محمد علی ترمذیؒ کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے اور دعا کی کہ مجھے پیر کامل مل جائے۔ خواب میں حضرت خضر علیہ السلام اور حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی۔ فرمایا کہ تم بارہ سال بعد قطب زمانہ حضرت شیخ بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ کے ہاتھ پر مراد کو پہنچو گے۔ یہ اپنے گھر آگئے۔ جب یہ مدت پوری ہونے کو آئی تو پھر دل میں جوش اٹھا۔ بے اختیار ہو کر بخارا شریف حاضر ہوئے۔ جب حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی نظر مبارک پڑی تو دیکھتے ہی فرمایا "اے عبداللہ! بارہ سال میں ابھی تین دن باقی رہیں" یہ حاضرین تو کچھ نہ سمجھ سکے مگر اُن پر وجد طاری ہو گئی۔ جب انہوں نے لوگوں کو سب داستان سنائی تو وہ بہت خوش ہوئے۔

(٢٦) شیخ قطب الدین خراسانیؒ بیان کرتے ہیں کہ میں چھوٹا سا تھا۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے مجھے حکم دیا کہ فلاں جگہ سے چند کبوتر لے آؤ۔ میں کبوتر لے آیا لیکن ایک کبوتر چھپا لیا۔ پھر دسترخوان بچھا لیا گیا۔ میں بھی حاضر تھا۔ سب حاضرین کو ایک ایک بھنا ہوا کبوتر عطا فرمایا لیکن مجھے نہ دیا اور فرمایا کہ اس نے اپنا حصہ پہلے ہی لے لیا ہے۔

(٢٧) روایت ہے کہ آپ کی ایک مریدہ عورت کسی امیر آدمی کے ہاں ملازمہ تھی۔ عورت حسین و جمیل تھی۔ امیر آدمی اُس پر فریفتہ ہو گیا اور ایک دن زبردستی چوبارے پر اُس سے زنا کرنے کی سعی مذموم کی۔ وہ عورت چونکہ حضرت خواجہؒ سے عقیدت و محبت کی وجہ سے پاکدامن تھی لہٰذا اُس نے انکار کر کے اُس رئیس کو دھتکار دیا مگر وہ شیطان صفت امیر پوری قوت کے ساتھ از سر نو کمربستہ ہو کر دست درازی کرنے لگا۔ عورت نے ہر ممکن مدافعت کی۔

لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی تو اپنی عزت کی حفاظت کیلئے چوبارے سے نیچے چھلانگ لگا دی اور اُس کے منہ سے نکلا "**المدد یا شاہ نقشبند**"۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ فوراً تشریف لائے اور قبل اس کے کہ وہ عورت زمین پر گرے آپ نے اُسے تھام لیا۔ اس عورت نے پوچھا کہ آپ اتنی جلدی کہاں سے تشریف لے آئے۔ اس پر فرمایا کہ "تو از چوبارا آمدی و من از بخارا آمدم"۔

(۲۸) ایک روز حضرت خواجہ نقشبندؒ کا ایک درویش نیک روز نامی سوخار سے آپ کی خدمت میں آیا۔ وہ بہت دلگیر تھا۔ حضرت نے سبب پُوچھا، اس نے عرض کیا کہ سوخار میں ایک شخص حسین نام نے مجھے بہت بُرا بھلا کہا مگر مجھے رنج نہ ہوا لیکن جب اُس نے آپ کی شان میں بے ادبی کی تو مجھے نہایت رنج ہوا۔ آپ نے فرمایا گھبراؤ نہیں، وہ جلدی دُنیا و آخرت میں رُسوا ہوگا۔ نیک روز کا بیان ہے کہ جب حضرت خواجہؒ نے یہ فرمایا تو نماز عصر کا وقت تھا۔ میں آپکے قدموں سے رُخصت ہو کر نماز مغرب کے وقت سوخار پہنچا تو میں نے دیکھا کہ حسین بے ادبی کرنے والا شخص اپنے نوکر کیلئے کھانا لیکر کھیتوں میں جا رہا ہے۔ جب نوکر کھانا کھانے لگا تو حسین اپنے نوکر کی جگہ کام کرنے لگا۔ اُسی وقت ایک بھیڑیا آیا جس نے لپک کر حسین کی ناک اور ہونٹ نوچ لیے اور اس کی شکل نہایت بھونڈی ہو گئی۔ وہ لوگوں میں ذلیل و خوار ہو گیا، ذلّت و رسوائی اس کا مقدر ٹھہری اور "حسین گرگ گرفتہ" اس کا لقب ہو گیا۔

(۲۹) ایک مرتبہ حضرت خواجہ نقشبندؒ نے خواجہ علاءالدین عطارؒ سے دریافت فرمایا کہ ظہر کی نماز کا وقت ہوا ہے یا نہیں؟ مطلع ابر آلود تھا۔ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ نے ارشاد کیا کہ آسمان کی طرف دیکھو۔ انہوں نے دیکھا تو سب حجاب دُور ہو گئے اور دیکھا کہ فرشتے آسمان پر نماز ظہر میں مشغول و مصروف ہیں۔ اس پر خواجہ عطارؒ سے فرمایا کہ تم تو کہتے تھے کہ ابھی ظہر کا وقت نہیں ہوا۔

ارشاداتِ قدسیہ

(۱) اس راستے میں وجود کی نفی، نیستی اور اپنے تئیں کم سمجھنا بڑا کام ہے۔ مقصدِ حقیقی کی دولت کا حاصل ہونا قبولیت پر موقوف ہے۔ میں نے اس معاملہ میں موجودات کے طبقوں میں سے ہر طبقہ کی سیر کی اور اپنے آپ کا ذرّوں میں سے ہر ذرّے کے ساتھ مقابلہ کیا اور

اپنے آپ سے سب کو بہتر دیکھا۔ یہاں تک کہ میں نے فضلات کے طبقہ کی بھی سیر کی اور اُن میں فائدہ دیکھا مگر اپنے آپ میں کوئی فائدہ نہ پایا۔ کُتّے کے فضلہ تک پہنچا اور خیال کیا کہ کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ ایک مدّت تک میں نے اپنے آپ کو اس خیال پر برقرار رکھا۔ آخر کار معلوم ہوا کہ اس میں بھی کوئی فائدہ ہے۔ غرض مجھے تحقیق سے معلوم ہو گیا کہ مجھ میں کسی طرح کا کوئی فائدہ نہیں ہے جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔ ؎

از ہیچکسی، خویشتن بے خبرم	"میں اپنی ناقدری سے بے خبر ہوں۔
از ہیچ سگے بہ نیم الّا بترم	میں کسی کُتّے سے اچھا نہیں بلکہ بدتر ہوں۔
ہر چند بحالِ خویش مے نگرم	میں ہر چند اپنے حال پر غور کرتا ہوں۔
یک حبّہ نیرزد ز قدم تا بسرم	میں سر سے قدم تک ایک پائی (معمولی) بھی قدر و قیمت نہیں رکھتا۔"

② ایک دن ایک لڑکا اپنے گھر سے نکلا، قرآن شریف اُس کے پاس تھا۔ اُس نے حضرت خواجہؒ کو سلام کیا۔ جب آپ نے قرآن مجید کھولا تو یہ آیت نکلی۔

وَكَلْبُهُم بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ (سورۃ کہف آیت ۱۸)	"اور ان کا کُتّا اپنے دونوں ہاتھ چوکھٹ پر پھیلا رہا ہے"۔

حضرت خواجہ نقشبندؒ نے فرمایا کہ اُمید ہے کہ ہم وہ ہوں گے۔

③ کبارِ اہلِ حقیقت کا قول ہے کہ اس راستے کا سالک اگر اپنے نفس کو سو بار فرعون کے نفس سے بدتر نہیں جانتا وہ اس راستے میں نہیں ہے۔

④ جن دنوں حضرت خواجہ نقشبندؒ، شہر سرخس میں جلوہ افروز تھے، ملک حسین شاہ ہرات کے قاصد شاہی فرمان لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ فرمان میں لکھا تھا کہ ہمیں درویشوں کی صحبت کا اشتیاق ہے، آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ اگرچہ آپ کو ملوک و سلاطین سے ملاقات پسند نہ تھی مگر اس خیال سے کہ اگر ملک حسین، سرخس کی طرف آیا تو عوام کیلئے مشکلات پیدا ہوں گی، لہٰذا بذاتِ خود ہرات تشریف لے گئے۔ جب بادشاہ کی مجلس میں پہنچے تو وہاں بڑا ہجوم تھا اور سلطنت کے اربابِ بست و کشاد اور ملازمین کی ایک بڑی جماعت حاضر تھی۔ بادشاہ نے حضرت خواجہؒ

سے سوال کیا کہ آپکی درویشی موروثی ہے؟ حضرت خواجہؒ نے جواب دیا کہ نہیں بحکم جذبۃ من جذبات الحق توازی عمل الثقلین (جذباتِ حق میں ایک جذبہ جن و انس کے عمل کے برابر ہے) ایک جذبہ پہنچا اور میں اس سعادت سے مشرف ہو گیا۔ بادشاہ نے پوچھا، کیا آپ کے طریقہ ذکرِ جہر اور سماع و خلوت ہے۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ نہیں۔ بادشاہ نے پوچھا کہ پھر تمہارا طریقہ کیا ہے؟ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ کے سلسلہ کا قول ہے کہ خلوت در انجمن چاہیئے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ خلوت در انجمن کیا ہے؟ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ظاہر میں خلق کے ساتھ اور باطن میں حق کے ساتھ ہونا۔ ؎

از دروں شو آشنا و ز بروں بیگانہ وش　　ایں چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں[1]

بادشاہ نے کہا کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کریم میں ارشاد فرماتا ہے:-

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔ (سورہ نور۔ ع ۵)	"وہ مرد کہ غافل نہیں ہوتے سودا کرنے میں نہ بیچنے میں اللہ کی یاد سے"۔

کچھ دیر کے بعد بادشاہ نے سوال کیا کہ بعض مشائخؒ نے کہا ہے کہ ولائیت نبوّت سے افضل ہے۔ وہ کون سی ولائیت ہے جو نبوّت سے افضل ہے۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ "اسی نبی کی ولائیت افضل ہے اُس کی نبوّت سے"۔ حضرت خواجہؒ نے بعض مشائخؒ کے قول کی یہ تاویل بیان فرمائی ہے لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس قول کی ذرا تشریح کر دی جائے۔ امام ربّانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بعض رسائل میں ثابت کیا ہے کہ نبوّت، ولائیت سے افضل ہے خواہ اُسی نبی کی ولائیت ہو اور حق بھی یہی ہے۔ جن مشائخ نے اس کے خلاف کہا ہے اُن کا قول مقامِ نبوّت کے کمالات کی بے علمی کے سبب سے ہے۔ (مکتوبات شریف، دفتر اوّل مکتوب ۲۵۱)

(مذکورہ بالا واقعہ گزشتہ اوراق میں بھی آ چکا ہے لیکن افادیت کے پیشِ نظر اسے ایک اور مختلف روایت کے مطابق درج کر دیا گیا ہے۔ تاکہ قارئین کرام ہر دو روایتوں سے استفادہ کر کے روحانی تشنگی بجھا سکیں۔ قصوری)

---

[1] باطن کے ساتھ حق کی آگاہی اور بظاہر بیگانگی، ایسی روش اور ایسا طریقہ دنیا میں بہت ہی کم دیکھنے میں آتا ہے (قصوری)

⑤ اگرچہ نماز روزہ اور ریاضت و مجاہدہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا طریقہ ہے مگر ہمارے نزدیک وجود کی نفی سب طریقوں سے اقرب (بہت زیادہ قریب) ہے اور یہ ترکِ اختیار اور دیدِ قصور کے سوا حاصل نہیں ہوتی۔

⑥ ایک روز حضرت خواجہؒ کی زبانِ مقدس سے نکلا کہ اس راستے کے سالکوں کیلئے ماسوا کے ساتھ تعلق نہایت بڑا حجاب ہے۔ یہ سُن کر خواجہ صلاح بن مبارک بخاریؒ کے دل میں خیال آیا کہ اس صورت میں ایمان و اسلام کے ساتھ تعلق بھی مضر ہونا چاہیئے۔ حضرات خواجہؒ نے فرمایا کہ کیا تو نے ابنِ منصور حلاجؒ[1] کی یہ بیت نہیں سُنی۔ ؎

کفرت بدین اللہ والکفر واجب لدیّ وعند المسلمین قبیح	"میں اللہ کے دین سے کافر ہوا اور یہ کفر میرے نزدیک واجب ہے اور مسلمانوں کے نزدیک بُرا ہے۔"

پھر فرمایا کہ ایمان و اسلام حقیقی درکار ہے اور اہلِ حقیقت نے ایمان کی تعریف یُوں کی ہے:

الایمان عقد القلب بنفی جمیع ما تولّھت القلوب الیہ من المضار والمنافع سوی اللہ عزوجل"	"ایمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا وہ تمام مضار و منافع جن پر دل شیدا ہیں، اُن کی نفی کا اعتقادِ جازم رکھے"۔

⑦ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نماز مومن کی معراج ہے۔ یہ ارشاد نمازِ حقیقی کے درجات کی طرف اشارہ ہے۔ بدیں طور کہ نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے وقت چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی اکبریت نمازی کے وجود میں حال ہو جائے اور اس میں خشوع و خضوع پیدا ہو جائے یہاں تک کہ استغراق کی حالت طاری ہو جائے۔ اس صفت کا کمال جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہے کہ نماز میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک سے تانبے کی دیگ کے جوش کی مانند آواز آیا کرتی تھی۔ (شمائل ترمذی)

---

[1] ابن منصور سے یہ قول مقامِ جمع میں صادر ہوا ہے کہ جس میں حق و باطل کی تمیز اٹھ جاتی ہے اس مقام والا سب کو صراطِ مستقیم پر سمجھتا ہے اور کبھی خلق کو عینِ حق خیال کرتا ہے واضح رہے کہ ابن منصور کافرِ طریقت تھا جو مستحقِ درجات ہے نہ کہ کافرِ شریعت جو مستحقِ عذاب ہے۔ اس کا بیان حضرت مجددِ الف ثانی قدس سرہٗ کے حالات میں آ رہا ہے۔

(۸) بخارا کے علماء میں سے ایک عالم نے حضرت خواجہ نقشبندؒ سے سوال کیا کہ نماز میں حضور کس چیز سے حاصل ہوتا ہے؟ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ طعام حلال سے جو وقوف و آگاہی سے کھایا جائے۔ نماز سے خارج اوقات میں اور وضو اور تکبیر تحریمہ کے وقت بھی وقوف کی رعایت چاہیئے۔

(۹) حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ روزہ میرے واسطے ہے یہ صوم حقیقی کی طرف اشارہ ہے۔ جو ماسوائے حق سے امساکِ کُلّی (مکمل دُوری) کا نام ہے۔

(۱۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آتشِ دوزخ سے میری اُمّت کا نصیب ایسا ہے جیسا کہ آتشِ نمرود سے حضرتِ ابراہیمؑ کا نصیب تھا اور نیز ارشاد ہے کہ میری امّت گمراہی پر متفق نہ ہوگی۔ ان حدیثوں سے اُمّت سے مراد اُمّت متابعت ہے۔ اُمّت تین قسم کی ہے ایک اُمّتِ دعوت جس میں سب شامل ہیں۔ دوسرے اُمّت اجابت جو ایمان لائے ہیں تیسرے اُمّت متابعت جو ایمان لاکر حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہیں۔

(۱۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرے لیے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک وقت ہے کہ مجھ میں اُس وقت میں کوئی مُقرب فرشتہ نہیں سماتا اور نہ نبی مرسل اِس ارشاد کے معنی ایک تو یہ ہیں کہ میرا ایک حال ایسا ہوتا ہے کہ اس حال میں کوئی مُقرّب فرشتہ اور نبی مُرسل ملحوظ نہیں ہوتا۔ یہ حال مبتدی کا بھی بعض اوقات میں ہوا کرتا ہے۔ دوسرے معنی یہ کہ میرا ایک حال ایسا ہوتا ہے کہ وہ حال مقرب فرشتہ اور مُرسل کے حال سے اعلیٰ و اشرف ہوتا ہے۔

(۱۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے ۹۹ نام ہیں، ایک کم ایک سو، جو شخص ان کا شمار کرے وہ بہشت میں داخل ہوگا۔ اس ارشاد مبارک میں شمار کرنے کے ایک معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں کا ورد کرے اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ ان ناموں کو جانے۔ اور ایک معنی یہ ہیں کہ ہر نام کے مقتضا (مناسبت) کے موافق عمل کرے مثلاً جب رزاق کہے تو روزی کا غم اُس کے دل پر بالکل نہ گزرے اور جب متکبّر کہے تو عظمت و کبریائی و بادشاہی کو خدا ہی مِلک سمجھے۔

حضرت خواجہؒ سے سوال کیا گیا کہ جب ننانوے کا ذکر کیا گیا تو ایک کم سو کہنے کی کیا ضرورت

تھی۔ آپ نے فرمایا کہ بطور تاکید کے اس واسطے ذکر کیا گیا کہ عرب کو حساب میں کچھ مہارت نہ تھی اور نہ اُن کو اس طرف توجہ تھی۔ اسی سبب سے جنابِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے مہینہ کے دنوں کی تعداد بیان کرنے کیلئے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں اُٹھا کر اشارہ فرمایا کہ مہینہ ایسا ہوتا ہے، ایسا ہوتا ہے، ایسا ہوتا ہے۔ اور تیسری بار نو انگلیاں اٹھائیں اور محسوس کرا دیا کہ مہینہ ۲۹ دن کا ہوتا ہے اور زبانِ مبارک سے نہ فرمایا۔

(۱۳) تیرا حجاب تیرا وجود ہے۔ دع نفسك وتعال یعنی "اپنے نفس کو دروازے پر چھوڑ اور اندر جا"۔

از تُو تا دوست رہ بسے نیست تُوئی ॥ در رہِ تو خاشاک و خسے نیست توئی

صحیح حدیث میں جو اماطة الاذی عن الطریق (راستے سے آزار دہ چیز کا دور کرنا) آیا ہے، اس سے وجودِ بشریت کی نفی کی طرف اشارہ ہے اور حدیثِ قدسی میں جو وارد ہے کہ

نفسك مطیتك فارفق بها ‖ "تیرا نفس تیری سواری ہے، تو اس کے ساتھ نرمی کر"

یہ نفسِ مطمئنہ (حکمِ الٰہی پر چلنے والا) کی طرف اشارہ ہے الا ما رحم[2] ربی کی خلعت سے مشرّف ہو گیا ہے۔

(۱۴) ولایت ایک نعمت ہے۔ ولی کو چاہیئے کہ جانے کہ "میں ولی ہوں" تاکہ اس نعمت کا شکر ادا کرے۔ عنایتِ الٰہی ولی کے شامل حال ہوتی ہے۔ اُس کو بحالِ خود نہیں چھوڑا جاتا بلکہ اس کو بشریت کی آفتوں سے بچایا جاتا ہے۔ خوارقِ عادات اور احوال و کرامات کے ظہور کا کچھ اعتبار نہیں۔ افعال و اقوال میں استقامت درکار ہے۔ شیخ عبدالرحمٰن[3] نے اپنی کتاب حقائق التفسیر میں آیت فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ کی تفسیر میں اربابِ حقیقت میں سے ایک سے نقل کیا ہے کہ تو استقامت کا طالب بن اور کرامت کا طالب نہ بن۔ کیونکہ تیرا رب تجھ سے استقامت طلب

---

[1] صحیحین میں بروایت حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کے ستر سے چند اوپر شعبے ہیں جن میں سب سے افضل لا الٰہ الا اللہ کہنا ہے اور سب سے ادنیٰ اماطۃ الاذی عن الطریق ہے (مشکوٰۃ شریف، کتاب الایمان)۔

[2] وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي ۚ إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي ۚ إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَّحِيمٌ (پارہ ۱۳ یوسف) "اور میں اپنے نفس کو پاک نہیں کہتا۔ بتحقیق نفس البتہ برائی کا حکم کرنے والا ہے مگر جو میرا رب رحم کرے بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔"

کرتا ہے اور تیرا نفس تجھ سے کرامت طلب کرتا ہے۔

صوفیۂ کرام کے اقوال میں سے ہے کہ اگر ولی باغ میں آئے اور درختوں کے ہر پتے سے یہ آواز آئے، یا ولی اللہ! تو چاہیئے کہ ظاہر و باطن میں اُسے اُس آواز کی طرف کچھ التفات نہ ہو بلکہ بندگی و تضرع میں اُس کی کوشش ہر لحظہ زیادہ ہو۔ اس مقام کا کمال حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا کہ خدا کا احسان واکرام وانعام آپ پر جس قدر زیادہ ہوتا اُسی قدر آپ کی بندگی اور نیازمندی اور مسکنت زیادہ ہوتی۔ اسی وجہ سے آپ فرماتے "کیا میں شکرگزار بندہ نہ بنوں"؟

⑮ گروہِ صوفیہ کی تین قسمیں ہیں، مقلد[۱]، کامل[۲]، کامل مکمل[۳]۔ مقلد اُس پر عمل کرتا ہے جو اپنے شیخ سے سُنتا ہے۔ کامل، فیض رسانی میں اپنی ذات سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ کامل مکمل کے سوا کوئی دوسروں کی تربیت نہیں کرتا اور نہیں کر سکتا۔

⑯ ہمارا طریق نوادر سے ہے اور محکم دست آویز (سند جس سے اپنا مطلب و مدعا ثابت کر سکیں) ہے اور سنتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کو پکڑنا اور آپ کے صحابہ کرامؓ کے آثار کی پیروی کرنا۔ اِس راہ میں ہمیں بفضلِ الٰہی[1] لایا گیا ہے۔ اوّل سے آخر تک ہم نے یہی فضلِ الٰہی مشاہدہ کیا ہے نہ کہ اپنا عمل۔ اس طریقہ میں تھوڑے سے عمل سے بہت فتوح حاصل ہوتی ہیں مگر سنّت کی متابعت کی رعایت بڑا کام ہے۔

⑰ ہمارا طریق صحبت[2] ہے کیونکہ خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت ہے۔

⑱ خیریت جمعیت میں ہے اور جمعیت صحبت میں ہے بشرطیکہ ایک دوسرے میں نفی ہو جائیں۔

⑲ مُرشد کو چاہیئے کہ طالب کے تینوں حال (ماضی، حال اور مستقبل) سے باخبر ہو تاکہ اُسکی

---

[1] یہ محض فضلِ الٰہی ہے کہ حضرت خواجہ نقشبندؒ کی درخواست پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا طریقہ عطا کیا کہ دوسروں کی نہایت (انتہا) اس کی بدایت (ابتدا) میں درج ہے۔ اسی واسطے آپ فرمایا کرتے تھے۔ ما فضلیانیم (ہم اللہ کے فضل والے لوگ ہیں) (مکتوب امام ربانی دفتر اول مکتوب ۲۶ - ۳۰۲)

[2] صحبت سے مراد موافقانِ طریقت کی صحبت ہے نہ کہ مخالفانِ طریق کی۔ کیونکہ ایک دوسرے میں نفی ہونا صحبت کی شرط ہے اور وہ نفی بغیر موافقت کے حاصل نہیں ہوتی۔ (مکتوب امام ربانی دفتر اول مکتوب ۲۶۵)

تربیّت کر سکے۔ طالب کی شرطوں میں سے ایک یہ ہے کہ جس وقت خدا تعالیٰ کے دوستوں میں سے کسی دوست کی صحبت میں ہو، اپنے حال سے واقف ہو اور صحبت کے زمانہ کا گزشتہ زمانہ سے مقابلہ کرے پس اگر وہ نقصان سے کمال کی طرف کچھ تفاوت دیکھے تو بحکم اصبتَ فالزم (تو نے پا لیا۔ پس لازم پکڑ) اُس بزرگ کی صحبت کو اپنے اوپر فرض جانے۔

⑳ ہمارا طریقہ سب ادب ہی ادب ہے۔ طلبِ راہ کی ایک شرط ادب ہے۔ ایک ادب اللہ تعالیٰ کی نسبت ہے اور ایک ادب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ہے اور ایک ادب مشائخ طریقت کی نسبت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نسبت ادب یہ ہے کہ ظاہر و باطن میں بشرطِ کمال بندگی اُس کے احکام بجا لائے اور ما سوا سے بالکل منہ پھیر لے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ادب یہ ہے کہ اپنے آپ کو ہمہ تن اُن کی اتباع و پیروی کے مقام میں رکھے اور تمام حالات میں آپ کی واجب خدمت کو نگاہ رکھے اور آپ کو تمام موجودات اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ سمجھے۔ جو کوئی ہے اور جو کچھ بھی ہے سب کا سر آپ کے آستانِ عزت پر ہے۔ جو ادب مشائخ کیلئے طالبوں پر لازم و واجب ہے وہ اس طرح ہے کہ مشائخ کرام سنتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی و اتباع کے سبب سے اس مقام پر پہنچ گئے ہیں کہ لوگوں کو حق کی طرف بلائیں۔ پس درویش کو چاہیئے کہ غیبت و حضور (موجودگی اور عدم موجودگی) میں اُن کا ادب ملحوظ رکھے۔

㉑ ذکر کی تعلیم کسی کامل سے مکمل ہونی چاہیئے تاکہ مؤثر ہو اور اُس کا نتیجہ ظہور میں آئے۔ تیر بادشاہ کی ترکش سے لینا چاہیئے تاکہ شایانِ حمایت ہو۔

㉒ وقوفِ عددی علم لدنی[1] کا اوّل مرتبہ اور درجہ ہے۔

㉓ لا الٰہ نفیِ آلہۂ طبیعت ہے اور الا اللہ اثباتِ معبودِ بحق۔ اور مقصود ذکر سے یہ ہے کہ ذاکر کلمۂ توحید کی حقیقت کو پہنچ جائے۔ بہت دفعہ کہنا شرط نہیں اور کلمۂ توحید کی حقیقت یہ ہے کہ اس کلمہ کے کہنے سے ماسوا بالکل نفی ہو جائے۔

---

[1] علم لدنی وہ علم ہے جو اہلِ قرب کو تعلیمِ الٰہی اور تفہیمِ ربانی سے معلوم و مفہوم ہوتا ہے نہ کہ دلائل عقلی و شواہدِ نقلی سے۔ چنانچہ قرآن مجید میں حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں آیا ہے۔ وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۔ ترجمہ: "اور ہم نے سکھایا تھا اُس کو اپنے پاس سے ایک علم۔ (سورہ کہف ع ۹)

(٢٤) وقوفِ زمانی جو سالک کا کارگزار مستعد ہے یہ ہے کہ سالک اپنے احوال سے واقف رہے کہ ہر زمانہ میں اُس کا حال کیسا ہے۔ موجبِ شکر ہے یا موجبِ عذر خواہی۔

(٢٥) سالکین خواطرِ[1] شیطانی و نفسانی کے دُور کرنے میں متفاوت ہیں۔ بعضے ایسے ہیں کہ پیشتر اس کے نفس و شیطان سے کوئی خطرہ دل میں آئے، اُسے دیکھ لیتے ہیں اور وہیں سے اس کو دُور کر دیتے ہیں اور بعضے ایسے ہیں کہ خطرہ کو قرار پکڑنے کے بعد دفع کرتے ہیں مگر یہ چنداں مفید نہیں۔ ہاں اگر اس کے منشا اور اُس کے انتقالات کے سبب کو معلوم کر لیں تو فائدہ سے خالی نہیں۔

(٢٦) راہ کہ جس کے ذریعے عارف مقصودِ حقیقی کو پا لیتے ہیں اور دوسرے محروم رہ جاتے ہیں، تین ہیں۔ مراقبہ، مشاہدہ، محاسبہ۔ خالق کی طرف دوام نظر اور مخلوق کی رویت کا نسیان (یعنی مخلوق کے خیال و لحاظ کا بھول جانا) مراقبہ کہلاتا ہے۔ یعنی سالک کو چاہیئے کہ ہر وقت جنابِ باری تعالیٰ کی طرف نظر رکھے اور تمام مخلوقات کی ہستی کی پیشانی پر نیستی و فنا و نسیان کا خط (لکیر) کھینچ دے۔ مراقبہ کا دوام نادر چیز ہے۔ اس گروہ میں سے کم ہیں جنہوں نے یہ بات حاصل کی ہم نے اس کے حصول کا طریق معلوم کر لیا ہے اور وہ نفس کی مخالفت ہے۔ مشاہدہ سے مراد اُن وارداتِ غیبیہ کا معائنہ ہے جو دل پر نازل ہوتے ہیں۔ چونکہ وارد جلدی گزرنے والا ہے اور قرار نہیں پکڑتا، تاہم اُس وارد کا ادراک نہیں کر سکتے مگر صفتِ بسط و قبض (دل کے خدا کی طرف متوجہ ہونے اور کبھی نہ ہونے کی صفت) جو ہم میں پیدا ہوتی ہے اُسے معلوم کر لیتے ہیں۔ قبض میں صفتِ جلال کا مشاہدہ کرتے ہیں اور بسط میں صفتِ جمال کا۔ محاسبہ یہ ہے کہ ہر ساعت جو کچھ ہم پر گزرے اُس کا حساب کریں کہ اُس میں غفلت کیا اور حضور کیا ہے اگر دیکھیں کہ سراسر نقصان ہے، تو بازگشت کریں اور عمل کو از سرِ نو کریں۔ چونکہ راستہ ان تینوں میں منحصر ہے اور دوسرے لوگ اس کا غیر طلب کرتے ہیں۔ اس لیے محروم رہ جاتے ہیں۔

---

[1] خواطر جمع ہے خاطر کی۔ خاطر وہ کلام و خطاب ہے جو دل پر وارد ہوتا ہے یا وہ وارد ہے جس میں بندے کے قصد و عمل کو دخل نہ ہو۔ خاطر جو خطاب ہو۔ اس کی چار قسمیں ہیں۔ اوّل، ربانی۔ جو اللہ کی طرف سے دل میں القاء ہوتا ہے۔ دوم، ملکی۔ جو فرشتہ کے القاء سے ہو، اُسے الہام کہتے ہیں۔ سوم، نفسانی۔ جو نفس کی طرف سے ہو، اُسے حاجس (دل میں آنے والا خیال) کہتے ہیں۔ جس کی جمع حواجس ہوتی ہے۔ چہارم، شیطانی۔ جو شیطان کے القاء سے ہو، اُسے وسواس کہتے ہیں (از رسالہ قشیریہ وغیرہ)

(۲۷) جس شخص[له] نے اللہ کو پہچان لیا۔ اُس پر کوئی شے پوشیدہ نہیں رہتی۔ حضرت خواجہ علاء الدین عطارؒ فرماتے ہیں کہ اس کلمہ قدسیہ سے حضرت خواجہ نقشبندؒ کی مراد یہ ہے کہ عارف پر اشیاء کا ظاہر ہونا اس کی توجہ پر موقوف ہے۔

(۲۸) مشائخ میں سے ہر ایک کے آئینہ کی دو جہت ہیں جبکہ ہمارے آئینہ کی چھ جہت ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اس کلمہ قدسیہ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آئینہ سے مراد عارف کا قلب ہے جو روح و نفس کے درمیان واسطہ اور ذریعہ ہے۔ دو جہت سے مراد جہتِ روح اور جہتِ نفس ہے دوسرے طریقوں کے مشائخ جب مقامِ قلب پر پہنچتے ہیں تو قلب کی دونوں جہت منکشف ہو جاتی ہیں۔ اور دونوں مقاموں کے علوم و معارف جو مناسب قلب ہیں، فائض ہوتے ہیں بخلاف حضرت خواجہ نقشبندؒ کے طریق کے کہ اس میں آئینۂ قلب کیلئے چھ جہت پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس کا بیان یوں ہے کہ اس طریقہ علیہ کے اکابر پر یہ بات منکشف ہو گئی ہے کہ لطائفِ ستہ (نفس، قلب، روح، سر، خفی، اخفی) جو کلیۃً افرادِ انسانی میں ثابت ہیں وہ تنہا قلب میں بھی متحقق ہیں۔ چھ جہت سے حضرت خواجہ نقشبندؒ کی مراد لطائفِ ستہ قلب ہیں۔ پس باقی مشائخ کی سیر ظاہرِ قلب پر ہے اور مشائخِ نقشبندیہ کی سیر باطنِ قلب میں ہے اور وہ اس سیر سے قلب کے ابطن بطون (بہت گہرائی) میں پہنچ جاتے ہیں اور مقامِ قلب میں ان پر ان چھ لطیفوں کے علوم و معارف جو اس مقام کے مناسب ہیں، منکشف ہو جاتے ہیں (رسالہ مبدأ و معاد)

[له] شیخ ابراہیم خواصؒ (متوفی ۲۹۱ھ) کا بیان ہے کہ میں کوہِ لکام واقع ملک شام میں تھا۔ ایک انار کا درخت نظر آیا میرے نفس میں خواہش پیدا ہوئی۔ میں نے ایک انار توڑ لیا، اُس کو جو پھاڑا تو ترش نکلا پس میں نے بغرضِ تادیبِ نفس اُسے وہیں چھوڑا اور آگے چل دیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص لیٹا ہوا ہے اور اُس پر بھڑیں بیٹھی ہیں۔ میں نے اُسے کہا السلامُ علیک۔ اس نے جواب دیا وعلیک السلام یا ابراہیم۔ یہ سُن کر میں نے اُس سے پوچھا کہ تُو نے مجھے کس طرح پہچان لیا۔ اُس نے جواب دیا کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا۔ اُس پر کوئی شے پوشیدہ نہیں رہتی۔ میں نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ تیرا ایک حال دیکھتا ہوں کاش تو اُس سے سوال کرتا کہ وہ تجھے ان بھڑوں کی اذیت سے بچاتا۔ یہ سن کر اُس نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ تیرا ایک حال دیکھتا ہوں۔ کاش تو اس سے سوال کرتا کہ وہ تجھے انار کی شہوت و خواہش سے بچاتا کیونکہ انار کے ڈنگ کی تکلیف انسان آخرت میں پائے گا۔ اور بھڑوں کے ڈنگ کی تکلیف اس دنیا میں پاتا ہے۔ پس میں اُسے وہیں چھوڑ کر آگے بڑھا۔ (رسالہ قشیریہ)

(۲۹) چالیس سال سے ہم آئینہ داری کرتے ہیں، ہمارے آئینہ نے کبھی غلطی نہیں کی۔ اس ارشادِ گرامی میں حضرت خواجہؒ نے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اولیاء اللہ جو کچھ دیکھتے ہیں، نورِ فراست سے دیکھتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ نے اُن کو عطا کیا ہے۔ جو کچھ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے، وہ بے شک صواب و درست ہوتا ہے۔

شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ نقشبندؒ کی سیر آسمان و زمین کے تمام طبقات میں جاری تھی

(۳۰) حضرت عزیزاں علیہ رحمۃ الرحمٰن کا ارشاد ہے کہ اس گروہ کی نظر میں زمین دستر خوان کی طرح ہے اور ہم کہتے ہیں کہ روئے ناخن کی طرح ہے۔ کوئی چیز ان کی نظر سے غائب نہیں، منقول ہے کہ ارشادِ مذکور کے وقت حضرت عزیزاںؒ دستر خوان پر تھے، اسی کے مناسب یہ فرما دیا اور حضرت خواجہؒ نے ہفت دائرہ ولایت کی نسبت سے فرمایا ہے ورنہ عارف کے دل کی بزرگی کی شرح نہیں ہو سکتی۔

(۳۱) اگر درویش کے پاؤں میں کانٹا چبھ جائے تو اُسے پہچاننا چاہیئے کہ یہ کہاں سے ہے۔

(۳۲) حدیث میں ہے اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہ یعنی کسب کرنے والا اللہ تعالیٰ کا حبیب ہے اس حدیث میں کسبِ رضا کی طرف اشارہ ہے نہ کہ کسبِ دنیا کی طرف۔

(۳۳) متوکل کو چاہیئے کہ اپنے آپ کو متوکل خیال نہ کرے اور اپنے توکل کو کسب میں چھپائے۔

(۳۴) جو شخص اپنے آپ کو بکلیتِ خود اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے۔ اُس کا غیرِ خدا سے التجا کرنا شرک ہے۔ یہ شرک عام لوگوں کیلئے معاف ہے مگر خواص کیلئے معاف نہیں۔

(۳۵) اللہ تعالیٰ نے مجھے دنیا کی خرابی کیلئے موجود کیا ہے مگر لوگ مجھ سے دنیا کی عمارت طلب کرتے ہیں۔

(۳۶) اگر اس وجود سے خراب کوئی اور وجود ہوتا تو فقر کے اس خزانہ کو وہاں رکھتے۔ کیونکہ خزانہ ہمیشہ ویرانہ میں پوشیدہ رکھتے ہیں۔

(۳۷) اہل اللہ بارِ خلق (لوگوں کا بوجھ) اس لیے اٹھاتے ہیں کہ اُن کے اخلاق کی اصلاح

ہو جائے۔ یا کسی ولی سے ملاقات ہو جائے اس لیئے کہ کوئی ولی ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نظرِ عنایت اس پر نہ ہو، خواہ ولی اس سے واقف ہو یا نہ ہو۔ پس جو شخص اُس ولی سے ملیگا، اُس نظرِ الٰہی سے اُسے فیض ملے گا۔

(۳۸) تُو شمع کی طرح بن اور تُو شمع کی طرح نہ بن۔ شمع کی طرح بن کے معنی یہ ہیں کہ تُو دوسروں کو روشنی پہنچائے اور شمع کی طرح نہ بن کے معنی یہ ہیں کہ تُو اپنے آپ کو تاریکی میں رکھے۔

(۳۹) اس راستے (راہِ سلوک) میں صاحبِ پندار و تکبّر (مغرور) کا کام نہایت مشکل ہے۔

(۴۰) جس شخص نے کسی روز ہمارا جوتا بھی سیدھا کیا ہم اس کی شفاعت کریں گے۔

(۴۱) درویش کو چاہیئے کہ جو کچھ کہے حال سے کہے۔ مشائخِ طریقت کا قول ہے کہ جو شخص ایسے حال سے کلام کرتا ہے جو اُس میں نہیں۔ حق تعالیٰ کبھی اُس کو اُس حال کی سعادت نہ بخشیگا۔

(۴۲) یہ ضروری نہیں کہ جو دوڑے وہ گیند لے جائے مگر ملتی اسی کو ہے جو دوڑتا ہے۔ یہ اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ اس راہ میں ہمیشہ کوشش کرتا رہے۔

(۴۳) حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے مسخِ صورت اس اُمّت سے مُرتفع (دُور کر دی گئی) ہے مگر مسخِ باطن[1] باقی ہے۔

اندریں اُمّت نباشد مسخِ تن لیک مسخِ دل بود اے ذوالفطن

(۴۴) اولیاء کو اسرار پر آگاہی ہے اور آگاہی دی جاتی ہے لیکن وہ بغیر اجازت کے اُن کو ظاہر نہیں کرتے۔ کہتے ہیں کہ جس کے پاس جو کچھ ہے اُسے چھپاتا ہے اور جس کے پاس کچھ نہیں وہ شور مچاتا ہے۔ "اسرار کا چھپانا ابرار کا کام ہے"۔

(۴۵) ہم سے جو کچھ خواطر اور اعمال و افعالِ خلق کے اظہار کی نسبت صادر ہوتا ہے اُس میں ہم درمیان نہیں۔ یا تو الہام سے ہمیں آگاہ کر دیتے ہیں یا کسی کے واسطہ سے ہم تک پہنچا دیتے ہیں۔

---

[1] خواجہ عبید اللہ احرار فرماتے ہیں کہ مسخِ باطن کی علامت یہ ہے کہ صاحبِ کبیرہ کا باطن کبیرہ گناہ سے دردمند و متاثر نہ ہو۔ برائی اور گناہوں میں نہایت اصرار کے سبب سے اُس کا یہ حال ہو جائے کہ جب اُس سے کبیرہ گناہ صادر ہو تو اُس کے بعد اس کے باطن میں کوئی ندامت و ملامت پیدا و واقع نہ ہو اور اس کا دل ایسا سخت و سیاہ ہو کہ اگر اُسے تنبیہ کی جائے تو وہ آگاہ و متاثر نہ ہو۔ (قصوری)۔

(۴۶) درویشی کیا ہے؟ باہر بے رنگ اور اندر بے جنگ۔ ؎

تادریں خرقہ ایم از کس ما   ہم نہ رنجیم و ہم نہ رنجانیم

(۴۷) میں نے اکابرین میں سے ایک سے پوچھا کہ درویشی کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ زبونی وخواری (یعنی بے عزتی، ذلت وخواری)

(۴۸) درویش کو تحمل وبرداشت کے مقام میں ڈھول کی طرح رہنا چاہیئے کہ ہر چند طمانچہ کھائے مگر صدائے مخالف اُس سے ظاہر نہ ہو۔

(۴۹) درویش اہلِ نقد ہیں، آئندہ پر نہیں چھوڑتے۔ ؎

امروز ہیں بدیدۂ باطن جمالِ دوست   اے بے خبر حوالہ بفردا چہ مے کُنی

الصوفی ابن الوقت (وہ صوفی جو وقت اور حالات کا تابع ہو اور حالات کو بدلنے کی طاقت نہ رکھتا ہو) کا اشارہ اسی صفت کی طرف ہے۔ ؎

خردمند زاں کس تبرّا کند   کہ او کارِ امروز فردا کند

(۵۰) حضرت خواجہ نقشبندؒ سے سوال کیا گیا کہ اگر کوئی علمِ منطق پڑھے تو کس نیّت سے پڑھے؟ فرمایا کہ حق وباطل کے امتیاز کی نیّت سے۔

(۵۱) جس شخص کی قابلیّت کا بیضہ مختلف صحبتوں کے سبب سے فاسد ہو گیا، اُس کا معاملہ دشوار ہے۔ سوائے اہلِ تدبیر (اولیاء اللہ) کی صحبت کے (جو سرخ گندھک کی طرح کمیاب ہے) درست نہیں ہو سکتا۔ ؎

جُز صحبتِ عاشقاں مستاں مپسند   دل در ہوسِ قومِ فرومایہ مبند
ہر طایفہ ذات بجائے خویش کشند   چغدت سوئے ویرانہ وطوطی سوئے قند

(۵۲) خواجہ مسافر خوارزمیؒ کا بیان ہے کہ میں حضرت خواجہ خواجگان خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ کی صحبتِ مقدسہ میں بہت رہا کرتا تھا اور اُن کی خدمت کیا کرتا تھا مگر سماع (راگ) کی طرف میرا بہت میلان تھا۔ ایک روز میں نے آپ کے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ اتفاق کیا کہ قوال دو تاف کو بُلا کر حضرت خواجہؒ کی مجلس میں سماع میں مشغول ہو جائیں اور پھر دیکھیں کہ حضرتؒ کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ چنانچہ ہم نے ایسا ہی کیا [illegible] آئے۔ حضرت خواجہؒ اس مجلس

ہو جائے۔ یا کسی ولی سے ملاقات ہو جائے اس لیئے کہ کوئی ولی ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نظرِ عنایت اس پر نہ ہو خواہ ولی اس سے واقف ہو یا نہ ہو۔ پس جو شخص اُس ولی سے ملیگا، اُس نظرِ الٰہی سے اُسے فیض ملے گا۔

(٣٨) تُو شمع کی طرح بن اور تُو شمع کی طرح نہ بن۔ شمع کی طرح بن کے معنی یہ ہیں کہ تُو دوسروں کو روشنی پہنچائے اور شمع کی طرح نہ بن کے معنی یہ ہیں کہ تُو اپنے آپ کو تاریکی میں رکھے۔

(٣٩) اس راستے (راہِ سلوک) میں صاحبِ پندار و تکبر (مغرور) کا کام نہایت مشکل ہے۔

(٤٠) جس شخص نے کسی روز ہمارا جوتا بھی سیدھا کیا ہم اس کی شفاعت کریں گے۔

(٤١) درویش کو چاہیئے کہ جو کچھ کہے حال سے کہے۔ مشائخ طریقت کا قول ہے کہ جو شخص ایسے حال سے کلام کرتا ہے جو اُس میں نہیں۔ حق تعالیٰ کبھی اُس کو اُس حال کی سعادت نہ بخشیگا۔

(٤٢) یہ ضروری نہیں کہ جو دوڑے وہ گیند لے جائے مگر ملتی اسی کو ہے جو دوڑتا ہے۔ یہ اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ اس راہ میں ہمیشہ کوشش کرتا رہے۔

(٤٣) حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے مسخ صورت اس اُمت سے مرتفع (دور کر دی گئی) ہے مگر مسخ باطن[1] باقی ہے۔

اندریں امت نباشد مسخ تن لیک مسخ دل بود اے ذو الفطن

(٤٤) اولیاء کو اسرار پر آگاہی ہے اور آگاہی دی جاتی ہے لیکن وہ بغیر اجازت کے اُن کو ظاہر نہیں کرتے، کہتے ہیں کہ جس کے پاس جو کچھ ہے اُسے چھپاتا ہے اور جس کے پاس کچھ نہیں وہ شور مچاتا ہے "اسرار کا چھپانا ابرار کا کام ہے"۔

(٤٥) ہم سے جو کچھ خواطر اور اعمال و افعالِ خلق کے اظہار کی نسبت صادر ہوتا ہے اُس میں ہم درمیان نہیں۔ یا تو الہام سے ہمیں آگاہ کر دیتے ہیں یا کسی کے واسطہ سے ہم تک پہنچا دیتے ہیں۔

---

[1] خواجہ عبید اللہ احرار فرماتے ہیں کہ مسخ باطن کی علامت یہ ہے کہ صاحب کبیرہ کا باطن کبیرہ گناہ سے دردمند و متاثر نہ ہو۔ برائی اور گناہوں میں نہایت اصرار کے سبب سے اُس کا یہ حال ہو جائے کہ جب اُس سے کبیرہ گناہ صادر ہو تو اُس کے بعد اس کے باطن میں کوئی ندامت و ملامت پیدا و واقع نہ ہو اور اس کا دل ایسا تاریک ہو گیا ہو کہ اگر گناہ کبیرہ کیا جائے تو وہ آگاہ و متاثر نہ ہو۔ (قصوری)۔

(۴۶) درویش کیا ہے؟ باہر بے رنگ اور اندر بے جنگ ۔ ؎

تا دریں خرقہ ایم از کس ما
ہم نہ رنجیم و ہم نہ رنجانیم

(۴۷) میں نے اکابرین میں سے ایک سے پوچھا کہ درویشی کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ زبونی و خواری (یعنی بے عزّتی، ذلّت و خواری)

(۴۸) درویش کو تحمّل و برداشت کے مقام میں ڈھول کی طرح رہنا چاہیئے کہ ہر چند طمانچہ کھائے مگر صدائے مخالف اُس سے ظاہر نہ ہو۔

(۴۹) درویش اہلِ نقد ہیں، آئندہ پر نہیں چھوڑتے۔ ؎

امروز بیں بدیدۂ باطن جمالِ دوست
اے بے خبر حوالہ بفردا چہ مے کنی

الصوفی ابن الوقت (وہ صوفی جو وقت اور حالات کا تابع ہو اور حالات کو بدلنے کی طاقت نہ رکھتا ہو) کا اشارہ اسی صفت کی طرف ہے۔ ؎

خردمند زاں کس تبرّا کند
کہ او کارِ امروز فردا کند

(۵۰) حضرت خواجہ نقشبندؒ سے سوال کیا گیا کہ اگر کوئی علمِ منطق پڑھے تو کس نیّت سے پڑھے؟ فرمایا کہ حق و باطل کے امتیاز کی نیّت سے۔

(۵۱) جس شخص کی قابلیّت کا جفنہ مختلف صحبتوں کے سبب سے فاسد ہو گیا، اُس کا معاملہ دشوار ہے۔ سوائے اہلِ تدبیر (اولیاء اللہ) کی صحبت کے (جو سرخ گندھک کی طرح کمیاب ہے) درست نہیں ہو سکتا۔ ؎

جز صحبتِ عاشقاں مستاں مپسند
دل در ہوسِ قومِ فرومایہ مبند
ہر طائفہ ات بجائے خویش کشند
چغدت سوئے ویرانہ و طوطی سوئے قند

(۵۲) خواجہ مسافر خوارزمیؒ کا بیان ہے کہ میں حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ کی صحبتِ مقدسہ میں بہت رہا کرتا تھا اور اُن کی خدمت کیا کرتا تھا مگر سماع (راگ) کی طرف میرا بہت میلان تھا۔ ایک روز میں نے آپ کے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ اتفاق کیا کہ قوال دو تین کو بُلا کر حضرت خواجہؒ کی مجلس میں سماع میں مشغول ہو جائیں اور پھر دیکھیں کہ حضرتؒ کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ چنانچہ ہم نے ایسا ہی کیا اور گانے بجانے والوں کو لے آئے۔ حضرت خواجہؒ اُس مجلس

میں بیٹھے اور کسی طرح سے بھی منع نہ فرمایا۔ اخیر میں آپ نے فرمایا کہ ہم یہ کام نہیں کرتے اور انکار بھی نہیں کرتے[1]۔

(۵۳) بندہ کے اختیار ثابت کرنے میں بہت سعادت ہے تاکہ اگر کوئی عمل رضائے حق تعالیٰ کے خلاف اس سے سرزد ہو جائے اور وہ اپنا اختیار سمجھے تو اس کی توفیق کا شکر ادا کرے۔

(۵۴) مشائخ کا قول ہے۔

المجاز قنطرة الحقیقة | "مجاز حقیقت کا پُل ہے"۔

اس سے مراد یہ ہے کہ تمام عباداتِ ظاہری خواہ قولی ہوں یا فعلی، مجاز ہیں، جب تک سالک اُن سے نہ گزرے گا، حقیقت کو نہ پہنچے گا[2]۔

(۵۵) اگر طالب کو اپنے شیخ مقتدا کے معاملہ میں کوئی مشکل پیش آئے تو چاہیئے کہ حتی المقدور صبر کرے اور بے اعتقاد نہ ہو جائے، کیونکہ ممکن ہے کہ اس کی حکمت اُس پر ظاہر ہو جائے اور اگر صبر کی طاقت نہیں اور مُبتدی ہو تو شیخ سے دریافت کرے کیونکہ اُس کیلئے سوال جائز ہے اور اگر طالب متوسط الحال ہو تو سوال نہ کرے۔

(۵۶) ماوراء النہر کے بڑے بڑے اہل اللہ میں سے ایک نے حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ سیر و سلوک سے مقصود کیا ہے؟ حضرت خواجہ نے ارشاد فرمایا کہ مقصود معرفتِ تفصیلی ہے۔ اس بزرگوار نے پھر دریافت کیا کہ معرفتِ تفصیلی کسے کہتے ہیں؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد کیا کہ معرفتِ تفصیلی سے مراد یہ ہے کہ حضرت سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ بطریقِ اجمال قبول کیا گیا ہے اُسے بطریقِ تفصیل پہچانا جائے اور دلیل و برہان کے مرتبے سے کشف و عیاں کے مرتبہ تک رسائی ہو جائے۔

(۵۷) حضرت خواجہ قدس سرہٗ سے دریافت کیا گیا کہ بلاآ اور بلوائے میں کیا فرق ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ بلاآ بہ نسبت ظاہر ہے اور بلوائے بہ نسبت باطن۔

---

[1] حضرت مجدد الف ثانی" فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کام ہمارے طریقِ خاص کے منافی ہے، اس لیئے نہیں کرتے اور چونکہ دیگر مشائخ نے کیا ہے اس لیئے اس پر انکار بھی نہیں کرتے (مکتوبات شریف دفتر اول مکتوب ۲۷۳)

[2] مزید تشریح کیلئے "مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم مکتوب ۶۶ ملاحظہ فرمائیے۔

Collection Of Addvcate Showkat

(٥٨) آپ سے دریافت کیا گیا کہ جس وقت اللہ تعالیٰ کسی درویش سے کوئی حال واپس کر لے تو وہ کیا کرے۔ آپنے ارشاد کیا کہ اگر اُس حال کا کچھ بقیہ باقی ہے تو وہ اس امر کی دلیل ہے کہ اُس سے تضرع و نیاز مطلوب ہے، پس وہ اللہ تعالیٰ سے اُس کا سوال کرے اور اگر کچھ بھی باقی نہیں رہا تو وہ اس امر کی دلیل ہے کہ اُس سے صبر و رضا مطلوب ہے۔

(٥٩) خدا طلبی بلا طلبی ہے۔ احادیث قدسیہ میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

"جس نے مجھے دوست رکھا، میں نے اُسے ابتلاء میں ڈالا"

یہ بات ظاہر ہے کہ محبت کیلئے وظیفہ لازم اور ضروری ہے کہ محبؔ، محبوب کا متلاشی ہو محبوب جس قدر زیادہ عزیز ہوتا ہے اُس کی طلب کی راہ میں بلا (دکھ، مصیبت) زیادہ ہوتی جاتی ہے اور احادیث میں وارد ہے کہ ایک شخص نے حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں آپ کو دوست رکھتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تو فقر کیلئے تیار رہ۔ ایک اور شخص نے عرض کیا کہ میں خدا کو دوست رکھتا ہوں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلا کیلئے تیار رہ۔

(٦٠) حضرت خواجہ قدس سرہٗ سے سوال کیا گیا کہ کرامات کے بارے میں درویش کیا کہتے ہیں؟ آپنے فرمایا کہ کرامتوں کا کیا ذکر، جو کچھ بھی ہے کلمۂ توحید کی حقیقت کے مقابلے میں نفی ہے۔ "اصحاب کرامت سب کے سب محجوب ہیں اور عارف کرامت کی طرف نظر کرنے سے دُور رکھے گئے ہیں"

لہ ترمذی شریف میں حدیث عبداللہ بن مغفل میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تین بار یوں کہا "خدا کی قسم! میں آپ کو دوست رکھتا ہوں" اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "پس تو فقر کیلئے پاکھر (گھوڑوں کو بچانے والی زرہ) تیار رکھ۔ کیونکہ فقر میرے محب کی طرف زیادہ جلدی پہنچ جاتا ہے بہ نسبت پانی کے جو اپنے منتہا کو جلدی پہنچ جاتا ہے" مطلب یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محب کو محنت فقر اٹھانا پڑتی ہے جس کیلئے پاکھر کی ضرورت ہے۔ یہاں پاکھر کنایہ صبر سے ہے یعنی جس طرح پاکھر گھوڑے کو میدانِ جنگ میں ضرر سے بچاتی ہے بالکل اسی طرح صبر انسان کو فقر و فاقہ کی آفت سے بچاتا ہے اور جزع و فزع کے ورطہ میں گرنے نہیں دیتا یعنی گریہ و زاری کے ہلاک کر دینے والے مقام کی طرف نہیں گرنے دیتا۔ (مشکوٰۃ شریف باب فضل الفقراء)

(٦١) حضرت خواجہ قدس سرہٗ سے پوچھا گیا کہ اہل اللہ کو جو لوگوں کے خطرات و احوال و اعمال کی بصیرت و شناخت ہوتی ہے، وہ کہاں سے ہے؟ فرمایا کہ اُس نور کی فراست[1] سے ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اُن کو عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے "تم مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے"۔

(٦٢) لوگوں نے آپ سے کرامت طلب کی تو آپ نے فرمایا کہ ہماری کرامت ظاہر ہے کہ باوجود اتنے گناہوں کے ہم زمین پر چل سکتے ہیں بلکہ چل پھر رہے ہیں۔

(٦٣) مرید سے احوال کا ظاہر ہونا، شیخ کی کرامت ہے۔

(٦٤) حضرت شیخ ابو سعید ابوالخیر قدس سرہٗ سے لوگوں نے پوچھا کہ ہم آپ کے جنازہ کے آگے کون سی آیت پڑھیں۔ شیخ نے فرمایا کہ یہ بیت پڑھنا۔ ؎

چیست ازیں خوبتر در ہمہ آفاق کار — دوست رسد نزد دوست یار بنزدیک یار

حضرت خواجہ نقشبندؒ نے فرمایا کہ یہ پڑھنا بڑا کام ہے۔ تم ہمارے جنازہ کے آگے یہ بیت پڑھنا۔

؎ مفلسانیم آمدہ در کوئے تو — شیئاً للہ از جمالِ روئے تو

(٦٥) حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ میں نے مکہ معظمہ میں زاد اللہ تعالیٰ شرفاً و کرامۃً دو شخصوں کو دیکھا، ایک نہایت بلند ہمت اور دوسرا نہایت پست ہمت۔ پست ہمت وہ تھا جسے میں نے طواف میں دیکھا کہ خانہ کعبہ کے دروازے کے حلقہ پر ہاتھ رکھا ہوا ہے اور ایسی متبرک جگہ اور ایسے عزیز و مقدس وقت میں اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ اور مانگ رہا ہے۔ بلند ہمت وہ جوان تھا جسے میں نے بازارِ منیٰ میں دیکھا کہ کم و بیش پچاس ہزار دینار کا سودا خرید و فروخت کیا اور اس عرصہ میں اُس کا دل ایک لمحہ بھی یادِ الٰہی سے غافل نہ ہوا۔

(٦٦) حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ سے پوچھا گیا کہ صوفیۂ کرام کا قول ہے کہ فقیر اللہ کا محتاج نہیں۔ اس قول سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ سوال کرنے کی حاجت کی نفی ہے حسبی من[2]

---

[1] فراست کے معنی لغت میں دانائی، سمجھداری اور عقلمندی کے ہیں مگر اہلِ حقیقت کی اصطلاح میں اس سے مراد مکاشفۂ یقین اور معائنۂ غیب ہے۔

[2] نمرود علیہ اللعنۃ نے آگ روشن کی اور حضرت ابراہیم صلوٰت اللہ علیہ کو منجنیق کے پلّہ میں رکھا۔ جبریلؑ نے آکر عرض کیا، کیا تجھے کوئی حاجت ہے؟ حضرت نے فرمایا، تجھ سے کوئی حاجت نہیں۔ جبرئیلؑ نے کہا، پس خدا تعالیٰ سے مانگیئے۔ حضرت نے فرمایا حسبی من سوالی علمہ بحالی، [illegible] زبانِ حال سے سوال کرنا میرے واسطے کافی ہے (باقی صفحہ نمبر ۲۱۱ پر)

مسوائی علمہ بحالی اسی مقام کی طرف اشارہ ہے۔

(٦٧) حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ سے سوال کیا گیا کہ بعضے مشائخ کا ارشاد ہے کہ الصوفی غیر مخلوق (صوفی غیر مخلوق ہے) اس کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا کہ بعض اوقات صوفی کیلئے ایک وصف و حال ہوتا ہے کہ وہ نابود ہوتا ہے۔ مشائخ کا یہ قول اُسی وقت کی نسبت ہے ورنہ صوفی مخلوق ہیں۔

(٦٨) حضرت خواجہ قدس سرہٗ سے دریافت کیا گیا کہ اذا تم الفقر فھو اللہ[1] کے کیا معنی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ "یہ بندہ کی ہستی اور اُس کی صفات کے باقی رہنے کی طرف اشارہ ہے"۔

(٦٩) یہ جو مشائخ کا قول ہے کہ "عارف کی معرفت صحیح نہیں ہوتی جس وقت وہ خدا سے تفرع کرتا ہے" یہ بندہ کی ہستی اور اس کی صفات کے باقی رہنے کی طرف اشارہ ہے۔

(٧٠) ایک شخص نے حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کی خدمت میں عرض کیا کہ فلاں شخص بیمار ہے اور آپ کے دل مبارک کی توجہ کا طالب ہے، آپ نے فرمایا پہلے خستہ دل کی حاجت پھر اس کے بعد شکستہ دل کی توجہ[2]۔

(٧١) ہمارا روزہ ماسوا[3] کی نفی اور ہماری نماز مقام[4] مشاہدہ ہے۔ یہ رُباعی

(بقیہ صفحہ ٢١١) یعنی میرا حال اللہ تعالیٰ میری نسبت بہتر جانتا ہے۔ اُسے خوب معلوم ہے کہ میری فلاح و بہبودی کس چیز میں ہے پس مجھے سوال کرنے کی ضرورت نہیں۔ (کشف المحجوب)

---

[1] یعنی جب فقر کمال کو پہنچ جاتا ہے تو اللہ ہی باقی رہ جاتا ہے۔ انتہیٰ۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ اس عبارت سے صوفیہ کرام کی مراد یہ ہے کہ جب فقر کامل ہو جاتا ہے اور نیستی محض حاصل ہو جاتی ہے تو باقی اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ نہیں رہتا لیکن یہ مراد نہیں کہ وہ فقیر خدا کے ساتھ متحد ہو جاتا ہے اور خدا بن جاتا ہے کیونکہ یہ تو کفر اور بے دینی ہے (مکتوبات شریف دفتر اول مکتوب ٢٦٦)

[2] مطلب یہ کہ پہلے شکستہ دل اپنی حاجت کا اظہار کرتا ہے۔ اس کے بعد اہل اللہ اُس کی حاجت برآری کی طرف توجہ فرماتے ہیں پس طالب کو مشائخ کی خدمت میں خالی جانا چاہیئے تاکہ پُر ہو کہ واپس آئے اور اپنے افلاس کو ظاہر کرنا چاہیئے تاکہ اُن کو اس پر شفقت آئے اور فیض رسانی کریں۔ (مکتوبات شریف دفتر اول مکتوب ١٥٧)

[3] حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نفی ماسوا سے حضرت خواجہ نقشبندؒ کی مراد نہ صرف ماسوائے تعلق کی نفی اور ماسوا کی مقصودیت کی نفی ہے بلکہ ماسوا کے شعور و شہود کی بھی نفی ہے جو فناء و توحید شہودی کا حاصل ہے (مکتوبات معصومیہ دفتر اول مکتوب ١٥٢) ([illegible])

آپ کی شے ہے ۔ ؎

تا روئے تو دیدہ ام مَن اے شمع طراز   نے کار کنم نہ روزہ دارم نہ نماز
ور بے تو بوم نمازِ من جملہ مجاز   چوں با تو بوم مجازِ مَن جملہ نماز

(۷۲) بیس سال سے بفضلِ خدا ہم مقامِ بے صفتی[ٹ] سے مشرّف ہیں ۔

(۷۳) حقیقتِ اخلاص فنا کے بعد حاصل ہوتی ہے ۔ جب تک بشریت غالب ہوتی ہے حاصل نہیں ہوتی ۔ ؎

ساقی قدحے کہ ہم مستیم   مخمورِ صہبائے الستیم
مارا تو بما مماں کہ تاما!!   با خویشتنیم بت پرستیم

(۷۴) ہم فضلی ہیں ۔ ہم دو سو آدمی تھے جنہوں نے طلب کے کوچہ میں قدم رکھا مگر فضلِ الٰہی مجھ پر ہوا ۔

(۷۵) جو کچھ دیکھا گیا اور سنا گیا اور سمجھا گیا وہ سب غیر ہے اور حجاب ہے ۔ حقیقتِ کلمہ لا سے اُس کی نفی کرنی چاہیئے ۔ حضرت مجددؒ الف ثانی قدس سرہٗ حضرت خواجہ نقشبندؒ کے آخری کلمہ قدسیہ کو نقل کر کے یوں تحریر فرماتے ہیں ۔

"پس کثرت میں وحدت کا شہود بھی شایانِ نفی ہوا اور جو کچھ شایانِ نفی ہے وہ اُس جنابِ قدس سے منتفی و فناہ ہونے والا ہے ۔ حضرت خواجہ کے اس کلام نے مجھے

[ل] (بقیہ ص۲۱۱) حدیث جبریل میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام و ایمان کے بعد احسان کو بدیں الفاظ بیان فرمایا ۔ ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک یعنی حقیقتِ احسان یہ ہے کہ تو خدا کی عبادت کرے ۔ اس طرح کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے ۔ اگر تو اس حال میں نہیں کہ گویا اسے دیکھ رہا ہے ۔ تو اُس کی عبادت کر اس طرح کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے " ۔ انتہیٰ ۔ اس ارشاد میں پہلی حالت مقامِ مشاہدہ اور دوسری مراقبہ ہے ۔

[ل] اس رباعی کو نقل کر کے مولانا یعقوب چرخیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ مقصود پر پہنچنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ ایسی طاعت نہیں کر سکتے جو خدا تعالیٰ کے لائق ہو ۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے وما قدروا اللہ حق قدرہ یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تعظیم نہیں کی جیسا کہ حق ہے

[ٹ] بے صفتی سے اشارہ کشفِ ذاتی کی طرف ہے جو بہت بلند مقام اور بہت شریف درجہ ہے ۔ اس درجہ بے صفتی کا کمال حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے اور مقام محمود اسی مرتبۂ کمال کی طرف اشارہ ہے ۔ دیگر انبیاء و اولیاء بحسب مراتب آپ ہی کے خوشہ چیں ہیں ۔ مزید تشریح کے رسالہ قدسیہ " مؤلفہ خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ ملاحظہ کیا جا سکتا ہے ۔ (مصحح)

اس شہود سے نکالا ہے اور مشاہدہ و معائنہ کی گرفتاریوں سے نجات بخشی ہے اور لباس کو علم سے جہل کی طرف اور معرفت سے حیرت کی طرف لے گیا ہے۔ جَزَاهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَنِّیْ خَیْرَ الْجَزَآءِ[1]۔ میں اس ایک بات سے حضرت خواجہؒ کا مرید ہوں اور اُن کا غلام ہوں۔ حق یہ ہے کہ اولیاء میں سے کم ہی کسی نے ایسی عبارت کے ساتھ کلام کیا ہے اور تمام مشاہدات و معائنات کو اس طریق پر نفی کیا ہے۔

اس مقام پر حضرت خواجہ کے اس ارشاد (خدا کی معرفت بہاء الدین پر حرام اگر اس کی ابتداء بایزید کی انتہا نہ ہو۔) کی حقیقت تلاش کرنی چاہیے۔ کیونکہ بایزیدؒ باوجود اس بزرگی کے شہود و مشاہدہ سے آگے نہیں بڑھے اور انہوں نے سُبحانی کے کوچہ سے قدم باہر نہیں رکھا مگر حضرت خواجہ نقشبندؒ نے ایک کلمہ لا سے بایزیدؒ کے تمام مشاہدات کی نفی کر دی اور سب کو غیر حق جل سلطانہٗ قرار دیا۔ حضرت بایزید کی تنزیہ حضرت خواجہ نقشبندؒ کے نزدیک تشبیہ ہے اور اُن کا بے چوں حضرت خواجہ کے نزدیک چوں اور ان کا کمال حضرت خواجہ کے نزدیک نقص ہے۔ اس لیے حضرت بایزیدؒ کی انتہا جو تشبیہ سے آگے نہیں بڑھی ہے حضرت خواجہ نقشبند کی ابتدا ہو گی۔ کیونکہ بدایت تشبیہ سے ہے اور انتہا تنزیہ پر ہے۔ شاید آخر حال میں حضرت بایزیدؒ کو اس نقص کی اطلاع دی گئی کہ وہ آخری وقت فرماتے تھے:۔

مَا ذَکَرْتُکَ اِلَّا عَنْ غَفْلَۃٍ وَمَا خَدَمْتُکَ اِلَّا عَنْ فَتْرَۃٍ	"میں نے تجھے یاد نہیں کیا مگر غفلت سے اور میں نے تیری خدمت نہیں کی مگر سستی سے۔"

وجہ یہ کہ انہوں نے حضور سابق کو غفلت جانا کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کا حضور نہ تھا بلکہ ظلال میں سے ایک ظل (سایہ) کا اور ظہورات میں سے ایک ظہور کا حضور تھا۔ پس ناچار وہ اللہ تعالیٰ سے غافل ٹھہرے کیونکہ اللہ تعالیٰ وراء الوراء (دور سے دور) ہے۔ ظلال و ظہورات تمام مبادی و مقدمات اور معارج و معدات سے ہیں اور وہ جو حضرت خواجہ نقشبندؒ نے فرمایا ہے کہ ہم نہایت کو بدایت میں درج کرتے ہیں، مطابق واقع ہے۔ کیونکہ ابتداء سے اُن کی توجہ احدیتِ صرف کی طرف ہوتی ہے اور اسم و صفت سے بجز ذات اُن

---

[1] اللہ تعالیٰ اُن کو میری طرف سے جزائے خیر دے۔

کی مُراد نہیں ہوتی۔ اس طریقہ عالیہ کے مبتدیوں کو یہ دولت بطریق انعکاس شیخ مقتدا سے جو اس کمال سے مشرف ہو، حاصل ہوتی ہے خواہ وہ مبتدی جانیں یا نہ جانیں۔ پس ناچار دوسرے طریقوں کے کامل مشائخ کی نہائیت ان بزرگوں کی بدائیت میں مندرج ہوگی۔ (مکتوبات شریف۔ دفتر اوّل مکتوب ٢٧٢)

(٧٦) حضرت خواجہ نقشبندؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت خواجہ امیر کلالؒ درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ جا رہے تھے۔ اچانک راستہ میں حضرت امیرؒ نے ایک شکل دار خط کھینچکر فرمایا کہ اس پر سے کوئی نہیں گزر سکتا۔ امداد الٰہی نے میری دستگیری کی اور جب حضرت امیرؒ اس پر سے گزرے تو میں بھی ساتھ ہی گزر گیا۔ حضرت امیرؒ نے دیکھا تو خوش ہو کر فرمایا کہ "بہت اچھا کیا، مجھ سے کوئی خط پیچھے نہ رہا"

(٧٧) حضرت خواجہؒ سے کسی نے سوال کیا کہ کیا وجہ ہے کہ بعض حضرات اہل اللہ نے فرمایا ہے کہ ولائیت ہم پر ختم ہو چکی ہے۔ اس کا کیا مقصد ہے؟ آپ نے فرمایا "ایشاں ختمِ ولائیتِ زمانِ خود بودہ اند" یعنی وہ اپنے زمانے کی ولائیت کے ختم کرنے والے ہیں۔

(٧٨) آپ کی بے شمار رُباعیات ہیں مگر بہ اختصار چند ایک درج ذیل ہیں تاکہ مردہ دلوں کے اندر تازہ روح پڑجائے۔ ؎

از خونِ دلم و دو چشمِ پُر نم بہتر
در عیش و نشاطِ دلِ پُر غم بہتر
یک لحظہ حضورِ دل بدرگاہِ خدا
از سلطنتِ تمام عالم بہتر

یارب بگشا بر دلم از توبہ دری
بی منّتِ مخلوق رساں ما حضری
در باقیِ عمرم چناں بگزار
کز من نرسد بہ ہیچکس دردسری

یارب تو درختِ عمرِ ما پست مکن
ما را ز شرابِ نیستی مست مکن
یارب بہ کرم جملہ جوانمرداں را
دل تنگ، پریشاں، تہیدست مکن

یارب چه کنم که هیچکس یارم نیست
از شرم گنه زبان گفتارم نیست
سرتاسر آفاق به هیچم نخرند
یارب چه متاعم که خریدارم نیست

اے فضلِ تو دستگیر من دستم گیر
حیران شده ام ز خویشتن دستم گیر
تا چند کنم توبه و تا کی شکنم!
ای توبه ده توبه شکن را دستم گیر

در وقتِ سپیده دم خروسِ سحری
دانی که چرا همے کند نوحه گری
در آئینه صبح نمودند اُو را
از عمر شبے گذشت و تو بیخبری

شب خیز که عاشقان بشب راز کنند
گرد درِ و بامِ دوست پرواز کنند
هرجا که درے بود بشب بربندند
الّا که درِ دوست زاں شب تاز کنند

روزے که چراغِ خاموش شود
بر بسترِ مرگ عقل مدہوش شود
بابید رواں مکن خدایا حشرم
ترسم که بچشم فراموش شود!

پُر دُر ز ناز و نعمتش دوست مرا
بر دوخت مرقعه از رگ و پوست مرا
تن خرقه و جانِ من چوں صوفی
عالم همه خانقاهِ شیخ اوست مرا

پیوسته رضائے دوست میدارم دوست
اندوه بلائے دوست میدارم دوست
گر جاں طلبند چگونه تقصیر کنم
من جان برائے دوست میدارم دوست

بدخواهِ کساں به هیچ مقصد نرسد
یک بد نکند تا بخودش صد نرسد
من نیک تو خواهم و تو خواهی بدِ من
تو نیک نه بینی و بمن بد نرسد

ہر بادہ کہ از حضرت اللہ دہند   بے منّت ساقی سحر گاہ دہند
خواہی کہ کمال معرفت دریابی   از خود بگذر تا بخودت دہند

خود را بشکن کہ بُت شکستن ایں است   در خود بگسل کہ ز قید رستن ایں است
در گوشۂ خاطر عزیزاں جا کن   در مذہب ما گوشہ نشستن ایں است

راقم الحروف محمد صادق قصوری نے آپ کی رُباعیات کی شرح و تشریح کر کے "رُباعیات خواجہ نقشبند" کے نام سے ۱۹۹۷ء میں کتابی صورت میں چھپوا دیا ہے، تاکہ عوام و خواص رُوحانی استفادہ کر سکیں۔

حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا شجرۂ نسب یُوں ہے :-

خواجہ بہاء الدین محمد ابن سیّد محمد بخاری ابن امیر سیّد جلال الدین ابن امیر سیّد برہان الدین ابن امیر سیّد عبداللہ ابن امیر سیّد زین العابدین ابن امیر سیّد محمد قاسم ابن امیر سیّد شعبان ابن امیر سیّد برہان الدین قلیچ ابن امیر سیّد محمود رومی ابن امیر سیّد بلاق ابن امیر سیّد تقی صوفی ابن امیر سیّد فخر الدین ابن امیر سیّد محمود علی اکبر ابن امام حسن عسکری ابن امام علی نقی ابن امام تقی ابن امام علی موسیٰ رضا ابن امام موسیٰ کاظم ابن امام جعفر صادق ابن امام محمد باقر ابن امام زین العابدین ابن امام حسین ابن امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

مندرجہ ذیل کتابیں آپ کی یادگار ہیں۔

(۱) دلیل العاشقین   (۲) حیات نامہ

* * *

۱۷

حضرت خواجہ علاء الدین عطّار قدس سرہٗ

بُخارا ——○—— سنہ ۸۰۲ھ / سنہ ۱۴۰۰ء قصبہ چغانیاں (بخارا/ماوراالنہر)

قطعہٗ تاریخِ وصال

بالیقیں اللہ اُس کی مغفرت فرمائے گا — جس کے دل میں ہے نہاں اُلفت علاء الدین کی
ہم رہے محرومِ اُن کی دید سے صابرؔ مگر — "ہے عزیزِ جان اَب تربت علاء الدین کی"

۱۴۰۰ء

(صابرؔ براری، کراچی)

حضرت خواجہ علاء الدین عطّار قدس سرہٗ

آپ حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ سید بہاء الدین نقشبند بخاری قدس سرہٗ کے خلیفۂ اوّل اور نائبِ مطلق تھے۔ آپ کا اسم مبارک محمد بن محمد بخاریؒ تھا۔ جب آپ کے والد ماجد نے وفات پائی تو آپ نے اُن کے ترکہ سے کوئی چیز قبول نہ کی اور حالتِ تجرید میں بخارا کے ایک مدرسہ میں تحصیلِ علوم میں مشغول ہو گئے۔ خورد سالگی میں ہی آپ کی طبیعت مبارک فقر کی طرف مائل تھی۔ ایک دن حضرت خواجہ نقشبندؒ قصرِ عارفاں سے اس مدرسہ میں تشریف لائے جہاں آپ تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ آپ ایک حجرہ میں بیٹھے ہوئے بوریہ پر ایک اینٹ سرہانہ کی طرف رکھ کر مطالعہ میں مصروف تھے، حضرت خواجہ نقشبندؒ کی نورانی شکل و صورت دیکھ کر آپ تعظیم کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت خواجہ نقشبندؒ نے آپ میں آثارِ بزرگی دیکھ کر تھوڑے ہی عرصہ بعد اپنی صاحبزادی سے عقد کر دیا۔ جب طریقِ حق کی طلب آپ کے دل میں پیدا ہوئی تو علومِ رسمی و ظاہری کا مطالعہ چھوڑ کر حضرت خواجہ نقشبندؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور شرفِ بیعت سے مشرف ہوئے۔ حضرت خواجہ نقشبندؒ کی آپ پر نظرِ خاص تھی۔ مجالس میں آپ کو اپنے پاس بٹھاتے اور بار بار آپ کی طرف متوجہ ہوتے۔ بعض محرموں نے حضرت خواجہ سے اس کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ میں ان کو اپنے پاس بٹھاتا ہوں تاکہ ان کو بھیڑیا نہ کھا جائے۔ ان کے نفس کا بھیڑیا گھات میں ہے، اس لیئے ہر لحظہ ان کا حال دریافت کرتا رہتا ہوں۔ چنانچہ حضرت خواجہ نقشبندؒ کی توجہاتِ عالیہ سے آپ بہت جلد درجۂ کمال پر پہنچ گئے۔ حضرت خواجہؒ اپنی زندگی ہی میں بہت سے

طالبوں کی تربیت آپ کے سپرد کر دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ علاء الدین نے ہمارا بوجھ ہلکا کر دیا ہے۔

آپ سے بہت سے انوار و آثارِ ولایت بدرجہ اتم و اکمل ظہور میں آئے اور آپ کے حسنِ تربیت اور صحبت کی برکت سے بہت سے طالب دُوری اور نقصان کے درجہ سے قرب و کمال کی پیشگاہ پر پہنچ گئے اور مرتبۂ کمال و تکمیل پر فائز ہوئے۔ بعض بزرگوں سے سننے میں آیا ہے کہ قدوۃ المحققین حضرت سید شریف جرجانیؒ جو آپ کے اصحاب میں سے تھے، بارہا فرمایا کرتے تھے کہ جب تک میں شیخ زین الدینؒ کی صحبت میں نہ پہنچا، رفض سے رہائی نہ پائی اور جب تک خواجہ علاء الدین عطارؒ کی صحبت سے مشرف نہ ہوا میں نے خدا کو نہ پہچانا۔

حضرت خواجہ علاء الدین عطارؒ صاحبِ طریقۂ خاص ہیں۔ اُن کے طریقہ کو طریقۂ علائیہ کہتے ہیں۔

امام ربّانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اپنے مکتوب گرامی ۲۹۰ دفتر اوّل میں فرماتے ہیں کہ

> "تو اس طریقہ (نقشبندیہ) کا مبداء حضرت خواجہ نقشبندؒ ہیں اور وہ معیتِ ذاتیہ کے راستہ سے اُبھرتا ہے۔ اور وہ جذبہ حضرت خواجہؒ سے اُن کے خلیفہ اوّل خواجہ علاء الدینؒ کو پہنچا۔ اور چونکہ آپ اپنے وقت کے قطب ارشاد تھے، اس لیے آپ نے بھی اس قسم کے جذبہ کے حصول کیلئے ایک طریقہ وضع فرمایا اور وہ طریقہ آپ کے خانوادہ کے خلفاء میں طریقہ علائیہ کے نام سے مشہور ہے۔ بلاشبہ یہ طریقہ کثیر البرکت ہے اور اس طریقہ کا تھوڑا حصہ بھی دوسروں کے بہت سے طریقوں سے زیادہ نافع ہے"

آپ کا فیض باطنی اس قدر تھا کہ حضرت خواجہ نقشبندؒ کی رحلت کے بعد تمام اصحاب نے آپ سے استفادہ کیا۔ یہاں تک کہ حضرت محمد پارسا (المتوفی ۸۲۲ھ مدینہ منورہ) نے بھی آپ سے بیعت کی حالانکہ اُن کے بارے حضرت خواجہ نقشبندؒ نے فرمایا تھا کہ "جو مجھے دیکھنا چاہے وہ محمد پارسا کو دیکھے"

کرامات

① بخارا میں علماء کی ایک جماعت کے درمیان رویتِ باری تعالیٰ میں مباحثہ ہوا۔ اُنہوں نے بالاتفاق حضرت خواجہ علاء الدین عطارؒ کو ثالث تسلیم کیا اور خدمتِ بابرکت میں حاضر ہو کر طالبِ فیصلہ ہوئے۔ آپ نے منکرینِ رویت سے جو مذہب معتزلہ کی طرف مائل تھے، فرمایا کہ تم تین دن چپ چاپ باوضو ہماری صحبت میں رہو۔ بعد ازاں ہم فیصلہ دیں گے۔ اُنہوں نے ایسا ہی کیا۔ تیسرے روز کے آخر میں اُن پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ بے ہوش

ہو کر زمین پر لوٹنے لگے، جب ہوش میں آئے تو نہایت نیاز مندی سے عرض کرنے لگے کہ رؤیت حق پر ایمان لائے۔ اس کے بعد وہ کبھی حضرت خواجہ عطارؒ کی خدمت سے علیحدہ نہ ہوئے۔

② آپ کے ایک مرید نے کسی عورت پر نظرِ بد ڈالی تو جب آپ کے پاس آیا تو اور باتیں کرتا رہا مگر اس بات کا ذکر نہ کیا۔ آپ نے اُسے غصّہ کی نظر سے دیکھ کر فرمایا کہ وہ بات کہو ورنہ میں خود بتا دوں گا۔ یہ سُن کر وہ بہت شرمندہ ہوا اور اس عورت کا ذکر بھی کر دیا۔

③ آپ مرض الموت میں حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ کو موجود دیکھتے، اُن سے باتیں کرتے اور اُن کی باتوں کو سُنتے تھے۔

④ حضرت محمد پارساؒ نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ علاء الدین عطارؒ اپنی وفات سے سات سال پہلے اوائل شعبان ۷۹۵ھ میں چغانیاں سے حضرت خواجہ بزرگ نقشبندؒ کے مزار مبارک کی زیارت کیلئے روانہ ہوئے۔ اور اٹھارہ ۱۸ روز کے بعد بخارا میں پہنچے اور اوائل شوال میں واپس آئے۔ عید رمضان کی رات کو بخارا ہی میں تھے۔ اس رات حضرت خواجہ نقشبندؒ کے ایک درویش نے خواب میں دیکھا کہ ایک بہت بڑی شاندار بارگاہ ہے خواجہ علاء الدینؒ حضرت خواجہ نقشبندؒ کے ساتھ اس بارگاہ کے قریب ہیں۔ معلوم ہوا کہ وہ بارگاہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ حضرت خواجہ نقشبندؒ زیارت کیلئے اس بارگاہ میں داخل ہوئے اور تھوڑی دیر کے بعد وہاں سے نہایت خوش و خرم نکلے اور فرمایا کہ مجھے یہ کرامت عطا کی گئی ہے کہ جو شخص میری قبر کے گرد چاروں طرف سو سو فرسنگ کے اندر دفن ہوگا، میں باذنِ الٰہی اس کی شفاعت کر دوں گا۔ اور علاء الدین عطارؒ کو اُن کی قبر سے ہر طرف چالیس فرسنگ تک شفاعت کا مرتبہ عطا ہوا ہے اور میرے محبوںؒ اور پیروی کرنے والوں کو اُن کی قبروں سے ایک ایک فرسنگ تک شفاعت کرنے کا مرتبہ ملا ہے۔

وفات آپ کی رحلت ۲۰ ماہ رجب ۸۰۲ھ / ۱۴۰۰ء شب بدھ وار بعد نماز عشاء ہوئی۔ اور مدفن مبارک قصبہ چغانیاں علاقہ بخارا (بقول بعضے علاقہ ماوراء النہر) میں ہے۔

ارشاداتِ قدسیہ

① ریاضت سے مقصود جسمانی تعلقات کی پوری نفی اور عالمِ ارواح و عالمِ حقیقت کی طرف توجّہ تام (مکمل توجّہ) ہے اور سلوک سے مقصود یہ ہے کہ بندہ اپنے اختیار و کسب سے اُن تعلقات سے

Collection Of Adoycate Showkat

جو موانع راہ ہیں، گزر جائے، اور اُن تعلقات میں سے ہر ایک کو اپنے اوپر پیش کرے جس تعلق سے گزر جائے وہ علامت ہے اس امر کی کہ وہ تعلق مانع نہیں اور غالب نہیں آیا اور جس تعلق میں وہ ٹھہر جائے اور اس سے اپنی دلبستگی (قلبی وابستگی) پائے تو سمجھ لے کہ وہ تعلق اُس کے راستے کا مانع ہو گیا ہے۔ اُس کے قطع کی تدبیر کرے۔ ہمارے حضرت خواجہ نقشبندؒ جب کوئی نیا کپڑا پہنتے تو از روئے احتیاط فرما دیتے کہ یہ فلاں شخص کا ہے اور بطور عاریت (ادھار) پہنتے۔

② مرشد کے ساتھ تعلق اگرچہ حقیقت میں غیر ہے اور آخر میں اس کی بھی نفی کرنی چاہیئے مگر ابتدا میں یہ تعلق وصول کا سبب ہے۔ اور اس کے ماسوا کی نفی کرنا لوازمِ سلوک سے ہے۔ ہر طرح سے مُرشد کی خوشنودی طلب کرنی چاہیئے۔

③ بڑے بڑے مشائخ قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم کا ارشاد ہے کہ:۔

التوفیق مع السعی || "توفیق کوشش کے ساتھ ہے"۔

اسی طرح مُرشد کی روحانیت کی مدد، طالب کیلئے بقدرِ کوشش ہوتی ہے، جو شیخ مقتدا کے امر سے ہو، بغیر اس کوشش کے مُرشد کی مدد کو بقا نہیں۔ کیونکہ طالب کی طرف شیخ کی توجہ چند روز سے زیادہ باقی نہیں رہتی۔

④ جب ملک و ملکوت[ل] طالب سے پوشیدہ و فراموش ہو جائے تو یہ مرتبۂ فنا ہے اور جب سالک کی ہستی بھی سالک سے پوشیدہ ہو جائے تو یہ مرتبہ فناءِ فنا ہے۔

⑤ جبّاری کی صفت کے دیکھنے سے مقصود تضرع و زاری اور توبہ و انابت (توبہ اور عاجزی) کی صفت کا ظہور ہے اور اس دید کی صحت کی نشانی مناجات کی طرف مائل ہونا ہے نہ کہ خرابات (بتخانہ) کی طرف۔

فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا (سورۂ شمس) || "پس جی میں ڈالی اُس کے بدکاری اُس کی اور پرہیزگاری"۔

[ل] ملک سے مراد عالم شہادت اور ملکوت سے مراد عالم غیب ہے۔ اسی طرح جبروت سے مراد عالم انوارِ قاہرہ اور لاہوت سے عالم ذاتِ حق ہے

اس میں حکمت یہ ہے کہ جب رضا کا ارادہ و میلان دیکھے تو شکر کرے اور اسی پہ چلے اور جب عدم رضا کا ارادہ و میلان دیکھے تو تضرع کرے اور حق سبحانہ کی طرف رجوع کرے اور استغناء کی صفت سے ڈرے۔

(۶) خدا تعالیٰ کی سابقہ عنایت کی طلب سے ایک لحظہ بھی غافل نہ ہونا چاہیئے اور اپنے آپ کو استغناء سے بچانا چاہیئے اور اللہ تعالیٰ کی تھوڑی چیز کو بڑا سمجھنا چاہیئے اور استغنائے حقیقی کے ظہور سے ڈرتے اور کانپتے رہنا چاہیئے۔

(۷) ولایت تب ثابت ہوتی ہے جبکہ سالک کو اوصافِ حیوانی کے ساتھ نہ چھوڑیں تاکہ اگر کوئی قصور سرزد ہو تو باز پرس ہو۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ہُمْ یَحْزَنُوْنَ (سورۂ یونس ع ۷)	"آگاہ رہو کہ خدا کے دوستوں کیلئے کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے"۔

فرمایا کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اولیاء اللہ کو سابقہ اوصافِ حیوانی کے ظہور کا خوف نہیں کیونکہ حضرات مشائخ کا ارشاد ہے کہ:۔

الفانی لَا یُرَدّ الی اوصافہ	"صاحبِ فناء اپنے اوصاف کی طرف نہیں لوٹایا جاتا"۔

(۸) مشائخ کبار قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم کے مزارات سے زیارت کرنے والا اسی قدر فیض لے سکتا ہے جس قدر اس نے اس بزرگ کی صفت کو پہچانا ہے اور صفت کی طرف متوجہ اور اس میں مستغرق ہوا ہے۔ اگرچہ مزاراتِ مقدسہ کی زیارت میں ظاہری قرب کا بہت اثر ہے۔ لیکن حقیقت میں ارواحِ مقدسہ کی طرف توجہ کیلئے ظاہری دوری مانع نہیں ہے، حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جو وارد ہے کہ

صلوا علیّ حیثما کنتم	"تم مجھ پر درود بھیجو، جہاں کہیں تم ہو"۔

یہ اس امر کا بیان اور دلیل قاطع ہے اور اس توجہ اور اس زیارت میں اہلِ قبور کی صفت کو پہچاننے کے مقابلہ میں ان اہلِ قبور کی مثالی صورتوں کا چنداں مشاہدہ وقعت نہیں رکھتا۔ با ایں ہمہ حضرت خواجہ بزرگ رح (حضرت خواجہ نقشبندؒ) ارشاد فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا مجاور ہونا مخلوق کی مجاورت سے اعلیٰ و اولیٰ ہے اور آپ اکثر و بیشتر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

تو تا کے گورِ مرداں را پرستی
بگرد کارِ مرداں گرد و رستی

اکابرینِ دین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مزارات کی زیارت سے مقصود یہ ہونا چاہیئے کہ توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو اور اُس برگزیدۂ حق کی روح کو خدا کی طرف کمالِ توجہ پیدا کرنے کا وسیلہ بنائے مخلوق کے ساتھ تواضع کی حالت میں چاہیئے کہ اگرچہ ظاہر بیں تواضع مخلوق کے ساتھ ہو مگر حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو کیونکہ مخلوق کے ساتھ تواضع اُس وقت پسندیدہ ہے کہ خالص اللہ تعالیٰ کیلئے ہو بدیں معنی کہ مخلوق کو خالق کی قدر و حکمت کے آثار کا مظہر سمجھے ورنہ یہ تصنع (بناوٹ) ہے نا کہ تواضع۔

(۹) مراقبہ کا طریق نفی و اثبات کے طریق سے اعلیٰ اور اقرب بجذبۂ الٰہیہ ہے۔ مراقبہ سے وزارت اور ملک و ملکوت میں تصرف کے مرتبہ پر پہنچ سکتے ہیں۔ خطرات سے آگاہی اور دوسرے پر بخشش کی نظر سے دیکھنا اور اُس کے باطن کو منور کرنا دوام مراقبہ سے حاصل ہوتا ہے اور مراقبہ کے ملکہ سے جمعیتِ خاطر کا دوام اور دلوں میں قبولیت کا دوام حاصل ہوتا ہے اس حالت کو جمع و قبول کہتے ہیں۔

(۱۰) خاموشی تین صفتوں سے خالی نہ ہونی چاہیئے۔ خطرات کی نگہداشت، دل کے ذکر کا مطالعہ اور مشاہدۂ احوال جو دل پر گزرتا ہو۔

(۱۱) خطرات مانع نہیں۔ ان سے بچنا دشوار ہے۔ خطرات کا روکنا بڑا کام ہے۔ بعضوں کی رائے ہے کہ خطرات کا کچھ اعتبار نہیں لیکن خطرہ کو متمکن (جا گزیں، جگہ پکڑنے والا) نہ ہونے دینا چاہیئے کیونکہ اُس کے متمکن ہونے سے فیض کی انتڑیوں میں سُدّہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لیے ہمیشہ باطن کے حالات کی تلاش و جستجو چاہیئے۔ اور حضور یا غیبت (حاضری یا غیر حاضری) میں مرشد کے حکم سے سانس لیکر اپنے آپ کو خالی کرنا بظاہر اُن خطرات کی نفی کیلئے ہے جو باطن میں متمکن ہو گئے ہوں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ہر معنی ایک صورت کے لباس میں ہوا کرتا ہے۔ اس لیے ہر وقت اپنے آپ کو ان خطرات و موانع سے جو متمکن ہو گئے ہوں، سانس لیکر خالی کرنا چاہیئے۔

(۱۲) اپنے آپ سے غیبت اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضور بقدر عشق کے ہوتا ہے اور افراطِ محبت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ عشق جس قدر زیادہ ہوتا ہے، اسی قدر عاشق کو اپنے آپ سے غیبت اور معشوق کے ساتھ حضور زیادہ ہوتا ہے۔

(۱۳) اس زمانہ میں وجوہِ معاش میں سے تجارت کی نسبت زراعت اور باغبانی حلّیت (حلال ہونے) کے زیادہ قریب ہے۔

(۱۴) اہل اللہ کی صحبت میں ہمیشہ رہنا عقل معاد کی زیادتی کا ذریعہ ہے۔

(۱۵) صحبت سنتِ مؤکدہ ہے۔ ہر روز یا ہر دوسرے روز اولیاء اللہ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیئے۔ اور اُن کے آداب کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ اگر ظاہری دُوری کا اتفاق ہو تو ہر مہینے یا ہر دوسرے مہینے اپنے ظاہری و باطنی حالات کو خطوں کے ذریعے سے عرض کرنا چاہیئے۔ اور اپنے مکان میں اُن کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھنا چاہیئے تاکہ غیبت کلّی واقع نہ ہو۔

(۱۶) مرضِ موت میں اپنے اصحاب سے فرمایا کہ رسم و عادات کو چھوڑو اور رسمِ خلق کے خلاف کرو اور ایک دوسرے سے اتفاق رکھو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت بشریت کی عادات و رسوم اٹھا دینے کیلئے تھی۔ تم ایک دوسرے کی مدد و تائید کرو۔ اور تمام کاموں میں عزیمت اور استقلال پر عمل کرو۔ جہاں تک ہو سکے عزیمت کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔ اہل اللہ کی صحبت سنتِ مؤکدہ ہے۔ اس سنّت پر خصوصاً و عموماً ہمیشگی کرو اور صحبت کو ہرگز ترک نہ کرو۔ اگر تم امورِ مذکورہ پر استقامت اور اولو العزمی اختیار کرو گے تو اس سے تمہیں وہ حاصل ہوگا جو میری تمام عمر کا حاصل ہے اور تمہارے حالات ترقی پر ہوں گے۔ اور اگر تم ان وصیتوں پر عمل نہ کرو گے تو پریشان ہو جاؤ گے اور پھر کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کر دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۱۸)

حضرت خواجہ یعقوب بن عثمان چرخی قدس سرہٗ

چرخ (غزنی)
(افغانستان)

سنہ ۷۶۲ھ
سنہ ۱۳۶۰ء

سنہ ۸۵۱ھ
سنہ ۱۴۴۷ء

ہلغتو (اب "گلستان") نزد
دوشنبہ، دارالحکومت تاجکستان

قطعۂ تاریخ وصال

ہوئی آپ سے اس طرح آبیاری
مہک اُٹھا ہے گلشنِ نقشبندی
ندا مجھ کو ہاتف نے دی ہے یہ صابرؔ
کہ "مقصودِ عالم ہیں یعقوب چرخی"
۱۴۴۷ء

(صابرؔ براری، کراچی)

حضرت خواجہ یعقوب بن عثمان چرخی قدس سرہٗ

آپ حضرت خواجہ بزرگ سید بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ کے ارشد اصحاب میں سے ہیں لیکن چونکہ آپکی تکمیل حضرت خواجہ علاء الدین عطار قدس سرہٗ سے ہوئی بدیں وجہ اُن ہی کے خلفاء میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ موضع چرخ علاقہ غزنی (افغانستان) میں ۷۶۲ھ میں پیدا ہوئے۔ پورا نام و نسب یوں ہے:۔

خواجہ یعقوب بن عثمان بن محمود بن محمد بن محمود الغزنوی ثم الچرخی ثم السرزری المعروف بہ یعقوب چرخی

آپ نے اپنی تفسیر میں چند جگہوں پر اپنے والد بزرگوار کا ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ارباب علم و مطالعہ میں سے تھے اور پارسا اور صوفی تھے۔ اُن کی ریاضت کا یہ حال تھا کہ ایک روز پڑوسی کے گھر سے پانی لائے، چونکہ پانی یتیم کے پیالہ میں تھا، اس لیے نہ پیا۔ آپ نے یہ رباعی اپنے والد بزرگوار سے پڑھی تھی:۔

جز فضل تو راہ کے نماید مارا　　جز جود تو بندگی کہ شاید مارا
گرچلۂ ہر دو کون طاعت داریم　　بے لطف تو کار بر نیاید مارا

آپ نے جامع ہرات اور دیار مصر میں تعلیم حاصل کی۔ حضرت شیخ زین الدین خوافی (المتوفی ۸۳۳ تا ۸۳۴ یا ۸۳۸ھ) آپکے ہم درس تھے۔ اور آپ نے حضرت مولانا شہاب الدین سیرامی (جو اپنے زمانے کے مشہور عالم تھے) سے تلمذ کیا اور فتویٰ کی اجازت علمائے بخارا سے پائی۔

حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبندؒ کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے آپ کو اُن سے بڑی عقیدت اور محبت تھی۔ جب آپ اجازتِ فتویٰ حاصل کر کے بخارا سے واپس چرخ جانے لگے تو ایک دن حضرت خواجہ نقشبندؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نہایت عاجزی وانکساری سے عرض کیا: "میری طرف توجّہ فرمائیں" حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے فرمایا: "کیا اس وقت جبکہ تم سفر کی حالت میں ہو؟" آپ نے عاجزی سے کہا: "میں آپ کی خدمت میں رہنا چاہتا ہوں" حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ کیوں؟ آپ نے عرض کیا: "اس لیئے کہ آپ بزرگ ہیں اور عوام الناس میں مقبول ہیں" حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ: "کوئی اچھی دلیل؟ ممکن ہے کہ یہ قول شیطانی ہو" آپ نے بڑے ادب و احترام سے کہا: "صحیح حدیث میں ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ بندے کو اپنا دوست بناتا ہے اس کی محبت اپنے بندوں کے دل میں ڈال دیتا ہے" حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے تبسّم فرماتے ہوئے کہا: "ما عزیزانیم" اُن کے یہ فرمانے سے آپ کا حال دگرگوں ہو گیا۔ کیونکہ اس واقعہ سے ایک ماہ قبل انہوں نے خواب میں دیکھا تھا کہ حضرت خواجہ نقشبندؒ اُن سے فرماتے ہیں: "مریدِ عزیزان شو" آپ یہ خواب بھول چکے تھے۔ جب حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ "ما عزیزانیم" تو آپ کو وہ خواب یاد آ گیا۔

اس کے بعد آپ نے حضرت خواجہ نقشبندؒ سے التماس کی کہ میری طرف بھی توجہ فرمائیں۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا: "ایک شخص نے حضرت عزیزاں علیہ الرحمۃ والرضوان سے توجہ طلب کی تو انہوں نے فرمایا کہ "غیر توجہ میں نہیں رہتا، کوئی چیز ہمارے پاس رکھو تاکہ جب میں اُسے دیکھوں تو تم یاد آ جاؤ"

پھر حضرت خواجہ نقشبندؒ نے آپ سے فرمایا کہ "تمہارے پاس تو ایسی چیز نہیں کہ ہمارے پاس رکھ جاؤ لہٰذا ہمارا کلاہ ساتھ لے جاؤ۔ جب اسے دیکھ کر ہمیں یاد کرو گے تو ہمیں پاؤ گے۔ اور اس کی برکت تمہارے خاندان میں رہے گی" پھر فرمایا: "اس سفر میں مولانا تاج الدین دشتی کولکیؒ سے ضرور ملنا کہ وہ ولی اللہ ہیں" پھر آپ نے حضرت خواجہ نقشبندؒ سے اجازت لی اور بخارا سے بلخ کی طرف چل پڑے۔ اتفاق سے انہیں کوئی ضرورت پیش آئی اور ایسا موقع آیا کہ وہ بلخ سے کولک کی طرف روانہ ہوئے اور اس سفر میں انہیں حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کا ارشاد یاد آیا جس میں انہوں نے حضرت مولانا تاج الدین دشتی کولکیؒ سے ملاقات کرنے کے لیے فرمایا تھا۔

آپ نے تلاشِ بسیار کے بعد حضرت مولانا تاج الدین دشتیؒ کو پالیا۔ اس ملاقات اور مولانا دشتیؒ کا جو رابطہ محبت حضرت خواجہ نقشبندؒ سے تھا، نے آپ کے دل پر اس قدر اثر کیا کہ وہ دوبارہ بخارا کی طرف چل پڑے اور ارادہ کیا کہ جا کر حضرت خواجہ نقشبندؒ کے دستِ مبارک پر بیعت کریں گے۔

بخارا میں ایک مجذوب تھے جن سے آپ (خواجہ یعقوب چرخیؒ) کو بڑی عقیدت تھی۔ آپ نے اُن کو سرِ راہ بیٹھے دیکھا تو اُن سے پوچھا: "کیا میں حضرت خواجہ نقشبندؒ کی خدمت میں جاؤں؟" انہوں نے کہا: "جلدی جاؤ۔" اُس مجذوب نے اپنے سامنے زمین پر بہت سی لکیریں کھینچیں۔ آپ نے اپنے دل میں خیال کیا کہ میں ان لکیروں کو گنتا ہوں، اگر منفرد ہوئیں تو میرے ارادے کی دلیل ہونگی کیونکہ اِنَّ اللّٰہَ فَرْدٌ وَّ یُحِبُّ الْفَرْدَ۔ (خدا ایک ہے اور ایک کو پسند کرتا ہے) چنانچہ لکیروں کو گنا تو وہ منفرد تھیں۔

اس واقعے کے بعد آپ کا اشتیاق بڑھا کہ وہ خواجہ نقشبندؒ کی خدمت میں جائیں اور اُن کے مریدوں میں شامل ہو کر اُن کی نظرِ التفات سے مشرف ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہدایت نصیب فرمائی اور آپ کو یقین ہو گیا کہ حضرت خواجہ نقشبندؒ کامل و مکمل ولی اللہ ہیں۔ غیبی اشاروں اور واقعات کے بعد آپ نے قرآن مجید سے فال نکالی تو یہ آیت سامنے آئی:

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ۔ (پارہ ۷ سورہ انعام۔ رکوع ۱۰)

"یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی پس تو اُن کی ہدایت کی پیروی کر۔"

شام کے وقت آپ اپنے مسکن فتح آباد میں حضرت شیخ سیف الدین الباخرزی (المتوفی ۶۵۸ھ) کے مزارِ مقدس کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے تھے کہ اچانک قبولِ الٰہی کا ایک قاصد آ پہنچا اور اُن کے دل میں باطنی بے قراری پیدا ہوئی۔ اُسی وقت حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی طرف چل پڑے۔

جب حضرت خواجہؒ کی اقامت گاہ قصرِ عارفاں (حضرت خواجہؒ کی ولادت سے پہلے اس موضع کا نام کوشک ہندواں تھا) پہنچے تو حضرت خواجہؒ سرِ راہ اُن کے منتظر تھے اور آپ سے بڑے لطف و احسان سے پیش آئے۔

نماز کے بعد آپ نے حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ نقشبندؒ کی خدمتِ بابرکت میں درخواست کی کہ آپ ازراہِ کرم مجھے اپنے حلقۂ ارادت میں شامل فرما کر اپنی غلامی میں قبول فرمائیں۔ حضرت خواجہ نقشبندؒ نے ارشاد فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے:

العلم علمان، علم القلب فذلك علم نافع علم الانبیاء والمرسلین والعلم اللسان فذلك حجة الله علیٰ ابن آدم۔

"علم دو ہیں۔ ایک قلب کا علم جو نفع بخش ہے اور یہ نبیوں اور رسولوں کا علم ہے۔ دوسرا زبان کا علم اور یہ بنی آدم پر حجت ہے"۔

اُمید ہے کہ علم باطن سے تمہیں کچھ نصیب ہوگا۔ اور فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے:۔

اذا جالستم اهل الصدق فاجلسوهم بالصدق فانهم جواسیس القلوب یدخلون فی قلوبکم وینظرون الیٰ هممکم

"جب تم اہل صدق کی صحبت میں بیٹھو تو اُن کے پاس صدق سے بیٹھو، کیونکہ وہ دلوں کے بھید جانتے ہیں، وہ تمہارے دلوں میں داخل ہو جاتے ہیں اور تمہارے ارادوں اور نیتوں کو دیکھ لیتے ہیں"۔

اور ہم مامور ہیں، ہم خود کسی کو قبول نہیں کرتے۔ آج رات دیکھیں گے کہ کیا اشارہ ہوتا ہے، اُسی پر ہی عمل کیا جائے گا۔ اور اگر انہوں نے تجھے قبول کیا تو ہم بھی قبول کر لیں گے۔

یہ رات آپ پر بڑی بھاری تھی، آپ کو یہ غم کھائے جا رہا تھا کہ شاید حضرت خواجہؒ مجھے قبول نہ کریں۔ اگلے روز آپ نے فجر کی نماز حضرت خواجہ نقشبندؒ کے ساتھ ادا کی۔ نماز کے بعد حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

"مبارک ہو کہ اشارہ قبول کرنے کا آیا ہے۔ ہم کسی کو قبول نہیں کرتے اور اگر قبول کریں تو دیر سے کرتے ہیں تاکہ دیکھیں کہ کوئی کس نیت سے آتا ہے اور کس وقت آتا ہے"۔

اس کے بعد حضرت خواجہ نقشبندؒ نے اپنے مشائخؒ کا سلسلہ طریقت حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی قدس سرہٗ العزیز تک بیان فرمایا اور پھر آپ کو وقوف عددی میں مشغول کیا اور فرمایا:۔

"یہ علم لدنی کا پہلا سبق ہے جو حضرت خواجہ خضر علیہ السلام نے حضرت خواجہ بزرگ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کو پڑھایا تھا"۔

شرف بیعت حاصل کرنے کے بعد آپ ایک عرصہ تک حضرت خواجہ نقشبندؒ کی خدمت میں رہے اور اس دوران حضرت خواجہ علاء الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ سے تکمیل تعلیم و تربیت کرتے رہے۔ پھر حضرت خواجہ نقشبندؒ نے آپ کو بخارا سے جانے کی اجازت مرحمت فرمائی اور بوقت

رخصت فرمایا :-

"ہم سے جو کچھ تمہیں ملا ہے اُس کو بندگانِ خدا تک پہنچاؤ تاکہ سعادت کا موجب بنے "

پھر تین بار فرمایا، "ترا بخدا سپردیم (ہم نے تجھے خدا کے سپرد کیا) اور ساتھ ہی اشارۃً حضرت خواجہ علاء الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کی پیروی کرنے کا حکم فرمایا۔

اِس سپرد کرنے سے آپ کو بہت امید ہو گئی۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے :

ان اللّٰہ تعالیٰ اذا استودعا شئ حفظہ

"جب کوئی چیز حوالۂ خدا کی جائے تو اللہ تعالیٰ اُس کی حفاظت کرتا ہے "۔

جب آپ بخارا سے چل کر شہر کش (اصفہان یا ماوراء النہر کا ایک گاؤں) میں پہنچے اور کچھ عرصہ مقیم رہے تو اسی اثنا میں حضرت خواجہ خواجگان خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی خبر ملی آپ کو بڑا صدمہ ہوا اور ساتھ ہی خوف بھی دامنگیر ہوا کہ مبادا عالمِ طبیعت کی طرف پھر میلان ہو جائے اور طلب کی خواہش نہ رہے۔ آپ نے حضرت خواجہ نقشبندؒ کی رُوح کو دیکھا تو انہوں نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ کیا اور یہ آیت پڑھی :-

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ (آل عمران ع ۱۵)

"اور محمدؐ تو ایک رسول ہیں۔ اُن سے پہلے بہت رسول ہو چکے۔ تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید کر دیئے جائیں، تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے "

چونکہ آپ حضرت خواجہ نقشبندؒ کی صحبت سے محروم ہو گئے تھے لہٰذا خیال ہوا کہ درویشوں کے کسی دوسرے گروہ سے جا ملیں اور اُن کے طریقہ میں مشغول ہو جائیں پھر آپ نے عالمِ روحانی میں حضرت خواجہؒ کو دیکھا کہ فرماتے ہیں :-

قال زید بن الحارثہ الدین واحد

"فرمایا زید بن حارثہ نے کہ دین ایک ہی ہے "۔

اس سے آپ سمجھ گئے کہ اجازت نہیں ہے۔ آپ نے صحابہ کرام میں سے حضرت زید بن حارثہؓ کی تخصیص اس لیے فرمائی کہ حضرت زیدؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ بولے بیٹے تھے اور چونکہ ہمارے حضرات خواجگان قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم طالب کو اپنی فرزندی میں قبول فرماتے

ہیں، پس اُن کے اصحاب اُن کے منہ بولے بیٹے ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

ایک دفعہ پھر آپ نے حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کو عالمِ روحانی میں دیکھا تو اُن سے دریافت کیا کہ میں کون سا عمل کروں جس کے ہونے سے آپ کو قیامت میں پا لوں۔ انہوں نے فرمایا کہ "شریعتِ محمدیؐ پر عمل کرنے سے۔"

ان تینوں بشارتوں سے حضرت خواجہ نقشبندؒ کے اس ارشاد کی طرف اشارہ ہوا جو آپ عالمِ حیات میں فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے جو کچھ پایا وہ بفضلِ الٰہی

① قرآن حدیث پر عمل کرنے سے اور اُس عمل سے نتیجہ طلب کرنے سے۔

② تقویٰ و حدودِ شرعیہ کی رعایت ملحوظ رکھنے اور عزیمت پر سے۔

③ طریقۂ اہلِ سنّت و جماعت پر چلنے سے اور بدعت سے پرہیز کرنے سے پایا۔

کچھ عرصہ موضع کش میں قیام کرنے کے بعد آپ بدخشاں چلے گئے۔ یہاں پہنچنے پر آپ کو چغانیاں سے حضرت خواجہ علاء الدین عطار قدس سرہٗ کا مکتوبِ گرامی ملا، جس میں انہوں نے آپ کو اپنی متابعت کا اشارہ کیا۔ آپ چغانیاں کو روانہ ہو گئے اور حضرت خواجہ عطارؒ کی صحبت کا شرف حاصل کیا۔ آپ چند برس تک اُن کی صحبت میں رہے۔ حضرت خواجہ علاء الدین عطارؒ آپ پر بے حد لطف فرماتے تھے۔

جب حضرت خواجہ علاء الدین عطارؒ نے ۸۰۲ھ میں اس دارِ فانی سے عالمِ باقی کی طرف رحلت فرمائی تو اس کے بعد حضرت خواجہ محمد یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ چغانیاں سے واپس حصار آ گئے اور حضرت خواجۂ خواجگان نقشبندؒ کے اس ارشاد کی تعمیل کرنا چاہی کہ

"جو کچھ ہم سے تمہیں پہنچا ہے اُسے بندگانِ خدا تک پہنچا دینا اور مناسبِ حال حاضرین کو بطریقِ خطاب اور غائبین کو بذریعہ خط و کتابت تبلیغ کرنا۔"

آپ کی بہت سی کرامات ہیں مگر بخوفِ طوالت ایک کرامت درج کی جاتی ہے کہ جب حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ آپ سے بیعت ہونے لگے تو آپ کے رُخِ مبارک پر کچھ چھتیاں (داغ اور دھبے) دیکھ کر اُن کے دل میں کچھ کراہت پیدا ہوئی۔ آپ کو یہ خطرہ معلوم ہو گیا اور ایسی نورانی شکل میں نمودار ہوئے کہ بے اختیار ان کا دل آپ کی طرف کھینچ گیا اور بیعت ہو گئے۔ تفصیل

(خواجہ احرارؒ کے حالات میں آئے گی)

آپ کی وفات حسرت آیات ۱۵/ صفر ۸۵۱ھ ۱۴۴۷ء کو ہوئی۔ مزار مبارک ہلفتو نزد حصار میں ہے۔ آج کل روسی حکومت نے ہلفتو کا نام گلستان رکھ دیا ہے۔

آپ یعنی حضرت خواجہ یعقوب چرخیؒ کبھی کبھی شعر بھی کہتے تھے۔ یہ رُباعی آپ کی ہے:

تا در طلب گوہر کانی کانی
تا زندہ ببوی وصل جانی جانی
فی الجملہ حدیث مطلق از من بشنو
ہر چیز کہ در جستن آنی آنی

آپ کی بہت سی تصنیفات ہیں۔ جن کے نام اور تفصیل معلوم ہو سکی ہے، وہ درج ذیل ہیں:

① **تفسیر یعقوب چرخیؒ** اس میں تسمیہ، تعوذ اور فاتحہ کے علاوہ آخری دو پاروں کی تفسیر موجود ہے۔ یہ ۸۵۱ ہجری میں مکمل ہوئی۔ کئی بار چھپ چکی ہے۔ ایک مرتبہ ۱۳۰۸ھ میں لکھنؤ سے چھپی اور ایک بار اسے حاجی عبد الغفار و پسران تاجران کتب ارگ بازار قندھار افغانستان نے ۱۳۲۱ھ میں مطبع اسلامیہ اسٹیم پریس لاہور سے چھاپا ہے۔

② **رسالہ نائیہ** اس کا موضوع شرح دیباچہ مثنوی معنوی (مثنوی مولانا رومؒ) ہے اور اس کے آخر میں آپ نے حکایت بادشاہ اور کنیزک، داستان شیخ دقوقی اور شیخ محمد سر رزی کا اضافہ کیا ہے۔ رسالہ نائیہ جامیؒ کے ہمراہ (ص ۹۵ تا ۱۵۸)، انجمن تاریخ افغانستان کابل نے ۱۳۴۲ ہجری میں شائع کیا ہے اور اس پر خلیل اللہ خلیلی نے حواشی اور مقدمہ تحریر کیا ہے۔

③ **الانسیہ** یہ رسالہ بتصحیح جناب اعجاز احمد بدایونی "مجموعہ ستہ ضروریہ" (مجموعہ رسائل حضرات نقشبندیہ) میں (ص ۱۵ تا ۳۷) مطبع مجتبائی دہلی سے ۱۳۱۲ ہجری میں چھپ چکا ہے۔ ۱۹۸۱ء میں علامہ اقبال احمد فاروقی مالک مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور نے رسائل نقشبندیہ کا اردو ترجمہ شائع کیا جس میں رسالہ الانسیہ ص ۸۵ تا ۱۲۶ شامل کیا گیا۔ ۱۹۸۳ء میں یہ رسالہ بتصحیح و ترجمہ و مقدمہ محمد نذیر رانجھا، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد نے مکتبہ دائرہ ادبیات ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے اشتراک کے ساتھ چھاپا۔ ہمارے پیش نظر آخری دونوں ایڈیشن ہیں۔ یہ رسالہ ان فصول پر مشتمل ہے: فضیلت دوام وضو، ذکر خفی، نفلی نمازیں، خاتمہ۔ بعض فوائد جو مصنفؒ کو حضرت خواجہ نقشبندؒ اور ان کے خلیفہ خواجہ علاء الدین عطارؒ سے پہنچے۔

④ **شرحِ رباعی ابوسعید ابی الخیرؒ** | مطبوعہ کے متعلق علم نہیں ہوا۔ کتابخانہ گنج بخش مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد کے مجموعہ ۱۴ رسائل خطی میں اس کا ایک قلمی نسخہ (ص ۱۵۴ تا ۱۶۱) موجود ہے اس کا نمبر ۴۸۴۴ ہے۔ کاتب نے آخر میں اس کا نام "جمالیہ" لکھا ہے اس مجموعہ کے گیارہویں رسالے کے آخر میں تاریخ کتابت ۱۱۰۰ھ درج ہے اور تمام مجموعہ ایک خط میں تحریر ہے۔

⑤ **ابدالیہ** | اس کا موضوع "اثباتِ وجودِ اولیاء اور ان کے مراتب" ہے۔ اس کا اردو ترجمہ پہلی بار محمد نذیر رانجھا نے کیا ہے جو اپریل ۱۹۷۸ء میں اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور کی جانب سے چھپ چکا ہے نیزِ موصوف ہی کا تصحیح کردہ فارسی متن مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد نے جون ۱۹۷۸ء میں شائع کیا ہے۔ ہمارے پیشِ نظر دونوں ایڈیشن ہیں۔

⑥ **شرح اسماء اللہ** | اس کے دیباچے میں آپ نے لکھا ہے کہ اس سے پہلے علمائے طریقت نے اسماء اللہ کی عربی و فارسی میں متعدد شروح لکھی ہیں۔ میں نے ان کے فوائد فارسی میں اکٹھے کئے ہیں تاکہ خاص و عام کو اس سے فائدہ پہنچے۔

مخطوطات | (و) راولپنڈی، گولڑہ شریف، کتابخانہ دربار پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ، خط نستعلیق، کتابت تیرھویں صدی ہجری۔ ۲۸ صفحہ، ۱۵ سطر۔

(ب) اٹک، مکھڈ شریف، کتابخانہ "مولانا محمد علیؒ" (در ملک محمد صالح) خط نستعلیق، کتابت گیارہویں صدی ہجری، ۲۲ ص۔

⑦ **قرآن شریف کا تاجک زبان میں ترجمہ** | تاجک زبان میں سب سے پہلے قرآن شریف کا ترجمہ پانچ سو سال قبل کیا گیا تھا۔ جو آپ نے یعنی خواجہ یعقوب چرخیؒ نے کیا تھا۔ ۱۹۸۲ء میں سوویت تاجکستان کے دارالحکومت دوشنبہ کے نواح میں واقع ایک مسجد کو ان کا نام دیا گیا ہے۔

⑧ **رسالہ دربارۂ اصحاب و علامات قیامت** | بخطِ نستعلیق ۱۳ ویں ہجری، کاتب محمد بن نوا ملا آدینہ خواجہ الیتر خانی سرای، بروز چہارشنبہ صفر، آغاز ناقص، مجموعہ مخطوطات نمبر ۵۴۷۸ بنیاد خاورشناسی تاشکند، نسخہ ہای خطی (جلد ۹ ص ۱۷۸) زیرِ نظر محمد تقی دانش پژوہ، تہران ۱۳۵۸۔

ارشاداتِ قدسیہ

① حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ زین الدین خوافی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ملکِ مصر میں مولانا شہاب الدین سیرامیؒ کی خدمت میں ہم سبق رہے ہیں۔ ایک دن آپ نے مجھ سے پوچھا کہ کہتے ہیں کہ شیخ زین الدینؒ حلِ وقائع اور خوابوں کی تعبیر کا شغل رکھتے ہیں اور اس بارے میں اہتمام تمام رکھتے ہیں۔ ہم نے عرض کیا، "ہاں درست ہے"۔ پھر آپ ایک ساعت بے خود ہو گئے۔ آپ کا طریقہ یہ تھا کہ ساعت بساعت بیخود ہو جایا کرتے تھے۔ جب ہوش میں آئے تو آپ نے یہ بیت پڑھی ؎

چوں غلامِ آفتابم ہم از آفتاب گویم
نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیثِ خواب گویم

② فرماتے تھے کہ شہرِ ہرات کے اوقاف میں سے تین جگہ کے سوا کوئی چیز نہیں کھا سکتے یعنی حضرت خواجہ عبد اللہ انصاریؒ کی خانقاہ، خانقاہ ملک میں اور مدرسہ غیاثیہ میں، ان تینوں کے سوا کوئی اور جگہ کہ جہاں وقف میں شک نہ ہو نہیں ہے۔ اسی واسطے ماوراء النہر کے اکابر قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم نے اپنے مریدوں کو ہرات کے سفر سے منع کیا ہے کیونکہ وہاں حلال کم ہے۔ جب سالک حرام میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ تو عالمِ طبیعت کی طرف بہ جہتِ قہقری ارسابقہ حالت کی طرف لوٹا کرتا ہے اور راہِ مستقیم کے سلوک سے منحرف ہو جاتا ہے۔

③ حضرت خواجہ نقشبندؒ نے فرمایا تھا کہ "تیرا ہاتھ ہمارا ہاتھ ہے جس کسی نے تیرا ہاتھ پکڑا، اس نے ہمارے ہاتھ کو پکڑا ہے"۔

*

۱۹

حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار قدس سرہٗ

یاغستان نزد تاشقند (روس)
سنہ ۸۰۶ھ
سنہ ۱۴۰۴ء

سنہ ۸۹۵ھ
سنہ ۱۴۹۰ء
شہر سمرقند (روس)

قطعہ تاریخِ وصال

ناصر الدین خواجۂ احرار — تھے مشائخ میں کامل و یکتا
خلق کے آج بھی ہیں فیض رساں — یہ شیخِ والا منش عُبیدُ اللہ

۱۴۹۰ء

(صابر براری، کراچی)

حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار قدس سرہٗ

زد بجہان نوبت شاہنشہی   کوکبۂ فقر عبید اللہی
آنکہ ز حریت فقر آگہ است   خواجۂ احرار عبید اللہ است

مولانا جامی رح

آپ کا نام عبید اللہ ہے، ناصر الدین لقب ہے کیونکہ آپ سے دینِ اسلام کو نُصرت پہنچی۔ احرار بھی آپ کا لقب ہے جو اصل میں خواجہ احرار ہے۔ اِس لقب میں آپ کی بڑی منقبت ہے کیونکہ اہل اللہ کے نزدیک حُر (واحد احرار) اُسے کہتے ہیں، جو عبودیت کی حدود کو بدرجہ کمال قائم کرے اور اغیار کی غلامی سے نکل جائے۔ استعمال میں بعض وقت لفظ خواجہ کو حذف کر کے فقط احرار کہتے ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت باغستان مضافات تاشقند میں ماہ رمضان المبارک ۸۰۶ھ میں ہوئی۔ مادہ تاریخ ولادت "تاج عارفاں" ۸۰۶ ہے۔ والد گرامی کا اسم مبارک محمود بن شہاب الدین ہے۔ آپ حضرت خواجہ محمد باقی بغدادی رح کی اولاد امجاد سے ہیں۔ مادر زاد ولی تھے۔ والدہ ماجدہ شیخ عمر باغستانی کی اولاد سے تھیں اور حضرت خواجہ محمود شاشی رح کی دختر نیک اختر تھیں۔ ولادت کے بعد چالیس دن تک جو کہ ایام نفاس ہیں، آپ نے اپنی والدہ کا دودھ نہ پیا۔ جب انہوں نے نفاس سے پاک ہو کر غسل کیا تو پینا شروع کر دیا۔

بچپن ہی سے آثار رشد و ہدایت اور انوار قبول و عنایت الٰہی آپ کی پیشانی میں

نمایاں تھے۔ تین چار سال کی عمر سے نسبت آگاہی بحق سبحانہ تعالیٰ حاصل تھی، مگر دل پر وہی نسبت غالب تھی۔ آپ کے جدِّ امجد خواجہ شہاب الدین رحؒ جو کہ قطب وقت تھے، کا جب وقتِ اخیر ہوا تو اپنے پوتوں کو الوداع کہنے کیلئے بلایا۔ خواجہ احرار اس وقت بہت چھوٹے تھے، جب جدِّ امجد کے حضور گئے تو وہ ان کو دیکھ کر تعظیم کیلئے کھڑے ہو گئے۔ اور پھر گود میں لیکر فرمایا کہ اس فرزند کے بارے میں مجھ کو بشارت نبویؐ ہے کہ یہ پیر عالم گیر ہوگا اور اس سے شریعت و طریقت کو رونق حاصل ہوگی۔ آپ بچپن ہی میں مزاراتِ مشائخ پر حاضر ہوتے۔ جب سن بلوغ کو پہنچے تو تاشقند سے مزارات کی گشت کر آتے۔ آپ کے ماموں خواجہ ابراہیمؒ کو آپ کی تعلیم کا بڑا خیال تھا۔ بدیں وجہ وہ آپکو تاشقند سے سمرقند لے گئے۔ مگر شغل باطنی کا غلبہ علم ظاہری کی تحصیل سے مانع رہا۔

خواجہ فضل اللہ ابو اللیثیؒ (جو سمرقند کے اکابر علماء میں سے تھے) فرماتے تھے کہ ہم خواجہ عبید اللہ احرار کے باطن کے کمال کو نہیں جانتے مگر اتنا جانتے ہیں کہ انہوں نے بحسب ظاہر علوم رسمی سے بہت کم پڑھا ہے اور ایسا دن کم ہوگا کہ وہ تفسیر قاضی بیضاوی میں ہمارے سامنے کوئی شبہ (شک گمان) پیش کریں اور ہم سب اس کے حل سے عاجز نہ آئے ہوں۔ بائیس برس کی عمر سے انتیس برس کی عمر تک آپ سفر ہی میں رہے اور اس عرصہ میں آپ کو بہت سے مشائخ زمانہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقعہ ملا۔ چنانچہ سمرقند میں آپ اکثر مولانا نظام الدینؒ خلیفہ حضرت علاء الدین عطار قدس سرہٗ کی صحبت میں حاضر ہوتے تھے۔ آپ کی تشریف آوری سے ایک روز قبل مولانا نے مراقبہ کے بعد نعرہ مارا۔ جب سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا مشرق کی طرف سے ایک شخص نمودار ہوا جس کا نام عبید اللہ احرار ہے۔ اس نے تمام روئے زمین کو اپنی روحانیت میں لے لیا ہے۔ اور وہ عجیب بزرگ شخص ہے۔ سمرقند کے قیام میں ایک روز آپ مولانا کے ہاں سے نکلے تو ایک بزرگ نے پوچھا کہ یہ جوانِ رعنا کون ہے؟ مولانا نے فرمایا کہ "یہ خواجہ عبید اللہ احرار ہیں، عنقریب دنیا کے سلاطین ان کے در کے گدا ہوں گے"

سمرقند ہی میں آپ حضرت سید قاسم تبریزیؒ کی صحبت سے مشرف ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد آپ وہاں سے بخارا کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک ہفتہ شیخ سراج الدین کلال پرسیؒ[1] خلیفہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کی صحبت میں رہے۔ بخارا میں پہنچ کر مولانا حسام الدین شاشیؒ کی زیارت کی

---

[1] پرس قصبہ وابکنی کے نواحی دیہات میں سے ہے جو بخارا سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر واقع ہے (قصوری)

جو سید امیر حمزہ بن سید امیر کلال قدس سرہما کے خلیفہ اوّل تھے، حضرت خواجہ نقشبند رح کے خلیفہ خواجہ علاء الدین غجدوانی رح کی خدمت میں بھی بہت دفعہ حاضر ہوئے۔ بعد ازاں آپ نے خراسان کا سفر اختیار کیا اور مرو کے راستے ہرات میں آئے۔ ہرات میں آپ نے چار سال قیام کیا۔ اس عرصہ میں آپ اکثر سید قاسم تبریزی رح اور شیخ بہاء الدین عمر قدس سرہما کی صحبت میں رہے اور کبھی کبھی شیخ زین الدین خوافی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔

ہرات میں آپ نے ایک سوداگر سے حضرت خواجہ یعقوب چرخی رح کے فضائل سُنے، اس لیئے وہاں سے اُن کی صحبت کی نیت سے بلخ کے راستے حصار کی طرف متوجہ ہوئے۔ بلخ میں مولانا حسام الدین پارسا خلیفہ خواجہ علاء الدین عطار قدس سرہما کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہاں سے حضرت خواجہ علاء الدین عطار قدس سرہٗ کے مزار کی زیارت کیلئے چغانیاں تشریف لے گئے اور چغانیاں سے ہلفتو، مولانا یعقوب چرخی رح کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جس کا قصہ آپ خود یوں بیان فرماتے ہیں:

”جب میں ولائیت چغانیاں پہنچا تو بیمار ہو گیا اور بیس روز تپ لرزہ آتا رہا۔ اس عرصہ میں نواح چغانیاں کے بعضے لوگوں نے مولانا خواجہ یعقوب چرخی کی بہت غیبت (بدگوئی، بُرائی) کی۔ بیماری کے دنوں میں ایسی پریشان باتوں کے سننے سے خواجہ چرخی رح کی ملاقات کے ارادے میں بڑا فتور واقع ہُوا۔ آخرکار میں نے اپنے دل میں کہا کہ تو اس قدر دُور فاصلہ سے آیا ہے لہٰذا اب یہ بات اچھی نہیں کہ تو اُن سے ملاقات نہ کرے۔ چنانچہ میں اُن کی خدمت میں پہنچا۔ وہ بڑی عنایت سے پیش آئے اور ہر طرح کی باتیں کیں۔ لیکن دوسرے روز جو میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوا تو بہت غصہ ہوئے اور سختی و درشتی سے پیش آئے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اُن کے غصّہ کا سبب غیبت کا سننا اور تیرے ارادے میں فتور کا آنا ہو گا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ لُطف و کرم سے پیش آئے۔ اور بہت توجہ اور عنایت فرمائی۔ اور حضرت خواجہ نقشبند رح سے اپنی ملاقات کا حال بیان فرما کر اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا اور کہا کہ بیعت کر۔ چونکہ اُن کی پیشانی مبارک پر کچھ سفیدی مشابہ برص تھی جو طبیعت کی نفرت کا موجب ہوتی ہے، اس لیے میری طبیعت اُن کے ہاتھ پکڑنے کی طرف مائل نہ ہوئی۔ وہ میری کراہت

کو سمجھ گئے اور جلدی اپنا ہاتھ ہٹا لیا اور صورت تبدیل کر کے ایسی خوبصورت اور شاہانہ لباس میں ظاہر ہوئے کہ میں بے اختیار ہو گیا۔ قریب تھا کہ بیخود ہو کر آپ سے لپٹ جاؤں آپ نے دوسری دفعہ اپنا دست مبارک بڑھایا اور فرمایا کہ حضرت خواجہ بہاء الدین قدس سرہٗ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا تھا کہ تیرا ہاتھ ہمارا ہاتھ ہے جس نے تمہارا ہاتھ پکڑا اُس نے ہمارا ہاتھ پکڑا۔ خواجہ بہاء الدین کا ہاتھ پکڑ لو۔ میں نے بلا توقف اُن کا ہاتھ پکڑ لیا۔ حسب طریقہ حضرات خواجگان نقشبندیہ مجھے شغل نفی و اثبات جس کو وقوف عددی کہتے ہیں، سکھایا اور فرمایا کہ جو کچھ ہم کو خواجہ نقشبندؒ سے پہنچا ہے یہی ہے اگر تم بطریق جذبہ طالبوں کی تربیت کرو تو تمہیں اختیار ہے"۔

کہتے ہیں کہ مولانا یعقوب چرخیؒ کے بعض اصحاب نے آپ سے پوچھا کہ جس طالب کو آپ نے اس وقت طریقہ کی تعلیم دی، اُس کی نسبت آپ نے کس طرح فرما دیا کہ تمہیں اختیار ہے، چاہو تو بطریق جذبہ تربیت کرو۔ اس کے جواب میں مولانا چرخیؒ نے فرمایا کہ طالب کو مرشد کے پاس اس طرح آنا چاہیئے کہ سب چیزیں تیار ہوں، صرف اجازت کی دیر ہو۔ مولانا جامیؒ لکھتے ہیں کہ مولانا خواجہ یعقوب چرخیؒ فرماتے تھے کہ جو طالب کسی بزرگ کی صحبت میں آنا چاہیئے۔ تو اُسے خواجہ عبید اللہ احرار کی طرح آنا چاہیئے کہ چراغ، تیل اور بتیؔ سب تیار ہے، صرف دیا سلائی دکھانے کی دیر ہے۔

اس کے بعد حضرت خواجہ یعقوب چرخیؒ نے مجھ سے حضرات خواجگان کے تمام طریقے بیان فرما دیئے اور جب طریق رابطہ کی نوبت پہنچی تو فرمایا کہ اس طریقہ کی تعلیم بے درشت نہ کھانا اور استعداد والوں کو بتا دینا۔

حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ، خواجہ یعقوب چرخی قدس سرہٗ کی خدمت سے رخصت پا کر ہرات میں آئے اور کم و بیش ایک سال وہاں رہے۔ بعد ازاں انتیس ۲۹ سال کی عمر میں وطن مالوف کی طرف مراجعت فرمائی اور تاشقند میں مقیم ہو کر زراعت کا کام ایک شخص کی شراکت میں شروع کیا۔ دونوں ایک جوڑی بیل سے کھیتی کا کام کرنے لگے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کی زراعت میں بڑی برکت دی۔ آپ کے مال و منال، ضیاع و عقار، گلہ و مواشی اور اسباب و املاک اندازہ کی حد سے زائد تھے مگر یہ سب درویشوں کیلئے تھے۔ چنانچہ مولانا جامیؒ قدس سرہٗ السامی اپنی کتاب یوسف زلیخا میں

Collection Of Advocate Showkat

آپکے منقبت میں یوں لکھتے ہیں۔ ؎

ازاں دانہ کز وے آدم بنا کام
زبستانِ بہشت آمد بدیں دام
ہزارش مزرعہ در زیر کشت است
کہ زادِ رفتنِ راہِ بہشت است
دریں مزرعہ فشانند تخمِ دانہ
در آں عالم کنند انبار خانہ

"جس دانہ سے حضرت آدمؑ ناچار باغِ بہشت
سے اس جال (دنیا) میں آگئے۔
اُن کے ہزار کھیت زیر کاشت ہیں جو کہ راہِ بہشت
میں چلنے کا توشہ ہیں۔
وہ اس کھیت (دنیا) میں بیج بو رہے ہیں
اور اُس عالم میں ذخیرہ کر رہے ہیں۔"

وفات

آپکی وفات حسرت آیات ۲۹ ربیع الاول ۸۹۵ھ ۱۴۹۰ء کو ہوئی۔ رات کو جب آپ کا نفسِ شریف منقطع ہونے لگا تو مکان میں بہت سی شمعیں روشن کی گئیں جن سے وہ مکان نہایت روشن ہوگیا۔ اس حال میں اچانک دیکھا گیا کہ آپکے دو ابروئے مبارک کے درمیان سے ایک نور چمکتی بجلی کی طرح نمودار ہوا جس کی شعاع نے شمعوں کے نور کو مات کر دیا۔ حاضرین نے اُس نور کا مشاہدہ کیا۔ بعد ازاں آپ کا وصال ہوگیا اور محلہ خواجہ کفشیر محوطہ ملایاں سمرقند میں دفن ہوئے۔ آپ کی اولادِ امجاد نے آپکے مرقد مبارک پر عالیشان عمارت تعمیر کردی اور قبر مبارک کو نہایت عمدہ وضع پر بنایا۔

آپکے مرید باصفا مولانا عبد الرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قطعۂ تاریخ وصال کہا۔ ؎

۸۹۵ھ
بہشت صد و نود و پنج در شبِ شنبہ   کہ بود سلخ مہ فوتِ احمدِ مرسلؐ
کشید خواجۂ دنیا و دیں عبید اللہ   شرابِ صافی عیشِ ابد ز جامِ اجل

کرامات

① حضرت خواجہ احرارؒ فرماتے ہیں کہ ہمّت سے مراد یہ ہے کہ دل ایک امر پر اس مضبوطی سے جم جائے اور پھر اُس کے خلاف کوئی چیز دل میں نہ آئے۔ ایسی ہمت مراد سے متخلف نہیں ہوتی۔ فرماتے ہیں کہ اوائلِ جوانی میں جبکہ ہم مولانا سعد الدین کاشغریؒ کے ساتھ ہرات میں تھے اور دونوں سیر کیا کرتے تھے۔ تو کبھی کشتی لڑنے والوں کے اکھاڑہ میں جا پہنچتے اور اپنی قوت و توجہات کا امتحان کرتے۔ دو پہلوانوں میں سے ایک کی طرف توجہ مبذول کرتے تو وہ غالب آجاتا۔ پھر مغلوب کی طرف متوجہ ہوتے تو وہ غالب ہوجاتا۔ اس طرح کئی بار اتفاق ہوا مقصود

یہ تھا کہ معلوم ہو جائے کہ ہمّت کی تاثیر کس درجہ پر پہنچتی ہے۔

(۲) حضرت مولانا ناصر الدین انزاری؟ جو حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ کے خادموں میں تھے، بیان کرتے ہیں کہ حضرت نے واقعہ میں دیکھا تھا کہ آپ کی مدد سے شریعت کو تقویت پہنچے گی۔ آپ کے قلب مبارک میں خیال آیا کہ یہ بات سلاطین کی مدد کے بغیر حاصل نہ ہو گی۔ اس غرض سے آپ سمرقند کی طرف آئے۔ اُس وقت میرزا عبد اللہ بن میرزا ابراہیم بن میرزا شاہرخ بن امیر تیمور ولایت سمرقند کا حاکم تھا۔ میں سفر میں آپ کی خدمت میں تھا۔ جب آپ سمرقند پہنچے تو میرزا عبد اللہ کا ایک امیر آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے اُس سے فرمایا کہ ہمارے یہاں آنے کی غرض تمہارے میرزا سے ملاقات ہے۔ اگر تمہارے ذریعہ سے یہ کام ہو جائے تو بڑی اچھی بات ہے۔ اُس امیر نے نہایت بے ادبی اور غیر شائستگی سے جواب دیا کہ ہمارا میرزا بے پرواہ جوان ہے، اُس سے ملاقات مشکل ہے۔ درویشوں کو ایسی باتوں سے کیا مطلب؟ آپ نے خفا ہو کر فرمایا کہ ہم کو سلاطین کی ملاقات کا حکم ہوا ہے ہم اپنے آپ نہیں آئے۔ اگر تمہارا میرزا پروا نہیں کرتا تو دوسرا لایا جائے گا جو پروا کرے گا۔

جب وہ امیر چلا گیا تو آپ نے اُس کا نام سیاہی سے اُس مکان کی دیوار پر لکھا اور اپنے لعاب دہن سے مٹا کر فرمایا کہ ہمارا کام اس بادشاہ اور اس کے امیروں سے نہیں چل سکتا اور اُسی روز تاشقند کی طرف روانہ ہوئے۔ ایک ہفتہ کے بعد وہ امیر مر گیا اور ایک مہینے کے بعد سلطان ابو سعید میرزا ابن محمد میرزا ابن میرانشاہ بن امیر تیمور اطراف ترکستان سے ظاہر ہوا اور اُس نے میرزا عبد اللہ پر حملہ کر کے اُسے قتل کر ڈالا۔ یہ واقعہ ۸۵۵ھ کا ہے۔

(۳) میرزا بابر بن میرزا بایسنغر بن میرزا شاہرخ بن امیر تیمور ایک لاکھ سپاہ لیکر خراسان سے سمرقند کی طرف متوجہ ہوا۔ میرزا سلطان ابو سعید نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے اُس کے مقابلہ کی طاقت و ہمت نہیں ہے، کیا کروں؟ آپ نے اُسے تسلی دی۔ جب میرزا بابر، دریائے آمویہ سے گزرا تو سلطان ابو سعید کے امیروں کی ایک جماعت نے اتفاق و مشورہ کیا کہ میرزا کو ترکستان لیجائیں اور وہاں قلعہ نشین ہو جائیں۔ چنانچہ تمام سامان اونٹوں پر لدوا دیا گیا۔ حضرت کو جو خبر لگی تو شتربانوں پر خفا ہوئے، سامان اُتروا دیا اور خود میرزا ابو سعید کے ہاں تشریف لے گئے۔ میرزا سے فرمایا کہ کہاں جاتے ہو، جانے کی قطعی ضرورت نہیں ہے یہیں کام بن جائے گا۔ میں نے تمہاری

ہم اپنے ذمہ لے لی ہے۔ امیر گھبرا گئے یہاں تک کہ بعضوں نے اپنی پگڑیاں زمین پر پھینک دیں اور کہنے لگے کہ حضرت خواجہ ہم کو مروا رہے ہیں۔ میرزا ابوسعید کا چونکہ اعتقادِ صادق تھا لہٰذا اس نے کسی کی نہ سُنی اور سمرقند ہی میں قلعہ نشین ہو گیا۔

جب میرزا بابر قلعہ سمرقند کے قریب پہنچا تو اس کا سپہ سالار خلیل عیدگاہ سمرقند کے دروازہ پر ٹھہر گیا۔ شہر سے تھوڑے سے آدمی نکل کر خلیل سے لڑے، خلیل گرفتار ہو گیا۔ میرزا بابر سمرقند کے پرانے قلعہ میں اُترا۔ اُس کے سپاہی سامانِ معیشت کیلئے جس طرف جاتے اہل سمرقند اُن کو پکڑ کر ناک کان کاٹ ڈالتے۔ اس طرح میرزا بابر کے لشکر کے بہت سے سپاہیوں نے اپنے ناک کان کٹوا لیے۔ اس صورتِ حال تمام لشکر بہت تنگ آ گیا۔ چند روز کے بعد اُن کے گھوڑوں میں وبا نمودار ہوئی جس سے بہت سے گھوڑے تلف ہو گئے۔ آخر کار میرزا بابر نے مولانا محمد معمائیؒ کو حضرت کی خدمت میں بھیج کر صلح کی درخواست کی۔ مولانا محمد نے اثنائے گفتگو میں کہا کہ ہمارا میرزا نہایت غیور اور عالی ہمت بادشاہ ہے۔ جس طرف متوجہ ہوتا ہے بغیر اسیر کیے واپس نہیں آتا۔ حضرت خواجہ نے اُس کے جواب میں فرمایا کہ میں اُس کے دادا میرزا شاہ رُخ المتوفی ۸۵۰ھ کے زمانہ میں ہرات میں تھا۔ مجھے اُس کے طفیل سے بڑی فراغت اور جمعیت حاصل تھی۔ اگر شاہ رُخ کے حقوق نہ ہوتے تو معلوم ہو جاتا کہ میرزا بابر کا کیا حال ہوتا۔ آخر کار حضرت اقدس کے خاص مرید مولانا قاسمؒ کی وساطت سے صلح ہو گئی۔

④ جب میرزا سلطان ابوسعید بتاریخ ۲۵ رجب ۸۶۳ھ شہید ہو گیا تو اُس وقت اُس کے گیارہ بیٹوں میں سے چار برسرِ حکومت تھے۔ چنانچہ میرزا الغ بیگ کابل میں، میرزا سلطان احمد سمرقند میں، میرزا عمر شیخ ولایت اندجان و فرغانہ میں اور میرزا سلطان محمود حصار اور بدخشاں میں حکمران تھا۔ میرزا سلطان محمود نے سمرقند کے محاصرہ کا ارادہ کیا۔ حضرت خواجہ کو پتہ چلا تو اپنے بذریعہ رقعہ و پیام اُسے اس حرکت سے باز رہنے کا حکم دیا مگر وہ راہِ راست پر نہ آیا اور ولایت حصار سے سمرقند روانہ ہو گیا۔ بے شمار سامان و لشکر اُس کے ساتھ تھا۔ اپنے لشکر کے علاوہ چار ہزار ترکمان (ایک قوم جو ترکوں سے کم مرتبہ ہونے کی وجہ سے ترکمان کہلاتی ہے۔) ہمرکاب تھے۔ میرزا سلطان احمد میں مقابلہ کی تاب نہ تھی، اس لیے اُس نے بھاگنا چاہا اور حضرت خواجہ سے اجازت چاہی۔ حضرت

اقدس شہر سمرقند کے مدرسہ میں مقیم تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم بھاگ جاؤ گے تو سمرقند کے تمام باشندے قید ہو جائیں گے۔ تم مت گھبراؤ، میں تمہارے معاملہ کا ذمہ دار ہوں۔ اگر دشمن مغلوب نہ ہوا تو تم مجھ سے مواخذہ کرنا۔ پھر آپ نے میرزا سلطان احمد کو مدرسہ کے ایک حجرے میں اتارا جس کا ایک ہی دروازہ تھا اور آپ اس دروازے میں بیٹھ گئے۔ خادموں نے آپ کے حکم سے ایک تیز رفتار اونٹنی لا کر اس حجرے کے آگے بٹھا دی۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میرزا سلطان محمود، سمرقند پہ قابض ہو جائے اور اس دروازے سے کہ جہاں لڑائی ہو شہر میں داخل ہو جائے تو تم اس اونٹنی پر سوار ہو کر دوسرے دروازے سے بھاگ جائیو۔ آپ نے اس تدبیر سے میرزا سلطان احمد کو تسکین دی۔ بعد ازاں آپ نے مولانا سید حسین، مولانا قاسم، میر عبدالاول اور مولانا جعفر کو جو آپ کے اکابر اصحاب میں تھے، طلب فرمایا اور حکم دیا کہ تم فوراً اس دروازے کے برج میں جا کر مراقبہ کرو۔ چنانچہ وہ وہاں جا کر مراقبہ میں بیٹھ گئے۔ مولانا قاسمؒ کا بیان ہے کہ مراقبہ میں بیٹھتے ہی ہم نے دیکھا کہ ہم نیست ہیں، تمام حضرت ہی حضرت ہیں اور تمام عالم آپ کے وجود مبارک سے پُر ہے۔ لڑائی وقت چاشت تک جاری رہی۔ قریب تھا کہ دشمن غالب آ جائے، شہر والے حیران و پریشان تھے کہ ناگاہ دشت قبچان کی طرف سے ایک سخت آندھی اٹھی اور میرزا محمود کے لشکر و لشکرگاہ میں گرد و غبار کا وہ طوفان برپا ہوا کہ کسی کو آنکھ کھولنے کی مجال نہ رہی۔ ہوا پیادوں اور سواروں کو زمین پر گراتی، خیمہ وغیرہ کو اکھاڑ کر اوپر کی طرف اڑاتی اور زمین پر پھینک دیتی۔ میرزا سلطان محمود اپنے امیروں اور ترکمانوں کی جماعت کثیر کے ساتھ ایک تالاب کے کنارے دیوار کے پشتہ کے نیچے گھوڑے پر سوار کھڑا تھا کہ ناگاہ پشتہ کا ایک حصہ پھٹ گیا جس کے ہولناک دھماکہ سے قریباً چار سو مرد اور گھوڑے جو اس کے نیچے کھڑے تھے دب کر مر گئے۔ ترکمانوں کے گھوڑے بھاگنے لگے، سواروں نے ہر چند روکا مگر نہ رکے۔ القصہ لشکر پراگندہ و منتشر ہو گیا۔ میرزا سلطان محمود کو شکست ہوئی۔ میرزا سلطان احمد کے لشکر اور شہر کے لوگوں نے قریباً پانچ کوس تک ان کا تعاقب کیا اور بہت سے سوار اور گھوڑے پکڑ لائے اور بہت سا مال و متاع ہاتھ آیا۔

⑤ مولانا شیخ ابو سعید مجلد جو میرزا شاہ رخ کے زمانہ میں نہایت خوبصورت جوان تھے بیان کرتے ہیں کہ جوانی میں ایک بار ایک [illegible] سے اتفاقاً میری ملاقات ہو گئی

وہ میرے مکان میں آگئی۔ میں نے چاہا کہ خلوت میں اُس سے بات چیت کروں۔ دریں اثنا میں نے حضرت خواجہ کی آواز سنی کہ فرماتے ہیں:۔ "ابوسعید! چہ کار مے کنی؟" یہ سن کر میری حالت بدل گئی اور میرے دل پر ہیبت طاری ہوگئی۔ اور میرے اعضاء میں رعشہ طاری ہوگیا۔ میں نے فوراً اُس عورت کو مکان سے نکال دیا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت تشریف لائے۔ جب آپ کی نظر مجھ پر پڑی تو فرمانے لگے کہ اگر حق تعالیٰ کی توفیق تیری یاوری نہ کرتی تو شیطان تجھ کو برباد کر دیتا۔

⑥ حضرت خواجہؒ کے مخلصوں میں سے ایک بزرگ نقل کرتے ہیں کہ سمرقند میں میرا ایک غلام غائب ہوگیا۔ اُس غلام کے سوا میرے پاس اور کچھ مال و متاع نہ تھا، چار مہینے میں نے اس کی تلاش میں سرگردانی کی۔ سمرقند کے نواح میں کوئی جگہ ایسی نہ تھی جہاں میں کئی بار نہ گیا۔ پہاڑ اور صحرا میں بہت پھرا مگر کہیں بھی اُس کا سراغ نہ ملا۔ اسی پریشانی کے عالم میں مارا مارا پھر رہا تھا کہ ناگاہ ایک صحرا میں حضرت خواجہ قدس سرہٗ ملے۔ آپ کے ساتھ آپ کے اصحاب و خدام بھی تھے۔ میں نے حالتِ اضطراب میں حضرت کے گھوڑے کی باگ تھام لی اور بڑی نیازمندی اور عاجزی سے اپنا حال بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم تو دیہاتی آدمی ہیں۔ ایسی باتوں کو کیا جانیں۔ میں نے چونکہ سنا ہوا تھا کہ اولیاء اللہ ایسا تصرف کرتے ہیں کہ غیب کی خبر دے دیتے ہیں۔ بلکہ غیب کو حاضر بھی کر دیتے ہیں، اس لیے اصرار کیا اور گھوڑے کی باگ نہ چھوڑی۔ جب آپ نے کوئی چارہ نہ دیکھا تو ایک لحظہ سکوت فرمایا اور پوچھا کہ یہ گاؤں جو نظر آرہا ہے کیا اس میں بھی تم نے اُسے تلاش کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں تو بارہا اس میں گیا ہوں مگر محروم واپس لوٹا ہوں۔ ارشاد کیا کہ اب پھر جاؤ، وہاں مل جائے گا۔ یہ کہہ کر آپ نے گھوڑے کو تیز دوڑایا۔ جب میں اس گاؤں کے نزدیک پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں۔ وہ غلام پانی کا گھڑا ابھر سامنے رکھے خشک و ویران جگہ پر حیران و پریشان کھڑا ہے۔ جونہی میری نظر اس پر پڑی، میں نے بے اختیار نعرہ مارا اور کہا اے غلام! تو اس عرصہ میں کہاں رہا۔ اس نے جواب دیا کہ میں آپ کے گھر سے نکلا تو ایک شخص مجھ کو بہکا کر خوارزم میں لے گیا اور وہاں مجھے فروخت کر دیا۔ جس شخص نے مجھے خریدا تھا، آج اُس کے ہاں ایک مہمان آیا۔ اُس نے مجھے حکم دیا کہ پانی کا ایک گھڑا لاؤ تاکہ کھانا تیار کریں۔ میں گھڑا اُٹھا کر

پانی کے کنارے پر پہنچا اور پانی سے بھر لیا۔ جب میں نے گھڑا پانی سے نکالا تو اپنے آپ کو یہاں پایا اور اب میں یہ فیصلہ نہیں کر پاتا کہ یہ معاملہ بیداری میں دیکھ رہا ہوں یا خواب میں۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کا یہ تصرّف دیکھ کر میرا حال بدل گیا۔ میں نے غلام کو تو آزاد کر دیا اور حضرت خواجہ قدس سرہٗ کا غلام بن گیا۔

(۷) مولانا زادہ فرکتیؒ مولانا نظام الدین علیہ الرحمۃ کے مرید تھے۔ وہ اپنے مرشد کی وفات کے بعد حضرت خواجہؒ کی خدمت میں عرصہ دراز تک رہے ہیں۔ اُن کا بیان ہے کہ ایک روز میں حضرت خواجہؒ کے قدموں کے ساتھ ایک گاؤں کو جا رہا تھا۔ سردی کا موسم تھا۔ نمازِ عصر تو راستے میں پڑھی مگر ابھی وہ گاؤں چھ میل دُور تھا کہ سورج غروب ہونے لگا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ دن ختم ہو گیا، راستہ خطرناک ہوا سرد اور فاصلہ زیادہ ہے، اب کیا حال ہو گا؟ جب یہ خیال بار بار میرے دل میں آیا تو حضرت خواجہؒ نے میری طرف رُخ مبارک پھیر کر ارشاد کیا کہ ڈرو مت، ممکن ہے کہ غروبِ آفتاب سے پہلے منزل پر پہنچ جائیں۔ یہ فرما کر آپ نے گھوڑے کو تیز دوڑایا اور میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے گھوڑا دوڑا رہا تھا اور پلٹ پلٹ کر آفتاب کی ٹکیہ کو بھی دیکھتا جاتا تھا لیکن وہ اُسی طرح اُفق پر ٹھہرا ہوا تھا۔ ایسے معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کسی نے اُس میں میخ (کیل) ٹھونک دی ہے۔ جب ہم گاؤں میں پہنچے تو یک بیک سورج ایسا غروب ہوا کہ شفق کی سرخی و سپیدی جو غروب کے بعد ہوا کرتی ہے اُس کا کوئی نشان نہ رہا اور عالم میں ایسی تاریکی پھیل گئی کہ شکلوں اور رنگتوں کا نظر آنا ناممکن ہو گیا۔ یہ دیکھ کر مجھ پر ہیبت طاری ہو گئی اور مجھے یقین ہو گیا کہ یہ سب کچھ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کا تصرّف ہے۔ عارفِ رومیؒ نے سچ کہا ہے کہ ؎

اولیا را ہست قدرت از الٰہ
تیرِ گشتہ را باز گردانند ز قضا

(۸) حضرت خواجہ قدس سرہٗ کا ایک خادم سمرقند جا رہا تھا۔ آپ نے اُس کو ارشاد فرمایا کہ ہمارے لیے وہاں سے خالص شہد کے چند ڈبے لانا۔ وہ کئی ڈبے شہد سے بھر کر اور سب کے مُنہ پر مُہر (SEAL) لگا کر روانہ ہوا۔ اتفاقاً بازار میں کسی کام کیلئے ایک بزاز کی دکان پر رکنا پڑا اور شہد کے ڈبوں کو اپنے سامنے رکھ کر بیٹھ گیا۔ ناگاہ ایک خوبصورت شراب سے مست عورت جو اُس بزاز کی آشنا تھی، وہاں آئی اور بزاز سے باتیں کرنے لگی۔ اُس خادم نے نظرِ حرام سے

اس عورت کو دو تین بار دیکھا اور پھر ڈبوں کو اُٹھا کر تاشقند آگیا۔ جب وہ حضرت خواجہؒ کے دربار گوہر بار میں پہنچا تو آپ جنگل کی طرف تشریف لے گئے تھے۔ اُس نے آپ کے پیچھے جانا چاہا، مگر اتنے میں آپ تشریف لے آئے۔ اُس نے وہ ڈبے پیش کیے۔ حضرت اقدس نے ڈبوں کو ایک نظر دیکھتے ہی خفا ہو کر فرمایا کہ ان ڈبوں سے تو شراب کی بُو آتی ہے۔ اے بد بخت! ہم نے تجھے شہد لانے کو کہا تھا مگر تو ہمارے لیے شراب لے آیا۔ خادم نے عرض کیا کہ میں تو شہد لایا ہوں۔ آپ کے حکم سے جب کھول کر دیکھا گیا تو ہر ڈبہ شراب سے بھرا ہوا پایا گیا۔

⑨ جس وقت آپ نے مولانا جامی قدس سرہٗ السامی سے حضرت خواجہ یعقوب چرخی قدس سرہٗ سے اپنے مرید ہونے کی داستان بیان فرمائی اور بتایا کہ کس طرح خواجہ چرخیؒ نورانی شکل میں ظاہر ہوئے تھے تو آپ بھی بطریق خلع و لبس مولانا جامیؒ کے روبرو ایسی نورانی شکل میں ظاہر ہوئے کہ جو مولانا جامیؒ کے محبوب تھے۔

⑩ آپ کے ایک مرید ہوا میں اُڑتے تھے۔ آپ نے یہ گستاخی آمیز حال دیکھکر اُن کا سب حال چھین لیا۔ اُس نے بہت عاجزی اور آہ و زاری کی مگر آپ نے نہ دیا تب وہ آپ کو اکیلا پا کر چھری سے حملہ آور ہوا۔ آپ فوراً جنگلی چرپائے کی شکل میں ظاہر ہوئے۔ وہ مرید حیران و پریشان ہوا اور آپ نے چھری اُس کے ہاتھ سے چھین لی اور پھر اصلی حالت میں آگئے۔ فرمایا کہ اب بتا! تیرا کیا حال کروں، وہ قدموں میں گر پڑا۔ آپ نے خطا معاف کر کے جو کچھ چھین لیا تھا واپس کر دیا۔

⑪ آپ کے کچھ خدام ایک دفعہ بازار میں گئے۔ اُن میں سے ایک خادم، ایک صاحب جمال کو دیکھنے لگا تو دوسروں نے منع کیا۔ اُنہوں نے کہا کہ میں بنظر شہوت نفس نہیں دیکھتا۔ جب واپس آیا تو آپ نے فرمایا کہ میں تو اب تک نفس کے مکر و فریب سے بیدار نہیں ہوا، تم کب سے ہو گئے کہ بغیر شہوت نفس کے دیکھتے ہو؟ وہ از حد شرمسار و نادم ہوا۔ آپ بہت ہی اشرافِ خواطر رکھتے تھے، جو جو خطرہ کسی کے دل پر گزرتا، آپ اُس کو پکڑ لیتے تھے اور فرما دیتے تھے۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ آپ کے پاس بیٹھ کر کسی طرح کا خطرہ جی میں لا دے۔

⑫ ایک عالم آپ کی تعریف سُن کر زیارت کیلئے روانہ ہوئے۔ جب شہر کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ اونٹوں پر بہت سا غلّہ شہر میں جا رہا ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ غلّہ حضرت خواجہ عبیداللہ احرارؒ

کا ہے، سخت متعجب ہوئے کہ یہ کیسی فقیری ہے، اس قدر دنیاداری اور امارت ہے۔ دل میں خیال آیا کہ لوٹ جائیں لیکن پھر سوچا کہ اس قدر مسافت طے کر کے آیا ہوں، مل لینے میں کیا حرج ہے۔ خانقاہ شریف میں پہنچے تو اتفاقاً نیند آ گئی۔ خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہے اور نفسہ النفسی کا عالم ہے۔ ایک شخص کہ جس کا یہ عالم قرض دار تھا، وہ اس سے قرض کا خواہاں ہے، اور چاہتا تھا کہ قرض کے عوض اپنے اعمال دے دے۔ وہ عالم سخت پریشانی اور حیرانی کے عالم میں تھا کہ حضرت خواجہ احرار رح تشریف لے آئے اور صورتِ حال معلوم کر کے اپنے پاس سے سب قرض ادا کر دیا۔ اتنے میں عالم کی آنکھ کھل گئی۔ دیکھا تو حضرت خواجہ خانقاہ میں تشریف فرما ہیں اور مسکرا کر فرمایا کہ میں مال اسی واسطے رکھتا ہوں کہ دوستوں کو قرض سے نجات دلاؤں۔ وہ عالم قدموں میں گر کر معافی کا طلبگار ہوا اور داخلِ سلسلہ ہو گیا۔

⑫ دو درویش دور دراز کا سفر کر کے آپ کی زیارت کیلئے جب خانقاہ میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ بادشاہ کے پاس تشریف لے گئے ہیں وہ درویش سخت حیران ہوئے کہ یہ کیسے شیخ ہیں جو بادشاہ کے پاس جاتے ہیں۔ بئس الفقیر علیٰ باب الامیر کے مصداق ہیں۔ اتفاقاً اسی وقت دو چور شاہی دربار سے بھاگ نکلے، ان کو تلاش کرتے کرتے سپاہیوں نے ان درویشوں کو آ پکڑا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ شریعت کے مطابق ان دونوں کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ اس وقت بادشاہ کے پاس جلوہ افروز تھے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ دونوں درویش چور نہیں ہیں بلکہ یہ تو مجھے ملنے کیلئے آئے ہیں، ان کو چھوڑ دو۔ پھر آپ دونوں درویشوں کو ساتھ لیکر خانقاہ میں تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ میں بادشاہ کے پاس اس لیے گیا تھا کہ تمہارے ہاتھ قطع ہونے سے بچاؤں۔ اگر میں وہاں نہ ہوتا تو تمہارے ہاتھ قطع ہو چکے ہوتے اور بئس الفقیر علیٰ باب الامیر کے مصداق میں جب ہوتا کہ طمعِ دنیا کیلئے جاتا۔ وہ دونوں درویش شرمسار ہوئے اور قدموں میں گر گئے۔

ارشاداتِ قدسیہ

① پیر کون ہے؟ پیر وہ شخص ہے جو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند و ناپسند کا خیال رکھتا ہو، یعنی جس کام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا ہے، اس پر عمل پیرا ہو، اور جس کام کو حضور

صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا ہے اُس سے مکمل اجتناب کرے۔ اور وہ خود اور اُس کی تمام خواہشات اُس سے گم ہو گئی ہوں اور وہ ایسا آئینہ ہو گیا ہو جس میں سوائے حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و اوصاف کے کچھ نظر نہ آئے۔ اس مقام میں وہ صفاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے متصف ہونے کے سبب اللہ تعالیٰ کے تصرّف کا مظہر بن جاتا ہے اور تصرّفِ الٰہی سے اصحابِ استعداد کے باطن میں تصرّف کرتا ہے۔ ؎

از بسکہ در کنار ہمے گیرد آں نگار
بگرفت بوئے یار و رہا کرد بوئے طین

② مرید وہ ہے کہ ارادت کی آگ کی تاثیر سے اُس کی خواہش جل گئی ہو اور اُس کی مرادوں میں سے کچھ نہ رہا ہو۔ اور اپنے دل کی بصیرت سے پیر کے آئینہ میں مراد کا جمال دیکھ کر اُس نے سب قبلوں سے منہ پھیر لیا ہو اور پیر کا جمال اس کا قبلہ ہو گیا ہو اور پیر کی بندگی میں آزادی سے فارغ ہو کہ سوائے پیر کے آستانہ کے اپنے سرِ نیاز کو کہیں خم نہ کرتا ہو۔ اور سب سے منہ پھیر کر اپنی سعادت پیر کی قبولیت میں اور اپنی شقاوت پیر کے ردّ میں سمجھتا ہو بلکہ نیستی کا خط وجود کی پیشانی پہ کھینچ کر وجودِ غیر کے شعور کے تفرقہ سے رہائی پا گیا ہو۔ ؎

ہرا کہ در سرِ لبے نگاریست فارغ است
از باغ و بوستان و تماشائے لالہ زار

③ ہم درویشوں کی ایک جماعت ایک جگہ بیٹھی تھی۔ دورانِ گفتگو اس حدیث شریف کا ذکر ہوا کہ جمعۃ المبارک کے دن ایک ایسی ساعت ہوتی ہے کہ اُس میں اللہ تعالیٰ سے جو کچھ مانگا جائے، مل جاتا ہے، اس ساعت کا تذکرہ ہوا کہ اگر وہ ساعت میسّر آئے تو اُس میں اللہ تعالیٰ سے کیا مانگنا چاہیئے۔ ہر ایک نے کچھ نہ کچھ کہا۔ جب میری باری آئی تو میں نے کہا کہ اربابِ جمعیت[1] کی صحبت مانگنی چاہیئے کیونکہ اس کے ضمن میں تمام سعادتیں حاصل ہیں۔

④ اگر تجھ سے پوچھا جائے کہ توحید کیا ہے تو یہ جواب دے کہ غیر اللہ کی آگاہی سے دل کا آزاد کرنا توحید ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ وحدت کیا ہے تو یہ جواب دے کہ غیر اللہ کے وجود کے علم و شعور سے دل کی خلاصی وحدت ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ اتحاد کیا ہے، تو یہ جواب دے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی میں استغراق اتحاد ہے اگر پوچھا جائے کہ "سعادت" کیا ہے؛ تو یہ جواب

---

[1] اربابِ جمعیت سے مراد وہ سالکین ہیں جو تمام سے منہ پھیر کر مطلوبِ حقیقی کے مشاہدہ میں مستغرق ہیں۔

دے کہ اللہ تعالیٰ کی دید کے ساتھ خودی سے خلاصی سعادت ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ شقاوت کیا ہے؟ تو جواب دے کہ خودی میں رہنا اور حق سے باز رہنا شقاوت ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ وصل کیا ہے؟ تو جواب دے کہ وجودِ حق تعالیٰ کے نور کے شہود کے ساتھ اپنے آپ کو بھول جانا وصل ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ فصل کیا ہے؟ تو یہ جواب دے کہ دل کا غیر اللہ سے جدا کرنا فصل ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ سکر کیا ہے؟ تو جواب دے کہ ایسے حال کا دل پر ظاہر ہونا کہ دل اُس چیز کو پوشیدہ نہ رکھ سکے۔ جس کا پوشیدہ رکھنا اُس حال سے پہلے واجب تھا۔

(۵) فرماتے تھے کہ اگر تمام احوال[1] اور مواجید[2] ہمیں عطا کیے جائیں اور ہمیں اہلِ سنت و جماعت کے عقائد سے آراستہ نہ کیا جائے تو ہم اُسے بجز خرابی کچھ نہیں سمجھتے اور اگر تمام خرابیاں ہم پر جمع کی جائیں اور اہلِ سنت وجماعت کے عقائد سے سرفراز فرمایا جائے تو ہمیں کچھ ڈر نہیں۔

(۶) ہماری زبان دل کا آئینہ ہے، دل روح کا آئینہ ہے اور روح حقیقتِ انسانی کا آئینہ ہے، حقیقتِ انسانی اللہ تعالیٰ کا آئینہ ہے۔ حقائقِ غیبیہ، غیبِ ذات سے دور دراز فاصلے طے کر کے زبان پر آتے ہیں اور یہاں صورتِ لفظی قبول کر کے مستعدانِ حقائق کے کانوں میں پہنچتے ہیں۔

(۷) میں جو بعض اکابر کی خدمت میں رہا، تو انہوں نے مجھے دو چیزیں عطا فرمائیں۔ ایک یہ کہ میں جو کچھ لکھوں جدید ہوگا نہ کہ قدیم۔ دوسرے یہ کہ میں جو کچھ کہوں، مقبول ہوگا۔

(۸) آیۂ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ کے معنی میں آپ فرماتے تھے کہ اس کے دو معنی ہیں پہلا یہ کہ اہلِ صدق کے ساتھ مجالست و مصاحبت کو لازم پکڑے تا کہ اُن کی صحبت کے دوام کے سبب سے اُس کا باطن اُن کے صفات و اخلاق کے انوار سے روشن ہو جائے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ باطن کی شاہراہ سے اُس گروہ کے ساتھ رابطہ کا طریق اختیار کرے جو واسطہ ہونے کا استحقاق رکھتے ہیں اور صحبت کو اس امر میں حصر (احاطہ کرنا، گھیرنا) نہ کرے کہ ہمیشہ آنکھ کے ساتھ دیکھے بلکہ ایسا کرے کہ صحبت دائمی ہو جائے اور صورت سے معنی کی طرف عبور کرے تا کہ واسطہ ہمیشہ نظر

---

[1] احوال جمع ہے حال کی۔ حال وہ معنی ہے جو سالک کے دل پر بغیر تصنع اور اکتساب کے وارد ہوتا ہے۔ مثلاً خوشی یا غم یا قبض یا بسط وغیرہ۔ حال جب دائم ہو اور ملکہ بن جائے تو اُسے مقام کہتے ہیں۔ پس احوال مواہب ہیں اور مقامات مکاسب۔ حال عینِ جود سے آتے ہیں اور مقامات بذلِ مجہود سے حاصل ہوتے ہیں۔

[2] مواجید جمع ہے وجد کی۔ وجد وہ ہے جو سالک کے دل پر آئے اور بغیر تکلف و تصنع کے وارد ہو [illegible] اوراد و وظائف پر بفضلِ الٰہی مترتب ہوتے ہیں۔ اکتساب کو ان میں دخل نہیں۔

میں رہے۔ جب اس بات کو دوام کے طور پر ملحوظ رکھے گا، تو اُس کے باطن کو اُن کے باطن کے ساتھ نسبت و اتحاد پیدا ہو جائے گا اور اس واسطہ سے اُسے مقصودِ اصلی حاصل ہو جائے گا۔

⑨ حدیث شریف میں جو آیا ہے شَیَّبَتْنِیْ سُوْرَۃُ هُوْدٍ (سورۂ ہود نے مجھے بوڑھا کر دیا) اس کی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں استقامت کا حکم آیا ہے۔ چنانچہ باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ (پس تُو استقامت کر جیسا کہ تجھے حکم ہوا ہے) اور استقامت نہایت دشوار ہے کیونکہ استقامت کے معنی ہیں قائم رہنا حدِ وسط میں تمام افعال و اقوال اور اخلاق و احوال میں، بدیں طور کہ تمام افعال میں ضرورت سے تجاوز صادر نہ ہو اور افراط و تفریط سے محفوظ رہے۔ اسی سبب سے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ ضروری کام تو استقامت ہے۔ کرامت و خوارقِ عادات کے ظہور کا کچھ اعتبار نہیں۔

⑩ لوگوں کے اعمال و اخلاق سے جمادات کا متاثر ہونا محققین کے نزدیک ایک ثابت امر ہے۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ نے اس بارے میں بہت تحقیق کی ہے۔ یہ تاثر اس درجہ تک ہے کہ اگر ایک شخص نماز کو جو افضلِ عبادات ہے ایسی جگہ ادا کرے جو ایک جماعت کے اعمال و اخلاق ناپسندیدہ سے متاثر ہو گئی ہو تو اُس نماز کا جمال اور رونق اس نماز کے برابر نہیں جو ایسی جگہ میں ادا کی جائے جو اربابِ جمعیت کی برکت سے متاثر ہو۔ یہی سبب ہے کہ حرمِ مکّہ میں دو رکعت نماز غیر حرم میں بہت سی رکعتوں کے برابر ہے۔

⑪ ہمارے زمانہ میں توحید یہ ہو گئی ہے کہ لوگ بازاروں میں جاتے ہیں اور بے ریش لڑکوں کو دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ تعالیٰ کے حسن و جمال کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ایسے مشاہدہ سے خدا کی پناہ! تفصیل اس ارشاد کی یوں ہے کہ حضرت سیّد قاسم تبریزی قدس سرہٗ اس ولایت (ملک) میں تشریف لائے تھے۔ اُن کے مریدوں کی ایک جماعت بازاروں میں پھرتی تھی۔ اور بے ریش لڑکوں کا نظارہ کرتی اور ان سے تعلق پیدا کرتی تھی اور کہتی تھی کہ صورِ جمیلہ (حسین شکل و صورت) میں ہم اللہ تعالیٰ کے جمال کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ حضرت سیّد قدس سرہٗ بعض اوقات فرماتے کہ ہمارے سؤر کہاں گئے ہیں؟ اس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ گروہ حضرت سیّد کی نظرِ بصیرت میں سؤر کی شکل میں دکھائی دیتا تھا۔

⑫ ایک روز آپ نے ایک شخص سے کہا کہ اگر تمہیں حضرت خواجہ خواجگان بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ کی صحبت میں ایک نسبت حاصل ہو جائے اور پھر اس کے بعد تم کسی دوسرے بزرگ کی خدمت میں چلے جاؤ۔ اور اس کی صحبت میں بھی وہی نسبت پھر حاصل ہو جائے تو تم کیا کرو گے، کیا خواجہ نقشبندؒ کو چھوڑ دو گے؟ پھر از خود ہی فرمایا کہ کسی دوسری جگہ سے اگر تمہیں وہی نسبت حاصل ہو تو تمہیں چاہیے کہ اُس نسبت کو حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ ہی کا فیض سمجھو۔ پھر یہ حکایت بیان کی کہ حضرت شیخ قطب الدین حیدر قدس سرہٗ کے مریدوں میں ایک مرید حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ کی خانقاہ میں گیا۔ وہ نہایت بھوکا تھا۔ اس نے اپنے پیر کے گاؤں کی طرف منہ کر کے کہا "شیئاً للہ قطب الدین حیدرؒ" حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ کو جو اس کا حال معلوم ہوا تو اپنے خادم کو حکم دیا کہ فوراً کھانا اس کے پاس لے جا کر کھلاؤ۔ جب وہ درویش کھانا کھا کر فارغ ہوا تو پھر اپنے پیر کے گاؤں کی طرف منہ کر کے کہا "شکراً للہ قطب الدین حیدرؒ" کہ آپ نے ہم کو کسی جگہ نہیں چھوڑا۔ جب خادم حضرت شیخ کے پاس گیا تو انہوں نے پوچھا کہ تو نے اس درویش کو کیسا پایا؟ خادم نے عرض کیا کہ وہ مہمل شخص ہے۔ کھانا تو آپ کا کھاتا ہے مگر شکر قطب الدین حیدرؒ کا کرتا ہے۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ مریدی اس سے سیکھنی چاہیے کہ ظاہری و باطنی فائدہ جس جگہ پائے اُسے اپنے پیر کی برکت سے سمجھے۔

⑬ ایک روز تعظیمِ ساداتِ کرام کے بارے میں ارشادات فرما رہے تھے کہ جس بستی میں سادات رہتے ہوں، میں اس میں نہیں رہنا چاہتا کیونکہ اُن کی بزرگی اور شرف زیادہ ہے، میں اُن کی تعظیم و تکریم کا حق ادا نہیں کر سکتا۔

ایک روز امام اعظم قدس سرہٗ درس کی مجلس میں کئی بار اُٹھے۔ کسی کو اس کا سبب معلوم نہ ہوا۔ آخر کار حضرت امامؒ کے ایک شاگرد نے دریافت کیا۔ حضرت امامؒ نے فرمایا کہ ساداتِ علوی کا ایک لڑکا اُن لڑکوں میں ہے جو مدرسہ کے صحن میں کھیل رہے ہیں۔ وہ لڑکا جب اس درس کے قریب آتا ہے اور اُس پر میری نظر پڑتی ہے تو میں اس کی تعظیم کیلئے اُٹھتا ہوں۔

⑭ کشفِ قبور یہ ہے کہ صاحبِ قبر کی روح مثالی صورتوں میں سے کسی مناسب صورت کے ساتھ متمثل ہو جاتی ہے۔ صاحبِ کشف اُس کو بصیرت کی آنکھ سے اُسی صورت میں مشاہدہ کرتا ہے

لیکن چونکہ شیطانوں کو مختلف صورتوں اور شکلوں کے ساتھ متمثل و متشکل ہوجانے کی قوّت ہوتی ہے اس لیے ہمارے خواجگان قدس اللہ ارواحہم نے اس کشف کا اعتبار نہیں کیا ہے۔ اصحاب قبور کی زیارت میں اُن کا طریقہ یہ ہے کہ جب وہ کسی بزرگ کی قبر پر پہنچتے ہیں تو اپنے آپ کو تمام کیفیتوں اور نسبتوں سے خالی کر کے انتظار میں بیٹھ جاتے ہیں کہ دیکھیے کیا نسبت ظاہر ہو۔ اُس نسبت سے صاحب قبر کا حال معلوم کر لیتے ہیں اور بیگانوں کی صحبت میں بھی اُن کا یہی طریقہ ہے کہ جو شخص اُن کے پاس بیٹھے وہ اپنے باطن پر نظر ڈالتے ہیں جو کچھ اس شخص کے آنے کے بعد ظاہر ہو وہ جان لیتے ہیں کہ یہ اُس کی نسبت ہے اور ہمارا اس میں کچھ دخل نہیں۔ اس نسبت کے مطابق لُطف یا قہر سے اُس سے پیش آتے ہیں۔

(۱۵) محققین کے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ موت کے بعد اولیاء اللہ ترقی کرتے ہیں۔

(۱۶) اس سلسلہ (سلسلہ نقشبندیہ) کے خواجگان قدس اللہ ارواحہم ہر ریاکار اور بازیگر کی طرف نسبت نہیں رکھتے۔ اُن کا کارخانہ بلند ہے۔

(۱۷) ہر زمانہ میں رجال غیب صالحین میں سے اُس شخص کی صحبت میں رہتے ہیں جو عزیمت[1] پر عمل کرتا ہے۔ یہ گروہ رخصت سے بھاگتا ہے۔ رخصت پر عمل کرنا ضعیفوں کا کام ہے۔ ہمارے خواجگان قدس اللہ ارواحہم کا طریقہ عزیمت ہے۔

(۱۸) جس وقت آپ عزیمت (احتیاط) کے طریق سے کوئی کام کرتے تو فرماتے کہ لقمہ و طعام میں احتیاط کرنا ضروریات سے ہے۔ چاہیے کہ کھانا پکانے والا باوضو ہو۔ وہ شعور و آگاہی سے لکڑی چولہے میں رکھے اور آگ جلائے۔ جس پکانے میں غصہ یا پریشان باتیں ظہور میں آئیں اُس کھانے کو حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نہ کھاتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ اس کھانے میں ظلمت ہے ہمیں اس کا کھانا جائز نہیں۔

(۱۹) چاہیے کہ مرید کی توجہ پیر کے دو ابرو کے درمیان ہو اور پیر کو تمام اوقات اور احوال میں آگاہ و حاضر سمجھے تاکہ پیر کی بزرگی اور عظمت اُس میں تصرّف کرے اور جو چیز پیر کے حضور میں نامناسب ہو وہ مرید کے باطن سے کوچ کر جائے۔ اس امر کے کمال کے سبب سے یہ حال ہو جائے کہ

---

[1] عزیمت شریعت میں اصل مشروع کو کہتے ہیں اور رخصت اُسے بولتے ہیں جو کسی عذر کے سبب سے مباح سمجھا گیا ہو حالانکہ اُس کی حرمت کی دلیل قائم ہو۔

پیر و مرید کے درمیان سے حجاب اُٹھ جائے اور پیر کی تمام مرادیں اور مقاصد بلکہ اس کے احوال و مواجید مرید کے مشاہدہ و معائنہ میں آجائیں۔

(۲۰) ردی خطرات اور طبعی مقتضیات میں گرفتاری سے خلاصی کا طریقہ تین چیزوں میں سے ایک ہو سکتی ہے۔ اوّل یہ کہ اعمالِ خیر جو اس گروہ نے مقرر کیے ہیں، اُن میں سے ہر ایک کو اپنے اوپر لازم کرے اور طریقِ ریاضت اختیار کرے۔ دوسرے یہ کہ اپنی قوّت و طاقت کو درمیان سے اُٹھا دے اور جان لے کہ میں ایسا نہیں کہ خود بخود اس بلا سے خلاصی حاصل کر سکوں اور عاجزی و محتاجی کے طور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حضور تضرّع و انکساری کرے تاکہ اللہ تعالیٰ اُس کو اس بلا سے نجات دے۔ تیسرے یہ کہ اپنے پیر کی ہمت و باطن سے مدد طلب کرے اور اُس کو اپنی توجہ کا قبلہ بنائے۔ اس تقریر کے بعد آپ نے حاضرین سے پوچھا کہ ان تین طریقوں میں سے بہتر کون سا ہے؟ پھر آپ نے خود ہی فرمایا کہ پیر کی ہمت سے مدد مانگنا اور اُس کی طرف متوجہ ہونا بہتر ہے۔ کیونکہ طالب اس صورت میں اپنے تئیں اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ سے عاجز سمجھ کر پیر کو اس توجہ اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں وصول کا وسیلہ بناتا ہے۔ یہ امر حصولِ نتیجہ کے قریب تر ہے۔ جو کچھ طالب کا مقصود ہے اس تقدیر پر زیادہ جلدی متفرع ہوگا کیونکہ وہ ہمیشہ پیر کی ہمت سے مدد طلب کرنے والا ہوگا۔

(۲۱) عبادت سے مراد یہ ہے کہ اوامر پر عمل کریں اور نواہی سے پرہیز کریں۔ عبودیت سے مراد اللہ تعالیٰ کے حضور ہمیشہ توجہ اور اقبال ہے۔

(۲۲) شریعت، طریقت اور حقیقت تین چیزیں ہیں۔ احکامِ ظاہری کا جاری کرنا شریعت ہے۔ جمعیتِ باطن میں تعمّل و تکلّف طریقت ہے اور اس جمعیت میں رسوخ حقیقت ہے۔

(۲۳) سیر دو طرح کی ہے۔ سیرِ مستطیل اور سیرِ مستدیر۔[1] سیرِ مستطیل بُعد در بُعد ہے اور سیرِ مستدیر قُرب در قُرب ہے۔ سیرِ مستطیل سے مراد مقصود کو اپنے دائرے کے خارج سے طلب کرنا ہے اور سیرِ مستدیر اپنے دل کے گرد پھرنا اور مقصود کو اپنے سے ڈھونڈنا ہے۔

(۲۴) علم دو ہیں۔ علمِ وراثت اور علمِ لدنی۔ علمِ وراثت وہ ہے جس سے پہلے کوئی عمل ہو۔ چنانچہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] سیرِ مستطیل سے مراد سیرِ آفاقی اور سیرِ مستدیر سے مراد سیرِ نفسی ہے (انصوری)

لمن عمل بما علم ورثہ اللہ علم مالم یعلم || جو شخص اپنے علم پر عمل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو وارث بناتا ہے اُس علم کا جو اُسے معلوم نہیں۔

اور علم لدنی وہ علم ہے جس سے پہلے کوئی عمل نہ ہو، بلکہ بغیر کسی سابق عمل کے اللہ تعالیٰ محض عنایت بے علت سے اپنے پاس سے بندے کو کسی خاص علم کے ساتھ مشرف کرے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَعَلَّمْنٰہُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا (سورۂ کہف۔ ع۹) || اور سکھایا تھا ہم نے اُس کو اپنے پاس سے علم۔

آپ نے فرمایا کہ علم کی طرح اجر بھی دو قسم کا ہے، اجرِ ممنون اور اجرِ غیر ممنون۔ اجرِ ممنون وہ ہے جو کسی عمل کے مقابلہ میں نہ ہو بلکہ محض موہبت (عطا، بخشش) ہو۔ اور اجرِ غیر ممنون وہ ہے جو کسی عمل کے مقابلہ میں ہو۔

(٢٥) لوگوں نے خیال کیا ہے کہ شاید کمال انا الحق کہنے میں ہے۔ نہیں، بلکہ کمال اس میں ہے کہ انا کو دُور کیا جائے اور کبھی اُسے یاد نہ کیا جائے۔

(٢٦) فنائے مطلق کے معنی یہ نہیں کہ صاحبِ فنا کو اپنے اوصاف و افعال کا شعور نہ ہو بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ بطریقِ ذوق اپنے آپ سے اوصاف و افعال کے اسناد کی نفی کرے اور فاعلِ حقیقی جل ذکرہٗ (اُس کے ذکر کی بڑی عظمت اور شان ہے) کیلئے اسناد ثابت کرے۔ وہ جو صوفیہ قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم نے فرمایا ہے کہ نفی اثبات کے ساتھ مخالفت نہیں رکھتی، اُس کے یہی معنی ہیں۔ آپ نے مثال کے طور پر فرمایا کہ یہ کپڑا جو میں پہنے ہوئے ہوں عاریتی ہے اور مجھے اس کے عاریتی ہونے کا علم نہیں اور اس سبب سے کہ اس کو میں اپنی ملک سمجھتا ہوں اس سے تعلق رکھتا ہوں۔ ناگاہ مجھے اس کپڑے کے عاریتی ہونے کا علم ہو گیا۔ اُسی وقت میرا تعلق اس سے منقطع ہو گیا حالانکہ میں بالفعل پہن رہا ہوں۔ اسی پر تمام صفات کو قیاس کرنا چاہیئے کہ سب عاریتی ہیں تاکہ غیر اللہ سے دل منقطع ہو جائے اور پاک و مطہر ہو جائے۔

(٢٧) وصل حقیقت میں یہ ہے کہ دل بطریقِ ذوق اللہ تعالیٰ کے ساتھ جمع ہو جائے جب یہ بات دائمُ ہمیشہ ہو جائے تو اسے دوامِ وصل بولتے ہیں، نہایت یہی ہے۔ وہ جو حضرت خواجہ بہاءالدین قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ ہم نہایت کو بدایت (انتہا کو ابتدا میں) درج کرتے ہیں۔ اس سے مراد یہی نہایت ہے۔ اور جو آپ نے فرمایا ہے کہ ہم محض قبولیت کا واسطہ ہیں، ہم سے

منقطع ہونا چاہیئے اور مقصود سے ملنا چاہیئے یہی وصل ہے ۔

(۲۸) تجلّی کے معنی کشف ہیں۔ اس امر کا ظہور دو طرح سے ہو سکتا ہے۔ ایک کشفِ عیانی جو دارِ جزا میں سر کی آنکھ کے ساتھ مقصود کے جمال کا مشاہدہ ہے۔ دوسرے یہ کہ غلبۂ محبت کے ساتھ غائب کو کثرت سے حاضر کرنے کے ذریعہ سے کہ وہ غائب مثل محسوس کے ہو جائے کیونکہ خواص محبت میں سے ہے کہ وہ غائب کو مثل محسوس کے کر دیتی ہے۔ دنیا میں اربابِ کمال کے قدم کی انتہا یہی ہے۔

(۲۹) اگر ہم شیخی کرتے تو اس زمانہ میں کسی شیخ کو مرید نہ مل سکتا۔ لیکن ہمیں اور کام کا حکم ملا ہے کہ مسلمانوں کو ظالموں کے شر سے بچائیں۔ اس واسطے ہمیں بادشاہوں سے میل جول رکھنا اور اُن کے نفوس کو مسخّر کرنا اور اس عمل کے ذریعہ سے مسلمانوں کی مطلب برآری ضروری ہے۔

(۳۰) اللہ تعالیٰ نے محض اپنی عنایت سے مجھے ایسی قوّت عطا کی ہے کہ اگر میں چاہوں تو ایک رُقعہ سے بادشاہ خطا کو جو الوہیت کا دعویٰ کرتا ہے، ایسا کر دوں کہ بادشاہت چھوڑ کر ننگے پاؤں خطا سے خار و خاشاک میں دوڑتا ہوا اپنے آپ کو میرے آستانہ پر پہنچائے لیکن باوجود ایسی قوت کے ہم خدا کے حکم کے منتظر ہیں جس وقت وہ چاہے اور حکم دے وقوع میں آئے گا۔ اس مقام کیلئے ادب لازم ہے اور ادب یہ ہے کہ بندہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے ارادہ کا تابع بنائے نہ کہ اللہ کو اپنے ارادہ کا تابع بنائے۔

(۳۱) ہر روز سونے سے قبل اپنے گزشتہ اوقات کو یاد کرو کہ کس طرح گزرے ہیں۔ اگر غیر طاعت سے گزرے ہیں تو توبہ و استغفار کرنا چاہیئے۔

(۳۲) منجملہ آدابِ طریقت سے یہ ہے کہ ہمیشہ باوضو رہے کیونکہ دوامِ وضو سے فراخیٔ رزق ہوتی ہے۔

(۳۳) جو شخص فقیروں کی صحبت میں آئے، اُسے چاہیئے کہ اپنے آپ کو نہایت مفلس ظاہر کرے تاکہ اُس پر اُن کو رحم آئے۔

(۳۴) رہبر کا سایہ ذکرِ حق کرنے سے زیادہ بہتر ہے یعنی مرید کیلئے رہبر کا سایہ اُس کے ذکرِ حق کرنے سے زیادہ نفع مند ہے۔ کیونکہ مرید کو اُس وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ کامل مناسبت حاصل نہیں ہوتی تاکہ براستہ ذکر اُسے مکمل نفع حاصل ہو۔

۲۰

حضرت خواجہ محمد زاہد وخشی قدس سرہٗ

وخش نزد حصار علاقہ بخارا
سنہ ۸۵۲ھ
سنہ ۱۴۴۸ء

سنہ ۹۳۶ھ
سنہ ۱۵۲۹ء
وخش نزد حصار علاقہ بخارا

قطعۂ تاریخِ وصال

خواجہ احرار کی نظر کے طفیل
خوش طبیعت تھے اور خوش اوصاف
مل گیا غیب سے سنِ رحلت
"خواجہ زاہد خلیفۂ اسلاف"

۱۵۲۹ء

صابر براری، کراچی

حضرت خواجہ محمد زاہد وخشی قدس سرہٗ

آپ کی ولادت باسعادت قصبہ وخش نزد حصار علاقہ بخارا میں ۱۴ شوال ۸۵۲ھ / ۱۱ دسمبر ۱۴۴۸ء کو ہوئی۔ آپ کا انتساب طریقہ نقشبندیہ میں حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ سے ہے۔ آپ حضرت خواجہ یعقوب چرخی قدس سرہٗ کے نواسہ ہیں اور ذکر کی تلقین ان کے کسی خلیفہ سے حاصل کی تھی۔ جب حضرت احرار قدس سرہٗ کے رشد و ہدایت کا آوازہ آپ کے کان میں پہنچا تو حصار سے سمرقند کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں پہنچکر محلہ واسرائے میں قیام فرما ہوئے۔ یہاں سے حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کی خانقاہ شریف تین کوس (چھ میل) کے فاصلہ پر تھی۔ حضرت خواجہ کو بذریعہ کشف معلوم ہو گیا کہ مولانا خواجہ زاہد ہماری ملاقات کیلئے آ رہے ہیں۔ ان کے دل میں آیا کہ آپ کا استقبال کرنا چاہیے۔ عین دوپہر کے وقت فرمایا کہ سواری کا اونٹ لاؤ، اس پر سوار ہو کر تمام مریدین کو ساتھ لیکر چل پڑے کسی کو معلوم نہ تھا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں۔ آپ نے اونٹ کو اس کے حال پر چھوڑ دیا کہ جہاں چاہے چلا جائے۔ جب حضرت خواجہ، آپ کی قیام گاہ پر پہنچے تو اونٹ خود بخود رک گیا۔ اور حضرت خواجہ اتر پڑے۔

آپ کو حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کی تشریف آوری کی خبر ہوئی تو بے اختیار دوڑے آئے۔ حضرت کا استقبال کیا اور پاؤں کا بوسہ لیا۔ پھر خلوت میں اپنے واردات و معاملات و مقامات حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں پیش کئے اور بیعت کی خواہش کی۔ حضرت خواجہ نے بیعت کر کے اسی مجلس میں درجۂ تکمیل تک پہنچا دیا اور خلافت عطا کر کے وہیں سے رخصت کر دیا۔

یہ دیکھ کر حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے بعض اصحاب آتشِ غیرت سے جلنے لگے کہ مولانا زاہد کو آپ نے پہلی ہی صحبت میں خلافت عطا فرما دی۔ حالانکہ ہم برسوں سے آپ کی خدمت کر رہے ہیں۔ مگر ہم پر یہ عنایت نہیں فرمائی۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ مولانا زاہد، چراغ اور تیل بتی تیار کر کے ہمارے پاس آئے تھے۔ ہم نے صرف روشن کر کے رخصت کر دیا۔ یہ معاملہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کے تصرفِ عظیم اور آپ (مولانا خواجہ زاہد) کے کمال استعداد و قابلیت پر دلالت کرتا ہے۔

آپ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کے خلیفۂ اعظم تھے۔ علمِ ظاہری و باطنی میں خوب وافر حصہ رکھتے تھے۔ فقر و تجرید اور توحید و دریا میں مقاماتِ عالیہ پر فائز تھے۔ بیعت ہونے سے قبل برسوں ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہے تھے۔

وفات: آپ کی رحلت یکم ربیع الاوّل ۹۳۶ھ/۱۵۲۹ء کو وخش میں ہوئی اور وہیں مزارِ مقدس بنا جو مرجعِ خواص و عوام ہے۔

* * *

۲۱

حضرت خواجہ درویش محمد قدس سرہٗ

سنہ ۸۴۶ھ — سنہ ۳۴۴۱ء

سنہ ۹۷۰ھ — سنہ ۱۵۶۲ء

اسفرار ماورا النہر ترکی

قطعہ تاریخ وصال

معروف رہا کرتے تھے وہ ذکرِ خدا میں — مستِ کمال تھے شہِ درویش محمد
صابرؔ سنِ وصال ہے اُس فخرِ ملک کا — "یوسف جمال تھے شہِ درویش محمد"

۱۵۶۲ء

(صابرؔ براری، کراچی)

حضرت خواجہ درویش محمد قدس سرہٗ

آپ کی ولادت ۱۶؍ شوال ۸۴۶ھ مطابق ۶؍ فروری ۱۴۴۳ء کو ہوئی۔ آپ کو اپنے ماموں محمد زاہد قدس سرہٗ سے اجازت و خلافت ہے۔ بیعت سے پندرہ سال پہلے زہد و ریاضت میں مشغول رہا کرتے تھے اور تجرید و تفرید (خلوت، تنہائی، گوشہ نشینی) کی حالت میں بے خور و خواب (بغیر کھانے پینے کے) ویرانوں میں بسر اوقات کرتے تھے۔ ایک روز بھوک کی شدت میں آسمان کی طرف منہ اٹھایا تو اُسی وقت حضرت خضر علیہ السلام حاضر ہوئے اور فرمایا کہ اگر صبر و قناعت مطلوب ہے تو خواجہ محمد زاہد کی خدمت میں قدمبوسی کرو، وہ تم کو صبر و قناعت سکھا دیں گے۔ یہ سُن کر آپ حضرت خواجہ محمد زاہد کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوئے اور درجۂ تکمیل کو پہنچے۔ پھر اُن کے انتقال پر اُن کے مستقل نائب ہو گئے۔

آپ ورع و تقویٰ، عمل بعزیمت اور حفظِ نسبت میں شانِ عظیم رکھتے تھے۔ طریا گمنامی اور حالات کے چھپانے کا بڑا التزام تھا۔ اسی واسطے آپ بچوں کو قرآن شریف پڑھایا کرتے تھے تاکہ کسی کو آپکے حال و کمال سے آگاہی نہ ہونے پائے۔ ایک روز کسی ترک درویش کا آپکے شہر میں گزر ہوا۔ اس نے کہا کہ یہاں ایک مردِ خدا کی بُو آتی ہے اور آپ کی طرف اشارہ کیا۔

آپکے صاحبزادے حضرت خواجگی امکنگی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میرے والد گرامی قدر کی شہرت کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک روز ایک درویش نے شیخ نورالدین خوافی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کا تذکرہ کیا۔ والد ماجد نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا، بیٹا! یہ شیخ بہت بزرگ معلوم ہوتے ہیں۔

جب کبھی اُن کے ادھر تشریف لانے کا اتفاق ہوا تو میں اُن سے ضرور ملوں گا۔ اس ارشاد کے چند روز بعد شیخ ممدوح کا نواحِ امکنہ میں گزر ہوا۔ میرے والد نے جب اُن کے آنے کی خبر سُنی تو آپ اُن ہی کپڑوں میں جو آپ پہنے ہوئے تھے، کچھ ہدیہ لیکر شیخ کی ملاقات کیلئے روانہ ہو گئے۔ میں بھی آپکے قدموں کے ساتھ تھا (یعنی ہمراہ تھا) جب ہم وہاں پہنچے تو انہوں نے میرے والد گرامی قدر سے خوب معانقہ کیا اور کافی دیر تک بغل گیر رہے۔ پھر شیخ دو زانو ہو کر مراقبہ میں بیٹھ گئے اور میرے والد گرامی بھی بیٹھے رہے۔ پھر والد ماجد نے رخصت کی اجازت طلب کی تو حضرت شیخ نے چند قدم مشایعت کر کے رخصت کیا۔ بعد ازاں شیخ نے حاضرینِ مجلس سے پوچھا کہ یہاں کے طالبانِ خدا اس بزرگ کے پاس کافی آمد و رفت رکھتے ہوں گے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ تو کوئی شیخ نہیں ہیں بلکہ ایک ملا ہیں جو بچوں کو قرآن شریف پڑھانے میں مشغول رہتے ہیں۔ یہ سُن کر شیخ نور الدین ؒ نے فرمایا کہ یہاں کے لوگ کیسے اندھے اور مردہ دل ہیں جو ایسے درویش کامل سے فائدہ و فیض حاصل نہیں کرتے جب شیخ کی یہ بات مشہور اور زبان زد عام ہوئی تو ہر طرف سے طالبانِ طریقت آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے مگر آپ ہمیشہ گمنامی و گوشہ نشینی کی لذت کو یاد کیا کرتے اور خلقِ خدا کی آمد و رفت کی کثرت سے پریشان ہوا کرتے تھے۔

کرامت

حضرت شیخ حسین خوارزمی کبروی قدس سرہٗ اپنے وقت کے مقتدر تھے، جہاں کہیں تشریف لے جاتے وہاں کے مشائخ کی اُن کے تصرفات کے سامنے کوئی حیثیت نہ رہتی۔ جو درویش آپ کی ملاقات کو آتا، آپ اُس کی نسبت سلب کر لیتے۔ رفتہ رفتہ حضرت خواجہ مولانا درویش محمد کے شہر میں بھی اُن کا گزر ہوا۔ شہر کے مشائخ اُن کی ملاقات کیلئے گئے۔ حضرت مولانا خواجہ درویش محمد نے فرمایا کہ ہم کو بھی شیخ حسین کی ملاقات کیلئے جانا چاہیئے۔ یہ فرما کر مولانا نے شیخ موصوف کی نسبت اپنے باطن میں اندر ہی اندر سلب کر لی۔ اُدھر شیخ حسین ؒ اپنے آپ کو نسبت سے خالی پا کر حیران و پریشان ہوئے۔ جب حضرت مولانا خواجہ درویش محمد ملاقات کیلئے سوار ہوئے تو اس وقت شیخ نے اپنے باطن میں نسبت کی بو پائی، جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیض کی بو پائی تھی جبکہ وہ مصر سے روانہ ہوئے تھے۔ شیخ اونٹ پر سوار ہو کر نسبت کی بو کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے۔ جس قدر شیخ، حضرت مولانا خواجہ ؒ کے قریب ہوتے جاتے تھے اپنی گم شدہ نسبت کی بو زیادہ محسوس کرتے تھے۔

جب اثنائے راہ میں شیخ و مولانا میں باہم ملاقات ہوئی تو وہ بُو بھی منقطع ہو گئی۔ اُسی وقت شیخ نے جان لیا کہ میری نسبت، حضرت مولانا خواجہ درویش محمدؒ نے اپنے تصرف سے سلب کر لی ہے۔ شیخ نے نہایت انکسار اور بے حد تواضع کی اور بعد عاجزی کہا کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ اقلیم آپ کے زیر حکومت ہے اب میں یہاں سے چلا جاتا ہوں، حضرت خواجہ کو شیخ پر رحم آیا اور سلب شدہ نسبت واپس دے دی۔ چنانچہ شیخ نے اسی وقت اپنے آپ کو نسبت سے معمور پایا اور اُسے غنیمت سمجھ کر اُسی سواری پر واپس ہوئے اور اپنی قیامگاہ پر پہنچکر وطن کو لوٹ گئے۔

وفات آپ کی وفاتِ حسرت آیات بروز جمعرات ۱۹؍ محرم الحرام ۹۷۰ھ مطابق ۱۵۶۲ء کو ہوئی۔ مزار مقدس موضع اسفرار (ماوراء النہر) میں واقع ہے۔

* * *

۲۲

حضرت خواجہ محمد مقتدی امکنگی قدس سرہٗ

امکنہ نزد بخارا — سنہ ۹۱۸ھ / سنہ ۱۵۱۲ء ○ سنہ ۱۰۰۸ھ / سنہ ۱۶۰۰ء — امکنہ نزد بخارا

قطعۂ تاریخ وصال

آپ کے انوار سے روشن ہے قصبہ امکنہ   آپ سے پھیلا ہے ہر سو نقشبندی سلسلہ
کہیئے اے صابر براری اُن کی تاریخِ وصال   "ماہِ علمِ دینِ حق خواجہ محمد مقتدا"

۱۶۰۰ء

(صابر براری، کراچی)

حضرت خواجہ محمد مقتدیٰ امکنگی قدس سرہٗ

آپکا اسم مبارک محمد مقتدیٰ ہے۔ آپ موضع امکنہ کے رہنے والے ہیں جو بخارا کے دیہات میں سے ایک گاؤں ہے۔ اس گاؤں کی نسبت سے آپ کو امکنگی کہتے ہیں۔ آپ کی تربیتِ ظاہری و باطنی اپنے پدر بزرگوار حضرت خواجہ درویش محمد قدس سرہٗ سے ہے اور اُن ہی سے آپ کو خلافت ہے۔

آپ حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ سیّد بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ کے اصل طریقہ نقشبندیہ کی بڑی سختی سے پابندی فرماتے تھے اور اس طریقہ میں جو نئی باتیں بعض نقشبندی بزرگوں کی وجہ سے پیدا ہو گئی تھیں مثلاً ذکر بالجہر اور جماعتِ نمازِ تہجّد وغیرہ، ان سے پرہیز کرتے تھے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کے بالکل قدم بقدم چلتے تھے۔ نہایت عابد و زاہد اور صاحبِ کرامات و خوارق بزرگ تھے۔ اپنے حالات کے اخفا کی بہت کوشش کرتے تھے۔ اپنے وقت میں طالبانِ طریقت کے مرجع تھے۔ تصرّفِ باطنی کا یہ عالم تھا کہ علماء و شعراء، امراء و فقراء مستفید و مستفیض ہونے کیلئے آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضری دیا کرتے تھے بلکہ ملوک و سلاطینِ وقت آپکے آستانہ عالیہ کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتے تھے۔ چنانچہ عبداللہ خاں والیٔ [illegible] آپکا بہت معتقد و مرید تھا۔

آپ نے تیس برس تک مسندِ خلافت و شیخیت کو رونق بخشی۔ اگرچہ بڑھاپے کی وجہ سے دستِ مبارک میں رعشہ آگیا تھا مگر مہمانوں کی خدمت خود کرتے تھے۔ خود ہی مہمانوں کیلئے کھانا لاتے بلکہ بسا اوقات اُن کے خادموں اور سواریوں کی بھی خود خبرگیری فرماتے تھے۔ آپ کی کشف و کرامات سورج سے زیادہ روشن ہیں۔

کرامات

① عبداللہ خان والیٔ توران نے خواب میں دیکھا کہ ایک عظیم الشان خیمہ کھڑا ہے۔ جس میں حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ ایک بزرگ بارگاہ اقدس کے دروازے پر ہاتھ میں عصا لیے عرض بیگی (وہ شخص جو لوگوں کی درخواستیں بادشاہ یا کسی امیر کے حضور پیش کرے) کی خدمت بجا لا رہے ہیں اور خلائق کے معروضات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ بیکس پناہ میں پیش کر کے جواب لا رہے ہیں چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس بزرگ کے ہاتھ ایک تلوار مجھے ارسال فرمائی اور انہوں نے آ کر میری کمر میں لٹکا دی۔ اس کے بعد عبداللہ خان کی آنکھ کھل گئی اور لوگوں کو اُس بزرگ کا حلیہ بتا کر تلاش شروع کر دی۔ اُس کے ایک مصاحب نے عرض کیا کہ اس حلیہ کے بزرگ حضرت خواجہ امکنگی ہیں۔ بادشاہ یہ سُن کر بہت خوش ہوا اور بڑے شوق سے ہدایا و تحائف لیکر حاضر خدمت ہوا۔ آپ کا چہرہ مبارک بعینہٖ وہی پایا جو خواب میں دیکھا تھا۔ نہایت تواضع اور نیاز مندی سے نذرانہ قبول کرنے کی التماس کی مگر حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے قبول نہ کیا اور فرمایا کہ فقر کی حلاوت و شیرینی، نامرادی اور قناعت میں ہے۔ بادشاہ نے آیہ شریفہ

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (سورۂ نساء ع ۸)

حکم۔ نو اللہ اور اُس کے رسول کا اور اُن کا جو تم میں اختیار والے ہیں۔

پیش کی، تب آپ نے مجبوراً قبول فرما لیا۔ اس کے بادشاہ ہر روز صبح کے وقت نہایت عاجزی و انکساری کے ساتھ آپ کی قدمبوسی کیلئے حاضر ہوا کرتا تھا۔

② پیر محمد خاں والیٔ ماوراء النہر نے پچاس ہزار سواروں کے ساتھ سمرقند پر چڑھائی کی حاکم سمرقند، باقی محمد خاں کے پاس صرف چودہ ہزار سوار و پیادہ تھے۔ وہ بغرض استمداد حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اِس پر آپ نے پیر محمد خاں کے پاس تشریف لے جا کر اُسے نصیحت کی مگر وہ صلح و آشتی پہ رضامند نہ ہوا اور آپ خفا ہو کر واپس آ گئے۔ پھر باقی محمد خان سے فرمایا کہ اگر تو دل سے تائب ہو جائے کہ آئندہ خلقِ خدا پہ کبھی ظلم و تشدد نہیں کرے گا اور عدل و انصاف سے حکومت کرے گا تو فتح و نصرت تیرے قدم چومے گی۔ باقی محمد خاں نے عہد کیا کہ میں

آئندہ ظلم و تعدی نہ کروں گا۔ اس پر آپ نے حکم دیا کہ جاؤ! جا کر حملہ کرو، ماوراء النہر کی سلطنت تجھے مبارک ہو۔ یہ فرما کر دستِ شفقت اُس کی پیٹھ پر رکھا اور اپنی تلوار مبارک اُس کی کمر پہ باندھ کر روانہ کیا۔ اُس کے پیچھے پیچھے آپ بھی درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ روانہ ہوئے اور شہر کے کنارے پر ایک پرانی مسجد میں روبقبلہ مراقب ہو بیٹھے۔ اور بار بار سرِ اقدس اُٹھا کر پوچھتے تھے کہ کیا خبر ہے؟ دریں اثنا یہ خبر آئی کہ باقی محمد خاں نے فتح پائی اور پیر محمد خاں مارا گیا ہے۔ اس پر آپ مراقبہ سے اُٹھ کر اپنی قیامگاہ پر تشریف لے آئے۔

③ آپ کا ایک مرید درویش بیان کرتا ہے کہ ایک رات آپ کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ میں بھی دیگر خدام کے ساتھ ہمرکاب تھا۔ میرے پاؤں ننگے تھے۔ اتفاقاً ایک کانٹا چُبھا جس سے میں بے قرار ہو گیا۔ مجھے خیال آیا کہ اگر حضرت مجھ کو جوتا عنایت فرماتے تو کیا اچھا ہوتا۔ آپ نے اس خیال سے آگاہ ہو کر فرمایا:

"اے بھائی! جب تک پاؤں میں کانٹا نہیں چُبھتا، پھول ہاتھ نہیں آتا۔"

④ ایک دفعہ تین طالب علم مختلف ارادوں سے آپ کی خدمت میں آئے۔ ایک نے نیت کی اگر حضرت فلاں قسم کا کھانا کھلائیں تو بے شک صاحب کرامت ہیں۔ دوسرے نے دل میں کہا کہ اگر فلاں قسم کا میوہ مجھے عطا فرمائیں تو ولی ہیں۔ تیسرے نے خیال کیا کہ اگر فلاں حسین لڑکے کو مجلس میں حاضر کر دیں تو صاحب خوارق ہیں۔ حضرت اقدس نے پہلے دونوں کو تو ان کے خیال و خواہش کے مطابق کھانا اور میوہ عطا کیا مگر تیسرے کو فرمایا کہ درویشوں نے جو کمالات حاصل کئے ہیں، وہ صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اتباع سے کئے ہیں لہٰذا ان سے کوئی کام خلافِ شریعت صادر نہیں ہوتا۔ اس کے بعد تینوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ امرِ مباح کی نیت سے بھی درویشوں کے پاس نہیں آنا چاہیئے کیونکہ بسا اوقات وہ ایسے کاموں کی طرف توجہ نہیں کرتے اور آنے والے بد اعتقاد ہو کر اُن کی صحبت کی برکات سے محروم رہ جاتے ہیں۔ فقراء کے ہاں کرامتوں کا کوئی اعتبار نہیں، اُن کے پاس خالصتاً لوجہ اللہ آنا چاہیئے تاکہ فیضِ باطنی کا کچھ حصہ مل سکے۔

حق گوئی و بے باکی

ایک دفعہ آپ کے قصبہ امکنہ میں دو آدمیوں کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ آپ تمام معاملہ سے آگاہ تھے جب دونوں آدمیوں نے فیصلہ کیلئے قاضی کی طرف رجوع کیا تو

قاضی صاحب نے آپ سے شہادت طلب کی۔ آپ نے اُس شخص کی حمایت میں شہادت دی جو جائز حقدار تھا۔ فریق مخالف نے کہا کہ "جب تک آپ قسم نہ کھائیں ہم ان کی شہادت نہیں مانتے"۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ

> "سچی قسم کھانا شریعت مطہرہ میں جائز ہے لہٰذا میں شرعی کام میں تاخیر نہیں کروں گا۔"

وفات آپ نے اپنی وفات سے چند روز پہلے اپنے خلیفہ حضرت خواجہ محمد باقی اللہ قدس سرہٗ کو ایک خط لکھا تھا جس کے آخر میں یہ دو شعر درج تھے۔ ؎

زماں تا زماں مرگ یاد آیدم   ندانم کنوں تا چہ پیش آیدم
جدائی مبادا مرا از خدا   دگر ہر چہ پیش آیدم شایدم

اس خط کے پہنچتے ہی آپ کی وفات ہو گئی۔ اُس وقت آپ کی عمر شریف نوّے برس کی تھی اور تاریخ وفات ۲۲ رشعبان سنہ ۱۰۰۸ھ ۱۶۰۰ء ہے۔ قصبہ امکنہ میں آپ کا مزار متبرک بنا۔ برصغیر پاک و ہند کی سرزمین آپ کی احسان مند ہے کہ آپ نے اپنے خلیفہ اعظم حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کو یہاں بھیجا تاکہ روحانیت کی پیاسی یہ سرزمین بھی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے فیوض و برکات سے مستفید و مستفیض ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر سے نوازے۔ آمین۔

* * *

۲۳

حضرت خواجہ مؤید الدین محمد باقی باللہ قدس سرہٗ

کابل (افغانستان) سنہ ۹۷۱ھ سنہ ۱۵۶۴ء ○ سنہ ۱۰۱۲ھ سنہ ۱۶۰۳ء دہلی (انڈیا)

قطعۂ تاریخ وصال

تھے ولی ابنِ ولی ابنِ ولی ابنِ ولی
صاحبِ کشف و کرامت شہِ باقی باللہ
کہیے صابر یہی تاریخِ وصالِ خواجہ
"وقفِ رشد و ہدایت شہِ باقی باللہ"

۱۶۰۳ء

(صابر براری، کراچی)

Collection Of Advocate Showkat

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہٗ

حضرت خواجہ محمد باقی عرف باقی باللہ قدس سرہٗ کی ولادت باسعادت ۵ ذوالحجہ ۹۷۱ھ بمطابق ۱۵ جولائی ۱۵۶۴ء کو کابل (افغانستان) میں ہوئی جہاں آپ کے والد گرامی قاضی عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ ایک عرصے سے اپنے قبائل سمیت سکونت پذیر تھے۔ قاضی صاحب، صاحب وجد و حال ارباب فضل و سخا اور صاحب کشف و کرامت میں سے تھے۔ کابل ہی میں شادی کر کے مستقل طور پر رہ پڑے تھے۔ آپ کا قلب مبارک اس قدر نرم تھا کہ خوفِ الٰہی سے اکثر گریہ و بکا میں رہتے تھے چونکہ اُس زمانے میں بڑے علماء کو شیوخ کے لقب سے سرفراز کیا جاتا تھا اس وجہ سے قاضی صاحب کو بھی شیخ کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ آپ ترک خلجی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔

بچپن ہی سے بزرگی و ہمت اور تجرید و تفرید کے آثار حضرت خواجہ باقی باللہ کی پیشانی سے ظاہر تھے۔ ؎

بالائے سرش ز ہوشمندی
می تافت ستارۂ بلندی

اُن ایام میں بعض اوقات آپ تمام دن گوشۂ تنہائی میں گزار دیتے تھے۔ مولانا صادق حلوائی[1] جو کابل

---

[1] مولانا صادق حلوائی کا وطن سمرقند تھا جب وہ ۹۷۸ھ میں حج سے واپس تشریف لائے تو شہنشاہ اکبر کے چھوٹے بھائی مرزا حکیم نے جو کابل کا حاکم تھا، مولانا سے درخواست کی کہ وہ کچھ عرصہ کابل تشریف لا کر اس اور وہاں کے لوگوں کو اپنے علمی فیض سے مستفید ہونے کا موقع دیں لہٰذا وہ اس کی فرمائش پر کچھ عرصہ کابل میں درس دیتے رہے۔ اسی زمانہ میں حضرت خواجہ باقی باللہ نے بھی اُن سے تعلیم حاصل کی۔ وہ بہت بڑے عالم و فاضل اور خوش گو شاعر بھی تھے۔ اُن کے بھائی ملا علی محدث سمرقندی بھی بہت بڑے عالم اور محدث تھے۔ مولانا صادق حلوائی ہندوستان بھی آئے۔ کچھ عرصہ علم و فضل کے دریا بہانے کے بعد واپس وطن تشریف لے گئے اور ۹۸۱ھ میں وفات پائی۔

نمونۂ کلام ملاحظہ ہو۔ ؎

دل گم شد و ہیچ کس نشانش ندہد
در خندہ واست لعل تو دارم گماں از دو

نیز: ؎

ضمیر دوست چو آئینہ بے حجابانہ ست
در دمے نہ پیداست آنچہ در دل ماست

در حقیقت گر تو پنہاں در دل ویرانِ منی
شد عیاں از چہرہ ام ہر چند پنہاں داشتم

کے علمائے کبار میں سے تھے، سے علوم رسمی کی تعلیم شروع کی اور اُن کی رفاقت میں کابل سے ماوراء النہر چلے گئے۔ اپنی علوِ فطرت کے سبب سے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنے ہمعصروں میں امتیاز حاصل کرلیا۔

علوم رسمی کا ابھی کچھ حصہ باقی تھا کہ آپ کو درویشی کا شوق دامنگیر ہوا، اس لیے آپ ماوراء النہر کے شہروں میں جو اُن دنوں مشائخ کبار کا مخزن و معدن تھا، اولیاء اللہ کی تلاش میں گشت لگاتے پھرے۔ بعضوں سے استفادہ کیا اور بعضوں کے ہاتھ پر توبہ و انابت کی تجدید کی چنانچہ آپ خود یوں ارشاد فرماتے ہیں:۔

„پہلے پہل خواجہ عبید اللہ کی خدمت میں گناہوں سے توبہ کی گئی لیکن رجوع کا خیال اور ترک کا عزم باطن میں تھا اور فاتحہ کی التماس ظاہر میں۔ خواجہ عبید اللہ، مولانا لطف اللہ کے خلفاء میں سے تھے، اور مولانا لطف اللہ مولانا خواجگی ذہبی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ تھے۔ مگر جب استقامت کی توفیق حاصل نہ ہوئی تو دوسری بار حضرت بندگان افتخار شیخ کی خدمت میں توبہ کی گئی جو سمرقند میں تشریف رکھتے تھے اور حضرت خواجہ احمد یسوی کے سلسلہ کے اکابرین سے تھے۔ اگرچہ شیخ سمرقندی راضی نہ تھے اور فرماتے تھے کہ تم ابھی جوان ہو، لیکن چونکہ فقیر کا ارادہ مصمم تھا، ناچار آپ نے فاتحہ پڑھی اور فرمایا کہ خدا استقامت بخشے۔ ان بزرگوں کی فراست کے مطابق عزیمت درہم برہم ہوگئی اور عجیب خرابی پیدا ہوئی۔ تیسری مرتبہ فقیر کے منصوبہ و اختیار کے بغیر حضرت امیر عبد اللہ بلخی کی خدمت میں از سرِ نو توبہ ظہور میں آئی۔ یہ عجیب متبرک نعمت تھی۔ امید ہے کہ ان بخششوں کی برکتیں قیامت تک رہیں گی۔ القصہ کچھ مدت اور نگہداشت حدود کے مقام میں رہا۔ پھر اسم المنفا کی تاثیر نے اس دیوار کو توڑ دیا۔ آخرکار خدائے بے نیاز کی ہدایت سے خواب میں خواجہ بزرگ حضرت خواجہ بہاء الحق و الدین قدس سرہٗ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور اُن کی خدمت میں صورت توبہ منعقد ہوئی۔ اور اہل اللہ کے طریقہ کی طرف میلان ظہور میں آیا، فقیر کو عجیب

الغریق یتشبث بکل حشیش ‖ ڈوبنے والا ایک ایک تنکے کا سہارا ڈھونڈتا ہے۔

ہر طرف ہاتھ مار رہا تھا۔ انجام کار مخدوموں میں سے بعض نے فرمایا کہ ذکر وہی نتیجہ خیز ہے جو بطریق عنعنہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے۔ میری تشنگی و بیقراری نے مجھے اس پر آمادہ کیا کہ اسی بزرگ سے ذکر و مراقبہ کا طریق حاصل کیا جائے۔ چنانچہ دو سال اسی مخدوم کے بتلائے ہوئے ذکر و مراقبہ اور اوراد کی پابندی کی گئی۔ میرے سُننے میں آیا تھا کہ سالک جب تک قریباً چالیس سال لا اِلٰہ کے میدان کو طے نہیں کرتا اِلا اللہ کی منزل پر نہیں پہنچتا۔ اس لیے سادہ لوحی یہ خیال دلاتی تھی کہ عمر ذکر میں گزرنے کو غنیمت سمجھ اور اسی طرح کی عبادت پر قناعت کر۔ اگرچہ اس اثنا میں دوسرے طریقہ ہائے سلوک کیلئے غیبی اشارے ظہور میں آتے تھے۔ مگر اپنے مضبوط قدم کو جگہ سے نہ اٹھاتا تھا اور اسی طبقہ (نقشبندیہ) کے بزرگوں کی زمین کرم میں وَفِیھَا ما تشتھیہ الانفس (اور اس میں وہ چیز ہے جسے جی چاہے) کا بیج بوتا تھا بدیں امید کہ انشاء اللہ العزیز آخر کار کسی بزرگ کا دست کرم اس بیج کو ما لا عین رأت ولا اذن سمعت کی نہر سے سیراب کرے گا۔ آخر کار ۹۹۹ھ میں فقیر کشمیر میں پہنچا اور حضرت بابا والی قدس اللہ سرہ العالی کی ملازمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا اور اُن کی نظر کی برکتوں سے بہرہ مند ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ ان چیزوں سے قبول کا دروازہ کھل گیا چونکہ حضرت شیخ کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی بھی اجازت تھی اور فقیر طالب کی استعداد اس بزرگوار کے آستانہ کی طرف متوجہ تھی اس لئے اسی خانوادہ کی کھڑکی سے فیضان الٰہی پہنچنا شروع ہوا۔ جب حضرت شیخ ۱۵ صفر ۱۰۰۱ھ کو انتقال کر گئے تو حضرات خواجگان نقشبندیہ کی غیبت معہودہ جلوہ گر ہوئی اور اُن کی پاک روحیں مبشرات میں نظر آنے اور طرح طرح کی تلقین کرنے لگیں۔ اُن کی توجہ کی برکت سے اس نسبت میں قوت پیدا ہو گئی۔ اور غیبت کا دائرہ وسیع اور راستہ روشن ہو گیا اور ایک قسم کی جمعیت حاصل ہوئی۔ یہاں تک کہ اُن کی عنایات کی کشش سے مخدومی حقائق پناہی ارشاد دستگاہی حضرت مولانا خواجہ محمد مقتدیٰ امکنگی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں رسائی ہوئی اور خوشی و رغبت سے اُن سے بیعت و مصافحہ کر کے خواجگان کا طریقہ حاصل

کیا گیا۔ حضرت کی ملازمت، خواجہ نقشبندؒ اور اُن کے خلفاء کی پاک روحوں کی طفیل سے اس راستہ کے چلنے والوں اور اُس درگاہ کے نیازمندوں کے سلسلہ میں داخل ہو گیا یا اللہ! مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھنا اور مسکینی کی حالت میں موت دینا اور مسکینوں کے زمرہ میں اُٹھانا۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔"

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ اپنی کتاب "انفاس العارفین" میں لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ تلاش مرشد میں دہلی بھی تشریف لائے اور حضرت شیخ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں اُن کے صاحبزادے شیخ قطب العالمؒ کے پاس رہے۔ اُسی زمانے میں شیخ قطب العالمؒ کو کشف سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ باقی باللہ کو فیض روحانی مشائخ بخارا سے حاصل ہوگا لہٰذا انہوں نے اس کا ذکر حضرت خواجہؒ سے کیا اور انہیں بخارا روانہ کیا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت خواجہ امکنگی قدس سرہٗ سے بیعت ہونے سے پیشتر آپ جب ہندوستان تشریف لائے تو یہاں آپکے ہمسروں میں سے بعض لوگوں نے جو شاہی مناصب پر مامور تھے، آپ کی مادی ترقی کی غرض سے چاہا کہ آپ بھی ارباب لشکر کے زمرہ میں داخل ہو کر دنیوی دولت و متاع سے تونگری حاصل کریں لیکن چونکہ آپ کی قسمت میں دولت دین و متاع کی تونگری مقدر تھی اس لیئے اُن کی کوشش رائیگاں گئی۔ ایک درویش جو آپکے ہمراہ تھا، بیان کرتا ہے کہ آپنے سالکوں اور مجذوبوں کی تلاش میں اس قدر کوشش کی کہ اس سے بڑھ کر طاقت بشری سے متصور نہیں۔ شہر لاہور میں برسات کے موسم میں کیچڑ کی کثرت سے گلی کوچوں میں گزرنا بہت دشوار تھا مگر آپ باوجود نازک تنی کے بہت سی گزرگاہوں، ویرانوں، قبرستانوں، بیابانوں اور باغوں کو ارباب باطن کی ملاقات کے شوق میں روندتے پھرتے تھے۔ ایک روز میرے دل میں ولولہ پیدا ہوا کہ میں بھی آپکے ساتھ چلوں۔ آپنے ہر چند منع کیا مگر میں باز نہ آیا۔ جب میں نے چند کوچے آپ کی رفاقت میں طے کیے تو کیچڑ کی کثرت کے سبب سے میں تھک گیا اور میرے پاؤں میں درد ہونے لگا۔ بپاس ادب و حیا میں اپنا حال ظاہر نہ کر سکتا تھا۔ یہاں تک کہ خود آپنے میرے حال سے آگاہ ہو کر مجھے واپس کر دیا۔ اُس وقت میں نے جان لیا کہ آپ ظاہری قدموں سے نہیں، بلکہ دوسرے قدموں سے یہ راہیں طے کر رہے ہیں۔ ؎

قطع ایں راہ بجز پائے جنوں نتواں زد

حضرت خواجہ قدس سرہٗ کا ایک اور رفیق بیان کرتا ہے کہ اُن دنوں شہر لاہور کے ایک باغ و قبرستان کے قریب ایک عجیب مجذوب صاحب احوال تھا۔ آپ کو اس کے حال سے آگاہی ہوئی تو اس کے پیچھے پھرا کرتے۔ وہ جس وقت آپکو دیکھتا تو سوائے گالیاں دینے کے کچھ نہ کہتا۔ کبھی آپ پر پتھر پھینکتا اور کبھی آپ سے متنفّر ہو کر کسی اور جگہ بھاگ جاتا لیکن حضرت خواجہ قدس سرہٗ طلبِ صدق کے سبب سے اس کا پیچھا نہ چھوڑتے حتیٰ کہ ایک روز اُس دیوانہ صورت فرزانہ سیرت کی رگِ مہربانی حرکت میں آئی اور آپ کو اپنے پاس بلا کر حصولِ مراد کیلئے توجہات اور دعائیں کیں۔ جن کی برکت سے آپ کو فوائد حاصل ہوئے۔

مولانا محمد ہاشم کشمی اپنی کتاب مستطاب "زبدۃ المقامات" میں لکھتے ہیں کہ ایک صادق القول صاحب دل نے جو اُس وقت حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر تھا، مجھ سے بیان کیا کہ حضرت ابھی ہندوستان سے ماوراالنہر تشریف نہ لے گئے تھے کہ ایک روز لاہور کی ایک مسجد میں نماز فرض ادا کرنے کیلئے تشریف لائے۔ دورانِ نماز آپکے سینہ سے ایک ہیبت ناک آواز ظاہر ہوئی جس سے تمام نمازی حیران و پریشان ہوئے۔ امام کے سلام پھیرتے ہی آپ نہایت سرعت و تیزی سے مسجد سے نکل گئے اور اُس دن کے بعد دو تین ساتھیوں کو جمع کر کے اپنے مکان پر جماعت کرا لیا کرتے تھے۔

ایک اور بزرگ کا بیان ہے کہ جو لوگ آپکے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے، اُن میں سے ایک مَیں بھی تھا۔ ایک روز مَیں نے اثنائے نماز میں دیکھا کہ حضرت خواجہ کا رُخ مبارک قبلہ کی طرف ہے اور ہماری طرف بھی اور ہمیں دیکھ رہے ہیں۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر مجھے رعشہ طاری ہو گیا۔ تھرتھراتے ہوئے بڑی دشواری سے میں نے نماز پوری کی اور جو کچھ دیکھا تھا وہ سب آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپنے مسکرا کر فرمایا کہ اس واقعہ کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔

مندرجہ بالا دونوں واقعات اِس امر پر شاہد عادل ہیں کہ آپ کو حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال تبعیت و مناسبت حاصل تھی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ روایت ہے کہ نماز میں آپکے سینۂ انور سے ایک ایسا جوش اُٹھتا تھا کہ جس کی آواز ایک میل تک پہنچتی تھی اور یہ بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل سے ہے کہ آپ جس طرح سامنے دیکھتے تھے بالکل اسی

طرح پیچھے سے بھی آپ کو ہر چیز نظر آتی تھی۔ کیونکہ حضور سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کیفیت وقوت ہر وقت حاصل تھی پس حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے اس بزرگ کو اگر نماز میں جو معراج مومن ہے، نبی رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے نہائت اتباع کے سبب سے کسی وقت یہ دولت حاصل ہو جائے تو محال نہیں۔ کیونکہ بزرگوں کا قول ہے کہ تابع کامل کو متبوع کے تمام کمالات سے کچھ نہ کچھ حصہ ضرور ملتا ہے۔

اگرچہ آپ کو یہ حالات وکمالات حاصل تھے اور طالبانِ حق کا رجوع بھی آپ کے آستانہ کی طرف کثرت سے تھا۔ لیکن آپ کی عالی ہمت مشیخت اور تعلیم طریقت پر مائل نہ ہوئی بلکہ ہندوستان سے ماوراء النہر اور بلخ و بدخشاں تک کشاں کشاں لے گئی تاکہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اور دیگر سلاسل کے بزرگوں کی صحبت میں پہنچکر فوائد حاصل کریں اور احوالِ حاصلہ کی تصحیح فرمائیں۔ اس سفر میں آپ مولانا شبرغانی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پھر وہاں سے سمرقند کو روانہ ہوئے۔ راستے میں ہندوستان کے بعض دوستوں کو آپ نے ایک خط لکھا جس کا آغاز اس شعر سے کیا۔ ؎

من از محیطِ محبت نشاں ہمے دیدم کہ استخوانِ عزیزاں بساحل افتاد است

اسی سفر میں آپ ماوراء النہر کے ایک شہر کو جا رہے تھے کہ حضرت خواجہ محمد مقتدی امکنگی قدس سرہٗ واقعہ میں آپ پر نمودار ہوئے اور فرمانے لگے:

"اے فرزند! چشم ما براہِ شما است۔" ‖ "اے بیٹے! ہماری نظریں تمہاری راہ پر لگی ہوئی ہیں۔"

آپ اس واقعہ سے بہت خوش ہوئے اور بے ساختہ یہ شعر آپکی زبان پر جاری ہو گیا۔ ؎

مے گزشتم زغم آسودہ کہ ناگہ ز کمیں
عالم آشوب نگاہے سرِ راہم بگرفت

"میں غم سے آسودہ جا رہا تھا کہ اچانک گھات میں سے ایک جہاں آشوب نگاہ نے مجھے راستے میں گھیر لیا"

المختصر جب آپ حضرت خواجہ امکنگی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے آپ پر نہائت عنایات و رعایات مبذول فرمائیں اور آپکے احوال حاصلہ سن کر آپ کو تین دن رات اپنی صحبت میں رکھا اور بعض مزید فوائد کی اطلاع دیکر فرمایا کہ تمہارا کام اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس سلسلہ عالیہ (نقشبندیہ) کے اکابر کی روحانیت کی تربیت سے انجام کو پہنچ گیا ہے لہٰذا اب تم پھر ہندوستان چلے جاؤ تاکہ تمہارے ذریعہ سے یہ سلسلہ

عالیہ وہاں پوری رونق پائے اور وہاں کے عالی قدر مستفید تمہاری تربیت کی برکت سے کامیابی حاصل کریں۔

آپ نے انتہائی عاجزی و انکساری سے بہت عذر پیش کئے مگر حضرت خواجہ امکنگی قدس سرہٗ کا اصرار بڑھتا گیا اور استخارہ کا حکم دیا۔ آپ نے استخارہ کیا تو دیکھا کہ ایک خوبصورت طوطی شاخ پہ بیٹھا ہے۔ دل میں خیال کیا کہ اگر وہ طوطی شاخ سے اُڑ کر میرے ہاتھ پر آ کر بیٹھ جائے تو میرے لیئے اس سفر میں بہت سے فتوح ظاہر ہوں گے۔ اس خیال کا آنا تھا کہ طوطی اڑ کر میرے ہاتھ پر آ بیٹھا اور میں نے اپنا لعابِ دہن اُس کے منہ میں ڈالا اور اُس طوطی نے میرے منہ میں شکر ڈالی۔ اگلے دن استخارہ کا سب حال حضرت خواجہ امکنگی قدس سرہٗ کی بارگاہ میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ

> "وہ طوطی ہندوستان کا پرند ہے اور ہندوستان میں تمہارے دامنِ برکت سے ایک بزرگ کا ظہور ہوگا اور اُس سے تم بھی بہرہ ور ہونگے"

یہ ارشاد سُن کر آپ عازمِ ہندوستان ہو گئے۔

جب حضرت خواجہ امکنگی قدس سرہٗ کے پُرانے خدمت گزاروں کو معلوم ہوا کہ آپ کو صرف چند روزہ صحبت میں خلافت اور اجازت کاملہ عنایت فرما کر ہندوستان کی طرف جانے کا حکم دیا ہے تو انہوں نے غیرت کے مارے شور مچایا۔ یہ خبر جب حضرت خواجہ قدس سرہٗ کو پہنچی تو آپ نے اُن سے فرمایا کہ

> "تم کو معلوم نہیں کہ یہ جوان درجہ تکمیل کو پہنچا ہوا تھا وہ ہمارے پاس صرف اپنے احوالِ حاصلہ کی تصحیح کیلئے بھیجا گیا تھا اور یہ لازم و ضرور ہے کہ جو شخص جیسا آئے گا ویسا جائے گا۔"

الغرض آپ بیابانِ ہندوستان کے تشنہ لبوں کیلئے ابرِ رحمت بن کر اس طرف روانہ ہوئے اور زمانہ نے بزبانِ حال یہ شعر پڑھا۔ ؎

شکر شکن شوند ہمہ طوطیانِ ہند زیں قندِ پارسی کہ بہ بنگالہ مے رود

جب آپ ہندوستان پہنچے تو ایک سال شہر لاہور میں رہے۔ وہاں کے بہت سے علماء و فضلاء آپ کی محبت کے گرویدہ و اسیر ہوگئے۔ بعد ازاں شہر دہلی میں جو دار الاولیاء اور بیت الفقراء تھا، تشریف لائے۔ روایت ہے کہ جب آپ لاہور سے دہلی تشریف لیجا رہے تھے تو راستہ میں ایک عاجز و درماندہ شخص پر نظر پڑی جو کہ پیدل جا رہا تھا۔ آپ نے گھوڑے سے اتر کر اس شخص کو تو گھوڑے پر بٹھا دیا اور خود منزل تک پیدل سفر کیا۔ اس دوران سر پر چادر ڈالے رکھی تاکہ کوئی جاننے والا اس عمل خیر سے واقف نہ ہوجائے۔ جب منزل کے قریب پہنچے تو گھوڑے پر سوار ہوگئے۔ تاکہ یہ کار خیر پردۂ اخفاء میں رہے۔

دہلی کا شہر چونکہ سارے ہندوستان میں مرکزی حیثیت کا حامل تھا اور ہمیشہ سے اولیائے کرام کا مستقر رہا ہے اس لیے آپ دہلی پہنچکر قلعہ فیروز شاہ میں مقیم[1] ہوگئے جو اس زمانہ میں دریائے جمنا کے کنارے واقع تھا اور نہایت دلکش اور پر فضا مقام تھا۔ اس قلعہ کی مسجد بہت شاندار تھی۔ آپ تادمِ آخریں وہیں سکونت پذیر رہے۔

دہلی پہنچنے کے بعد روحانی حلقوں میں بہت جلد آپ کی شہرت ہوگئی اور دور دراز سے طالبانِ حقیقت آپکے پاس رشد و ہدایت کیلئے حاضر ہونے لگے۔ بہت سے امرائے شاہی بھی آپکے معتقد ہوگئے تھے چنانچہ شیخ فرید بخاری، عبدالرحیم خان خاناں، مرزا قلیچ خاں، صدر جہاں وغیرہ آپکے معتقد و نیازمند تھے۔ ان سب امراء کے ذریعہ آپ اکبر بادشاہ کی ملحدانہ پالیسی کے بُرے اثرات دُور کرنے کی کوشش فرماتے تھے۔ آپ نے اپنے مکتوبات میں ان امراء کو سنّت اور شریعت نبوی کی پابندی کی بار بار نصیحت فرمائی ہے اور انہیں اسلامی ذمہ داریوں سے آگاہ کیا ہے۔

آپ علماء اور سادات کا بہت احترام کرتے تھے، شرعی معاملات میں بالعموم پرہیزگار علماء و فقہاء سے رجوع فرماتے تھے اور فتویٰ حاصل کرنے والوں کو انہی علماء کی طرف بھیجتے تھے اور تمام درویشوں کو شریعت کی پابندی کی نصیحت فرماتے تھے بلکہ مرید کرنے سے زیادہ آپ شریعت کے احیاء اور تبلیغ پر زور دیتے تھے۔ کسی کو بڑے اصرار اور طویل آزمائش کے بعد مرید کرتے تھے۔

---

[1] جب آپ سرہند شریف کی حدود میں پہنچے تو آفتاب کی سی روشنی اس شہر کے گرد اگرد پھیلی ہوئی تھی۔ یہ حال مشاہدہ کرکے کمال حیرت ہوئی۔ رجال الغیب میں سے ایک نے آواز دی کہ مرشد کامل نے جس مرد کی بشارت فرمائی وہ اسی سرزمین میں مشغول عبادت ہے لیکن ازلی فرمان کا منشاء یہ ہے کہ اس کو دہلی مقام پر آپ کی مصاحبت میں داخل کریں گے۔ لہذا اب مزید جستجو کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ (گلزار ابرار ص ۴۰۹)

آخر وہ وقت آیا کہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ السامی ۱۰۰۸ھ مطابق ۱۵۹۹ء میں سرہند شریف سے حج بیت اللہ کیلئے روانہ ہوئے، جب دہلی پہنچے تو آپکے (حضرت خواجہ باقی باللہ) روحانی بلند مقامات کا علم ہوا۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نہایت بشاشت اور مہربانی سے پیش آئے اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی درخواست پر اُن کو بیعت کر لیا۔

حضرت خواجہ باقی باللہ کو دہلی آنے کے بعد رشد و ہدایت کی تبلیغ کیلئے صرف تین سال میسر آئے۔ پھر بھی ہزاروں انسان آپ سے فیضیاب ہوئے اور اس تھوڑی سی زندگی میں آپ نے بندگانِ خدا میں ایسا تصرف فرمایا کہ اکثر مشائخِ وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ سے تلقین پائی اور آپ کے انوار و برکات تمام روئے زمین میں پھیل گئے، جب امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ آپ سے فیض یاب ہو گئے تو آپ نے اپنے تمام مریدوں کی تعلیم و تربیت حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے سپرد فرما دی اور آخری سال میں خود بالکل گوشہ نشین ہو گئے تھے۔

آپ کے غلبۂ عشقِ الٰہی کا یہ حال تھا کہ جس پر آپ کی نظر پڑ جاتی وہ مرغِ بسمل کی طرح تڑپنے لگتا اور اگر ہوش میں رہتا تو اشکباری کرتا ورنہ بے ہوش ہو جاتا اور اُس کو دنیا و مافیہا کی کوئی خبر نہ رہتی۔

ایک مرتبہ ایک فوجی افسر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا گھوڑا دروازہ کے باہر خادم کے سپرد کر کے اندر آ گیا آپ اُس وقت کسی ضرورت سے باہر تشریف لے گئے تھے۔ جب اندر آنے لگے تو آپ کی نظر اُس خادم پر پڑ گئی جو گھوڑا سنبھالے ہوئے تھا۔ آپ کی نظر پڑتے ہی اُس پر وجدانی کیفیت طاری ہو گئی، اور وہ گھوڑے کو چھوڑ کر کپڑوں کو پھاڑتا، چیختا چلاتا دیوانوں کی طرح نکل گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اُسے تلاش کیا گیا مگر اس کا کہیں سے بھی پتہ نہ چلا۔

اسی طرح ایک مرتبہ نمازِ جمعہ کے لیے مسجد میں تشریف لے گئے، جب خطیب منبر پر گیا تو اتفاقیہ اُس کے چہرے پر آپ کی نظر پڑ گئی اور نظر سے نظر مل گئی، بس وہ اُسی وقت کلیجہ تھام کر رہ گیا اور بے قرار ہو کر نیچے گر پڑا، اس کے بعد اُس میں خطبہ پڑھنے کی طاقت نہ رہی۔ دوسرے خطیب نے خطبہ پڑھا اور آپ نے نماز پڑھائی۔

عجز و انکسار کی نسبت آپ پر ایسی غالب تھی کہ اگر کسی طالب سے کوئی خطا سرزد ہو جاتی تو فرماتے یہ بیچارے فقیر کیا کریں، یہ تو ہمارا ہی [illegible] کا اثر ہے جو ان پر منعکس ہو رہا ہے۔ آپ کی تواضع

کا یہ عالم تھا کہ جب کوئی طالب آپ کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوتا تو بہت سے عذر کرتے اور فرماتے کہ میں کس لائق ہوں۔ تم نے جو گمان کیا ہے میں اُس کے شایاں نہیں تم کسی اور جگہ جاؤ اگر کوئی رہبر ملے تو مجھے بھی اطلاع دینا تاکہ ہم بھی اُس کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کر سکیں مگر صادق العقیدہ طالب آپ کے آستانہ مبارک کو نہ چھوڑتے اور اپنے مقصود کو پہنچتے۔

کہتے ہیں کہ ایک خراسانی جوان حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ کے مزار مبارک کا مجاور تھا اور حضرت کی روحانیت سے ایک ایسے پیر کامل کا طالب تھا جو قید حیات میں ہو۔ جب حضرت باقی باللہ، دہلی میں رونق افروز ہوئے تو اس جوان کو واقعہ میں دکھایا گیا کہ طریقہ نقشبندیہ کا ایک بزرگ اب شہر میں وارد ہوا ہے۔ تم اُس کی خدمت کو لازم پکڑو چنانچہ وہ جوان حسب الامر آپ کی خدمت میں پہنچا اور واقعہ عرض کر کے قبولیت کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ مسکین اپنے آپ کو اس کے شایاں نہیں سمجھتا، وہ کوئی دوسرا ہوگا۔ جب آپ نے بطریق انکسار بہت سے عذر کیے تو وہ جوان واپس چلا گیا۔ دوسری رات پھر واقعہ میں اُس سے کہا گیا کہ پیر کامل وہی بزرگ ہیں جن کی خدمت میں تم حاضر ہوئے اور اُنکی انکساری دیکھی۔ دوسرے روز وہ آپ کے آستانہ پر ایسا آیا کہ پھر واپس نہ گیا اور شرف قبولیت حاصل کیا اور دیکھا جو دیکھا۔

اسی طرح آپ کے خلیفہ حسام الدینؒ کا بیان ہے کہ مَیں حسب الارشاد پیر کامل کی تلاش میں آگرہ کی طرف متوجہ ہوا۔ اُس شہر میں پہنچ کر حیران و پریشان تھا کہ کیا کیا جائے اور دل میں کہتا تھا کہ آپ کے آستانہ پر حاضر ہو کر عرض کروں گا کہ میں نے آپ کے ارشاد کی تعمیل کی تھی، مگر جیسا بزرگ آپ فرماتے تھے مجھے نہیں ملا۔ اسی اثنا میں مَیں ایک راستہ میں گزر رہا تھا کہ ایک مکان سے راگ کی آواز آئی۔ کان لگا کر بغور جو سُنا تو قوال حضرت سعدیؒ کا یہ شعر گا رہے تھے۔ ؎

تو خواہی آستیں افشاں و خواہی دامن اندر کش   مگس ہرگز نخواہد رفت از دکانِ حلوائی

یہ شعر سُن کر مجھے مزید اشتیاق پیدا ہوا اور حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا ماجرا بیان کیا اور پایا جو پایا۔

لاہور کے ایک فقیر نے واقعہ میں دیکھا کہ حضرت خواجہ گھوڑے پر سوار ہو کر جا رہے ہیں اور بہت سے لوگ آپ کے پیچھے پیچھے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ "یہ قطب وقت ہے" بعد ازیں

اُس درویش نے حاضرِ خدمت ہو کر قبولیت کی درخواست کی۔ آپ نے حسبِ معمول عذر پیش کیا وہ بیچارہ مسجد میں آکر درویشوں کے مجمع میں رو رو کر کہنے لگا کہ

> " یارو! کیا ناز و گداز ہے کہ اپنا جمال دکھا کر میرا دل لے لیا ہے، اب جو ناشاد و خانہ خراب حاضرِ خدمت ہوا ہوں، تو یوں جواب دیتے ہیں اور آستانہ سے نکالتے ہیں۔ کیا کروں اور کہاں جاؤں "۔

اس نے اس ماجرا کو ایسے انداز و پیرایہ میں بیان کیا کہ بہت سے حاضرین بے ہوش ہو گئے اور عجیب شور برپا ہوا یہاں تک کہ آپ کے کان تک پہنچا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ شور کیسا ہے؛ عرض کیا گیا: ؎

کہ لب شیرین تو شوریست در ہر خانہ

آپ نے تبسم فرمایا اور اُس درویش کو بلا کر تلقین و ارشاد سے سرفراز فرمایا: ؎

تا نگرید طفل کے جوشد لبن　　　تا نگرید ابر کے خندد چمن

صاحبِ " زبدۃ المقامات " مولانا محمد ہاشم کشمی کا بیان ہے کہ ایک روز میں ایک مسجد کے گوشہ میں تنہا بیٹھا ہوا تھا مجھ سے کچھ فاصلے پر ایک فقیر دوسرے فقیر سے شیوۂ اولیاء اللہ کا تذکرہ کر رہا تھا۔ اسی ضمن میں اُس نے کہا کہ میں نے عمر بھر میں ایک شخص کو دیکھا ہے جو بے نفسی اور بردباری میں اس زمانہ میں بے مثل ہے اور حضرت خواجہ محمد باقی باللہؒ کا نام لیا۔ پھر بیان کیا کہ میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ کے مزار شریف پر تھا کہ ناگاہ خبر پہنچی کہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس اللہ سرہٗ تشریف لا رہے ہیں۔ خدام نے مزار شریف کے قریب آپ کے لیے ایک تخت بچھایا اور اس پر فرش اور تکیہ لگایا۔ آپ کی تشریف آوری سے پہلے ایک آزاد فقیر آیا، اس کی نظر جو تخت و فرش پر پڑی تو پوچھا کہ یہ کیا ہے اور کس کیلئے ہے؛ خدام نے کہا کہ فلاں بزرگ کیلئے ہے۔ یہ سُن کر وہ آپ کو سخت سست کہنے لگا۔ اسی اثنا میں آپ بھی جلوہ افروز ہو گئے۔ آپ کو دیکھ کر وہ اور بھی برافروختہ ہوا اور آپ کے سامنے ہرزہ گوئی کر کے کہنے لگا کہ اے شخص! اے شخص تو ایسی کون سی لیاقت رکھتا ہے کہ یہاں تیرے واسطے فرش بچھایا جائے۔ آپ کے ہمراہ جو درویشوں کی بڑی جماعت تھی وہ یہ سُن کر غیظ و غضب میں آگئی اور چاہتی تھی کہ اس بے لگام فقیر کو تنبیہ کرے مگر آپ نے اپنی خشم آلود نگاہ سے سب کو اس ارادے سے باز رکھا اور خود اس بدزبان فقیر کے

پاس جاکر بڑی نرمی سے عذر کیا اور فرمایا کہ ایس کسی لائق نہیں، آپ جو کچھ فرماتے ہیں درست ہے، یہ سارا تکلّف میرے اشارے اور علم کے بغیر ہوا ہے، آپ معاف کیجئے اور مجھ بدنصیب کے پیچھے اپنا مغز خالی نہ فرمائیے۔ آپ زبانِ مقدس سے یہ فرماتے جاتے تھے اور اپنی آستین مبارک کے ساتھ اس کی پیشانی کا پسینہ پونچھتے جاتے تھے اور اظہارِ تواضع فرما رہے تھے، چند درہم جو اُس نے مانگے تھے، اُسے دے رہے تھے۔

راوی کا قول ہے کہ میں نے کسی طرح کا تغیّر و تذبذب حضرت خواجہ کے حال و قال میں نہ دیکھا اس وقت مجھے یقین ہو گیا، نفس کُشی جسے کہتے ہیں وہ اس عالم میں موجود ہے۔

اکثر ایسا ہوتا تھا کہ مخلص امرا آپ کی خدمت میں سیم و زر (روپیہ پیسہ) اس غرض سے بھیجتے تھے کہ آپ کے صوابدید و رائے سے فقرا میں تقسیم کیا جائے، خلق اللہ پر شفقت کی وجہ سے وہ رقم خود مستحقین میں تقسیم فرماتے اور اس ضمن میں اپنے ہاں سے بھی کچھ دیتے۔ آپ کی شفقت و رحم کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ لاہور میں قحط پڑا، تو آپ اُس وقت وہاں تشریف رکھتے تھے، کئی دن تک کھانا نہ کھایا، جس وقت کھانا سامنے رکھا جاتا فرماتے کہ یہ انصاف سے بعید ہے کہ ایک تو گلی کوچہ میں بھوک کے مارے جان دے رہا ہو اور ہم کھانا کھائیں، ماحضر کو بھوکوں کیلئے بھیج دیتے۔

آپ نہ صرف انسانوں پر رحمت و شفقت فرماتے تھے بلکہ جانوروں پر بھی بے حد شفیق تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ رات کو تہجد کیلئے اُٹھے تو ایک بلّی آکر لحاف پر سو گئی، جب آپ نمازِ تہجد سے فارغ ہو کر بستر پر تشریف لائے تو بلّی کو لحاف پر سوتے دیکھا، اُس وقت آپ نے ازراہِ شفقت بلّی کو نہیں جگایا اور خود صبح تک بیٹھے موسمِ سرما کی تکلیف برداشت کرتے رہے۔

آپ بڑے سادہ مزاج تھے، کتنی ہی مدت تک غیر مرغوب کھانا ہوتا کبھی نہ فرماتے کہ اسے بدل دو یا عمدہ پکاؤ۔ اگر کپڑے میلے ہو جاتے تو اس کی بھی پروا نہ کرتے، آپ کا مکان نہایت تنگ و شکستہ تھا، اس کی صفائی اور درستی کا بھی خیال نہ فرماتے باوجودیکہ آپ نہایت نحیف و نزار تھے مگر دوامِ ذکر و کثرتِ طاعت پر نہایت شغف رکھتے تھے

آپ کے زہد و استغنا کا یہ حال تھا کہ آپ کی مجلس میں اُمورِ دنیا کا ذکر نہ ہوتا تھا۔ ہاں اگر کوئی حاجت مند حاضر ہوتا تو اس کی سفارش فرما دیتے اور ان کاموں میں اپنے اور اپنے درویشوں کے

لیے کبھی کوئی تدبیر نہ کرتے تھے۔ اپنے مریدوں کیلئے سوائے فقر و مسکنت و قناعت کے کچھ نہ چاہتے اور فرماتے کہ جس کو ہم سے مالی امداد پہنچے، وہ یقین کرے کہ اُس کے ساتھ ہمیں دینی محبت کم ہے آپکے عقیدت مندوں میں بعض متمول و مالدار التماس کرتے تھے کہ اگر حکم ہو تو آستانہ شریف کے فقراء کیلئے کچھ روزینہ مقرر کر دیا جائے مگر آپ اُن لوگوں کے بارے میں اجازت نہ دیتے تھے جنہوں نے آپکے ساتھ نسبت معنوی درست کر لی تھی، ہاں اَوروں کیلئے منظور فرماتے۔ آپ متاعِ دنیوی کے قبول کرنے سے اس قدر متنفر تھے کہ جس وقت آپنے سفر حجاز کا ارادہ کیا تو مرزا عبدالرحیم خانخاناں نے جو فقراء سے عموماً اور آپ سے خصوصاً کمال عقیدت رکھتا تھا ایک لاکھ روپیہ نقد آپکے اور آپکے ہمراہیوں کے خرچہ کیلئے بھیجا اور عرض کیا کہ اسے قبول فرما کر مجھے ممنون فرمائیں۔ آپ نے یہ سُنا تو خفا ہوئے۔ فرمایا کہ حج کرنا ہمارے لیئے اس قدر ضروری نہیں کہ مسلمانوں کا اس قدر مال و دولت اپنے صرف میں لاکر ضائع کر دیں، غرض وہ روپیہ قبول نہ فرمایا اور واپس کر دیا۔

اگرچہ ابتداء سے انتہا تک بڑے بڑے عظیم الشان حالات آپ پر وارد ہوئے مگر آپ کی بلند ہمت نے کسی ایک حال و کشف پر قناعت نہ کی بلکہ باوجود کمال کے آپ ہمیشہ عاجزی و انکساری اور اپنی نایافت کا اظہار فرماتے تھے۔ اور عین بحرِ وصال میں خشک لب و تشنہ رہتے تھے جیسا کہ آپکی اس رُباعی سے پایا جاتا ہے۔ ~

در راہِ خدا جُملہ ادب باید بود تا جاں باقیست در طلب باید بود
دریا دریا اگر بکامت ریزند کم باید کرد و خشک لب باید بود

آپکے جلیل القدر خلیفہ شیخ تاج الدینؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن آپ عجیب کیفیت کے ساتھ دریا کے ساحل کی طرف متوجہ ہوئے۔ قبا کے بند کھلے، سینہ ننگا، عمامہ پریشان، چہرہ مبارک سے شکستگی اور قلق و اندوہ کے آثار نمایاں۔ آپ کی یہ کیفیت دیکھ کر میں بھی آپکے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ کچھ دیر کے بعد آپ کو میرا احساس ہوا۔ نہایت آہ و درد کے ساتھ فرمایا کہ

"تاج الدین! اس قدر واردات، احوال، فیوضات اور انوار و اسرار مجھ پر وارد ہو رہے ہیں کہ اگر یہ دریا سیاہی ہو جائے تو اُن کے لیے لکھنے کیلئے کافی نہ ہو۔ مگر مجھے اِن سے کیا کام میرا مطلوب [illegible] دانش سے دور ہے ~

طلبے چون و مطلب ہیچ گونہ　　نہ آں را شبہ و نہ ایں را نمونہ"

شیخ تاج الدین ؒ مزید بیان فرماتے ہیں کہ ایک روز میں صفِ جماعت میں آپ کے پہلو میں تھا۔ نماز کے درمیان آپ پر گریہ و اضمحلال کے غلبہ کے آثار محسوس ہوئے۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ اسی حالت میں حجرے میں تشریف لے گئے۔ میں بھی آپ کے پیچھے آیا اور آپ کو اُسی حالت میں پایا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے خلافِ ادب اور گستاخانہ عرض کیا کہ اس بے اختیار رونے اور اندوہ و شکستگی کا سبب کیا ہے؛ فرمایا: تو اس بات کو دریافت نہ کر، ہم کو اس درد و اندوہ میں رہنے دے کیونکہ بقول حافظ شیرازی ؎

تنم از واسطہ دوریٔ دلبر بگداخت　　جانم از آتشِ ہجر رُخ جانانہ بسوخت!

چونکہ آپ کی عنایتِ بے پایاں نے مجھے بہت دلیر کر دیا تھا لہٰذا میں نے اصرار کیا تو فرمایا:۔

"عین نماز میں جو مومن کا معراج ہے میری روح نے مقصودِ ورا الورا کی طلب میں عروج کیا اور حتی المقدور اُس کی جستجو میں کوشش کی مگر جب کامیابی نہ ہوئی تو ناچار حیران و گریاں اپنے تنگ قفسِ قالب میں لا ڈالا۔ اُس کا یہ گریہ و اندوہ اسی حسرت کی وجہ سے تھا۔" ؎

فانیؔ کو یا جنوں ہے یا تیری آرزو ہے　　کل نام لے کے تیرا دیوانہ وار رو دیا

آپ پر تفرید (تنہائی) اِس قدر غالب تھی کہ طالبوں کو اپنی صحبت میں رکھنے اور مشیخیت کا خیال تک نہ تھا۔ صرف دو تین سال درویشوں کی تربیت میں مشغول رہے۔ حضرت مجددؒ الف ثانی قدس سرہٗ آپ کی عنایات سے درجۂ کمال پر پہنچ گئے تو اربابِ ارادت کی تعلیم و صحبت سے کنارہ کش ہو گئے اور یاروں کو اُن کے حوالہ کر کے خود گوشہ نشینی اختیار کی اور بجز مسجد کے وہ بھی نماز باجماعت کیلئے اور کہیں تشریف نہ لے جاتے تھے۔ جو شخص آپ کو دیکھتا، اُسے حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث یاد آجاتی تھی۔

من اراد ان ینظر الیٰ میت یمشی علیٰ وجہ	"جو شخص مُردہ کو روئے زمین پر چلتا ہوا دیکھنا
الارض فلینظر الیٰ ابن ابی قحافۃ	چاہے وہ ابو قحافہ کے بیٹے (ابو بکر صدیقؓ) کو دیکھ لے۔"

باوجود حالتِ مذکورہ بالا کے آپ کی ہیبت و دہشت اِس قدر تھی کہ غافل و بے خبر لوگ بھی جب

آپ کو دیکھتے تو انہیں بمصداقِ حدیث اذا رؤا ذکر اللہ[1] خدا یاد آجاتا۔ چنانچہ ایک روز آپ کا گزر ہندوؤں کی ایک بستی پر ہوا۔ جہاں کے باشندے کھیتی باڑی کا کام کیا کرتے تھے۔ جونہی اُن کی نظر آپ پر پڑی، ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یہ عجیب شخص ہے، اس کے دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے۔

ایک معمّر فاضل کا بیان ہے کہ ایک روز میں مسجد میں نماز پڑھنے گیا۔ دیکھا کہ صفِ جماعت کھڑی ہے اور آپ بھی صف میں تشریف رکھتے ہیں۔ پہلی صف بھر گئی تھی مگر آپ کے پہلو میں درویشوں نے بپاسِ ادب کچھ جگہ چھوڑی ہوئی تھی۔ چونکہ مجھے آپ سے چنداں عقیدت نہ تھی اور میں نے آپ کو بچہ سا دیکھا تھا اس لیے اپنی نسبت اُن کو کم عمر پاکر رعایتِ ادب کا خیال نہ کیا اور اس خالی جگہ میں گھس کر نیت باندھ لی، کچھ وقت نہ گزرا تھا کہ آپ کی عظمت و شکوہ نے مجھ پر اثر کیا۔ میں نے ہر چند بچنے کی کوشش کی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ یہاں تک کہ میں عین نماز میں پیچھے ہٹنے لگا۔ اور ہٹتے ہٹتے نوبت بایں جا رسید کہ اگر ایک قدم اور پیچھے ہٹوں تو چبوترہ سے نیچے گر پڑوں مگر میں نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور یہ معاملہ دیکھ کر آپ کے مخلصوں اور غلاموں کے سلسلہ میں داخل ہو گیا۔

آپ کی عظمت و علوِ رتبہ کی شہادت میں یہی ایک امر کافی ہے کہ صرف دو تین سال مسندِ مشیخت پر جلوہ افروز رہے مگر اس قلیل عرصہ میں کس قدر بندگانِ خدا آپ کے خوانِ دولت سے بہرہ ور ہوئے اور کیسی کیسی برکتیں آپ کی بدولت برصغیر پاک و ہند کے وسیع و عریض علاقہ میں پھیل گئیں۔ سلسلہ نقشبندیہ جو آپ کے زمانہ تک برصغیر میں انتہائی کسمپرسی کی حالت میں تھا آپ کے ذریعہ سے پورے طور پر رائج ہو گیا۔ اگرچہ اس سلسلہ عالیہ کے بہت سے مشائخ اس سرزمین میں جلوہ آرا ہوئے اور برسوں یہیں رہے مگر آپ کی دو تین سالوں کی برکات اِن مشائخ کی سالہا سال کی کوششوں میں کہاں۔ شیخ محمد بن فضل اللہ رحمہا اللہ تعالیٰ جو فقر و عرفان میں بلند پایہ رکھتے ہیں فرماتے ہیں کہ آپ کی بزرگی کا یہی نشان کافی ہے کہ آپ تین چار سال سے زیادہ بندگانِ خدا کی ہدایت میں مشغول نہیں رہے مگر آج تک آپ کے انوار و برکات روزافزوں ہیں۔

---

[1] عبدالرحمٰن بن غنم اور اسماء بنت یزید سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خیار عباد اللہ الذین اذا رؤا ذکر اللہ۔ الحدیث یعنی خدا کے سب سے نیک بندے وہ ہیں جنہیں دیکھ کر خدا یاد آئے (مشکوٰۃ شریف کتاب الآداب۔ باب حفظ اللسان من الغیبۃ والشتم فصل ثالث)

سدا پھولا پھلا رہے یارب چمن میری امیدوں کا ۔ جگر کا خون دے دے کر یہ بوٹے میں نے پالے ہیں

ستر احوال، دید قصور، عزلت نشینی اور گمنامی آپ کا شیوہ تھا۔ سادات و علماء کی تعظیم میں مبالغہ فرمایا کرتے تھے۔ جزوی و کلی عملیات میں فقہائے متورع کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔

تمام امور میں آپ کا عمل عزیمت و اولےٰ پر تھا۔ سماع و رقص و وجد کو آپ کے ہاں دخل نہ تھا۔ یہاں تک کہ ایک روز ایک درویش نے بآواز بلند پکار کر کہا "اللہ"۔ آپ نے فرمایا کہ اس سے کہہ دو کہ مجلس کے آداب کو ملحوظ رکھ کر ہمارے پاس آیا کرے۔ آپ حنفی مسلک پر عمل پیرا تھے۔ ایک دفعہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا شروع کر دی۔ ابھی چند روز ہی گزرے تھے کہ خواب میں امام الائمہ سراج الامۃ حضرت امام ابو حنیفہ قدس سرہٗ کو دیکھا جو ایک طرف کھڑے ہوئے اپنی مدح میں ایک قصیدہ پڑھ رہے ہیں جس سے یہ سمجھایا جا رہا تھا کہ میرے مذہب میں بکثرت اولیائے کرام ہوئے ہیں جو امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھتے تھے۔ اس واقعہ کے بعد آپ نے امام کے پیچھے فاتحہ کا پڑھنا ترک کر دیا اور کبھی حنفی مسلک سے ایک انچ بھی پیچھے نہ ہٹے۔

کھانے پینے میں احتیاط کا یہ حال تھا کہ جو ہدیہ آتا، اگرچہ اُسے بحکم حدیث شریف صحیح

نحن لا نرد الھدیۃ ‖ ہم ہدیہ رد نہیں کرتے۔

رد نہیں کرتے تھے مگر اُسے بجنسہٖ اپنے مصارف میں نہ لاتے تھے بلکہ قرض حسنہ لیکر اُس کے عوض اُسے دے دیتے کیونکہ بحکم فقہاء وہ حلّت میں ایک اور درجہ پیدا کر دیتا ہے۔ آپ نہایت تاکید فرمایا کرتے تھے کہ کھانا پکانے والا وضو کے ساتھ صاحب حضور و احتیاط بھی ہو اور پکاتے وقت دنیوی بات زبان پر نہ لائے اور فرماتے تھے کہ جو لقمہ بغیر حضور و احتیاط کے کھایا جائے اُس سے ایک دھواں پیدا ہوتا ہے جو فیض کے راستوں کو بند کر دیتا ہے اور ارواح طیبہ جو فیض کا وسیلہ ہیں ایسے قلب کے مقابل نہیں ہوتیں۔ آپ تمام مریدوں کو اس احتیاط کی ترغیب دیتے تھے۔ جو لوگ اس احتیاط میں تساہل سے کام لیتے، آپ اپنی نسبت کی نزاکت و صفائی کی وجہ سے اُن کا نقصان اُن کے حالات میں معائنہ فرماتے۔ چنانچہ ایک روز ایک صاحب حال و کشف درویش آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کرنے لگا کہ میں اپنے کام میں بستگی اور باطن میں کدورت پاتا ہوں، مجھے معلوم نہیں کہ مجھ سے کیا تقصیر سرزد ہو گئی ہے۔ آپ نے متوجہ ہو کر فرمایا کہ لقمہ میں بے احتیاطی ہو گئی ہے اس

نے عرض کیا کہ لقمہ تو وہی ہے جو میں ہر روز کھایا کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ واپس جا کر اچھی طرح دریافت کرو ہمیں تو اس کے سوا کوئی اور نظر نہیں آتا۔ لقمہ کے جز میں ضرور فتور آیا ہوگا۔ جب اس درویش نے اچھی طرح تفتیش کی تو معلوم ہوا کہ جن لکڑیوں سے کھانا پکایا جاتا تھا اُن میں سے دو تین لکڑیاں ایسی شامل کر دی گئی تھیں جن میں احتیاط سے کام نہ لیا گیا تھا۔

لقمہ کی طرح آپ نماز میں بھی احتیاط کرتے کہ صف جماعت میں اپنی جانب اپنے خالص اصحاب میں سے کسی کو کھڑا کرتے کیونکہ اگر بیگانہ ہوتا تو فوراً اس کی غفلت و نقصان مع خطرات کے آپ کے آئینۂ قلب میں منعکس ہوتا۔ ایک روز ایک درویش نے جو لحاف کا محتاج تھا، آپ کے ساتھ نماز پڑھی اُس کے دل میں لحاف مانگنے کا خطرہ گزرا۔ وہ خطرہ آپ پر ظاہر ہو گیا۔ ادائے نماز کے بعد فرمایا کہ جس کو لحاف کی ضرورت ہے اُسے لحاف دے دو۔ اُس درویش کا بیان ہے کہ میں اُس دن کے بعد ڈرتا رہا کہ مبادا کوئی خطرہ جو آپ کی ملامت کا باعث ہو، میرے دل پر گزرے۔

آپ کا طریق تلقین یہ تھا کہ جس طالب کو اپنے سلسلہ میں داخل فرماتے تھے پہلے اُس سے توبہ کراتے۔ پھر اگر اپنی طرف اُس کا عشق و محبت زیادہ دیکھتے تو اُسے طریقہ رابطہ و نگہداشت صورت کی تعلیم دیتے اُس سے طالب کو بہت کشائش حاصل ہوتی۔ خواجگان دہبیدی میں سے خواجہ برہان نامی ایک بزرگ، جس نے اپنے اکابر سے بہت سی نسبتیں اور اجازتیں حاصل کی تھیں۔ آپ کی خدمت میں بغرض استفادہ حاضر ہوا تو آپ نے اُسے اپنی صورت کی نگہداشت کی تلقین کی۔ وہ حیران ہوا اور اپنے دوستوں سے کہنے لگا کہ یہ شغل تو مبتدیوں کے حال کے مناسب ہے۔ مجھے تو آپ ازراہ کرم اس سے اعلیٰ مراقبہ ارشاد فرمائیں۔ اُس کے دوستوں نے کہا کہ تعمیل ارشاد تو کرو۔ چونکہ اس کا عقیدہ درست تھا لہٰذا اس شغل میں مشغول ہو گیا۔ دو ہی روز گزرے تھے کہ اس صورت نے اُس پر پرتو ڈالا اور بڑی نسبت اُس پر غالب ہوئی۔ اور اُس کے سُکر کا غلبہ ایسا ہوا کہ باوجود تمکین اور کبرسنی کے زمین سے دو دو ہاتھ اُوپر اچھلتا تھا۔ اور دیواروں اور درختوں سے ٹکراتا تھا یہاں تک کہ کئی جوان اُسے سنبھال نہ سکتے تھے، لیکن زیادہ تر آپ طالبوں کو ذکر قلب جیسا کہ سلسلہ نقشبندیہ میں مقرر ہے، تلقین فرماتے تھے اور ایک جماعت کو ذکر نفی و اثبات اور بعضوں کو صرف اثبات یعنی ذکر ذات عز شانہٗ فرماتے۔

آپ کی تعلیم میں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ آپ جس طالب کو ذکر کی تعلیم فرماتے، اُس تعلیم کے

ساتھ اپنی ہمّت و توجہ کو اُس کے شاملِ حال رکھتے اور اُس کی حقیقتِ جامعہ کے ادراک پر نقوشِ کونیہ کا راستہ بند کر دیتے، گویا سرچشمۂ نقشبندیہ کو ظہور میں لاتے۔ اُسی وقت اُس کا دل ذاکر ہو جاتا اور حضور و جذبہ اُس کو اپنی آغوش میں لے لیتا۔ بعضے مرغِ بسمل کی طرح خاک پر لوٹتے اور بعضے بیخود ہو کر حیرت میں چلے جاتے۔ اور بعضوں کو اسی حال میں عالمِ مثال یا عالمِ ارواح یا عالمِ معانی منکشف ہو جاتا اور کئی دن یہی حال رہتا پھر آپ کی توجہ سے ہوش میں آتے اور الشیخ یحیی و یمیت[1] کا نظارہ دیکھنے میں آتا۔ آپ کی یہ عنایت عام طور پر تھی۔

آپ کی نسبت کا سریان اس درجہ کا تھا کہ بہت سے طالب آپ کو دیکھتے ہی مجذوب و مغلوب ہو جاتے تھے۔ ماہِ رمضان کی ایک رات امام ربانی حضرت مجددؒ الف ثانی قدس سرہٗ نے ایک خادم کے ہاتھ آپ کیلئے فالودہ بھیجا۔ خادم نے سادہ لوحی کے سبب سے دروازۂ خاص جا کھٹکھٹایا آپنے کسی دوسرے کو نہ جگایا اور بذاتِ خود باہر نکلے اور فالودہ کا برتن خادم کے ہاتھ سے لیکر پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ اُس نے عرض کیا کہ میرا نام باما ہے۔ آپنے فرمایا کہ چونکہ تم ہمارے شیخ احمد کے خادم ہو، ہمارے ساتھ ہو۔ واپس ہوتے ہی اُس خادم پر جذبہ و سکر و نسبت غالب ہوا۔ وہ شور و فغاں کرتا ہوا گرتا پڑتا حضرت مجددؒ قدس سرہٗ کی بارگاہ میں پہنچا۔ حضرت اقدس نے دریافت فرمایا کہ کیا معاملہ ہے؟ وہ شوریدگی و مستی کی حالت میں کہتا تھا کہ میں حجر و شجر اور زمین و آسمان میں ہر جگہ ایک نہائیت بے رنگ نور دیکھتا ہوں کہ جسے بیان نہیں کر سکتا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ خواجہ باقی باللہ کے سامنے گیا ہے۔ اس آفتاب کے مقابلہ سے ایک پرتو اس ذرہ پر پڑ گیا ہے۔ دوسرے روز حضرت مجددؒ قدس سرہٗ نے یہ قصہ آپ سے عرض کیا تو آپ مسکرا پڑے۔

حضرت میر محمد نعمانؒ بیان کرتے ہیں کہ میری لڑکی کی ایک انّا تھی۔ ہم نے اُسے کئی بار کہا کہ حضرت خواجہ کی مرید بن جاؤ مگر اُس نے انکار کیا۔ ایک روز ایک تقریب پر ہم نے لڑکی کو انّا سمیت آپ کی خدمت میں بھیج دیا۔ آپنے شیرخوار لڑکی کو بغل میں لیکر نہائیت شفقت کی۔ لڑکی نے آپ کی داڑھی مبارک کی طرف ہاتھ بڑھایا اور ایک بال اُس کے ہاتھ میں رہ گیا۔ آپنے فرمایا کہ یہ لڑکی ہم سے یادگار لے رہی ہے۔ عجیب نظر دوربین تھی کہ ان ہی ایام میں آپنے انتقال فرمایا اور وہ موئے مبارک بطور تبرک و یادگار باقی رہ گیا۔

---

[1] پیر زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔

مرا از زلفِ تو موئے بسند است
فضولی مے کنم بوئے بسند است

جب وہ انّا گھر واپس ہوئی تو تھوڑی دیر کے بعد اُس پر مستی اور جذبات کے آثار ظاہر ہونے لگے وہ سنبھل نہ سکی۔ یہاں تک کہ چیخ مار کر بے ہوش ہو گئی۔ اس کے بائیں پہلو میں دل کی حرکت اس زور سے جاری ہو گئی کہ تمام حاضرین نے بچشم خود دیکھ لیا۔ کچھ مدت کے بعد وہ ہوش میں آئی، اُس سے پوچھا گیا کہ تجھ پر کیا حالت گزری اور تُو نے کیا دیکھا۔ اُس نے کہا کہ حضرت خواجہ ساعت بساعت عجیب ہیبت ناک شکلوں میں نمودار ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ میں بے ہوش ہو گئی۔ اس کے علاوہ میں اور کچھ نہیں جانتی۔ ہاں اتنا جانتی ہوں کہ میرا دل ذاکر ہو گیا ہے۔ حضرت میر محمد نعمانؒ فرماتے تھے۔ کہ ہم نے اس انّا کا حال حضرت خواجہ سے عرض کیا تو آپ نے تبسم فرمایا اور اُس کو ذکر کی تعلیم کی۔ چنانچہ وہ فیروز آباد دہلی میں صاحب حال عورتوں میں سے ہو گئی۔

کرامات

آپ کی کرامات کو احاطۂ تحریر میں لانے کیلئے کئی دفتر درکار ہیں بطور تبرک یہاں صرف چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

① حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ اپنی تفسیر عزیزی پارہ عم سورہ افزار کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ایک دن حضرت خواجہ باقی اللہ قدس سرہٗ کے ہاں چند مہمان آ گئے۔ اتفاقاً اُس وقت گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہ تھی۔ حضرت خواجہ مہمانوں کی خاطر و تواضع کے سلسلے میں پریشان ہو کر کسی چیز کی تلاش میں تھے۔ آپ کے گھر کے متصل ایک نانبائی کی دکان تھی، جب اُس کو صورت حال کا پتہ چلا تو بڑے تکلف کے ساتھ روغنی روٹیاں مع سالن پکا کر آپ کی خدمت میں لایا۔ آپ اُس کی اس خدمت اور سلوک سے بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا کہ مانگ، کیا مانگتا ہے، اُس نے عرض کیا کہ مجھے اپنی مثل (مانند) بنا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ تو اس حالت کا متحمل نہیں ہو سکتا کوئی اور چیز مانگ۔ لیکن وہ اسی پر ہی مصر رہا۔ آپ گریز فرماتے رہے لیکن جب اُس کی لجاجت حد سے بڑھ گئی تو ناچار اُس کو حجرہ میں لے گئے اور معانقہ فرما کر اُس پر نظر کی۔ جب باہر آئے تو آپ اور نانبائی میں شکل و صورت کے لحاظ سے کوئی فرق نہ تھا اور لوگوں کے لئے امتیاز کرنا مشکل ہو گیا البتہ یہ فرق ضرور رہا کہ آپ صاحب ہوش اور نانبائی بے ہوش اور بے خبر تھا۔ آخر کار تین روز بعد اسی حالت سکر و بے ہوشی میں انتقال کر گیا۔[1]

---

[1] اس نانبائی کا مزار حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے [illegible] پر ہے جس پر مندرجہ ذیل عبارت درج ہے: مزار حضرت خواجہ حسن، خلیفہ و نانبائی حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ (قصوری)

ہزار عمر فدائے دمے کہ من از شوق
بخاک و خوں تپم و گوئی از برائے من است

② ایک دفعہ ایک فوجی افسر نے آپ کے ایک ہمسایہ پر ظلم کیا۔ آپ وہ ظلم دیکھ کر بے قرار ہو گئے اور اس افسر کو نصیحت کی مگر وہ بدبخت باز نہ آیا۔ آپ کو اس مظلوم پر نہایت رحم آیا۔ آپ نے اس افسر سے فرمایا کہ ہمارے حضرات خواجگان (خواجگان نقشبند) بہت غیرتمند ہیں، یہ انہیں کے پڑوس میں رہتا ہے خبردار رہنا۔ دو تین دن ہی گزرے تھے کہ وہ ایک چور کے خون کے مقدمہ میں گرفتار ہو کر قتل ہوا۔

③ ایک ضعیفہ کا لڑکا قلعہ فیروز آباد کی دیوار سے گر پڑا۔ دیوار کے نیچے سنگین و پختہ فرش تھا۔ گرتے ہی اُس کے کانوں سے خون بہنے لگا اور سانس بند گیا۔ گریہ وزاری اور بے قراری کی حالت میں ماں کو اس کے سوا کوئی اور چارہ نہ سوجھا کہ آپ کے مبارک قدم پر سر رکھ کر اسکی زندگی کی التماس کی۔ آپ کی عادتِ مبارکہ تھی کہ اپنی توجہ و تصرّف کو بہت چھپایا کرتے تھے۔ آپ نے طب کی ایک کتاب طلب کی اور فرمایا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑکا نہ مرے گا۔ حاضرین نے تعجب کیا کہ کون سی کتاب یہ بات بتا رہی ہے۔ آپ ایک لحظہ خاموش رہے، وہ قریب المرگ لڑکا ہوش میں آ کر اصلی حالت پر آ گیا۔ لوگ حیران و ششدر رہ گئے۔

④ ایک بانجھ عورت حاضر خدمت ہو کر عرض گزار ہوئی کہ میرا خاوند دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہے کیونکہ مجھ سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ اس وقت آپ معجونِ فلاسفہ نوش فرما رہے تھے تھوڑی سی کھا کر باقی اُس عورت کو دے دی اور فرمایا کہ اس وقت تو یہی مادۃ الحیات ہے اُس عورت نے وہی لے کر کھایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اولاد دی اور اس کے خاوند نے نکاحِ ثانی کا ارادہ ترک کر دیا۔

⑤ ایک پشتینہ شیخ زادہ آپ کا مرید ہوا تو اتفاقاً اُس کو ایک مرض لاحق ہوا کہ زندگی کی اُمید باقی نہ رہی۔ کسی نے یہ معاملہ آپ سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے دل میں یہ خیال گزرا تھا کہ اس طریقہ کو چھوڑ کر اپنے بزرگوں کی نسبت حاصل کرنی چاہیئے اور یہ بات مجھ پر ظاہر ہو گئی۔ اس لیے مجھے غیرت آئی ہے اور یہی وجہِ علالت ہے۔ اُس شخص نے مریض سے بیان کیا تو اُس نے تصدیق کی اور توبہ و ندامت ظاہر کی تو فوراً شفایاب ہو گیا۔

وفات جب آپ کی عمر شریف تقریباً چالیس سال کی ہوگئی تو ایک دن آپ نے فرمایا کہ بعض خوابوں سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ عنقریب سلسلہ نقشبندیہ کا ایک بہت بڑا شخص فوت ہوگا۔ یہ کہہ کر ارشاد کیا کہ شہر دہلی کے نواح میں کوئی جگہ اختیار کرنی چاہیئے۔ جہاں تنہائی میں بسر اوقات کروں اور اختتامِ عمر پر وہیں مدفون ہو جاؤں۔ اس بارے میں آپ نے اپنے بعض مخلص اصحاب کو استخارہ کا حکم دیا۔ جب اجازت معلوم نہ ہوئی تو اس ارادے کو ترک کر دیا۔ بعد ازاں ایک روز فرمایا کہ ایسا دیکھا گیا ہے کہ کہہ رہے ہیں کہ جس غرض کیلئے تجھے بلایا گیا تھا وہ پوری ہوگئی ہے اب سفر کرنا چاہیئے۔ انتقال سے کچھ دن پہلے یہ بھی فرمایا کہ کہہ رہے ہیں کہ قطب زمانہ فوت ہوگیا اور میں اس وقت اپنا مرثیہ قصیدہ پڑھ رہا ہوں جس میں خالی ارشادات و کنایات مندرج ہیں۔

غرض ۲۵ جمادی الثانی سنہ ۱۰۱۲ھ ۱۶۰۳ میں امراضِ جسمانی نے آپ پر غلبہ پایا۔ ان دنوں میں آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ کو خواب میں دیکھا ہے وہ فرما رہے ہیں کہ پیراہن پہنو۔ یہ خواب بیان کرکے آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ اگر ہم زندہ رہنے تو ایسا ہی کریں گے ورنہ کفن بھی ایک طرح کا پیراہن ہے۔ قصہ کوتاہ جمادی الآخرہ کی پچیسویں تاریخ ہفتہ کا دن تھا کہ احتضار (نزع) کا عالم ہوکے آثار نمایاں ہوئے۔ اسی اثنا میں ایک درویش کی زبان سے کلمہ یا الٰہ العالمین نکلا۔ آپ نے فوراً اُس کی طرف منہ پھیر کر دیکھا۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا کہ حضرت خواجہ کی یہ توجہ نامِ محبوب کے سننے کے شوق سے ہے۔ اس کلام سے چشم مبارک میں آنسو بھر لائے۔ جب تھوڑا دن باقی رہ گیا تو آپ اسم ذات کے ذکر میں مشغول ہوگئے اور اُسی روز اللہ اللہ کہتے وصال فرمایا۔ دوسرے روز آپ کے مخلص اصحاب کی قرارداد کے مطابق ایک جگہ قبر شریف کھودی گئی۔ لیکن جب دلریش درویشوں نے جنازہ کو اُٹھایا تو اُس دیوانگی کی وجہ سے جو حاملانِ جنازہ پر طاری تھی، تابوت کو اس مقام پر نہیں اتارا جہاں قبر تیار کی گئی تھی۔ بلکہ ایک اور زمین پر جا اتارا۔ اُتارنے کے بعد کیا دیکھتے ہیں کہ یہ وہی زمین ہے کہ جہاں ایک روز آپ نے وضو کرکے دوگانہ ادا فرمایا تھا۔ اُٹھتے وقت وہاں کی کچھ خاک دامن مبارک پر لگ گئی تھی، اُس پر زبانِ اقدس سے فرمایا تھا کہ اس جگہ کی خاک ہماری دامنگیر ہوگئی۔ اس لیے یاروں نے اُسی مکان میں جو جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم گاہ کے جوار میں اور شاہراہ کے متصل ہے، اُس شاہِ اقلیم ارشاد کو سپرد خاک کیا گیا۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

آپ کا مزار مبارک خواجہ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی کوششوں سے نہایت زینت سے تیار ہوا۔ آپ کی وصیت کے مطابق مرقد شریف پر گنبد نہیں بنایا گیا۔ صرف ایک بلند چبوترہ بنا دیا گیا ہے۔ آپ کے تصرف کو دیکھیے کہ اس چبوترے پر سخت گرمی میں بھی پاؤں کو تکلیف و حرارت محسوس نہیں ہوتی۔

بہت سے فاضلوں اور عارفوں نے آپ کے وصال کی تاریخ لکھی ہے جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:۔

①

ذاتے کہ بدوست بود باقی از خود ہمہ فانی الصفت بود
برخالق خویش جملگی عشق بر خلق تمام عاطف بود
دے تشنہ دلم سال فوتش خوش گفت کہ "بحر معرفت بود"
۱۰۱۲ھ

②

یہ تاریخ آپ کے روضہ مبارک کے جنوبی دروازے پر نہایت خوشنما حروف میں کندہ ہے۔

خواجہ باقی آں امام اولیاء عارف باللہ اسرار نہفت
نکہت بستاں سرائے انبیاء از نہال جعفری خوش گل شگفت
چونکہ بد مشرب فنا اندر بقا محو حق گشتہ در اسرار سفت
سال تاریخ وصالش خسروی فی البدیہ "نقشبند وقت" گفت
۱۰۱۲ھ

③

قبلۂ ارباب معنی کعبۂ اصحاب دیں مظہر فیض الٰہی صاحب علم الیقیں
حامی دین نبی اکمل امام المتقین مورد فضل گرامی آل ختم المرسلیں
کاشف اسرار مطلق واقف عین الیقیں محو ذات اقدس و باللہ باقی بالیقیں
غوث اعظم عروۃ الوثقیٰ ز رب العالمین قطب ارشاد جہاں ہم معنی حق الیقیں
کامل عالی طریقہ مہدی راہ متیں مرکز عرفان الٰہی مقتدا العارفین

راضی و مرضیِ حق بر ذاتِ و شانِ او مبیں
ایں کرامت ہست از محبوبِ رب العالمیں

نورِ نیچوں بر جبینش تافت از حق المبیں
شد زمیں ہمتش روشن قلوب المؤمنیں

کے توانم گفت مدح آں خلاصہ و املیں
ہست ذاتِ خواجہ باقی رحمۃ للعالمیں

نعمت اللہ باقی بود باقی شد یقیں
مرجعِ انس و ملک از فضلِ رب العالمیں

خواجگی امکنہ شد مرشد آں شاہِ دیں
لیک بُد مشربِ اویس و ہم بہا احرارِ دیں

چوں کمالش و عمل دائم بود معنی و یقیں
شد دحالِ غیب او آخر بعمرِ اربعیں

وال زِ ہجرت بعد الف اثنا عشر بودہ سنیں
از وفاتِ قلب و دوراں تکیہ گاہِ مسلمیں

ہر کہ آید بر مزارش از سرِ صدق و صفا
حاجتش گردد روا ، ہم مقصدِ دنیا و دیں

عاجز و عاصی بدرگاہش نہے سایہ جبیں
تا بیابد نظرِ رحمت ہم نجاتِ یومِ دیں

باد نازل رحمت و رضواں ربّ العالمیں
بر محمد خواجہ باقی زِ اولیا سنے مقبلیں

مندرجہ بالا اشعار آپ کے مزارِ مبارک کے سرہانے پر ایک سنگِ مرمر کی لوح پر بہت ہی خوبصورت الفاظ میں کندہ ہیں۔

آپ کی شان میں یہ قطعہ بھی بہت مشہور ہے :- ؎

قبلۂ انفسی و آفاقی
بزمِ خاص شہود را ساقی

خضرِ جاں بخش راہِ مشتاقی
خواجۂ ما محمد الباقی

ارشاداتِ قدسیہ

① سورۂ اخلاص کے معنی کے بیان میں فرمایا کہ اس کو سورۂ اخلاص اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے سننے سے بندہ کا اعتقاد اپنے پروردگار کی نسبت شرکِ جلی و خفی کے غبار سے خالص و پاک ہو جاتا ہے اور اس کے عمل میں فی الجملہ اخلاص پیدا ہو جاتا ہے۔ اعتقاد کا شرکِ خفی سے پاک ہونا اس طرح ہے کہ الوہیت میں ایسی ذات کا اعتقاد رکھے کہ عرصۂ امکان میں کسی طرح کوئی اس کا مثل نہ ہو، نہ اس کا معتقد ممکن ہو جائے گا۔ اسی وجہ سے اکابر نے فرمایا ہے کہ توحید قدیم کو حادث سے الگ کرنے کا نام ہے۔

② مراقبہ کی حقیقت انتظار کرنا ہے اور انتظار کی صفائی مقصود کی طلب میں ہے۔ ایسی حالت

میں کہ طالب اپنی قوت و طاقت سے نکل جائے اور مقصود جلّ ذکرہٗ کے دیدار کا مشتاق اور اس کے عشق کے سمندر میں مستغرق ہو جائے۔ قوت و طاقت کی دید کوشش کا غبار ہے اور آستانہ انتظار کشش ہے۔ اس قسم کا مراقبہ سوائے منتہی اور قریب الانتہاء کے دوسرے کو حاصل نہیں ہوتا۔ اسی واسطے حضرت نجم الدین کبریٰ قدس سرہٗ نے ان دس اصلوں (بنیادوں) کے بیان میں کہ جن پر موت بالارادہ موقوف ہے۔ اس مراقبہ کو نویں اصل (بنیاد) قرار دیا گیا ہے لیکن مبتدی عاشق کو منتہی کی تقلید کرنی چاہیئے اور اپنے تئیں (اپنے آپ کو) قوت و طاقت کی دید سے نکال کر انتظار محض کرنا چاہیئے۔ باقی مراقبات جو مقصود کو شکل و مثال اور علم و خیال سے مقید کر کے عرصۂ تعقل میں لاتے ہیں، اس مراقبہ سے کم درجہ کے ہیں۔ ؎

هر چه پیش تو پیش ازاں رہ نیست ‖ تیرے نزدیک وہ جس سے آگے راستہ نہیں ہے
غایت فہم تست اللہ نیست ‖ وہ تیری سمجھ کی غایت (انتہاء) ہے خدا نہیں ہے

③ سلوک کے دس مقاموں کی تحقیق کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ جو شخص معصیت (گناہ) میں گرفتار ہے یا وہ دنیا سے کچھ رغبت رکھتا ہے یا سبب پر نظر رکھتا ہے یا بقدر ضرورت معاش پر اکتفا نہیں کرتا یا لوگوں سے میل جول رکھتا ہے یا اُس کے اوقات اللہ تعالیٰ کے ذکر سے معمور نہیں یا اللہ تعالیٰ سے غیر خدا طلب کرتا ہے یا نفس کے ساتھ مجاہدہ نہیں کرتا یا اپنی ذات اور اپنے احوال پر نظر رکھتا ہے اور اپنی قوّت و طاقت پر بھروسہ کرتا ہے یا اپنے آپ کو احکام ازلیہ کے حوالہ نہیں کرتا وہ طریق تحقیق کے سلوک میں ناقص ہے۔ مخفی نہ رہے کہ بعضے منتہی درویش جو اپنی خواہشات و ضروریات سے نکل چکے ہیں ضروری معاش پر اکتفا کرنے اور لوگوں سے میل جول نہ رکھنے اور نفس کے ساتھ مجاہدہ کرنے میں کسی خاص وجہ سے ثابت نہیں رہے ہیں۔ ”ہر ایک کے لئے ایک جہت ہے جس کی طرف وہ منہ کرنے والا ہے“

④ توکّل یہ نہیں کہ ظاہری اسباب کو چھوڑ دیں اور بیٹھ رہیں کیونکہ یہ تو بے ادبی ہے بلکہ سبب مشروع مثلاً کتابت وغیرہ کو اختیار کرنا چاہیئے اور نظر سبب ہی پر نہ رکھنی چاہیئے کیونکہ سبب مثال دروازے کے ہے جو اللہ تعالیٰ مسبب پر پہنچنے کیلئے بنایا ہے۔ اس صورت میں اگر کوئی شخص دروازے کو بند کر لے کہ خدا اوپر سے پھینک دے گا تو یہ اُس کی بے ادبی ہے کیونکہ دروازہ خدا ہی کا

بنایا ہوا ہے اور اس بات پر دلیل ہے کہ کھلا ہے، کھلے ہوئے کو بند نہ کرنا چاہیئے بعد ازاں اُسے اختیار ہے دروازے سے بھیجے یا اُوپر سے پھینک دے۔

(۵) توحید حاصل کرنی چاہیئے۔ محققین متکلمین کے نزدیک توحید یہ ہے کہ "وجود میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی چیز موثر نہیں"۔ یعنی اپنی ساری قدرت کو خدا سے منسوب کرنا اور اپنے آپ کو قدرت سے خالی کرنا۔ اگرچہ متاخرین علماء میں سے بعضے قدرت موثرہ کو فی الجملہ بندہ میں بھی ثابت کرتے ہیں اور اُن کی توحید یہ ہے "اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں"۔ لیکن زیادہ صحیح مذہب پہلا ہی ہے اور صوفیہ کرام جس طرح فعل و قدرت کو اللہ تعالیٰ سے منسوب کرتے ہیں۔ اُسی طرح سات صفات میں سے باقی علم و سمع و بصر و حیات و ارادہ و کلام کو بھی اللہ تعالیٰ سے منسوب کرتے ہیں۔

(۶) مشائخ جو لوگوں کے ارشاد و تربیت میں مشغول ہوتے ہیں اُس کا باعث اِن تین چیزوں میں سے ایک ہوا کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا الہام یا پیر کا حکم و امر یا بندگانِ خدا پر شفقت۔ یعنی جب وہ لوگوں کو گمراہی میں دیکھتے ہیں اور گمراہی کو اُن کے عذاب و ضرر کا سبب جانتے ہیں تو نہایت ترحم سے اُن کے عذاب کا دفعیہ چاہتے ہیں پس شفقت کا مقتضا یہ ہے کہ شریعت کے رواج دینے کو اپنے اُوپر لازم کر کے لوگوں کو وعظ و نصیحت سے حفظِ آداب اور اقامت شرائع کا حکم دیں۔ مثلاً فقہ و حدیث کا پڑھنا پڑھانا اور اُس کے مطابق عمل کرنا، مگر اُن کو واصل بحق کرنا شفقت کی شرط نہیں بلکہ وہ ایک زائد امر ہے۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ اس طریقہ تربیت کا ماحصل انجذاب ایمانی (ایمان کا جذب ہونا یا کرنا) ہے جسکی دعوت تمام انبیاء و رسل دیتے رہے ہیں۔

(۷) اللہ تعالیٰ سے بندہ کا نہایت قرب اور اتصال اس سے زیادہ نہیں کہ دوام آگاہی جو فنا کی طرف کھینچتی ہے اُس کو حاصل ہو جائے۔ جب یہ نسبت حاصل ہو گئی تو سالک اس نسبت کے حصول سے مرتبۂ ولایت سے مشرف ہو گیا اور وہ کمالات جو دوسرے طریقوں کے سالکوں کو حصولِ مقامات اور تجلیاتِ اسماء صفات میں بتفصیل حاصل ہوتے ہیں وہ اور شئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے قرب و اتصال کی نسبت کا یہ حصول ولایتِ خاصہ کے مرتبہ تک پہنچا دیتا ہے۔ اس طریقہ کے طالبوں کا پہلا داخلہ سرحدِ فنا میں ہے اور اندراج نہایت در بدایت جس کی طرف ہمارے سلسلہ کے اکابر نے اشارہ کیا ہے یہی ہے۔

(۸) ترقی بعد الموت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:- کہ حضرت شیخ ابنِ عربی قدس سرہٗ کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص نیتِ صحیح اور اعتقادِ درست کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں آئے اور شریعتِ غرا (واضح شریعت) کے آداب کما حقہٗ بجا لائے اور اس کو عینِ حیات میں اِس گروہ کے اذواق و مواجید (ذوق و وجد) حاصل نہ ہوں۔ تو البتہ موت کے بعد اُس کو اس گروہ کے احوال و اذواق عطا کیئے جاتے ہیں۔ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ نے اس قول کو نقل کر کے تھوڑی دیر تامل کیا اور فرمایا، بلکہ ایسے شخص کو اِسی جہان میں سکراتِ موت کے وقت اِس دولت سے مشرف کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد ارشاد کیا کہ اعتقاد درست اور احکامِ شریعت کی رعائیت اور اخلاص اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں دائمی توجہ سب سے بڑی دولت ہے۔ کوئی ذوق وجدان اس بڑی نعمت کے برابر نہیں۔ ؎

ایں داشتہ باش و دگر ہیچ مباش

(۹) انجذاب اور محبتِ الٰہی کا طریقہ مقصود تک پہنچانے والا ہے اور اس کا رُخ سوائے ذاتِ حق تعالیٰ کے اور کسی طرف نہیں ہے بخلاف دوسرے طریقوں کے کہ اُن کا رُخ انوار کی طرف بھی ہے، ناچار بعضے ان ہی انوار میں رہ جاتے ہیں۔ یہ انجذاب و محبت تمام افرادِ انسانی میں ہے مگر پوشیدہ ہے۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ اسی انجذاب کی تربیت کرتے ہیں۔

(۱۰) اللہ تعالیٰ کی رُویت (دیدار) آنکھ کے ساتھ موت کے بعد ہو گی کیونکہ رُوئیت، انکشافِ تام کا نام ہے۔ جب تک رُوح کا تعلق اس بدن کے ساتھ ہے۔ انکشافِ تام (مکمل انکشاف) نہیں ہو سکتا کیونکہ رُوح خواہ کتنی ہی بے تعلق ہو جائے، کم سے کم حیات کا علاقہ (تعلق) باقی رہے گا۔ اگر صرافتِ اصلی پر رہے، خودی کا تعلق باقی ہے

(۱۱) سماع کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے ارشاد کیا کہ صوفیہ صافیہ میں سے جو لوگ راگ سننے کے قائل ہیں، اُنہوں نے اس میں یہ حکمت دیکھی ہے کہ راگ سننے کے بعد طبیعت ساکن و برقرار رہتی ہے، ناچار رُوح، معانی کا ادراک زیادہ کرتی ہے۔ مجوزین سماع کا مقصود معانی ہے وہ نغمہ کو اس کے زیور کی مثل سمجھتے ہیں ورنہ وہ نفسِ نغمہ میں مبتلا نہیں۔ حاضرین میں سے ایک نے شیخ سعدی کی یہ بیت (شعر) پڑھی کہ ؎

آوازِ خوش بہتر از روئے خوش٭ کہ آں حظِ نفس است ایں قوتِ روح

٭ خوبصورت چہرے سے خوبصورت اور خوش آواز بہتر ہے کیونکہ وہ حظِ نفس ہے اور یہ قوتِ روح۔ (تصوری)

آپ نے فرمایا کہ دونوں ایک ہی ہیں یعنی اگر دیکھنے والا اور سننے والا اہلِ نفس سے ہیں تو وہ دیکھا ہوا اور سنا ہوا دونوں نفسانی ہیں اور اگر اصحابِ روح سے ہیں تو دونوں روحانی ہیں اور فرمایا کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا قدس سرہٗ کے ملفوظات میں مذکور ہے کہ راگ سُننے کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ سُننے والے پر اللہ تعالیٰ کی محبت غالب ہو۔ آپ کے مخلصوں میں سے ایک نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی کیا علامت اور نشانی ہے؛ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا اتباع۔ پھر اُس مخلص نے عرض کیا کہ ممکن ہے کہ متبع (اتباع کرنے والے) کا مقصود بہشت ہو یا عذاب دوزخ سے نجات۔ آپ نے فرمایا کہ ایسا شخص متبعِ تام (مکمل اتباع کرنے والا) و کامل نہیں اور اُسے اہل اللہ میں شمار نہیں کرتے۔ اتباعِ ظاہری تو ظاہر ہے۔ اتباعِ باطنی یہ ہے کہ اُس کے باطن میں سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی مطلب و مقصود نہ ہو۔

(۱۲) وِلائیت (واؤ کی زیر کے ساتھ) بندہ کے اُس قرب کو کہتے ہیں جو وہ حق سبحانہٗ سے تعلق رکھتا ہے اور وِلائیت (واؤ کی زیر کے ساتھ) اُس چیز کو کہتے ہیں جو خلق میں مقبول ہونے کا سبب ہے اور اہلِ عالم اس کی طرف گرویدہ ہوتے ہیں اور یہ کمال مخلوقات سے تعلق رکھتا ہے۔ خوارق و تصرفات دوسری قسم میں داخل ہیں۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے سوال کیا کہ جو برکتیں صاحبانِ استعداد کو پہنچتی ہیں وہ کس قسم میں داخل ہیں؛ آپ نے جواب میں فرمایا کہ وہ وِلائیت (واؤ کی زیر کے ساتھ) کا اثر ہیں اس بیان کے اثناد دوران میں آپ نے طالبوں کے استفادہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جس وقت طالب کا آئینہ مُرشد کے آئینہ کے مقابل ہوتا ہے تو جو کچھ مرشد کے آئینہ میں ہوتا ہے وہ طالب کے آئینہ پر بقدرِ مناسبت اپنا پرتو ڈالتا ہے۔ اسی موقعہ پر آپ نے فرمایا کہ بعض کو ولائیت کی ان دونوں قسموں میں سے ایک حاصل ہوتی ہے اور بعض کو دونوں قسموں سے کافی حصہ ملتا ہے یا کسی کو دونوں میں سے ایک سے زیادہ اور دوسری سے کم حصہ ملتا ہے۔ مشائخِ نقشبندیہ رحمہم اللہ تعالیٰ میں ہمیشہ وَلائیت (واؤ کی زبر کے ساتھ) وِلائیت (واؤ کی زیر کے ساتھ) پر غالب رہی ہے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جب کوئی مُقتدا اس جہان سے انتقال کر جاتا ہے تو ولائیت (بکسر واؤ) کو اپنے مخلص کے حوالہ کر جاتا ہے اور [illegible] (بفتح واؤ) اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ کبھی کسی لغزش کے باعث ولی کی ولائیت بکلیہ [illegible] چھین لی جاتی ہے چنانچہ ابنِ فارض

رحمۃ اللہ علیہ نے پیر بقال کے جنازہ کے امام کا واقعہ بیان کیا ہے جو مولانا جامی قدس سرہٗ کی نفحات الانس نامی کتاب میں مذکور ہے۔

(۱۳) ایک روز فقراء پر بعض منکرین کے اعتراض کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اولیاء کبیرہ گناہوں سے محفوظ نہیں ہیں اگر اتفاقاً اُن سے اس قسم کی کوئی حرکت سرزد ہو جائے تو اس سبب سے اُن کو ولایت سے خارج کر دینا جہالت ہے بلکہ دیکھنا یہ چاہیئے کہ وہ ہمیشہ یا اکثر کون سی منزل میں رہتے ہیں۔ اس حال میں اگر کبھی بتقاضائے بشریت اُن سے کوئی کبیرہ گناہ صادر ہو جائے تو اُس میں اُن کو معذور سمجھنا چاہیئے۔

(۱۴) محبت ذات و محبت صفات کی تحقیق میں سلسلۂ سخن شروع تھا۔ زبان اقدس سے فرمایا کہ محبت صفات یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص کسی سے اس لیے محبت رکھتا ہے کہ وہ عالم ہے یا شجاع ہے، تو اُس وقت اُس کی محبت موقوف ہوگی صفت علم و شجاعت پر۔ اگر یہ اوصاف اُس سے دور ہو جائیں تو اس کی محبت بھی جاتی رہے۔ اور محبت ذاتی یہ ہے کہ کسی شخص کو بغیر لحاظ کسی صفت کے دوست رکھے۔ یہ نہیں کہ جب وہ کسی صفت کے ساتھ متصف ہو تو اُس وقت محبت میں زیادتی ہو اور جب کسی صفت کے ساتھ متصف نہ ہو تو محبت میں کمی آ جائے۔

(۱۵) ہمارے طریقہ کا دار و مدار تین باتوں پر ہے۔ اہل سنت و جماعت کے عقائد پہ ثابت قدم رہنا، ۱ دوام آگاہی ۲ اور عبادت ۳۔ اگر کسی شخص کی ان تین چیزوں میں سے ایک میں خلل و فتور آ جائے تو وہ ہمارے طریقہ سے خارج ہے۔ ہم عزت کے بعد ذلت اور قبول کے بعد رد سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔

(۱۶) پیر کے متعدد ہونے میں کلام شروع ہوا تو زبان مبارک سے فرمایا کہ پیر تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک ۱ پیر خرقہ، دوسرے ۲ پیر تعلیم، تیسرے ۳ پیر صحبت۔ واضح ہو کہ پیر خرقہ وہ ہے جس سے خرقہ ارادت پہنا جائے۔ جس بزرگ سے خرقہ تبرک و اجازت ملے، اُسے اہل تصوف کی اصطلاح میں پیر خرقہ کہتے ہیں۔ پیر تعلیم، ذکر کے معنے ظاہر ہیں۔ پیر صحبت وہ ہے جس سے لوگ صحبت رکھیں اور اس کی صحبت سے منافع و ترقیات حاصل کریں۔ اسی موقع پر فرمایا کہ ہندوستان میں سلسلۂ چشتیہ و کبرویہ میں دار و مدار خرقہ پر ہے۔ ان سلسلوں کے اصحاب کی اصطلاح میں

ہیں پیر مطلق، پیر خرقہ کو کہتے ہیں۔ اسی واسطے ایک شخص کیلئے کئی پیروں کے ہونے کو تسلیم نہیں کرتے اور پیر تعلیم و پیر صحبت کو مرشد کہتے ہیں۔ آپ نے اسی مطلب کے مطابق ایک بزرگ کا نام لیکر فرمایا کہ انہوں نے اپنے رسالوں میں لکھا ہے کہ پیر خرقہ متعدد ہونا مکروہ ہے اور اسی طرح پیر تعلیم کا تعدد مکروہ ہے۔ لیکن پیر صحبت کئی ہو سکتے ہیں۔ بشرطیکہ پہلا پیر اجازت دیدے یا اس کی صحبت فوت ہو جائے۔ بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ ہاں پیر خرقہ متعدد نہیں ہوتے لیکن پیر تعلیم مثل پیر صحبت کے کئی ہو سکتے ہیں اور یہی سالکوں کا معمول ہے۔

(۱۷) صوفیہ کرام کے سلسلوں میں لوگوں نے خرقہ کی سند حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بطریقہ عنعنہ بیان کی ہے مگر ذکر کو بطریق عنعنہ بیان نہیں کیا مگر سلسلہ نقشبندیہ و کبرویہ میں ذکر کی سند بطریق عنعنہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے لیکر آج کے دن تک درمیانی راویوں میں کسی طرح کا خلل نہیں پڑا۔ اس موقعہ پر حاضرین میں سے ایک نے سوال کیا کہ یہ جو کہتے ہیں کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں طریقہ رابطہ حضرت صدیق اکبرؓ سے اور طریقہ ذکر حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے پہنچا ہے، کہاں تک درست ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جو ذکر ہمارے سلسلہ میں ہے اور جسے وقوف عددی کہتے ہیں، مقررہ طریقہ کے ساتھ مثلاً حبس دم اور اس کے ساتھ محمد رسول اللہ ملانا، وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہم تک بطریق عنعنہ پہنچا ہے اور طریق صحبت بھی آپ ہی سے پہنچا ہے کیونکہ آپ سفر و حضر میں جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا کرتے تھے او بذ صحبت فیض حاصل کرتے تھے۔ اصل اس کام میں صحبت ہے اور رابطہ اس کا ظل ہے۔ جب صحبت ظاہری مفقود ہو تو اس طریقہ والوں نے رابطہ پر اکتفا کیا جو صحبت معنوی ہے۔

(۱۸) ایک روز مولانا جامی قدس سرہ السامی کی کتاب "نقد النصوص" کی یہ عبارت نظر مبارک میں آئی کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ حضور کی حالت میں بغیر اس کے کہ حس سے غائب ہوں امور غیبیہ کے بعض حقائق اس گروہ پر کھل جاتے ہیں اور اسی کو مکاشفہ کہتے ہیں۔ مکاشفہ کبھی جھوٹ نہیں ہوتا کیونکہ مکاشفہ سے مراد ہے علائق بدن سے مجرد ہونے کی حالت میں روح کا مغیبات کے مطالعہ میں منفرد (تنہا) ہونا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت جامی نے یہ مضمون ترجمہ عوارف سے نقل کیا ہے اور

تحقیق یہ ہے کہ بعضے مکاشفات جن میں خیال کو کچھ دخل ہے اُن میں خطا بھی ہو جاتی ہے لیکن علوم یقینی جو کہ مدرکہ ذہن پر الہام کیے جاتے ہیں اُن میں خطا کو کچھ دخل نہیں۔ اس موقعہ پر ایک درویش نے عرض کیا کہ بعض علوم یقینی میں بھی جو بطریق الہام معلوم ہوتے ہیں، خطا پائی جاتی ہے۔ اس کا سبب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اُس کا سبب یہ ہے کہ صاحبِ الہام اپنے مقدمات مسلمہ میں سے بعض کو جو اس کے نزدیک یقینی ہیں، ان علوم یقینی کے ساتھ ملا لیتا ہے۔ اسی وجہ سے اُن میں خطا آجاتی ہے ورنہ صرف علوم الہامیہ میں خطا کی گنجائش نہیں۔ علوم عقلیہ کے علماء جو قوانینِ منطق کی رعایت کرتے ہیں کبھی اُن کے فکر میں خطا داخل ہو جاتی ہے۔ اس میں راز یہ ہے کہ اپنے مقدمات مقررہ کو یقینی خیال کر کے اس میں ملا لیتے ہیں ورنہ منطق تو وہ علم ہے کہ اس کی رعایت ذہن کو فکر میں خطا سے بچاتی ہے اگر صرف منطق کا استعمال ایسے مقدمات ملانے کے بغیر ہو تو ذہن کبھی خطا نہ کرے۔ اس موقعہ پر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جو لوگ خدا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اُن کو کشف کی کچھ ضرورت نہیں، کیونکہ کشف دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک کشف دنیوی جو بالکل کسی کام نہیں آتا۔ دوسرا کشف اُخروی جو کتاب و سُنت میں بصراحت مذکور ہے اور عمل کیلئے کافی ہے کوئی کشف اس کے برابر نہیں۔

⑲ اہل اللہ کے بارے میں سلسلۂ کلام شروع ہوا تو فرمایا کہ اہل اللہ تین فرقے ہیں عباد[۱]، صوفیہ[۲]، ملامتیہ[۳]۔ عباد وہ لوگ ہیں، جنہوں نے ظاہر عبادت پر اکتفا کیا ہے اور فرائض و سنن کے بعد نفلی عبادتوں اور خیرات پر قیام کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ چاہتے ہیں کہ خیرات میں سے کسی چیز کی فرو گذاشت نہ ہو، اور صوفیہ کے اذواق و مواجید سے بہرہ ور نہیں ہوتے۔ عباد میں سے جو شخص صوفیہ کے اذواق و مواجید سے بہرہ ور ہو گیا وہ گروہِ صوفیہ میں داخل ہو گیا اور اپنے مرتبہ سے نکل آیا۔ صوفیہ وہ فرقہ ہے جو مواجید و اذواق سے بہرہ ور ہیں اور اپنے خوارق و کرامات کو مخلوق کی نظروں سے پوشیدہ نہیں رکھتے۔ تمام کاموں میں اُن کی نظر خدا پر ہے اور مخلوق کو مظاہر حق جانتے ہیں۔ اس فرقہ میں ایک طرح کی رعونت و نخوت رہ گئی ہے۔ ملامتیہ وہ لوگ ہیں جو عام لوگوں کے لباس میں رہتے ہیں اور عوام سے کچھ امتیاز نہیں رکھتے اور ظاہر میں فرائض و سنن مؤکدہ پر اکتفا کرتے ہیں اور اخلاص کی رعایت میں کوشش کرتے ہیں اور اپنے تئیں اپنے خوارق ظاہر کر کے مشہور و ظاہر

نہیں کرتے۔ اس امر میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کا اتباع کیا ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ عالم ظہور کا محل نہیں، خدا تعالیٰ نے اپنے تئیں عام لوگوں کی نظروں میں پوشیدہ رکھا ہے۔ لہٰذا وہ بھی اپنے تئیں مخلوق کی نظروں سے پوشیدہ رکھتے ہیں، اسی واسطے اکثر لوگ اُن کو اپنے جیسا خیال کرتے ہیں یہ جماعت رعونت سے بالکل آزاد و پاک ہے۔ وہ مقامِ عبودیت کی انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں۔ حضرت شیخ ابن عربی قدس سرہٗ نے اس جماعت کے کئی سردار ٹھہرائے ہیں، سب سے بڑے سردار جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو بتاتے ہیں، صحابہ کرام میں سے حضرت صدیق اکبر اور سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور مشائخ میں سے حضرت بایزید بسطامی اور ابو سعید خراز اور ابو السعود اور اپنے آپ کو بتاتے ہیں۔ ان کے سوا اوروں سے ساکت ہیں مگر اُن کی نفی نہیں کرتے۔ شیخ کا طریقہ یہ ہے کہ جو کچھ کسی خاص وقت میں کشف میں آگیا اُسے لکھ دیتے ہیں۔ فرقہ ملامتیہ میں سے جو لوگ اپنے تئیں مخلوق پر بعنوان ملامت ظاہر کرتے ہیں اور بعض ایسی چیزوں کے مرتکب ہوتے ہیں جو باعتبار ظاہر ممنوع ہیں مثلاً سفر میں ماہِ رمضان میں دن کے وقت بازار میں کھاتے پھرتے ہیں تاکہ مخلوق کی نظروں سے اُن کا اعتبار اُٹھ جائے۔ ایسے لوگ رتبہ و مرتبہ میں صوفیہ سے کم درجہ کے ہیں مخلوق اُن کی نظروں سے ساقط نہیں، ہوا ہے۔

(۲۰) (ایام وفات سے پہلے) فرماتے تھے کہ یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ طریق توحید (وحدتِ وجود) کے سوا ایک اور وسیع راہ ہے اور توحید کی راہ اُس شاہراہ کے مقابلہ میں محض ایک تنگ کوچہ ہے۔

* * *

(۲۴)

امامِ ربّانی مجدّدِ الفِ ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ

سرہند شریف (انڈیا) سنہ ۹۷۱ھ / سنہ ۱۵۶۴ء

سنہ ۱۰۳۴ھ / سنہ ۱۶۲۴ء سرہند شریف ضلع فتحگڑھ
ریاست پٹیالہ (انڈیا)

قطعۂ تاریخ وصال

ہے مکتوباتِ اقدس سے یہ ظاہر ‌ ‌ ‌ تھے حضرت علمِ دینِ حق کے کاشف
کہو یہ سالِ رحلت اُن کا صابرؔ ‌ ‌ ‌ مجدّدِ الفِ ثانی نقشِ عارف

۱۶۲۴ء

(صابرؔ براری، کراچی)

امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ

آپ کا شجرۂ نسب امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح ملتا ہے، شیخ احمد بن شیخ عبدالاحد بن شیخ زین العابدین بن شیخ عبدالحی بن شیخ محمد بن شیخ حبیب اللہ بن شیخ رفیع الدین بن شیخ نصیر الدین بن شیخ سلیمان بن شیخ یوسف بن شیخ اسحاق بن شیخ عبداللہ بن شیخ شعیب بن شیخ احمد بن شیخ یوسف بن شیخ شہاب الدین علی الملقب بہ فرخ شاہ بن شیخ نصیر الدین بن شیخ محمود بن شیخ سلیمان بن شیخ مسعود بن شیخ عبداللہ الواعظ الاصغر بن شیخ عبداللہ الواعظ الاکبر بن شیخ ابو الفتح بن شیخ اسحاق بن شیخ ابراہیم بن شیخ ناصر بن شیخ عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

آپ کے اجداد میں سے پندرہویں جد شیخ شہاب الدین علی الملقب بہ فرخ شاہ کابلی سلاطین کابل کے بڑے امرا و وزرا میں سے تھے۔ شیخ ممدوح پہلے مسلمان امیر ہیں جنہوں نے غزنی و کابل سے ہندوستان آکر دین اسلام کی تبلیغ و ترویج کی خاطر کفار سے جہاد کیا، بتوں کا قلع قمع کیا اور اسلام کا بول بالا کیا بارہا بکثرت مال غنیمت لیکر فتح و نصرت کے ساتھ ہندوستان سے لوٹے، آخر میں ترک امارت و وزارت کر کے

ف: مولانا نور بخش توکلی نے "تذکرہ نقشبندیہ" میں شیخ ناصر کے والد شیخ عبداللہ کو حضرت عمر فاروق "کا فرزند قرار دیا ہے اور لکھا ہے "شیخ ناصر بن شیخ عبداللہ بن امیر المومنین حضرت عمر فاروق" یہ درست نہیں ہے بلکہ یوں ہے: "شیخ ناصر بن شیخ عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن حضرت عمر فاروق" (سیرت مجدد الف ثانی از پروفیسر ڈاکٹر محمد [illegible] مطبوعہ کراچی ۱۹[illegible]ء، ص ۴۲) (قصوری)

حضر اختیار کیا اور سلسلہ چشتیہ میں بیعت ہوکر کوہستان کابل میں سکونت اختیار کی، بندگان خدا کو اپنے روحانی فیوض و برکات سے مستفیض فرماتے رہے اور یہیں انتقال فرمایا۔ شیخ ضیاء الحق علیہ الرحمہ نے یہاں خانقاہ اور مسجد تعمیر کرائی۔ آج کل یہ مقام درہ فرخ شاہ کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت مجددؒ کے چھوٹے جد امجد امام شیخ رفیع الدینؒ ہیں جو علم ظاہر و باطن کے جامع تھے۔ آپکو حضرت جلال الدین بخاری معروف بہ مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت ہے۔ آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس خاندان میں سے پہلے ہندوستان میں سکونت اختیار کی۔ شہر سرہند کی بنا آپ ہی نے رکھی تھی جس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ اس شہر کی آبادی کی جگہ ایک وحشت ناک جنگل تھا جس میں درندے رہا کرتے تھے۔ اس جنگل کا نام ہندی زبان میں (سہر بمعنی شیر، رند بمعنی جنگل) یعنی بیشۂ شیر تھا۔ اس سرزمین کے گرد و نواح میں کوئی شہر نہ تھا صرف ایک سامانہ نامی شہر تھا جو یہاں سے پچاس میل (۸۰ کلومیٹر) کے فاصلہ پر واقع تھا۔ لوگ خزانہ میں روپیہ پیسہ داخل کرنے کیلئے سامانہ جایا کرتے تھے۔ اس لیئے ارد گرد کی رعایا بالخصوص رعایائے برس نے جو یہاں سے بارہ میل تھا۔ اوچ شریف (بہاولپور ڈویژن) حاضر ہوکر حضرت مخدوم جہانیاںؒ کی خدمت میں جو سلطان فیروز شاہ تغلق کے مرشد تھے عرض کیا کہ آپ دہلی تشریف لیجا کر سلطان کو حکم دیں کہ یہاں ایک شہر بنایا جائے تاکہ ہماری مشکلات ختم ہوجائیں۔ حضرت مخدوم جہانیاںؒ دہلی تشریف لائے۔ سلطان نے پر جوش استقبال کیا اور پہلی ہی ملاقات میں منظوری دے دی کہ فلاں مقام پر شہر آباد کیا جائے۔ حضرت امام رفیع الدینؒ کے بڑے بھائی خواجہ فتح اللہ جو بادشاہ کے وزیر با تدبیر تھے۔ اس کام کو سرانجام دینے کیلئے مقرر ہوئے اور دو ہزار آدمیوں کو ساتھ لیکر وہاں تعمیر شہر میں مصروف و مشغول ہوگئے۔ پہلے سنہ ۷۶۰ھ میں قلعہ کی بنا اس ٹیلہ پر رکھی جہاں جنگل تھا مگر ہر روز جتنی دیوار تیار ہوتی۔ دوسرے دن گری ہوئی نظر آتی جب اس امر کی اطلاع بادشاہ کو ہوئی تو اس نے اس کا علاج حضرت سید مخدوم جہانیاںؒ کے سپرد کیا۔ انہوں نے اپنے خلیفہ و امام نماز شیخ رفیع الدین کو جو سنام میں رہا کرتے تھے کو حکم دیا کہ تم اپنے ہاتھ سے اس قلعہ کی بنیاد رکھو اور اس شہر میں سکونت اختیار کرو کیونکہ وہاں کی ولایت تمہارے متعلق ہے چنانچہ حضرت امام اس جگہ جلوہ افروز ہوئے اور مکاشفہ سے معلوم کیا کہ شاہی لوگ ایک خدا دوست شخص[1] کو زبردستی مزدوروں میں شامل کر لیتے تھے اور وہ رات کو توجہ ڈال کر دیوار گرا دیتا تھا۔ آپ نے منع

---

[1] وہ خدا دوست شخصیت حضرت بو علی قلندر م ۷۲۴ھ ، در عہد تغلق شاہ، قدس سرہ تھے۔ (قصوری)

فرمایا اور اپنے دستِ مبارک سے قلعہ کی بنیاد رکھی اور قلعہ اور شہر کی تعمیر حضرت امام کے زیرِ اہتمام انجام کو پہنچی۔ اختتامِ تعمیر پر حضرت امام نے یہاں کی سکونت اختیار کی۔ آپ کا مزار مبارک قصبہ سرہند سے باہر قریب ہی اب تک موجود ہے۔ یہ شہر خوب آباد رہا یہاں تک کہ ۱۰۷۷ھ (۱۶۶۶-۶۷ء) میں سکھوں نے اسے تاخت و تاراج کیا اور پھر دوبارہ اس کی رونق بحال نہ ہو سکی۔ ۱۹۴۷ء میں پاکستان معرضِ وجود میں آیا تو سرہند شریف (مشرقی پنجاب) ہندوستان کے حصہ میں آگیا اور یہ مقدس سرزمین مسلمانوں کے وجود سے خالی ہو گئی۔ غیر مسلم پناہ گزینوں نے اپنے ڈیرے جما لیے۔ البتہ حضرت مجددؒ کا روضہ مبارک اور ان کی خانقاہ خود حضرت مجددؒ کی کرامت سے اور شاہ افغانستان کے احتجاج پر محفوظ رہ گیا اور اس میں کچھ مسلمان رہتے ہیں مگر وہ بات کہاں۔

حضرت مجدد قدس سرہٗ کے والد ماجد شیخ عبدالاحدؒ آغازِ جوانی ہی میں شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے مرید ہو گئے اور ان کی خدمت میں رہنے کی اجازت چاہی مگر انہوں نے اجازت نہ دی۔ فرمایا کہ علومِ دین و شریعت حاصل کر کے آجانا کیونکہ علم کے بغیر درویشی بے لطف ہے[1]۔ عرض کیا، مجھے خدشہ ہے کہ علومِ دینیہ کی تکمیل کے بعد آپ کی صحبت کو نہ پاؤں۔ فرمایا، اگر مجھے نہ پاؤ تو میرے فرزند رکن الدین سے جو کچھ چاہو حاصل کر لینا۔ اتفاقاً تحصیلِ علوم سے پہلے ہی حضرت شیخ قدسؒ نے وصال فرمایا اور حضرت شیخ عبدالاحدؒ علومِ دینیہ کی تحصیل اور مختلف شہروں کی سیر و سیاحت کے بعد شیخ رکن الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے اپنے والد گرامی قدس سرہٗ کے اشارے کے مطابق آپ کی تربیت میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی اور سلسلہ قادریہ و چشتیہ میں خرقۂ خلافت مرحمت فرما کر طالبانِ خدا کی تعلیم و تربیت کا حکم دیا اور تحریری اجازت نامہ عطا فرمایا جو زبدۃ المقامات میں منقول ہے۔

حضرت مجدد قدس سرہٗ کا انتساب باطنی ہر چار سلاسل سے ہے چنانچہ سلسلہ نقشبندیہ میں آپ حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ ہیں جو حضرت خواجہ محمد مقتدیؒ امکنگی کے مرید و خلیفہ ہیں سلسلہ قادریہ میں آپ مرید و خلیفہ شاہ سکندر کیتھلیؒ کے ہیں جو مرید و خلیفہ اپنے جدّ بزرگوار شاہ کمال

---

[1] شیخ سعدیؒ نے کیسی سچی بات کہی ہے۔

پے علم چو شمع باید گداخت   کہ بے علم نتواں خدا را شناخت   (سعدی)

کیتھلی رح (المتوفی ۹۲۱ھ / ۱۵۱۵ء) کے ہیں اور سلسلہ چشتیہ صابریہ سہروردیہ میں اپنے والد بزرگوار حضرت مخدوم عبدالاحد قدس سرہٗ کے مرید و خلیفہ ہیں جو حضرت شیخ رکن الدین بن شیخ عبدالقدوس قدس سرہٗ کے ہیں ان چاروں سلسلوں کے علاوہ آپ کو دیگر سلاسل مثلاً شطاریہ، مداریہ، کبرویہ وغیرہ کی تلقین کی اجازت بھی اپنے والد بزرگوار سے حاصل تھی۔

آپ کی ولادت باسعادت شہر سرہند شب جمعۃ المبارک ۱۴ شوال ۹۷۱ھ / ۱۵۶۴ء کو ہوئی۔ آپکے والد بزرگوار کا بیان ہے کہ آپ کی ولادت سے پہلے میں نے خواب میں دیکھا کہ تمام جہان میں ظلمت پھیل گئی ہے۔ سؤر، بندر اور ریچھ لوگوں کو ہلاک کر رہے ہے۔ اسی اثناء میں میرے سینے سے ایک نور نکلا اور اُس میں ایک تخت ظاہر ہوا۔ اُس تخت پر ایک شخص تکیہ لگائے بیٹھا ہے اور اُس کے سامنے تمام ظالموں، زندیقوں اور ملحدوں کو بکرے کی طرح ذبح کر رہے ہیں اور کوئی شخص بآواز بلند کہہ رہا ہے:۔

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا۔ (سورہ بنی اسرائیل آیت ۸۱)

"اور کہہ، سچ آگیا اور باطل مٹ گیا۔ بے شک باطل مٹنے والا ہے۔"

اِس خواب کی تعبیر حضرت قدس سرہٗ نے شاہ کمال کیتھلی رح سے دریافت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ تمہارے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جس سے الحاد و بدعت کی تاریکی دُور ہوگی۔ یہ تعبیر بالکل درست نکلی۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ ایام رضاعت میں آپ بہت علیل ہو گئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو شاہ کمال کیتھلی رح کی خدمت میں لے گئیں۔ حضرت شاہ صاحب نے اپنی زبان مبارک آپ کے منہ میں دے دی اور آپ اُسے دیر تک چوستے رہے۔ شاہ صاحب نے فرمایا، خاطر جمع رکھو، یہ لڑکا بڑی عمر کا ہوگا اور عالم، عامل اور عارف کامل ہوگا اور میرے تیرے جیسے بہت سے اس سے پیدا (فیض یافتہ) ہوں گے۔

جب آپ سنِ تعلیم کو پہنچے تو آپ کو مکتب میں داخل کر دیا گیا۔ تھوڑی مدت میں آپ نے قرآن مجید حفظ کر لیا۔ بعد ازاں اکثر علوم متداولہ والد بزرگوار سے حاصل کر کے سیالکوٹ تشریف لیجا کر معقولات کی بعض کتابیں حضرت مولانا کمال کشمیری رح اور حدیث کی بعض کتابیں مولانا یعقوب کشمیری سے پڑھیں۔ مولانا یعقوب کاشمیری نے جو قطب مکرم شیخ حسین خوارزمی کبروی کے اکابر خلفاء میں سے تھے حرمین شریفین میں جا کر کبار محدثین سے تصحیح حدیث کی ہوئی تھی۔ علاوہ ازیں حضرت مجدد قدس سرہٗ

نے تفسیر واحدی ودیگر مؤلفات واحدی اور تفسیر بیضاوی اور دیگر مصنفات بخاری ومشکوٰۃ المصابیح وشمائل ترمذی وجامع صغیر سیوطی اور قصیدہ بردہ وغیرہ کی اجازت عالم ربانی قاضی بہلول بدخشانی سے حاصل کی تھی۔ قاضی موصوف کو کتب مذکورہ کی اجازت شیخ عبد الرحمن بن فہد سے تھی جن کا گھر آباؤ اجداد سے بیت الحدیث چلا آتا تھا۔ الغرض آپ سترہ سال کی عمر میں علوم ظاہری کی تحصیل کے سب مرحلے طے کر کے اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہو کر تدریس میں مشغول ہو گئے اور طلبہ علوم کو اپنی برکات سے بہرہ ور فرماتے رہے۔ اسی اثنا میں آپ نے عربی فارسی میں متعدد رسالے نہایت فصاحت وبلاغت کے ساتھ تحریر فرمائے، چنانچہ رسالہ تہلیلیہ، رسالہ اثبات نبوت، رسالہ ردّ شیعہ ان ہی رسائل میں سے ہیں۔

رسالہ ردّ شیعہ کی تصنیف کا باعث یہ ہوا کہ عبد اللہ خان ثانی اوزبک والئ سمرقند و بخارا نے جو ۹۹۰ھ میں تخت نشین ہوا تھا، خراسان پر حملہ کیا اور نو ماہ کے محاصرہ کے بعد ہرات کو ۹۹۳ھ میں فتح کر لیا جب خان مذکور نے خراسان کے مشہور شہر طوس یعنی مشہد مقدس کا محاصرہ کر رکھا تھا تو فقہائے مشہد میں سے ایک نے ایک عرضداشت عبد اللہ خان کی خدمت میں بھیجی جس کا ماحصل یہ تھا کہ رعایائے مشہد تو اکثر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل سے ہے آپ نے کس دلیل سے مشہد کا محاصرہ کیا۔ وہاں کے باشندوں کا قتل اور ان کے مال کا لوٹ لینا جائز رکھا ہے؟ عبد اللہ خان نے وہ تحریر علمائے ماوراء النہر کی خدمت میں پیش کی جو اس محاصرہ میں ہمرکاب تھے۔ اس کے جواب میں علمائے مذکورین نے ایک رسالہ بدیں مضمون لکھا کہ شیعہ کافر ہیں اور ان کا مال لوٹ لینا جائز اور مسلمانوں کیلئے مباح ہے۔ اس پر محمد بن فخر الدین علی رستمداری شیعی نے جو مشہد میں روضہ مقدس کی خدمت اور تدریس کا منصب رکھتا تھا اس تحریر کے جواب میں ایک رسالہ لکھا جیسا کہ مجالس المومنین میں مذکور ہے۔ جب یہ رسالہ حضرت مجدد قدس سرہ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے اس کا نہایت مدلل و معقول جواب لکھا۔ ان دنوں اہل تشیع ہندوستان میں ارباب حشمت و جاہ تھے اور شاہی دربار میں تقرب تام رکھتے تھے اور بادشاہ وقت بھی دین اسلام اور ارباب دین سے نہایت دشمنی رکھتا تھا۔ ان حالات میں حضرت اقدس کا تردید شیعہ میں قلم اٹھانا آپ کی حمیت و غیرت اسلامی کی زبردست دلیل ہے۔

آگرہ کے مشاہیر علماء کا شہرہ سن کر آپ کے دل میں ان حضرات کی ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوا اور وہاں تشریف لے گئے۔ کچھ عرصہ وہاں قیام کیا اور کئی دفعہ ابو الفضل کی مجلس میں شرکت کا موقعہ ملا۔ وہ

آپ کی خاص رعایت و تعریف کیا کرتا تھا۔ ایک دن اُس نے فلاسفہ اور اُن کے علوم کی توصیف میں نہایت مبالغہ کیا۔ جس سے علمائے دین کی توہین لازم آتی تھی۔ آپ سے یہ کب برداشت ہو سکتا تھا فرمایا کہ امام غزالی قدس اللہ سرہٗ العالی نے رسالہ منقذ من الضلال میں لکھا ہے کہ وہ علوم جن کے واضع، فلاسفہ اپنے آپ کو بتلاتے ہیں مثلاً ہیئت، نجوم و طب۔ یہ کتب انبیائے سابقین سے سرقہ ہیں اور ریاضی وغیرہ جو فلاسفہ کے طبع زاد ہیں، دین میں کس کام آتے ہیں۔ ابوالفضل یہ سُن کر خفا ہوا اور کہنے لگا کہ غزالیؒ نے نامعقول کہا ہے۔ آپ یہ سُن کر ناراض ہو گئے اور اُس کی مجلس سے تشریف لے آئے۔ اُٹھتے وقت فرمایا کہ اگر تو ہم سے اہلِ علم کی صحبت کا ذوق رکھتا ہے تو ایسی دُور از ادب باتوں سے زبان کو بند رکھ۔ آپ کئی روز اُس کی مجلس میں تشریف نہ لے گئے۔ یہاں تک کہ اُس نے ایک شخص کو آپ کی خدمت میں بھیجکر معافی مانگ کر تشریف لانے کا کہا۔

ایک روز آپ ابوالفضل کے بھائی فیضی کے ہاں تشریف لے گئے۔ وہ اُن ایام میں اپنی تفسیر بے نقط (سواطع الالہام) لکھ رہا تھا۔ وہ آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ خوب موقعہ پر تشریف لائے ہیں، ایک مشکل در پیش ہے کہ جس کی تاویل و تفسیر حروفِ غیر معجّمہ میں دُشوار ہے۔ میں نے ہر چند دماغ سوزی کی ہے مگر دلخواہ عبارت نہیں سوجھتی۔ یہ سن کر آپ نے قلم برداشتہ اس صفحہ کے مطالب کثیرہ حروفِ بے نقط میں کمالِ فصاحت و بلاغت کے ساتھ تحریر فرما دیئے کہ جس سے فیضی حیران رہ گیا۔ اس واقعہ سے آپکی زبردست علمی قابلیت ظاہر ہوتی ہے۔

جب آپ کو آگرہ میں قیام فرما ہوئے کچھ عرصہ بیت گیا تو آپ کے والد گرامی کو فرزند دلبند کی دُوری ناگوار گزری۔ اس لیے وہ شوقِ دیدار میں آگرہ پہنچے اور آپ کو ہمراہ لے کر وطنِ مالوف کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں تھانیسر ٹھہرے جہاں کے رئیس شیخ سلطان کی صاحبزادی سے آپ کا عقدِ نکاح ہو گیا۔ وطن پہنچ کر آپ نے سلوکِ طریقہ صوفیہ میں قدم رکھا اور اپنے والد بزرگوار کی صحبت میں بہت سے فوائدِ باطنی حاصل کیے۔ چنانچہ آپ رسالہ مبدأ و معاد میں لکھتے ہیں :۔

”اور اس فقیر کو اس نسبتِ فردیت کا سرمایہ جس کے ساتھ آخری عروج مخصوص ہے اپنے والد مخدوم عبدالاحد قدس سرہٗ سے حاصل ہوا تھا اور میرے والد ماجد کو یہ نسبت اپنے ایک عزیز بزرگ حضرت شاہ کمال قادری کیتھلیؒ سے جو جذبہ قوی کے

سے مالک تھے اور کرامات و خوارقِ عادات میں مشہور تھے، حاصل ہوئی تھی۔ لیکن یہ فقیر اپنی بصیرت کی کوتاہی اور اس نسبت کے محض گاہے گاہے ظہور پذیر ہونے کی وجہ سے سلوک کی منزلیں طے کر لینے سے پہلے تک اس نسبت کو اپنے اندر نہیں پاتا تھا اور نہ اس بات کا قطعاً کوئی علم تھا کہ یہ نسبت مجھے حاصل ہے نیز اس فقیر کو عبادات نافلہ خصوصاً نفل نمازیں ادا کرنے کی توفیق بھی والد ماجد ہی کی مدد سے حاصل ہوئی تھی اور میرے والد بزرگوار کو یہ سعادت اپنے شیخ (یعنی حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ) اور اُن کے صاحبزادے شاہ رکن الدین قدس سرہما سے حاصل ہوئی تھی جو سلسلہ چشتیہ سے تعلق رکھتے تھے۔[1]

ان ہی ایام میں ایک مرتبہ آپ بیمار ہو کر بہت کمزور ہو گئے۔ آپ کی حالت دیکھ کر اہلیہ بے قرار ہو گئیں اور انہوں نے دوگانہ ادا کر کے رو رو کر آپ کی صحت کیلئے دعا کی۔ اسی حال میں اُسے نیند آ گئی۔ خواب میں دیکھتی ہیں کہ ایک شخص کہہ رہا ہے تسلی رکھو، ہمیں ان سے بڑے بڑے کام لینے ہیں جن میں سے ابھی ہزارواں حصہ (ہزار میں سے ایک) بھی ظہور میں نہیں آیا۔ چنانچہ آپ جلدی تندرست ہو گئے اور اس معاملہ کے تھوڑی مدت بعد حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

آپ کو حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق مدت سے دامنگیر تھا مگر اپنے والد ماجد کی کبر سنی کے سبب سے اس ارادے کو ملتوی رکھا ہوا تھا۔ آپ کے والد نے ۲۷ر جمادی الآخرہ سنہ ۱۰۰۷ھ ۱۵۹۹ء میں بعمر شریف اسّی سال وصال فرمایا تو اگلے سال ارادہ حج سے روانہ ہوئے۔ راستے میں جب دہلی پہنچے تو مولانا حسن کشمیریؒ نے جو آپ کے دوستوں میں سے تھے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی بہت تعریف کی اور اُن سے ملنے کی ترغیب دی۔ چونکہ آپ کو نسبت عالیہ نقشبندیہ کا شوق پہلے سے تھا لہٰذا آپ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ مہربانی سے پیش آئے اور آپ کا ارادہ و قصد دریافت کیا۔ آپ نے اپنا عزم ظاہر کیا اگرچہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کا یہ شیوہ نہ تھا کہ کسی طالب کو بذات خود اپنے آپ اخذِ طریقہ کا اشارہ کریں یا ایسے سفر مبارک سے

---

[1] مبدا و معاد (مع اردو ترجمہ از سید زوار حسین شاہ مطبوعہ کراچی ۱۹۶۴ء) ص ۹۶

روک کر اپنی خانقاہ میں سکونت کیلئے ارشاد فرمائیں مگر چونکہ اس شہبازِ بلند پرواز کی قابلیت و استعداد بلند پر نظر عالی تھی۔ اس لیے اپنی عادت مبارکہ سے تجاوز کر کے فرمایا کہ اگرچہ تم سفر مبارک کا ارادہ رکھتے ہو لیکن کچھ مدت کم سے کم ایک ماہ یا ایک ہفتہ فقراء کی صحبت میں رہو تو کیا حرج ہے۔ بحسب الارشاد آپ نے ایک ہفتہ کا قیام اختیار فرمایا لیکن ابھی دو روز بھی نہ گزرے تھے کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے کشف و تصرف سے آپ پر اخذ طریقہ نقشبندیہ کا شوق غالب ہوا۔ آپ نے حضرت خواجہ قدس سرہٗ سے عرض کیا حضرت خواجہؒ نے فی الفور بغیر استخارہ کے داخل طریق کر لیا اور خلوت میں لے جا کر توجہ شروع کی۔ چنانچہ اُسی وقت آپ کا دل ذاکر ہو گیا اور حلاوت و التذاذ پیدا ہوا اور روز بروز ترقیات و عروجات ظاہر ہونے لگے۔

ان ایام میں ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے آپ کے رشد و ارشاد اور بلند استعداد کو دیکھ کر آپ کو خلوت میں طلب کیا اور وہ وقائع بیان کیے جو اس سے چند سال پیشتر آپ کے علو حال و کمال کی نسبت معائنہ کیے تھے اُن میں سے ایک یہ تھا کہ آپ نے فرمایا کہ جب میرے مخدوم حضرت خواجہ محمد مقتدی امکنگی قدس سرہٗ نے مجھے حکم دیا کہ تم ہندوستان جاؤ تاکہ یہ سلسلہ شریفہ تمہارے ذریعے وہاں جاری ہو جائے تو میں نے اپنے آپ کو اس خدمت کے لائق نہ سمجھ کر عذر کیا۔ آپ نے استخارہ کیلئے فرمایا۔ میں نے استخارہ میں دیکھا کہ گویا ایک طوطی شاخ پر بیٹھا ہے۔ میں نے اپنے دل میں نیّت کی کہ اگر وہ طوطی شاخ سے اڑ کر میرے ہاتھ پر بیٹھ جائے تو میرے لیے اس سفر میں بہت سے فتوح ظاہر ہونگے۔ اس خیال کا آنا تھا کہ طوطی اڑ کر میرے ہاتھ پر آ بیٹھا۔ اور میں نے اپنا لعاب دہن اُس کے منہ میں ڈالا اور اُس طوطی نے میرے منہ میں شکر ڈالی، دوسرے روز میں نے یہ واقعہ حضرت خواجہ امکنگی قدس سرہٗ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ طوطی ہندوستان کا جانور ہے۔ ہندوستان میں تمہارے دامن برکت سے ایک بزرگ کا ظہور ہوگا جس سے ایک جہان روشن ہو جائے گا اور تم بھی اُس سے بہرہ ور ہوگے۔

یہ واقعہ بیان کر کے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ نے آپ سے فرمایا کہ حضرت خواجہ امکنگی قدس سرہٗ کا اشارہ تمہاری طرف تھا۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ جب میں حضرت خواجہ امکنگی قدس سرہٗ سے رخصت ہو کر ہندوستان میں

آیا اور تمہارے شہر سرہند میں پہنچا تو خواب میں مجھے بتایا گیا کہ تم قطب کے پڑوس میں اُترے ہو اور اس قطب کے حلیہ سے بھی اطلاع بخشی گئی۔ صبح کو اٹھ کر میں شہر کے درویشوں اور گوشہ نشینوں کی ملاقات کیلئے گیا لیکن کسی کو اس حلیہ کے مطابق نہ پایا اور نہ کسی میں قطبیت کے آثار نظر آئے۔ میں نے خیال کیا کہ شہر والوں میں سے کسی میں قطبیت کی قابلیت ہوگی کہ جس کا ظہور بعد میں ہوگا مگر جس روز میں نے تم کو دیکھا تمہارا حلیہ اُس حلیہ کے مطابق پایا اور اُس قابلیت کا نشان بھی تم میں دیکھا گیا۔ میں نے خواب میں یہ بھی دیکھا تھا کہ میں نے ایک بڑا چراغ جلایا ہے جسکی روشنی ساعت بساعت بڑھتی جاتی ہے اور لوگوں نے اس چراغ سے بہت سے چراغ روشن کر لیے ہیں۔ میں جو سرہند شریف کے نواح میں پہنچا تو وہاں کے جنگل و صحرا کو مشعلوں سے پُر پایا۔ اس بات کو بھی میں نے تمہارے معاملہ کی طرف اشارہ سمجھا۔

حاصل کلام یہ کہ خدا تعالیٰ کی عنایت اور حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہٗ کی تربیت کی برکت سے جو کچھ آپ نے دو تین ماہ میں حاصل کیا وہ بیان میں نہیں آسکتا۔ ایک طالب کی ترغیب کیلئے خود آپ نے اس کا ذکر بطریق اجمال اپنے مکتوبات شریف (دفتر اوّل، مکتوب ۲۹۰) میں کیا ہے جسے ہم بخوفِ طوالت یہاں نقل نہیں کرتے۔

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہٗ نے کئی بار فرمایا کہ شیخ احمد مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی سرعتِ سیر کا سبب یہ ہے کہ وہ محبوب و مراد ہیں۔ ابھی آپ کو خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں چند دن ہی گزرے تھے کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے اپنے ایک مخلص کو خط میں یوں لکھا:۔

"شیخ احمد نام ایک شخص سرہند کا رہنے والا کثیر العلم اور قوی العمل ہے۔ وہ چند روز فقیر کی صحبت میں رہا۔ اُس کے بہت سے عجیب حالات دیکھنے میں آئے۔ وہ ایسا نظر آتا ہے کہ ایک چراغ ہوگا جس سے جہان کے جہان روشن ہوں گے۔ الحمد للہ اُس کے احوالِ کاملہ میرے نزدیک یقینی ہیں۔ اس شیخ مشارٌ الیہ کے بھائی اور قریبی رشتہ دار سب نیک اور طبقہ علماء سے ہیں۔ انہیں جواہر عالیہ سمجھ کر میں نے کئی حضرات سے ملاقات کی ہے، عجیب لیاقت رکھتے ہیں۔ اس شیخ کے بیٹے جو ابھی بچے ہیں، اسرار الٰہی سے ہیں، حاصل کلام شجرۂ طیبہ ہیں۔ فقرائے باب الٰہی ہیں اور عجیب دل رکھتے ہیں۔ اللہ اُسے اچھی طرح نشوونما دے۔"

غرض کہ حضرت خواجہ نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے ایسا بلند استعداد مسترشد آپ کی خدمت میں بھیجا جو آپ کی نظرِ تربیت کی برکت سے تھوڑے ہی عرصہ میں درجۂ کمال و تکمیل کو پہنچ گیا اور آپکو اجازتِ کاملہ کا خلعت پہنا کر وطنِ مالوف یعنی سرہند کو روانہ کر دیا اور اپنے طالبوں کی ایک جماعت اُن کی خدمت میں متعین کر دی۔

آپ وطن پہنچکر حسب الارشاد طالبوں کی تربیت میں مشغول ہو گئے اور تھوڑی مدت میں ہی ایک بڑی جماعت کو اپنے فیوضات کے چشمہ سے شاداب کر دیا۔ اسی اثناء میں آپ کی بلند ہمت حاصل شدہ کمال کو قلیل خیال کر کے عروج کی خواہاں ہوئی اور طالبوں کی تربیت سے کنارہ کشی کر کے عزلت کی طرف مائل ہوئی مگر اللہ تعالیٰ نے وہ مطلب جسے آپ عزلت میں حاصل کرنا چاہتے تھے۔ محض اپنے کرم سے عطا فرمایا اور پھر طالبانِ خدا کی روحانی تربیت میں مشغول ہو گئے چنانچہ آپ اپنے ایک مکتوب گرامی میں یوں تحریر فرماتے ہیں:۔

"جب حضرت خواجہ (خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ) نے مجھے کامل مکمل سمجھ کر تعلیم طریقہ کی اجازت دے دی اور طالبوں کی ایک جماعت میرے سپرد کر دی۔ اُس وقت مجھے اپنے کمال و تکمیل میں کچھ تردد تھا۔ اس پر حضرت خواجہ نے فرمایا کہ یہ تردد کا محل نہیں کیونکہ مشائخ عظام نے ان مقامات کو کمال و تکمیل کا مقام بتایا ہے اگر اس مقام میں کچھ تردد پیدا ہو جائے۔ تو اُن مشائخؒ کی کمالیت میں شک لازم آئے گا۔ میں نے حسب الارشاد طریقت کی تعلیم شروع کر دی اور طالبوں کے کام میں توجہات مبذول کیں۔ مریدوں میں بڑے اثر محسوس ہوئے یہاں تک کہ سالوں کا کام گھڑیوں پر آگیا۔ کچھ مدت اس کام میں سرگرم رہا۔ آخر کار پھر اپنے ناقص ہونے کا علم پیدا ہوا اور ظاہر کیا گیا کہ تجلی ذاتی برقی جس کو اکابر مشائخ نے نہایت بتایا ہے وہ اس راہ میں پیدا نہیں ہوئی۔ اور یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ کیا ہے لہٰذا اس قسم کے کمالات کا حاصل کرنا ضروری ہے۔ اس وقت اپنے ناقص ہونے کا علم دلائل قاطعہ سے ثابت ہو گیا۔ طالبانِ خدا جو میرے گرد تھے میں نے اُن کو جمع کر کے اپنے ناقص ہونے کا حال بیان کیا اور سب سے رخصت چاہی مگر طالبوں نے اس بات کو تواضع پر معمول کیا اور استفاضہ سے باز نہ آئے۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت حق سبحانہٗ نے احوالِ منتظرہ حاصل کرا دیئے بطفیل اپنے حبیب پاک علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات۔" (مکتوبات شریف دفتر اوّل مکتوب ۲۹)

کچھ مدت کے بعد آپ پیر و مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی زیارت کیلئے پھر دہلی تشریف لے گئے اور دیر تک اُن کی صحبت میں رہ کر بہ نسبت سابق درجات و معاملات بلند حاصل کیئے مگر اس کے باوجود اپنے پیر و مرشد کا ادب و احترام اس درجہ ملحوظ رکھتے تھے کہ اس سے زیادہ متصور نہیں چنانچہ صاحب زبدۃ المقامات لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے منتسبین میں سے ایک نے مجھ سے بیان کہ جن دنوں ہمارے خواجہ قدس سرہٗ اس خلیفہ عالی درجات یعنی تمہارے شیخ میاں احمد (حضرت مجددؒ) کی طرف نہایت التفات فرماتے تھے اور اُن کی تعظیم و توقیر میں مبالغہ کرتے تھے، ایک روز کسی ضرورت کیلئے مجھے اُن کے بلانے کو بھیجا۔ جب میں نے حاضر خدمت ہو کر کہا کہ حضرت پیرِ دستگیر نے تمہیں بلایا ہے تو یہ سنتے ہی آپ کے رخسارہ کا رنگ ڈر کے مارے متغیّر ہو گیا اور غایت خوف سے اضطراب بلکہ بدن میں رعشہ طاری ہو گیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ سبحان اللہ! سنا کرتے تھے کہ ؎ نزدیکاں را بیش بود حیرانی ، آج بچشم خود دیکھ لیا۔

آپ اپنے رسالہ مبدا و معاد میں یوں تحریر فرماتے ہیں کہ

„ہم چار شخص اپنے خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں لوگوں کے نزدیک تمام یاروں سے ممتاز تھے۔ حضرت خواجہ کی نسبت ہم میں سے ہر ایک کا اعتقاد علیحدہ اور معاملہ جُدا تھا۔ یہ فقیر یقینی طور پر جانتا تھا کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد ایسی صحبت و اجتماع اور ایسی تربیّت و ارشاد کبھی ظہور میں نہیں آیا اور اس نعمت کا شکر بجا لاتا تھا کہ اگرچہ حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے شرف سے مشرّف نہیں ہوا مگر اس صحبت کی سعادت سے محروم نہیں رہا۔ حضرت خواجہ اُن تینوں کا حال یوں بیان فرماتے تھے کہ فلاں مجھے صاحب تکمیل جانتا ہے لیکن صاحب ارشاد نہیں سمجھتا اور اس کے نزدیک ارشاد کا مرتبہ تکمیل سے زیادہ ہے اور فلاں ہم سے کچھ تعلق نہیں رکھتا اور تیسرے کی نسبت فرمایا وہ ہمارا انکار کرتا ہے۔ ہم سے ہر ایک کو اعتقاد کے موافق حصہ ملا۔

اس کے بعد جب آپ واپس سرہند آئے تو طالبوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ آپ اپنے حالات اپنے یاروں اور پیر بھائیوں کی ترقیوں کا حال بذریعہ عرائض اپنے پیر و مرشد کی خدمت

میں عرض کرتے رہے جیسا کہ مکتوبات شریف دفتر اول کے ابتدائی مکتوبات سے ظاہر ہے اسی طرح حضرت خواجہ قدس سرہٗ بھی اپنے اصحاب موجودین کی ترقیات و قابلیات کا حال غائبانہ آپ سے دریافت کیا کرتے تھے اور کبھی عزیزہ متوقف کے عنوان سے اپنے واسطے بھی حصول مقصد کیلئے دعا و توجہ کی درخواست کرتے تھے۔

جب تیسری بار حضرت شیخ دہلی تشریف لے گئے تو حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے حد سے زیادہ آپ کا احترام و اکرام کیا۔ چنانچہ آپ کے استقبال کیلئے قلعہ فیروز شاہ سے پیدل روانہ ہوئے اور کابلی دروازہ پر آپ کا استقبال کیا۔ پھر بڑے اعزاز کے ساتھ آپ کو اپنے ہمراہ لے گئے اور اپنے سامنے آپ کو اپنے اصحاب کا سر حلقہ اور صبح و شام کے حلقہ مراقبہ کا مقتدا بنایا اور خود اس حلقہ میں اپنے مترشدوں کی طرح داخل ہوتے۔ جب حلقہ یا اُس مجلس سے جس میں آپ ہوتے، اُٹھتے تو نہایت ادب کی رعایت سے بطور رجعت قہقری اُلٹے پاؤں واپس ہوتے۔ اسی طرح تحریر میں بھی نہایت نیازمندی ظاہر کرتے اور اپنے اصحاب کو بھی تاکید کرتے تھے کہ آپ کی موجودگی میں ہماری تعظیم نہ کرو۔ بلکہ اپنی توجہ بھی ہماری طرف نہ رکھو۔ القصہ آپ نے اپنے تمام مریدوں کو آپ کے حوالہ اور مشیخت و ارشاد کا معاملہ بالکلیہ اُن کے سپرد کر دیا۔ فرمایا کہ ضعف بدن کے آثار بہت زیادہ ظاہر ہو رہے ہیں، اب زندگی کی اُمید بہت کم ہے اور فرزندانِ گرامی خواجہ عبداللہ اور خواجہ عبیداللہ کو جو ابھی بچے تھے، طلب فرما کر اُن کے حق میں آپ سے توجہ کی خواہش فرمائی بلکہ اُن کی والدات (ماؤں) کو بھی غائبانہ توجہ کرائی۔ میر محمد نعمان کا بیان ہے کہ جب حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے تمام اصحاب کو آپ کے حوالہ کر دیا تو اُس وقت مجھ سے بھی فرمایا کہ آپ کی صحبت کو سعادت سمجھ کر اُن کی خدمت میں رہا کرو۔ چونکہ پیر بھائی ہونے کی وجہ سے نفس میں رعونت متمکن تھی۔ میں نے حضرت خواجہ سے عرض کیا کہ وہ ہر چند بزرگ ہیں مگر میری توجہ کا قبلہ تو آپ کی درگاہ ہے۔ یہ سن کر حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے خفا ہو کر فرمایا:۔

> "میاں شیخ احمد ایسے آفتاب ہیں کہ ہم جیسے ہزاروں ستارے
> اُن کے ضمن میں گم ہیں۔ کامل اولیائے متقدمین میں سے خال
> خال اُن کی مثل ہوئے ہوں گے۔" (زبدۃ المقامات)

اس کے بعد میں درست اعتقاد اور پوری نیازمندی سے آپ کی خدمت میں پہنچا۔ ایک روز آپ اپنے حجرے میں چارپائی پر سوئے ہوئے تھے کہ ناگاہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ اکیلے آپ کی ملاقات کیلئے حجرے کے دروازے پر پہنچے۔ خادم نے آپ کو جگانا چاہا لیکن حضرت خواجہ نے سختی سے منع کر دیا اور بڑی نیازمندی اور ادب و احترام سے دروازے کے باہر انتظار کیا۔ ایک لمحہ گزرا ہوگا کہ آپ نے بیدار ہوکر آواز دی کہ دروازے کے باہر کون ہے؟ حضرت خواجہ نے نہایت ادب سے کہا کہ فقیر محمد باقی شہ ہے۔ یہ سن کر آپ حالت اضطراب میں چارپائی سے اتر کر باہر آئے اور نہایت نیازمندی و انکساری سے حضرت خواجہ کی خدمت میں بیٹھ گئے۔ غرضیکہ وصحبت و معاملہ جو ان دونوں (پیر و مرید) کے درمیان ظہور میں آیا ہے، موجب حیرت اور عجائب روزگار سے ہے کسی نے دیکھا تو کجا ایسا سنا بھی نہ ہوگا۔

حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے جو کلمات مدحیہ آپ کی شان میں فرمائے ہیں، وہ تحریر میں نہیں آسکتے۔ ایک روز فرمایا کہ آپ کامل مرادوں اور محبوبوں میں سے ہیں۔ دوسرے موقعہ پہ فرمایا کہ آج آسمان کے نیچے صوفیۂ کرام میں سے کوئی آپ جیسا نہیں۔ ایک دفعہ فرمایا کہ "صحابہ اور کامل تابعین و مجتہدین کے بعد اخص الخواص میں سے گنتی کے چند آپ جیسے نظر آتے ہیں۔ حضرت خواجہ ہی کا ارشاد ہے کہ ان تین چار سالوں میں ہم نے مشیخت نہیں کی بلکہ چند روز کھیل کھیلا ہے، سو الحمد للہ والمنۃ کہ ہمارا یہ کھیل اور یہ دکانداری رائیگاں نہیں گئی کہ جس سے ایسا شخص ظاہر ہوگیا۔ خود آپ کی زبانی سنا گیا کہ طالبوں کی تربیت میں حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی سرگرمی اس وقت تک تھی جبکہ میرا معاملہ انتہا کو نہ پہنچا تھا۔ جب میرے کام سے فارغ ہوگئے تو دیکھا گیا کہ آپ نے اپنے تئیں (اپنے آپ کو) مشیخت کے کام سے ہٹا لیا اور طالبوں کو میرے حوالہ کر دیا اور فرمایا کہ

"ہم اس بیج کو بخارا اور سمرقند سے لائے اور ہند
کی برکت والی زمین میں بو دیا"

حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے یہ بھی فرمایا ہے، "شیخ احمد (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کی صحبت کے اثر سے اخیر میں معلوم ہوا کہ توحید تنگ کوچہ ہے آگے اس سے اوپر وسیع شاہراہ ہے۔"

تیسری دفعہ جب آپ واپس وطن تشریف لائے تو اس کے بعد حضرت خواجہ سے آپ کی ملاقات

نہیں ہوئی۔ سرہند میں آپ چند روز قیام فرما کر لاہور تشریف لے گئے۔ وہاں کے اصاغر و اکابر نے آپکی تشریف آوری کو غنیمت سمجھا اور خواص و عوام میں بہت سے لوگ داخلِ طریقہ ہوئے اور بڑی سرگرمی اور اہتمام سے ہر جگہ شغل و مراقبہ ہونے لگا۔

قیامِ لاہور کے دوران میں ایک روز مولانا جمال تلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے سوال کیا کہ آپ جامع علومِ ظاہری و باطنی ہیں، مسئلہ وحدتِ وجود جو ظاہر شرع سے چنداں موافقت نہیں رکھتا اور بہت سے اولیائے کاملین کا مشرب ہے اس کے بارے میں آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ اس پر آپ نے مولانا کے کان میں چند جملے کہے جن کو سن کر مولانا کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے اور اربابِ حال کی طرح اُن کے چہرے پر تغیّر پیدا ہو گیا اور مولانا آپکے زانو پر ہاتھ لگا کر اسی حالت میں بانکسار تمام رخصت ہوئے اور کسی کو معلوم نہ ہو سکا کہ آپ نے کیا ارشاد فرمایا اور مولانا نے کیا سُنا، ؎

ندانم چہ گفتی چہ انگیختی
کہ گفتی و از دیدہ خوں ریختی

آپکے اصحاب میں ایک نے صاحبِ زبدۃ المقامات سے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا کہ اوائل میں جب نسبتِ احاطہ و سریان و معیت کا غلبہ تھا، ایک روز کسی نے میرے سامنے قلم پر قط لگایا تو میری انگلی کٹ گئی۔

القصہ جب لاہور میں اربابِ فضل و کمال کے ساتھ صحبت گرم تھی تو ناگاہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہٗ کے وصال کی خبر پہنچی۔ آپ بحالتِ اضطراب، رنج و غم کی تصویر بن کر دہلی کو روانہ ہوئے اور وہاں پہنچکر روضہ مقدس کی زیارت کی۔ صاحبزادگان اور پیر بھائیوں سے اظہارِ تعزیت کیا۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ آپکے حلقہ میں حسبِ سابق حاضر ہوتے۔ حسبِ وصیت پیر و مرشد آپ بھی اُن کی طرف صدقِ دل سے متوجہ ہوتے۔ آپ کی توجہات سے وہی باطنی طراوت و تازگی نظر آنے لگی جو حضرت خواجہ کی حیاتِ ظاہری میں تھی مگر بعض اصحاب نے از راہِ حسد آپ کی مخالفت شروع کی۔ آپ نے اُن کے شکوک و شبہات کو رفع دفع کرنے کیلئے بہت نصیحت کی مگر سود مند نہ ہوئی۔ اس پر آپ نے بعضوں کی نسبتیں بھی سلب فرمائیں مگر وہ راہِ راست پر نہ آئے بلکہ سب جمع ہو کر حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے روضہ پر گئے اور توجہ و التجا بجا لائے۔ اُن میں سے ایک صاحبِ کشف

بھی تھے، انہوں نے دیکھا کہ ان درویشوں میں ہر ایک نے چراغ جلایا ہے، ایک چمکتی ہوئی بجلی آئی اور اُس نے سب کے چراغوں کو گل کر دیا وہ چراغ ان درویشوں کی دُعا و توجہ تھی اور چمکتی بجلی آپ کی توجہ عالی تھی، اس کے باوجود انہوں نے آپ کی طرف رجوع نہ کیا اور آپ اپنے وطن مبارک سرہند شریف تشریف لے آئے۔ کچھ عرصہ کے بعد انہوں نے متنبہ ہو کر آپ سے معافی مانگی۔ آپ نے از راہ کرم سب کو معاف فرما دیا اس کے بعد آپ ہر سال ماہ جمادی الآخر میں حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے عرس مبارک پر دہلی حاضر ہوتے اور چند روز وہاں ٹھہر کر سرہند شریف واپس تشریف لے آتے۔ دو تین مرتبہ آگرہ جانے کا بھی اتفاق ہوا، باقی تمام وقت سرہند شریف ہی میں قیام پذیر رہے۔ ہاں آخیر عمر میں کئی سال بادشاہِ وقت کی مزاحمت کے سبب سے شاہی لشکر کے ساتھ بعض شہروں میں جانا پڑا جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

آپ کے فضائل و مکاشفات بے حد و حساب ہیں، بخوفِ طوالت اختصار کے ساتھ چند ایک درج ذیل ہیں۔

① علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہٗ نے "جمع الجوامع" میں یہ حدیث نقل کی ہے[1]

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یکون فی امتی رجل یقال لہ صلۃ یدخل الجنۃ بشفاعتہ کذا و کذا۔	"حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت میں ایک شخص ہوگا جسے صلہ کہا جائے گا اس کی شفاعت سے اتنے اتنے مسلمان بہشت میں داخل ہوں گے۔"

یہ حدیث شریف گویا آپ کے وجود مسعود کی طرف اشارہ ہے اور آپ خود یوں فرماتے ہیں:۔

"میری پیدائش سے جو مقصود مجھے معلوم ہوا ہے وہ میرے علم کے مطابق پورا ہو گیا ہے اور ہزار سالہ تجدید کی دُعا مقبول ہو گئی ہے، تمام تعریفیں ہر حال میں اُس پاک ذات کیلئے ہیں جس نے مجھے دو سمندروں کے درمیان رابطہ و صلہ اور دونوں گروہوں کے درمیان صلح کرانے والا بنایا اور درود و سلام ہو حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی نے اصابہ میں صلہ بن اشیم کے ترجمہ میں یوں لکھا ہے۔ روی ابو نعیم فی الحلیۃ من طریق ابن المبارک عن عبد الرحمن بن یزید بن جابر قال بلغنا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یکون فی امتی رجل یقال لہ صلۃ یدخل الجنۃ بشفاعتہ کذا و کذا۔

اور اُن کے برادران کرام انبیاء و ملائکہ عظام پر۔" (مکتوبات شریف دفتر دوم مکتوب ۶)
آپ کے اس ارشادِ مبارک میں دو دسمندوں سے مراد شریعت و طریقت اور دو گروہوں سے مراد علماؤ صوفیہ کرام ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

② صاحبِ حضرات القدس نے لکھا ہے کہ میں نے مقاماتِ شیخ احمد جام قدس سرہٗ میں لکھا دیکھا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میرے بعد سترہ آدمی میری مثل اور میرے ہمنام ظاہر ہوں گے اور اُن میں آخری شخص بعثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہزار سال کے بعد ظاہر ہوگا۔ اور وہ اُن میں سب سے بڑا بزرگ ہوگا۔ یہ پیشگوئی حضرت مجدد قدس سرہٗ پر صادق آتی ہے۔

③ آپ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طینت و خمیرِ اطہر کے بقیہ سے پیدا ہوئے تھے چنانچہ اس امر کی طرف آپ خود یوں اشارہ فرماتے ہیں:۔

"سُنیئے، سُنیئے! اگرچہ اس دولتِ خاصہ محمدی (یعنی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت کا ظہور نفس اسم الٰہی ہونا) میں کسی دوسرے کو شرکت نہیں، مگر فقیر اس قدر معلوم کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دولتِ خاصہ سے آپ کی تخلیق و تکمیل کے بعد بقیہ رہ گیا تھا۔ کیونکہ سخیوں کی ضیافت کی دولت کے خوان میں زیادتیاں ضرور ہوا کرتی ہیں جو بصورت اُلش نوکروں کے نصیب ہوتی ہیں۔ وہ بقیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے دولتمندوں میں سے ایک کو اُلش عطا کیا گیا ہے اور اس کو خمیر مایہ بنا کر اس اُمتی کی طینت میں گوندھا گیا ہے اور اُسے تبعیت و وراثت کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دولتِ خاصہ میں شریک کیا گیا ہے۔

ع با کریماں کارہا دشوار نیست

یہ بقیہ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی طینت کے بقیہ کی مانند ہے۔ جو درختِ خرما کی خلقت کے نصیب ہو گیا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

اکرموا عمتکم النخلۃ فانہا خلقت من طینۃ آدم۔	"تم اپنی پھوپھی کھجور کی عزت کرو کیونکہ وہ آدمؑ کی طینت سے پیدا کی گئی ہے"۔

ہاں سخیوں کے پیالے میں سے زمین کو حصہ ملا کرتا ہے:۔

نے نے ترا ز تربتِ یثرب گرفتہ اند
پنہاں ز شام و روم بہ سرہند ہشتہ اند

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ممکن ہے کہ بعض اولیاء اللہ بعض پیغمبروں کی طینت کے بقیہ سے پیدا ہوئے ہوں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طینت کے بقیہ سے بھی پیدا ہوئے ہوں۔ اس کے بعد بعنوانِ سوال لکھتے ہیں کہ اکثر چیزیں ایسی ہیں جو انسان کی عقل سے ثابت نہیں ہوتیں مگر شریعت سے ثابت ہوتی ہیں یا کشف والہام سے مثلاً نفسِ ولائیت جس سے مراد قربِ الٰہی ہے۔ امام محی السنہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر معالم التنزیل میں آیہ کریمہ مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى کی تفسیر میں عطائے خراسانی کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ نطفہ جو رحم میں قرار پکڑتا ہے۔ فرشتہ کچھ خاک اُس مکان سے لاتا ہے جس میں وہ دفن کیا جائے گا اور اس نطفہ میں ڈال دیتا ہے پس آدمی خاک و نطفہ سے پیدا ہوتا ہے اور خطیب بغدادی نے بروایت حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ما من مولود الا فی سرۃ التربۃ التی
یولد منھا فاذا امرد الی ارذل عمرہ
رد الی تربتہ التی خلق منھا ودفن
فیھا وانی وابابکر وعمر خلقنا
من تربۃ واحدۃ وفیھا ندفن۔

"نہیں کوئی مولود مگر یہ کہ اس کی ناف میں وہ خاک ہے کہ جس سے پیدا ہوتا ہے پس جب وہ ارذل عمر یعنی موت کے وقت پہنچتا ہے تو اسی خاک میں لوٹایا جاتا ہے کہ جس سے پیدا ہوا تھا اور اسی میں دفن ہوتا ہے اور تحقیق میں اور ابوبکرؓ اور عمرؓ ایک خاک سے پیدا ہوئے ہیں اور اسی میں دفن ہوں گے۔"

میرزا محمد بدخشانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث مبارکہ کے شواہد ہیں بروائیت ابن عمر و ابن عباس، ابوسعید و ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، جو ایک دوسرے کو قوت دیتے ہیں۔ شرح صحیح بخاری میں کتاب الجنائز میں ابن سیرین کا یہ قول مذکور ہے کہ اگر میں قسم کھاؤں تو سچا ہوں اور مجھے شک نہیں کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ اور عمرؓ ایک خاک سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے فرمایا کہ تو میری خاک سے پیدا ہوا ہے۔ اور تیرا باپ فرشتوں کے ساتھ آسمان میں پرواز کرتا ہے اور جائز ہے کہ وہ خاک جو اللہ تعالیٰ نے کسی پیغمبر کیلئے مہیا کی ہو اور آغاز پیدائش سے اس کی زمین کو انوار برکات و نزول رحمت سے

پرورش کیا ہوا اُس میں سے کچھ بقیہ رہ جائے جو اولیاء اللہ میں سے کسی شخص کا خمیر مایہ بنے۔ یہ امر از روئے عقل محال نہیں اور شرع سے مستفاد اور کشف سے ثابت ہے اور اس کو اصطلاح میں اصالت کہتے ہیں۔

④ آپ مجدد الف ثانی تھے یعنی سنہ ہجرت کے حساب سے دوسرے ہزار سال کے مجدد تھے۔ چنانچہ آپ میر محمد نعمانؒ کو یوں لکھتے ہیں:-

" عین الیقین اور حق الیقین کی نسبت کیا کہوں۔ اگر کہوں تو کون سمجھے گا۔ یہ معارف ولائیت کے احاطہ سے خارج ہیں۔ ارباب ولائیت مثل علمائے ظواہر کے اُن کے سمجھنے میں عاجز ہیں اور اُس کی دریافت میں قاصر ہیں۔ یہ علوم انوارِ نبوت کی مشکوٰۃ (فانوس) سے اقتباس کئے گئے ہیں۔ (ارباب نبوت پر درود وسلام و تحیہ ہو) جو الفِ ثانی (دوسرے ہزار) کی تجدید کے بعد تبعیت اور وراثت سے تازہ ہوتے ہیں اور تر و تازگی کے ساتھ ظہور میں آئے ہیں۔ ان علوم و معارف کا صاحب اس موجودہ الف کا مجدد ہے چنانچہ جو لوگ اُس کے اُن علوم و معارف کو دیکھتے ہیں جو ذات و صفات و افعال اور احوال و مواجید و تجلیات و ظہورات کے متعلق ہیں، اُن پر یہ امر پوشیدہ نہیں اور وہ جانتے ہیں کہ یہ علوم و معارف، علماء کے علوم اور اولیاء کے معارف سے پرے کے ہیں بلکہ علماء و اولیاء کے علوم ان علوم کی نسبت پوست ہیں اور یہ معارف اس پوست کا مغز ہیں۔ اللہ پاک ہادی ہے اور معلوم رہے کہ ہر صدی کے سر پہ ایک مجدد گزرا ہے لیکن صدی کا مجدد اور ہے الف (ہزار) کا مجدد اور۔ سو اور ہزار میں جتنا فرق ہے اتنا ہی بلکہ اُس سے بھی زیادہ اُن کے مجددوں میں فرق ہے۔ مجدد وہ ہوتا ہے کہ اس مدت میں جو فیوض اُمتیوں کو پہنچتے ہیں خواہ وہ اُس وقت کے اقطاب و اوتاد اور بُدلا و نجبا ہوں، اُسی کی وساطت سے پہنچتے ہیں۔ ؎

خاص کند بندہ، مصلحتِ عام را ‖ "خدا مصلحتِ عامہ کیلئے کسی بندے کو مخصوص کر دیتا ہے۔"

(مکتوباتِ امام ربانی مجدد الف ثانی، دفتر دوم مکتوب ۴)

ایک اور مکتوب میں جو آپ نے اپنے بڑے صاحبزادے خواجہ محمد صادقؒ کے نام لکھا ہے اپنی تجدید کی طرف یوں اشارہ کیا ہے۔

اے فرزند! اب وہ وقت ہے کہ پہلی اُمتوں میں ایسے وقت میں جو تاریکی سے پُر ہے، اولوالعزم پیغمبر مبعوث ہوا کرتا تھا اور وہ نئی شریعت کو زندہ کیا کرتا تھا۔ اس امت میں جو خیر الامم ہے اور جس کے پیغمبر خاتم الرسل ہیں علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات۔ علماء کو بنی اسرائیل کے پیغمبروں کا مرتبہ دیا گیا ہے اور انبیاء کے وجود سے صرف علماء کے وجود پر اکتفا کیا گیا ہے۔ اس لیئے ہر صدی کے سرے (آخر) پر اس امت کے علماء میں سے ایک مجدد متعین ہوتا ہے جو شریعت کو زندہ کرتا ہے بالخصوص ہزار سال گزارنے کے بعد جو پہلی امتوں میں اولوالعزم پیغمبر کے مبعوث ہونے کا وقت تھا اور اُس وقت ہر پیغمبر پر اکتفا نہ کیا جاتا تھا ایسے وقت میں ایک عالم عارف تام المعرفت درکار ہے جو پہلی اُمتوں کے اولوالعزم پیغمبر کا قائمقام ہو۔

فیضِ رُوح القدس ارباز مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا مے کرد

"اگر رُوح القدس کا فیض پھر مدد فرمائے۔
تو دوسرے بھی وہ کر دکھائیں جو حضرت مسیح
کیا کرتے تھے۔"

حضرت میر محمد نعمان کو ایک مکتوب میں یُوں لکھتے ہیں:۔

"اس اُمت کی آخریت کا آغاز جناب سرورکائنات علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات شریف سے دوسرے ہزار سال کے شروع سے ہے کیونکہ ہزار کے گزرنے کو تغیر امور میں بڑی خاصیت اور تبدیل اشیاء میں زبردست تاثیر ہے۔ چونکہ اس امت میں نسخ و تبدیل نہیں اس لیے سابقین کی نسبت اُسی تر و تازگی سے متاخرین میں جلوہ گر ہوئی ہے اور شریعت کی تائید اور ملت کی تجدید دوسرے ہزار میں کی گئی ہے۔ اس بات کے سچے گواہ حضرت عیسٰی علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت مہدی علیہ الرضوان ہیں۔"

فیضِ رُوح القدس ارباز مدد فرماید دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا مے کرد

بھائی جان! یہ بات آج اکثر لوگوں پر ناگوار اور اُن کی سمجھ سے دُور ہے لیکن اگر وہ انصاف سے کام لیں، اور ایک دوسرے کے علوم و معارف کا مقابلہ کریں اور احوال کے صحت و سقم کو علومِ شرعیہ کی کسوٹی سے پرکھیں اور دیکھیں کہ شریعت اور نبوت کی تعظیم و توقیر کس میں زیادہ ہے تو شاید اس بات کو سمجھنے [illegible] آئیں۔ آپنے دیکھا ہوگا کہ فقیر نے

اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھا ہے کہ کمالاتِ ولائیت کو کمالاتِ نبوّت سے کوئی نسبت نہیں کاش دریائے محیط سے ایک قطرہ کی نسبت رکھیں۔ اس طرح کی باتیں بہت لکھی ہیں۔ خصوصاً اس مکتوب (دفترِ اوّل مکتوب ۲۶۰) میں جو مَیں نے اپنے فرزند محمد صادق کے نام لکھا ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ اس گفتگو سے مقصود حضرت حق سبحانہٗ کی نعمت کا اظہار اور اس طریقت کے طالبوں کی ترغیب ہے، نہ کہ دوسروں پر اپنے آپ کو فضیلت دینا۔ خدا جل وعلا کی معرفت اُس شخص پر حرام ہے جو اپنے تئیں کافرِ فرنگ سے بہتر سمجھے چہ جائیکہ اکابرِ دین سے اپنے تئیں اچھا سمجھے۔

؎ "چوں شہ مرا برداشت از خاک — سزد گر بگذرانم سر ز افلاک
من آں خاکم کہ ابرِ نوبہاری — کُند از لطف بر من قطرہ باری
اگر بر روید از تن صد زبانم — چو سوسن شکرِ لطفش کے توانم"

(مکتوباتِ شریف، دفترِ اوّل مکتوب ۲۶۱)

طبقۂ علماء میں سے مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی قدس سرہٗ جن کا تبحرِ علمی مشہور ہے، پہلے عالم ہیں جنہوں نے آپ کو "مجددِ الف ثانی" لکھا اور تجدیدِ الف کے اثبات میں ایک رسالہ دلائل التجدید تصنیف فرمایا۔ واضح رہے ۱۰ ربیع الاول ۱۰۱۰ھ ۱۶۰۱ء بروز جمعۃ المبارک آپ کو تجدید کا خلعت زیبِ تن ہوا۔

⑤ آپ کو اللہ تعالیٰ نے منصبِ قیومیّت عطا فرمایا چنانچہ روضۃ القیومیہ میں ہے کہ ایک روز آپ نمازِ ظہر کے بعد مراقبہ میں بیٹھے تھے، ناگاہ آپ نے اپنے اوپر ایک خلعتِ عالی نورانی پایا۔ ایسا معلوم ہوا کہ یہ خلعت تمام ممکنات کی قیومیّت کا ہے جو بوراثتِ تبعیّت ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم عطا ہوا ہے۔ اتنے میں حضور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اپنے دستِ مبارک سے آپکے سر پر دستار باندھی اور منصبِ قیومیّت کی مبارکباد دی۔ قیومیّت کی کیفیت حضرت کے مکتوبات (دفترِ ثالث، مکتوب ۷۹، ۸۰) میں درج ہے، بباعثِ طوالت یہاں نقل نہیں کی گئی۔ واضح رہے کہ ۱۷ر رمضان المبارک ۱۰۱۰ھ ۱۶۰۲ء بروز پیر آپکو خلعتِ قیومیّت عطا ہوا۔

⑥ قیومیّت کے دوسرے سال شاہ سکندر قادری قدس سرہٗ جو شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے اور خلیفہ تھے، کیتھل شریف سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خرقہ حضرت غوث الاعظم

رحمۃ اللہ علیہ جو اُن کے سلسلہ میں بطورِ امانت چلا آتا تھا آپ کے کندھے پر رکھ دیا۔ آپ اُس وقت یاروں کے ساتھ مراقبہ میں تھے۔ جب آپ نے آنکھ کھولی تو شاہ صاحب کو دیکھ کر تواضع سے معانقہ کیا۔ شاہ صاحب نے بیان کیا کہ مجھے معاملہ میں میرے دادا شاہ کمال ؒ نے حکم دیا کہ میرا خرقہ فلاں یعنی آپکو پہنچا دو۔ اگرچہ ایسے متبرک خرقہ کو گھر سے نکال کر کسی کو دینا میرے لیے مشکل تھا لیکن جب مجھے تاکیدی حکم ملا تو ناچار میں نے تعمیل کی۔ آپ اُس خرقہ کو پہن کر حرم سرا میں تشریف لے گئے کچھ دیر کے بعد جو نکلے تو اپنے بعض محرمانِ اسرار سے کہا کہ اس خرقہ کے پہننے کے بعد عجیب معاملہ پیش آیا۔ جب میں نے اسے پہنا تو حضرت شیخ الجن والانس سیّد عبد القادر جیلانی ؒ اور اُنکے تمام خلفاء حضرت شیخ کمال ؒ تک آ پہنچے۔ حضرت غوث ربّانی ؓ نے میرے دل کو اپنے تصرّف میں کر لیا اور خاص نسبتوں کے انوار و اسرار سے منوّر کر دیا۔ ان انوار کے غلبہ میں میرے دل میں یہ بات آئی کہ تو اکابرِ نقشبندیہ کا تربیّت یافتہ ہے اور اب یہ صورت پیش آئی ہے۔ اس خیال کا آنا تھا کہ مشائخ سلسلہ نقشبندیہ خواجہ عبد الخالق غجدوانی ؒ سے لیکر خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہٗ تک تشریف فرما ہوگئے اور مشائخ ہر دو سلسلہ کے درمیان میری نسبت مباحثہ ہوا۔ اکابرِ نقشبندیہ نے کہا کہ یہ ہمارا تربیّت یافتہ ہے اور ہماری تربیّت سے ذوقِ وصال و کمال کو پہنچا ہے۔ اکابرِ قادریہ نے کہا کہ بچپن سے ہماری نظر اس پر ہے اور ہمارے خوانِ نعمت سے بہرہ ور ہے اور اب بھی ہمارا خرقہ پہنے ہوئے ہے۔ دونوں فریق اسی مباحثہ میں تھے کہ مشائخ کبرویہ و چشتیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی ایک جماعت نے دونوں میں صلح کرادی یعنی تمام اکابر نے آپ کو اپنا مقبول بنانے میں اتفاق کیا اور ہر ایک نے اپنی نسبت سے سرفراز فرمایا۔

۷ آپ کو اللہ تعالیٰ نے علماءِ راسخین سے بنایا اور آپ پر اسرارِ متشابہاتِ قرآنی اور رموزِ مقطعاتِ فرقانی ظاہر فرمائے۔ چنانچہ آپ حضرت شیخ بدیع الدین قدس سرہٗ کو یوں تحریر فرماتے ہیں:۔

"بھائی جان! حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنی کتاب کو دو قسم بنایا، محکمات[۱] و متشابہات[۲]۔ پہلی قسم ماخذ ہے علمِ شرائع و احکام کا۔ اور دوسری قسم مخزن ہے حقائق و اسرار کا۔ الفاظ ید[۱]، وجہ[۲] قدم[۳]، ساق[۴]، اصابع[۵]، اور انامل[۶] جو قرآن و حدیث میں آگئے ہیں وہ بھی قسم متشابہات سے

ہیں کہ جن کی تاویل پر علمائے راسخین کے سوا کسی کو آگاہی نہیں دی گئی۔ آپ یہ خیال ذکر کرتے ہیں کہ تاویل سے مراد قدرت ہے جو لفظ ید سے تعبیر کی گئی ہے یا ذات ہے جو لفظ وجہ سے تعبیر ہوئی ہے بلکہ ان کی تاویل پوشیدہ اسرار ہے جو اخص الخواص کو بتائی گئی ہے۔ حروف مقطعات قرآنی کی بابت کیا لکھوں کہ ان میں سے ہر ایک حرف عاشق و معشوق کے پوشیدہ اسرار کا ایک موجزن سمندر ہے اور محب و محبوب کی باریک رمزوں میں سے ایک پوشیدہ رمز ہے۔ محکمات اگرچہ قرآن کے اصول ہیں لیکن ان کے نتائج و ثمرات جو متشابہات ہیں کتاب کے مقاصد سے ہیں (یہاں تک کہ فرمایا) مدتوں تک یہ فقیر متشابہات کی تاویل کو حوالہ العلم حضرت حق سبحانہ کرتا رہا اور متشابہات پر ایمان کے سوا علمائے راسخین کا حصہ نہ سمجھتا تھا اور جو تاویلیں کہ علمائے صوفیہ نے بیان کی ہیں ان کو ان متشابہات کی شان کے لائق نہ جانتا تھا اور ان تاویلوں کو ان کے اسرار سے تصور نہ کرتا تھا جو پوشیدگی کے قابل ہوں۔ چنانچہ عین القضاۃ نے بعض متشابہات مثلاً الٓمّٓ کی تاویل میں کہا ہے کہ اس سے مراد الم درد ہے جو عشق و محبت کو لازم ہے اور اسی طرح کی کئی اور تاویلیں بتائی ہیں۔ آخر کار جب حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے متشابہات کی تاویلات کا شمہ اس فقیر پر ظاہر کیا اور اس دریائے محیط سے ایک نہر اس مسکین کی استعداد کی زمین میں نکال دی تو معلوم ہوا کہ متشابہات کی تاویلات سے علمائے راسخین کو بھی حظ وافر حاصل ہے۔" (مکتوبات شریف دفتر اول مکتوب ۲۷۶)

⑧ آپ محدَّث (بفتح دال) تھے چنانچہ آپ خواجہ محمد صدیقؒ کو تحریر فرماتے ہیں:۔

"بھائی صدیق! جان لے کہ اللہ سبحانہ کا کلام انسان کے ساتھ کبھی روبرو ہوتا ہے اور اس طرح کا کلام آحاد (واحد بمعنی ایک کی جمع۔ اعداد کے چاروں درجوں میں سے پہلا درجہ یعنی ایک سے نو تک کے اعداد۔ از فیروزی) انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کیلئے ہے اور ایسا کلام آحاد انبیاء کے کامل تابعین کیلئے بھی بطور تبعیت و وراثت ہوتا ہے۔ جب اس قسم کا کلام کامل تابعین میں سے کسی شخص کے ساتھ کثرت سے ہوتا ہے تو اس شخص کو محدَّث کہتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور اس کا کلام جدا ہے الہام سے، القاء قلبی سے اور اس کلام سے جو فرشتہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس کلام کے ساتھ انسان کامل ہی بے واسطہ امر و خلق و روح و نفس و عقل و خیال

کے مخاطب کیا جاتا ہے اللہ اپنی رحمت کے ساتھ خاص کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ بڑے والا ہے، تکلم بالمشافہ سے لازم نہیں آتا کہ متکلم سامع کو دکھائی دے۔ کیونکہ جائز ہے کہ سا بینائی والا ہو جو متکلم کے انوار کی چمک کو برداشت نہ کر سکتا ہو جیسا کہ جب آنحضرت علیہ وعلیٰ والتسلیمات سے شب معراج میں رویت باری تعالیٰ کی نسبت سوال کیا گیا تو آپ نے جواب د ہے میں اسے کیوں کر دیکھ سکتا ہوں اور نیز تکلم بالمشافہ میں حجبِ شہودی کا فرق ہے نہ کا۔ پس تو سمجھ لے۔ کیونکہ یہ معرفت شریف وہ ہے کہ بہت کم کسی نے اس کے ساتھ لب ہو۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ ۔" (مکتوبات، دفتر دوم مکتوب ۵۱)

صاحب زبدۃ المقامات لکھتے ہیں کہ وہ جو مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم نے اپنی بیاضِ خاص یا لکھا ہے کہ آپ کو اپنے جدِّ مکرم سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وراثت سے محدّث بنایا گیا ہے، اسی کی طرف اشارہ ہے۔

⑨ آپ بطور تبعیت زمرۂ سابقین سے تھے۔ چنانچہ آپ سیّد عبد الباقی سارنگپوری قدس سرہٗ کو یوں تحریر فرماتے ہیں:-

"جان لے، خدا تجھے نیک راستے چلائے کہ بائیں ہاتھ والے ظلمانی پردوں والے ہیں اور دائیں ہاتھ والے نورانی پردوں والے۔ سابقین وہ ہیں جو ظلمانی پردوں اور نورانی پردوں سے نکل آئے ہیں اور ایک قدم بائیں ہاتھ پر اور دوسرا دائیں پر رکھ کر سبقت کی گیند اصل کے میدان میں لے گئے ہیں اور ظلالِ امکان اور ظلالِ وجوبی سے اوپر چلے گئے ہیں اور اسم و صفت سے اور شان و اعتبار سے ان کا مقصود سوائے ذاتِ خدا تعالیٰ و تقدس کے نہیں۔ بائیں ہاتھ والے کفر و بدبختی والے ہیں اور دائیں ہاتھ والے اہل اسلام و ولایت ہیں۔ سابقین بطریق اصالت انبیاء ہیں، علیہم الصلوٰت والتسلیمات اور ان کی تبعیت سے جن کو یہ شرف بخشا جائے یہ دولت بطریق تبعیت زیادہ تر انبیاء کے اکابر اصحاب میں ہے علیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات اور بر سبیل قلّت و ندرت غیر اصحاب میں موجود ہے۔ حقیقت میں یہ شخص (یعنی غیر اصحاب جو اس دولت سے مشرف ہے) بھی زمرۂ اصحاب سے ہے اور کمالاتِ انبیاء سے ملحق ہے۔ علیہم الصلوٰت والبرکات۔ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی شخص کے حق میں فرمایا ہے:-

ہیں کہ جن کی تاویل پر علمائے راسخین کے سوا کسی کو آگاہی نہیں دی گئی۔ آپ یہ خیال نہ کریں کہ تاویل سے مراد قدرت ہے جو لفظ ید سے تعبیر کی گئی ہے یا ذات ہے جو لفظ وجہ سے تعبیر ہوئی ہے بلکہ ان کی تاویل پوشیدہ اسرار ہے جو اخص الخواص کو بتائی گئی ہے۔ حروفِ مقطعاتِ قرآنی کی بابت کیا لکھوں کہ ان میں سے ہر ایک حرف عاشق و معشوق کے پوشیدہ اسرار کا ایک موجزن سمندر ہے اور محب و محبوب کی باریک رمزوں میں سے ایک پوشیدہ رمز ہے۔ محکمات اگرچہ قرآن کے اصول ہیں لیکن اُن کے نتائج و ثمرات جو متشابہات ہیں کتاب کے مقاصد سے ہیں (یہاں تک کہ فرمایا) مدتوں تک یہ فقیر متشابہات کی تاویل کو حوالہ بعلم حضرت حق سبحانہ کرتا رہا اور متشابہات پر ایمان کے سوا علمائے راسخین کا حصہ نہ سمجھتا تھا اور جو تاویلیں کہ علمائے صوفیہ نے بیان کی ہیں۔ اُن کو اُن متشابہات کی شان کے لائق نہ جانتا تھا اور ان تاویلوں کو اُن کے اسرار سے تصور نہ کرتا تھا جو پوشیدگی کے قابل ہوں۔ چنانچہ عین القضاۃ نے بعض متشابہات مثلاً الٓمٓ کی تاویل میں کہا ہے کہ اس سے مراد الم درد ہے جو عشق و محبت کو لازم ہے اور اسی طرح کی کئی اور تاویلیں بتائی ہیں۔ آخر کار جب حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے متشابہات کی تاویلات کا شمہ اس فقیر پہ ظاہر کیا اور اس دریائے محیط سے ایک نہر اس مسکین کی استعداد کی زمین میں نکال دی تو معلوم ہوا کہ متشابہات کی تاویلات سے علمائے راسخین کو بھی حظِ وافر حاصل ہے۔" (مکتوبات شریف دفتر اول مکتوب ٢٧٦)

⑧ آپ محدَّث (بفتح دال) تھے چنانچہ آپ خواجہ محمد صدیق کو تحریر فرماتے ہیں:-

”بھائی صدیق! جان لے کہ اللہ سبحانہ کا کلام انسان کے ساتھ کبھی روبرو ہوتا ہے اور اس طرح کا کلام آحاد (واحد بمعنی ایک کی جمع۔ اعداد کے چاروں درجوں میں سے پہلا درجہ یعنی ایک سے نو تک کے اعداد / قصوری) انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کیلئے ہے اور ایسا کلام آحادِ انبیاء کے کامل تابعین کیلئے بھی بطور تبعیت و وراثت ہوتا ہے۔ جب اس قسم کا کلام کامل تابعین میں سے کسی شخص کے ساتھ کثرت سے ہوتا ہے تو اس شخص کو محدَّث کہتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور اس کا کلام جدا ہے الہام سے، القاء قلبی سے اور اس کلام سے جو فرشتہ کے ساتھ ہوتا ہے، اس کلام کے ساتھ انسانِ کامل ہی بے واسطہ امر و خلق و روح و نفس و عقل و خیال

کے مخاطب کیا جاتا ہے اللہ اپنی رحمت کے ساتھ خاص کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ بڑے والا ہے، تکلم بالمشافہ سے لازم نہیں آتا کہ متکلم سامع کو دکھائی دے۔ کیونکہ جائز ہے کہ سا بینائی والا ہو جو متکلم کے انوار کی چمک کو برداشت نہ کر سکتا ہو جیسا کہ جب آنحضرت علیہ وعلیٰ والتسلیمات سے شبِ معراج میں رویتِ باری تعالیٰ کی نسبت سوال کیا گیا تو آپ نے جواب د ہے میں اُسے کیوں کر دیکھ سکتا ہوں اور نیز تکلم بالمشافہ میں حجبِ شہودی کا فرق ہے نہ کا۔ پس تو سمجھ لے۔ کیونکہ یہ معرفت شریف وہ ہے کہ بہت کم کسی نے اس کے ساتھ لب ہو۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ" (مکتوبات، دفتر دوم مکتوب ۵۱)

صاحب زبدۃ المقامات لکھتے ہیں کہ وہ جو مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم نے اپنی بیاضِ خاص یا لکھا ہے کہ آپ کو اپنے جدِّ مکرم سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وراثت سے محدّث بنایا گیا ہے، اسی کی طرف اشارہ ہے۔

⑨ آپ بطور تبعیّت زمرۂ سابقین سے تھے۔ چنانچہ آپ سیّد عبدالباقی سارنگپوری قدس سرہٗ کو یوں تحریر فرماتے ہیں :-

" جان لے، خدا تجھے نیک راستے چلائے کہ بائیں ہاتھ والے ظلمانی پردوں والے ہیں اور دائیں ہاتھ والے نورانی پردوں والے۔ سابقین وہ ہیں جو ظلمانی پردوں اور نورانی پردوں سے نکل آئے ہیں اور ایک قدم بائیں ہاتھ پر اور دوسرا دائیں پر رکھ کر سبقت کی گیند اصل کے میدان میں لے گئے ہیں اور ظلالِ امکان اور ظلالِ وجوبی سے اوپر چلے گئے ہیں اور اسم وصفت سے اور شان واعتبار سے اُن کا مقصود سوائے ذاتِ خدا تعالیٰ وتقدس کے نہیں۔ بائیں ہاتھ والے کفر و بدبختی والے ہیں اور دائیں ہاتھ والے اہل اسلام وولایت ہیں۔ سابقین بطریقِ اصالت انبیاء ہیں۔ علیہم الصلوٰت والتسلیمات اور ان کی تبعیت سے جن کو یہ شرف بخشا جائے یہ دولت بطریقِ تبعیّت زیادہ تر انبیاء کے اکابر اصحاب میں ہے علیہم الصلوات والتسلیمات والتحیّات اور بر سبیلِ قلّت وندرت غیر اصحاب میں موجود ہے۔ حقیقت میں یہ شخص (یعنی غیر اصحاب جو اس دولت سے مشرف ہے) بھی زمرۂ اصحاب سے ہے اور کمالاتِ انبیاء سے ملحق ہے۔ علیہم الصلوٰت والبرکات۔ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی شخص کے حق میں فرمایا ہے :-

مثل امتی کمثل المطر لایدری اولها خیر ام آخرها (ترمذی شریف)	"میری امت کا حال بارش کے حال کا سا ہے معلوم نہیں اس کا اول بہتر ہے یا آخر۔"

وہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خیر القرون قرنی، وہ باعتبار قرون کے فرمایا اور یہ باعتبار اشخاص کے۔ واللہ سبحانہ اعلم۔" (مکتوبات شریف، دفتر دوم، مکتوب ۳۹)

⑩ آپ کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے لطف سے خزینۂ رحمت بنایا۔ جیسا کہ مکتوبات شریف دفتر اول کے مکتوب ۱۱۴ سے ظاہر ہے۔

⑪ آپ پر اللہ تعالیٰ کے بے شمار انعامات تھے جیسا کہ آپ مبدا و معاد ص ۱۰۲ پر اظہار نعمت کے عنوان سے لکھتے ہیں:۔

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (پارہ ۳۰، سورۃ الضحیٰ)	"اور جو کچھ تیرے پروردگار کا تجھ پر انعام ہوا اسے بیان کر دیا کر۔"

یہ فقیر اپنے دوستوں کے ساتھ ایک روز (تجدید کے بارہویں سال) حلقہ میں بیٹھا ہوا تھا اور اپنی کمزوریوں پر غور کر رہا تھا۔ یہ فکر اس حد تک غالب آچکی تھی کہ اپنے آپ کو (درویشی کی) اس وضع میں بغیر کامل مناسبت کے محسوس کر رہا تھا کہ اسی اثناء میں بہ مصداق حدیث شریف

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ	"جو اللہ کے لیے انکساری کرتا ہے، خدا تعالیٰ اسے اور بلند فرما دیتا ہے۔"

(کارکنانِ قضا و قدر نے) اس دور افتادہ کو ذلت کی خاک سے اٹھایا (اور مزید بلند کر دیا) اور میرے باطن میں یہ ندا دی کہ

غَفَرْتُ لَكَ وَلِمَنْ تَوَسَّلَ بِكَ اِلَيَّ بِوَاسِطَةٍ اَوْ بِغَيْرِ وَاسِطَةٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔	میں نے تجھے بخش دیا اور قیامت تک پیدا ہونیوالے ان تمام لوگوں کو بھی بخش دیا۔ جو تیرے وسیلے سے مجھ تک پہنچیں، خواہ یہ وسیلہ بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ۔

اور یہ بشارت بار بار دی گئی کہ کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہی اور اس نعمت پر

وَالحمد للہ سبحانہ علی ذالک [illegible]	اللہ تعالیٰ کی بے شمار حمد و ثنا ہے، ایسی

کثیرا طیبا مبارکا فیہ مبارکا علیہ و کما یحب ربنا و یرضیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ سیدنا محمد و آلہ کما یحری!

"حمد و ثنا جو پاکیزہ ہو، جس میں برکت ہو اور جس کے اوپر بھی برکت ہو، جیسی کہ ہمارا پروردگار پسند فرمائے اور جس سے وہ راضی ہو اور درود و سلام ہو اس کے رسول ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی آل پر، ایسا درود و سلام جو آپ کی شان کے شایاں ہو"۔

اس کے بعد مجھے حکم دیا گیا کہ میں اس واقعہ کو ظاہر کر دوں۔ ؎

اگر پادشہ بر در پیر زن
بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

گر آئے پادشہ بڑھیا کے در پر
نہ کر تو عیب جوئی خواجہ اس پر

اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَۃِ (سورہ النجم آیت ۳۲)

"یقیناً تیرا رب بڑی وسیع مغفرت والا ہے"۔

⑫ آپ کو بشارت دی گئی کہ تم مجتہدینِ علمِ کلام سے ہو۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:

"اس فقیر کو توسطِ احوال میں حضرت پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات نے خواب میں فرمایا ہے کہ "تو علمِ کلام کے مجتہدوں سے ہے"۔ اس وقت سے مسائلِ کلامیہ میں سے ہر مسئلہ میں اس فقیر کی خاص رائے اور مخصوص علم ہے وہ مسائل جن میں ماتریدیہ[1] و اشاعرہ[2] اختلاف رکھتے ہیں ان میں سے اکثر میں سرسری نظر سے حقیقت اشاعرہ کی طرف سمجھ میں آتی ہے مگر جب نورِ فراست سے باریک بینی کے ساتھ غور سے دیکھا جاتا ہے تو واضح ہو جاتا ہے کہ حق ماتریدیہ ہی کی طرف ہے۔

---

[1] شیخ ابو منصور محمد بن محمد بن محمود الحنفی المتکلم الماتریدی السمرقندی، ماتریدی مکتبۂ فکر کے سربراہ تھے۔ ماتریدی فرقہ سنی راسخ العقیدہ مسلمانوں کا ایک گروہ تھا جو معتزلہ اور دیگر آزاد خیال فرقوں کے مقابلے میں وجود میں آیا تھا۔ شیخ ابو منصورؒ، امام ابوالحسن الاشعری کے ہمعصر تھے۔ ۳۳۳ھ میں سمرقند میں وفات پائی۔ آپ سے فقہ حنفی کے لوگ زیادہ متاثر ہوئے۔ (غفوری)

[2] امام ابوالحسن اشعریؒ، فرقہ اشاعرہ کے بانی اور علم کلام کے موجد تھے۔ ۲۶۰ھ بصرہ میں پیدا ہوئے۔ ۴۰ سال کی عمر تک آپ فرقہ معتزلہ کے سرگرم رکن رہے بعد میں شافعی فقہ کی حدود میں رہ کر آپ نے دینی مسائل کو فلسفیانہ استدلال کے ساتھ مستحکم کیا۔ تقریباً تین سو کتابیں لکھیں۔ آپ کے ماننے والوں میں بڑے بڑے امام پیدا ہوئے، مثلاً باقلانی، ابن فورق، اسفرائنی، القشیری، جوینی اور امام غزالیؒ۔ ۳۲۴ھ میں بغداد میں آپ کا وصال ہوا۔ (غفوری)

علمِ کلام کے تمام اختلافی مسائل میں اس فقیر کی رائے علمائے ماتریدیہ کی رائے کے موافق ہے (مبداء و معاد)

(۱۳) آپ پر حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا غلبہ اس قدر تھا کہ ایک روز درویشوں کی جماعت میں فرمایا:-

محبت آں سرور بہ نہجے مستولی شدہ است کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ را بواسطہ آں دوست می دارم کہ ربِّ محمدؐ است (مبداء و معاد)

"آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت اس طرح غالب آگئی ہے کہ میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو اس لیے دوست رکھتا ہوں کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا رب ہے۔

(۱۴) اللہ تعالیٰ نے محض اپنے کرم سے آپ کی دنیا کو آخرت کر دیا تھا حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ اس بشارت کی شرح میں یوں فرماتے ہیں:-

ہمارے حضرت امامِ ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو بشارت دی گئی کہ

"میں نے تیری دنیا کو آخرت کر دیا۔"

اس عبارتِ عالی کی شرح اور اس مکاشفۂ غیبی کے حل میں چند سطریں لکھی جاتی ہیں، گوشِ ہوش سے سنیئے، معلوم رہے کہ جو کچھ اس دنیا میں نظر آتا ہے ظلیت کی آمیزش کے بغیر نہیں کیونکہ دنیا ظلیت کی آمیزش کے بغیر اصل کے ظہور کی تاب نہیں رکھتی اور اصل کے ظہور کا مقام آخرت ہے جب حضرت (مجددؒ) کی دنیا آخرت کے حکم میں ہو گئی تو ناچار آخرت کا موعود اس دنیا میں جلوہ گر ہو گیا اور ظلیت کی آمیزش کے بغیر اصل کا نصیب حاصل ہو گیا اور یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ اس فانی دنیا کے بعض تمتعات (منافع) جو آخرت کے درجوں کی کمی کا باعث ہیں وہ حضرت کے حق میں ایسے نہ ہوں بلکہ درجات کی ترقی کا باعث ہوں جیسا کہ آخرت کی نعمت جس سے بہرہ ور ہونا ترقی کا باعث ہے۔

اس کا بیان یوں ہے کہ بہشت کے درخت، نہریں اور اسی طرح وہاں کی حور و غلمان حضرت حق تعالیٰ کے معانی تنزیہی و تحمیدی (بے عیب، پاکیزگی اور تعریف و حمد) کے مظاہر ہیں۔ وہی معانی اس دنیا میں کلمات کی صورتوں اور حرفوں کے لباس میں ظاہر ہو گئے ہیں مثلاً سبحان اللہ اور الحمد للہ جس طرح ان کلمات کا ورد اس دنیا میں ترقی کا باعث ہے اسی طرح بہشت میں ان میوہ جات سے حظ اٹھانا اور ان لذتوں اور نعمتوں سے بہرہ ور ہونا درجات کے بلند ہونے اور مقامات کی ترقی کا باعث ہے جب خدا تعالیٰ کے کرم سے حضرت شیخ کی دنیا آخرت ہو گئی تو ناچار دنیا کی نعمت سے لذت اٹھانا آخرت

کی لذتوں سے حظ اٹھانے کی شکل ٹھہرائے۔ حضرت خواجہؒ نے اور احتمالات بھی بیان کئے ہیں۔
(ملاحظہ ہو مکتوبات معصومیہ جلد اوّل مکتوب ۱۸۹)

(۱۵) آپ کو اللہ تعالیٰ نے حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال متابعت کے سبب اس مقام سے مشرف فرمایا جو مقامِ رضا سے اوپر ہے اور جسے مقامِ ذات بحت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس کا ذکر مکتوبات شریف کی جلد ثانی کے مکتوب ۷، ۴۳ میں ہے۔ آپ نے مرضِ موت میں اس مقام کی توضیح و تصریح فرمائی۔ چنانچہ خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ تعالیٰ یوں تحریر فرماتے ہیں:۔

"حاصل کلام حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ وصالِ لایزال کے داعی نے میرے باطن میں آواز دی کہ تجھے بادشاہ بلاتا ہے میری ہمّت کا بلند پرواز مرغ آشیان قدس کی طرف متوجہ ہوا۔ یہاں تک کہ پہنچا جہاں پہنچا۔ اُس بارگاہِ عالی جاہ سے یہ آواز سُنی کہ بادشاہ گھر میں نہیں۔ اس کے بعد معلوم ہوا کہ یہ حقیقت کعبۂ ربانی کا مقام ہے۔ میں اس سے پرے کی طرف چلا اور چڑھتا گیا، یہاں تک کہ صفات حقیقت کے مقام پر پہنچا، جو وجود زائد کے ساتھ موجود ہیں۔ یہ مقامِ صفات صورِ علمیہ صفات سے پرے ہے جو تعینِ علمی کے مرتبہ میں موجود ہیں اور صورِ صفات سے پرے ہے جو تعینِ وجودی اور تعینِ حبّی کے مرتبہ میں ہیں۔ میں اس مقام سے بھی اُوپر کی طرف متوجہ ہوا۔ یہاں تک کہ میں ان صفات کے اصول سے جو شیون ذاتیہ اور عزت عزّ شانہ میں محض اعتبارات ہیں، داخل ہو گیا اور تم دونوں بھائی ہر مقام میں میرے ساتھ ہو۔ وہاں سے مجھے اوپر لے گئے اور ذات بحت تک جو نسبتوں اور اعتبارات سے خالی ہے، پہنچا دیا (چند سطر بعد) اور مرضِ موت میں اسی مجلس میں یا دوسری مجلس میں فرمایا کہ اس درجۂ کمال کا حصول اور اس رتبۂ عالی پر وصول کلام مجید سبحانی کے تعلق پر موقوف ہے۔ قرآن کے طفیل و توسط سے میں اس مرتبہ کے ساتھ ممتاز ہوا ہوں۔ حروفِ قرآنی میں سے ہر حرف کو میں ایک دریا پاتا ہوں جو کعبۂ مقصود تک پہنچانے والا ہے۔" (مکتوبات معصومیہ جلد اول مکتوب ۱۸۳)

(۱۶) آپ فرماتے ہیں کہ میں اوائل حال میں دیکھتا ہوں کہ ایک مکان میں طواف کر رہا ہوں اور ایک اور جماعت بھی اسی طواف میں میرے ساتھ شامل ہے لیکن اس جماعت کی رفتار اس قدر سُست ہے کہ جتنی دیر میں میں طواف کا ایک دَور پورا کر لیتا ہوں وہ دو تین قدم فاصلہ طے کرتے ہیں۔ اسی اثنا میں معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکان عرش کے اوپر ہے اور طواف کرنے والی جماعت ملائکہ

کرام کی جماعت ہے۔ علی انبیاء و علیہم الصلوٰت والتسلیمات۔ (ہمارے نبی پر اور ان سب پر خدا کی رحمتیں اور سلامتیاں نازل ہوں) اور خدا اپنی رحمت جسے چاہتا ہے مخصوص فرمالیتا ہے اور اللہ بہت ہی بڑے فضل والا ہے۔ (مبدء و معاد ص۱۵۵)

⑰ آپ نسبت خاصہ مجددیہ کی فوقیت کا اظہار کرتے ہوئے یوں تحریر فرماتے ہیں:۔

"میں خیال کرتا ہوں کہ حضرت مہدی موعود جن کیلئے اکملیت ولایت کا عہد کیا گیا ہے وہ بھی اسی نسبت پر ہوں گے۔ اور اسی سلسلہ عالیہ (نقشبندیہ) کی تتمیم و تکمیل کریں گے کیونکہ ساری ولایتوں کی نسبت اس نسبت علیہ سے کم ہے۔ وجہ یہ کہ باقی ولایتوں کو مرتبہ نبوت کے کمالات کا کم حصہ ملا ہے اور یہ ولایت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہونے کے سبب ان کمالات سے حظ وافر رکھتی ہے جیسا کہ ابھی گزرا۔ ؎ بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔"

(مکتوبات شریف، دفتر اول، مکتوب ۲۵۱)

رسالہ مبداء و معاد میں لکھتے ہیں:۔

"و ایں نسبت بایں خصوصیت فرد اور حضرت مہدی ظہور خواہد یافت۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔"	"حضرت امام مہدی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اسی نسبت و خصوصیت کے ساتھ تشریف لائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔"

⑱ آپ کو بشارت دی گئی کہ جس جنازے پر آپ شامل ہوں گے وہ میت بخشی جاویگی۔

⑲ آپ کی دعا سے سرہند شریف کے قبرستان سے عذاب اٹھالیا گیا چنانچہ روضۃ قیومیہ میں لکھا ہے کہ تجدید کے تیرھویں سال ایک روز قیوم اول (یعنی آپ) قدس سرہٗ اپنے چھوٹے دادا سرہند شریف کے بانی حضرت امام رفیع الدین کے مزار پاک کی زیارت کیلئے تشریف لے گئے۔ فاتحہ کے بعد ان کے مزار پر قبرستان کی مغفرت کیلئے جناب الٰہی میں عاجزی والتجا کی۔ الہام ہوا کہ ہم نے ایک ہفتہ کیلئے اس قبرستان پر سے عذاب اٹھالیا۔ پھر التماس کی کہ اے پروردگار تیری رحمت کی کوئی انتہا نہیں مغفرت اور زیادہ کر۔ پھر الہام ہوا کہ ایک مہینے کیلئے اس قبرستان سے عذاب اٹھالیا۔ پھر التجا کی تو الہام ہوا کہ اچھا ایک سال کیلئے اس قبرستان سے عذاب اٹھالیا۔ پھر التماس کی تو جناب باری سے بفضل و کرم حکم ہوا کہ ہم نے اپنے فضل سے تمہاری خاطر اس قبرستان سے قیامت تک عذاب اٹھالیا۔

اسی سال ایک روز آپ اپنے والد بزرگوار حضرت مخدوم عبدالاحد قدس سرہٗ کے مزار پر زیارت

کیلئے تشریف لے گئے۔ اُس وقت آپ کے دل میں اس حدیث شریف کے مضمون کا خیال آیا کہ جب کسی عالم کا گزر قبر پر سے ہوتا ہے تو چالیس روز تک صاحبِ قبر کو عذاب نہیں ہوتا۔ یہ خیال آتے ہی الہام ہوا کہ آپ کی تشریف آوری کے سبب ہم نے اس قبرستان سے قیامت تک عذاب اُٹھا لیا۔ آئندہ بھی جو شخص اس قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔ ہم اپنے فضل و کرم سے بخش دیں گے شہر سرہند کا تمام قبرستان اسی مقام پر ہے جس کی بابت آپ کو خوشخبری ملی تھی، اس قبرستان کے مرکز میں آپ کے والد بزرگوار کا مزار مبارک ہے۔

⑳ آپ کا ارشاد ہے کہ وہ زن و مرد جو بالواسطہ یا بلا واسطہ ہمارے طریقہ میں داخل ہوئے ہیں یا قیامت تک ہوں گے وہ سب ہمیں دکھائے گئے ہیں اور ہر ایک کا نام و نسب اور مولد و مسکن ہمیں بتایا گیا ہے۔ اگر ہم چاہیں تو ایک ایک کو بیان کر دیں۔

㉑ آپ کو مبادی سلوک میں علوم لدنی حضرت خضر علیہ السلام کی روحانیت سے حاصل ہوئے۔ جیسا کہ رسالہ مبداء و معاد کے صفحہ نمبر ۹۷ پر آپ فرماتے ہیں:۔

”اس فقیر کو علوم لدنی کی توفیق حضرت خضر علیٰ نبینا و علیہ السلام کی روحانیت سے حاصل ہوئی۔ لیکن یہ صورت حال اُس وقت تک ہی رہی جب تک کہ میں مقام اقطاب سے نہیں گزر گیا مگر اس مقام سے گزر جانے اور بلند تر مقامات میں ترقیاں حاصل کر لینے کے بعد علوم کا حصول خود اپنی حقیقت سے ہونے لگا۔ یعنی علوم اپنی ذات میں، خود بخود اپنی ذات ہی سے حاصل ہونے لگے، کسی غیر کی مجال نہ رہی کہ وہ درمیان میں آ سکے۔

㉒ آپ پر ظاہر کیا گیا کہ ہندوستان میں بھی پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:۔

”پہلی اُمتوں میں جو فقیر ملاحظہ کرتا ہے تو ایسی جگہ کم پاتا ہے کہ جہاں کوئی پیغمبر مبعوث نہ ہوا ہو۔ یہاں تک کہ ہند کی زمین میں بھی جو اس معاملہ سے دور معلوم ہوتی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ اہل ہند میں سے پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں۔ جنہوں نے خدا جل شانہ کی دعوت دی ہے اور ہند کے بعض شہروں میں محسوس ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے انوار، شرک کی تاریکیوں میں مشعلوں کی مثل روشن ہیں۔ فقیر اگر چاہے تو ہند کے اُن شہروں کا پتہ بتا سکتا ہے اور دیکھتا ہے کہ ان پیغمبروں میں کوئی ایسا ہے کہ اُس پر کوئی ایمان نہیں لایا اور اُس کی دعوت کو کسی نے قبول

نہیں کیا اور کوئی ایسا ہے کہ اس پر ایک شخص ایمان لایا ہے اور کسی پر دو اور کسی پر تین شخص ایمان لائے ہیں یہ نظر نہیں آیا کہ ہند میں تین آدمیوں سے زیادہ کسی پیغمبر پر ایمان لائے ہوں تاکہ چار آدمی ایک پیغمبر کی امّت ہوں۔ (مکتوبات دفتر اول۔ مکتوب ۲۵۹)

(۲۳) ایک روز صبح کے حلقہ میں حضرت الیاس اور حضرت خضر علیہما السلام آپ کی خدمت میں بصورت روحانیاں آئے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے تبقیِ روحانی فرمایا، کہ ہم عالمِ ارواح میں سے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ہماری روحوں کو یہ قدرتِ کاملہ عطا فرمائی ہے کہ اجسام کی صورت میں متمثل ہو کر وہ کام کرتی ہیں جو جسموں سے وقوع میں آیا کرتے ہیں مثلاً حرکات و سکنات جسمانی اور طاعات و عباداتِ بدنی۔ اُس وقت دل میں خیال آیا کہ ان دونوں بزرگوں سے کچھ مانگوں۔ انہوں نے فرمایا کہ عنایتِ ایزدی جس شخص کے شاملِ حال ہو ہمیں اس میں کیا دخل ہے۔ حضرت الیاس علیہ السلام اس گفتگو میں خاموش رہے۔ (مکتوبات شریف دفتر اول مکتوب ۲۸۳)

(۲۴) محض اللہ تعالیٰ کے کرم سے آپ کے سینہ بے کینہ سے خنّاس و وسواس دُور کیا گیا۔

(۲۵) آپ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لیے ایک اجازت نامہ لکھا ہے جیسا کہ مشائخ کرام اپنے خلفاء کو لکھ دیا کرتے ہیں۔ اسی اثناء میں ظاہر ہوا کہ اس اجازت نامہ کے اجراء میں کچھ تاخیر ہے۔ خادم اس اجازت نامہ کو گویا دوسری بار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اجازت نامہ کی پشت پہ ایک اور اجازت نامہ لکھا ہے یا لکھوایا ہے اور اُسے اپنی مُہر مبارک سے مزیّن فرمایا ہے۔ اُس دوسرے اجازت نامہ کا مضمون یہ ہے کہ دنیا کے اجازت نامہ کے عوض میں آخرت کا اجازت نامہ دیا ہے اور مقامِ شفاعت سے نصیب عطا فرمایا ہے۔ (تفصیل کیلئے دیکھو مکتوبات شریف دفتر ثالث مکتوب ۱۰۶)

(۲۶) اللہ تعالیٰ نے آپ کو طریقہ جدیدہ عطا فرمایا۔ آپ سے پہلے سالکین کی سیر صرف ولایتِ صُغریٰ یعنی قلب میں منحصر تھی اور شاذ و نادر ہی کسی کو ولایتِ کبریٰ میں ہوا کرتی تھی مگر خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے حضرت شیخ پر ولایتِ کبریٰ، ولایتِ ملأ اعلیٰ، کمالاتِ نبوّت و رسالت و اولو العزم حقیقتِ ابراہیمیؑ، حقیقتِ موسویؑ، حقیقتِ محمدیؐ و احمدیؐ، حبِ صرف و لاتعین اور نیز حقیقتِ کعبہ، حقیقتِ قرآن، حقیقتِ صلوٰۃ و معبودیتِ مطلقہ سب منکشف فرمائے۔ اور آپ نے ان کمالات کی

سیر بالتفصیل اپنے صاحبزادوں خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم کو کرائی اور بفضلہ تعالیٰ آپ کے خاندان میں آج تک جاری ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک جاری رہے گی۔

(۲۷) ایک روز آپ حلقۂ ذکر سے اٹھے اور فرمایا کہ اس حلقہ میں مجھے معلوم ہوا ہے کہ حاضرین میں سے ایک یار مرتد ہو جائے گا۔ میں نے اس کی پیشانی پر لفظ شقی لکھا ہوا دیکھا ہے۔ یہ سنکر تمام یاروں پر ہیبت طاری ہو گئی اور ہر ایک خوف کے مارے کانپنے لگا۔ وہ یار حضرت شیخ طاہر لاہوری[۱] تھے جو صاحبزادگان والا تبار خواجہ محمد سعید اور خواجہ محمد معصوم کے استاد تھے۔ چند روز بعد ویسا ہی وقوع پذیر ہوا جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا تھا۔ شیخ طاہر ایک کافرہ عورت پر عاشق ہو کر مرتد ہو گئے۔ صاحبزادوں نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ شیخ طاہر کے لئے دعا فرمائیں کہ وہ دوبارہ مسلمان ہو جائیں۔ آپ نے بڑے عجز و نیاز سے دعا کی جو قبول ہو گئی۔ شیخ طاہر عشق مجازی کو چھوڑ کر آپ کی خدمت میں آئے اور مشرف بہ اسلام ہو کر آپ کی صحبت مبارکہ میں تھوڑے ہی عرصہ میں مراتب عالیہ پر پہنچے۔ آپ نے شیخ طاہر کے اجازت نامہ میں بھی اس قصے کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور مکتوب ۲۱۷ جلد اول میں بھی اسے ذکر کیا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ

"جب میں اس بلا کے دفعیہ کیلئے متوجہ ہوا تو میں نے لوح محفوظ میں اس کے دفعیہ کو کسی امر پر معلق نہ دیکھا اور اسے مبرم سمجھا۔ مجھے حیرت ہوئی کیونکہ آثار و اخبار و اجماع امت سے مجھے معلوم تھا کہ قضائے مبرم میں تغیر نہیں ہو سکتا۔ اسی اثناء میں مجھے حضرت غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی کا قول یاد آ گیا کہ میرے سوا کسی کو قضائے مبرم میں تصرف حاصل نہیں۔ میں نے عرض کی، کہ الٰہی! جب تیرے اولیاء میں سے ایک کو یہ دولت حاصل ہے تو میں بھی امیدوار ہوں۔ میں نے بہت عجز و نیاز ظاہر کیا اور میری دعا قبول ہو گئی۔ اور اس راز کی معرفت بھی مجھے عطا کی گئی اور بتا دیا گیا کہ قضائے معلق دو قسم کی ہے۔ ایک معلق تو وہ ہے جس کی تعلیق لوح محفوظ میں لکھی ہوئی

---

[۱] آپ لاہور کے باشندے تھے اور محلہ شیخ اسحاق میں رہتے تھے جہاں اب موتی بازار اور چونہ منڈی اور جمعدار خوشحال سنگھ کی حویلی ہے۔ آپ بڑے پایہ کے عالم تھے، بے شمار لوگوں کو آپ کی شاگردی کا فخر حاصل ہے۔ آپ امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مرید و خلیفہ تھے، حدیث و تفسیر قرآن نقل کر کے گزارہ کرتے تھے اور تمام وقت شاگردوں کو دینی تعلیم دینے میں صرف فرماتے تھے۔ ۱۰ محرم الحرام ۱۰۴۰ھ مطابق اگست ۱۶۳۰ء بروز جمعرات فوت ہوئے۔ مزار مقدس لاہور کے تاریخی قبرستان میانی صاحب میں ہے۔ "نکتہ سنج بلیغ" اور "نیک سرشت" سے سال وفات نکلتا ہے (تعمیری)

ہے اور ایک معلق ایسی ہے کہ اس کی تعلیق علم خدا میں ہے۔ شیخ طاہر کا قضیہ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا قول دوسری قسم میں داخل ہے۔ جس میں پہلی قسم کی مانند تبدیلی کا احتمال ہے۔ چونکہ یہ قسم ثانی لوح محفوظ میں صورت قضائے مبرم رکھتی ہے، اس لیے حضرت غوث اعظم قدس سرہٗ نے اسے مبرم سے تعبیر فرمایا ہے۔

(۲۸) جان محمد جالندھریؒ کا بیان ہے کہ ایک بزرگ درویش نے جسے میں آپ کے ارشاد کے مطابق باغ حافظ رخنہ سے لایا تھا، آپ سے میرے حالات دریافت کرنے کے بعد پوچھا کہ آپ نے اس کو کس سلسلہ میں مرید کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ سلسلہ قادریہ میں۔ اس نے کہا کہ میں سفارش کرتا ہوں کہ جان محمد کو حضرت غوث الثقلین سیّد محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کی زیارت کرادیں اس پر آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر قطب ستارہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اُسے خوب دیکھو۔ میں نے دیکھا کہ ایک سیاہ گدڑی والے بزرگ اُس میں سے نکلے اور شیر کی طرح ایک لمحہ میں اس مقام پر آگئے۔ آپ نے فرمایا کہ غوث الثقلین یہی ہیں۔ ان کی قدمبوسی کرو۔ چنانچہ میں نے قدمبوسی کی۔ بعد ازاں حضرت غوث الثقلینؒ رخصت ہوئے اور قطب ستارہ کی طرف متوجہ ہو کر اُس میں غائب ہو گئے۔

(۲۹) جب آپ کے مکتوبات شریف کی جلد اوّل تیار ہو گئی اور جلد ثانی شروع کرنے کی اجازت طلب کی گئی تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ میں اس فکر و حیرت میں ہوں کہ تمام علوم جو تحریر میں آ چکے ہیں خدا تعالیٰ کے نزدیک مقبول و پسندیدہ بھی ہیں یا نہیں؟ دوسرے روز فرمایا:-

"کل رات آواز آئی اور ظاہر کیا گیا کہ یہ تمام علوم جو تو نے لکھے ہیں بلکہ کچھ تیری گفتگو میں آ گیا ہے سب مقبول و پسندیدہ ہے اور میری تحریرات کی طرف اشارہ کر کے بتایا گیا کہ یہ سب ہمارا قول اور ہمارا بیان ہے۔ اُس وقت اُن تمام علوم کو کہ جن میں ایک وقت سے مجھے کچھ تردّد تھا، سب کو میں نے اُسی حکم میں داخل پایا۔

الحمد للہ علی الاحسان۔" (دیباچہ دفتر سوم مکتوبات شریف)

اس کے بعد آپ نے جلد ثانی کے مکتوبات کو لکھنا شروع کیا۔

مکتوبات شریف کی جلد اوّل مکتوب ۴۳۴ کے خاتمہ پر ارشاد فرماتے ہیں:-

"اے فرزند! یہ معارف جو لکھے ہیں اُمید ہے کہ الہاماتِ رحمانی سے ہوں کہ جن میں وساوسِ شیطانی کی آمیزش کی بالکل مجال نہیں۔ اس امر کی دلیل فقیر کے پاس یہ ہے کہ جب میں ان علوم کے لکھنے کے درپے ہوا اور اللہ جل شانہ کی بارگاہ قدس میں ملتجی ہوا تو میں نے دیکھا کہ گویا ملائکہ کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام اس مقام کے اطراف سے شیطان کو دور کر رہے ہیں اور اُسے اس مکان کے گرد رہنے نہیں دیتے۔ واللہ سبحانہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ چونکہ بڑی نعمتوں کا ظاہر کرنا اعظم محامد سے ہے۔ اس لیئے ان بڑی نعمتوں کے اظہار کی جرأت کی گئی۔ اُمید ہے کہ خود بینی کے مظنہ (شبہ، گمان) سے خالی ہوگی۔ خود بینی کی گنجائش کس طرح ہو سکتی ہے جبکہ اللہ سُبحانہٗ کی عنایت سے اپنا نقص و شرارت ذاتی ہر وقت نصب العین ہے اور کمالات سب کے سب اللہ تعالیٰ سے منسوب ہیں۔"

(۳۰) ایک روز آپ نے فرمایا کہ ہم پر ایسا ظاہر کیا گیا ہے کہ ہماری تمام تحریرات حضرت مہدی آخر الزمان علیہ الرحمۃ والرضوان کی نظر سے گزریں گی اور آپ کے نزدیک مقبول ہوں گی۔

(۳۱) آپ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں تجھ کو علم افلاک سکھانے آیا ہوں۔

(۳۲) آپ نے ایّام وصال کے قریب فرمایا کہ سوائے نبوّت کے جو کمالات نوع انسان میں ممکن ہیں وہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو سیّد البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تبعیت اور وراثت سے عطا فرمائے ہیں۔

(۳۳) روضۃ قیومیہ میں سالِ اوّل تجدید الف ثانی کے تحت لکھا ہے کہ آپ کو ہمیشہ کعبہ کی زیارت کا شوق رہا۔ لیکن بعض موانع کی وجہ سے زیارتِ کعبہ میسّر نہ ہو سکی۔ اس سال وہ شوق بہت زیادہ ہو گیا۔ چنانچہ آپ اسی شوق سے بے قرار رہنے لگے۔ ایک روز اسی بے قراری کی حالت میں بیٹھے تھے کہ کیا دیکھتے ہیں کہ انسان، فرشتے اور جنّ وغیرہ تمام مخلوقات نماز ادا کر رہی ہے اور آپ کی طرف رُخ کر کے سجدہ کر رہی ہے۔ جب آپ نے توجہ کی تو معلوم ہوا کہ کعبہ معظّمہ خود آپ کی ملاقات کیلئے آیا ہے اور آپ کو گھیر لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص کعبہ کی طرف سجدہ کرتا ہے وہ آپ ہی کو سجدہ کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے اسی اثنا میں الہام ہوا کہ تم ہمیشہ کعبہ کے مشتاق تھے، ہم نے کعبہ کو تمہاری زیارت کیلئے بھیجا ہے۔

تمہاری خانقاہ کی زمین بھی کعبہ کا حکم رکھتی ہے۔ جو نور کعبہ میں تھا، وہی نور ہم نے تمہاری خانقاہ کی زمین رکھ دیا ہے۔ بعد ازاں کعبہ نے آپ کی خانقاہ میں حلول کیا اور خانقاہ کی زمین کعبہ کی زمین سے مل گئی اور اس مسجد کو بیت اللہ کی زمین سے پوری پوری فنا و بقا، حاصل ہوئی اور آپ کی خانقاہ کی زمین میں تمام حقائقِ کعبہ متحقق ہو گئے۔ فرشتہ غیب نے آواز دی کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی یہ مسجد تمام مسجدوں سے افضل ہے۔ جو ثواب ان تمام مسجدوں میں نماز ادا کرنے سے ہوتا ہے وہ ایک ہی مسجد میں نماز ادا کرنے سے حاصل ہو جاتا ہے۔

حضرت قیوم ثانی خواجہ معصوم زمانی قدس سرہٗ کے وقت میں اس مسجد کو وسیع کیا گیا اور اس متبرک زمین کو جہاں پر کعبہ نے حلول کیا تھا تبرک کے طور پر حوض مسجد کے مشرقی کنارے کی طرف باقی زمین سے اونچا رکھا گیا ہے۔ آجکل وہ صفہ خاص و عام کی زیارت گاہ ہے۔ انتہیٰ۔

(۴۴) آپ فرماتے ہیں کہ مقامِ اقطاب پر پہنچنے کے بعد جناب سرور کائنات علیہ الصلوات والتسلیمات نے مجھے قطب ارشاد کی خلعت سے سرفراز فرمایا۔ بعد ازاں بعنایت خداوندی جل شانہ ترقی کرتے کرتے اصل الاصل تک پہنچا۔ اس اخیر عروج میں حضرت غوث الاعظم محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ کی روحانیت سے مدد پہنچی۔ (رسالہ مبداء و معاد)

غرض کہاں لکھا جائے۔ ؎

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں   بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

خوارق و کرامات

آپ کے خوارق بکثرت ہیں، ہم یہاں ان میں سے بعض کا ذکر کرتے ہیں۔

① آپ کی سب سے بڑی کرامت آپ کے مکتوبات شریف و دیگر تصانیف ہیں جن میں وہ نادر علوم و معارف الہامیہ درج ہیں جو سنت و شریعت کے عین موافق ہیں۔ چنانچہ آپ اپنے بڑے صاحبزادے خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ کو لکھتے ہیں:-

اے فرزند! یہ علوم و معارف کہ جن پر اہل اللہ میں سے کسی نے نہ صراحتہً نہ اشارۃً لب کشائی کی ہے اشرف معارف اور اکمل علوم میں سے ہیں، جو ہزار سال کے بعد منصۂ ظہور پر آئے ہیں اور

واجب تعالیٰ و تقدس کی حقیقت اور ممکنات کے حقائق کو جیسا کہ ممکن و لائق ہے، بیان کرتے ہیں۔ نہ کتاب و سنت کے مخالف ہیں اور نہ اہل حق کے اقوال سے مخالفت رکھتے ہیں۔ حضرت نبی کریم علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا میں جو کہ آپ نے گویا تعلیم امت کیلئے فرمائی ہے:۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْیَاءِ کَمَا ھِیَ[1] ‖ "یا اللہ! تو اشیاء کی حقیقتیں ہم کو اُس طرح دکھا جیسی کہ وہ ہیں۔"

سے مراد یہی حقائق ہیں جو ان علوم کے ضمن میں بیان ہوئے ہیں۔ اور مقام عبودیت کے مناسب ہیں اور نقص و ذلت و انکسار پر دلالت کرتے ہیں جو بندگی کے حال کے موافق ہے۔ عاجز بندہ جو اپنے آپ کو اپنے مولائے قادر کا عین سمجھے، اس میں کون سی لطافت ہے بلکہ اس سے تو اُس کی کمال بے ادبی ظاہر ہوتی ہے۔" (مکتوبات شریف، دفتر اول مکتوب ۲۳۴)

اسی طرح شیخ محمد چتریؒ کو لکھتے ہیں:۔

"بھائی جان سنیئے، خوارق کی دو قسمیں ہیں۔ قسم اوّل، علوم و معارف آلٰہیہ ہیں جو ذات و صفات و افعال واجب تعالیٰ سے متعلق ہیں اور نظر عقلی کے طریقہ سے الگ اور عرف و عادت جاریہ کے خلاف ہیں۔ اس قسم سے اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کو ممتاز کیا ہے۔ قسم دوم، کشف صورِ مخلوقات اور اشیائے غائبہ کی خبر دینا ہے جو عالمِ کون سے متعلق ہے۔ پہلی قسم اہل حق و اربابِ معرفت کیلئے مخصوص ہے۔ اور دوسری قسم اصحابِ حق و اصحابِ باطل میں مشترک ہے کیونکہ یہ قسم اہلِ استدراج کو بھی حاصل ہے۔ پہلی قسم خدا کے نزدیک شریف و معتبر ہے کیونکہ اُس نے اسے اپنے اولیاء کیلئے مخصوص کیا ہے اور اپنے دشمنوں کو اس میں شریک نہیں فرمایا۔ اور دوسری قسم عوام کے نزدیک معتبر اور ان کی نظروں میں معزز اور محترم ہے۔ اگر اہلِ استدراج[2] سے یہ قسم ظہور میں آئے تو قریب ہے کہ عوام نادانی کے سبب سے اُس کی پوجا کرنے لگ جائیں اور یہ ہر رطب و یابس میں جو وہ ان کو بتلائے اس کے تابع و فرمان بردار ہو جائیں۔ بلکہ یہ محجوب (عوام) پہلی قسم کو خوارق و کرامات میں شمار نہیں کرتی۔ اُن کے نزدیک خوارق دوسری قسم میں منحصر ہیں اور اُن کے گمان میں کرامات صرف صورِ مخلوقات کے کشف اور مغیبات کی خبر دینے کا نام ہے۔ یہ لوگ کیسے بے عقل ہیں۔ وہ علم جو

---

[1] اس روایت کو امام غزالیؒ نے "علق مضنون" اور حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ نے "مدارج النبوۃ" میں ذکر کیا ہے۔ (مترجم)

[2] یعنی وہ خوارق عادت امور جو کافر یا فاسق یا مبتدع سے اس کی غرض کے موافق صادر ہوں (قدوسی)

مخلوقات حاضر یا غائب کے حالات سے تعلق رکھتا ہے اس میں کون سی شرافت و کرامت پائی جاتی ہے بلکہ یہ علم تو اس لائق ہے کہ جہل سے مبدّل ہو جائے تاکہ مخلوقات اور اس کے احوال سے نسیان حاصل ہو۔ واجب تعالیٰ کی معرفت ہی وہ شے ہے جو سزاوارِ شرافت و کرامت اور شایانِ اعزاز و اکرام ہے۔ ؎

پری نہفتہ رُخ و دیو در کرشمہ و ناز
بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

"پری تو منہ چھپائے ہوئے ہے اور شیطان کرشمہ و ناز میں ہے
عقل حیرت سے جل گئی کہ یہ کیا عجیب معاملہ ہے۔"

(مکتوبات شریف، دفترِ اوّل، مکتوب ۲۹۳)

(۲) ایک صاحبِ دل سیّد رحمت اللہ نام جو آپ کے مریدوں میں سے تھے، بیان کرتے ہیں کہ میں اور دو تین درویش اطرافِ ملکِ دکن میں ایک صحرا میں جا رہے تھے کہ ایک بُت خانہ نظر آیا۔ میں نے آپ سے سُنا ہوا تھا کہ مسلمان سے بُتوں اور بُت پرستوں کی توہین جس قدر ہو سکے، اس میں کوتاہی نہ کرنی چاہیئے کیونکہ اس سے غازی فی سبیل اللہ کا ثواب ملتا ہے۔ میں نے آپ کی نصیحت پر کاربند ہو کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اس صحرا میں کوئی اس بُت خانہ کا محافظ و نگہبان نظر نہیں آتا لہذا آؤ، اس بُت خانہ کو جہاں تک ہو سکے ویران کر دیں۔ چنانچہ ہم نے ایک بُت توڑ دیا اور بعض دیواروں کو گرانے کیلئے کمر بستہ ہو گئے۔ دریں اثنا ایک ہندو کاشتکار نے دُور سے اس بت خانہ کی یہ تذلیل دیکھی تو اُس نے دوڑ کر گاؤں میں جا کر خبر کر دی۔ ناگاہ دیکھا کہ ایک ہزار بُت پرست لاٹھیاں، پتھر اور ہتھیار لیئے غیظ و غضب کی حالت میں ہماری طرف آ رہے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر ہم سب حیرت و دہشت کے دریا میں ڈوب گئے۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ ہم نے کمرِ ہمت کو مضبوط کیا اور شہید ہونے کی ٹھان لی کیونکہ ؎

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی (اقبالؔ)

اور اس حال میں، مَیں آپ کی طرف متوجہ ہوا اور عرض کی :-

"اے دین کے بزرگ! ہم نے آپکی نصیحت پر کاربند ہو کر یہ کام کیا تھا ہمیں کافروں کے ہاتھ سے چھڑا لیئے"

اس تضرع و نیاز میں میرے کان میں آپ کی یہ آواز آئی

”اطمینان رکھو، تمہاری حفاظت کیلئے ابھی اسلام کا لشکر بھیج رہا ہوں“ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ عجیب معاملہ ہے، حضرت کی یہ آواز تو میرے کان میں آگئی مگر لشکر کب آئے گا۔ کفار تو آپہنچے۔ صرف ایک تیر کا فاصلہ رہ گیا تھا کہ اچانک ٹیلہ سے تیس چالیس ہزار سوار ہماری طرف گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے نظر آئے۔ جب کفار نے اُن سواروں کو دیکھا تو خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹ گئے۔ گھوڑ سواروں نے اُن کافروں میں سے بعض کو تازیانے لگائے اور بعضوں کو ڈانٹ پلائی۔ اور ہم کو اپنی حمایت میں لے لیا۔ معلوم ہوا کہ وہ سوار مسلمان تھے جو نواحی گاؤں میں کسی تقریب پر آئے ہوئے تھے اور جب وہ کفار ہمارے قتل کے ارادہ سے آئے تھے تو اُن کے گاؤں کے ایک مسلمان اُس گاؤں میں جاکر سواروں کو خبر کردی اور وہ سنتے ہی فوراً موقع پر پہنچ گئے اور ہم کو کافروں سے چھڑا لیا۔ بلا شک و شبہ یہ آپ ہی کا تصرف تھا۔

(۳) سید جمال جو آپکے مقبولین میں سے تھے، بیان کرتے ہیں کہ ایک جنگل میں اچانک ایک شیر میرے آگے آیا۔ تنہائی کی وحشت اور اس درندے کی ہیبت سے میں سخت ہراساں ہوا۔ بھاگ جانا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن تھا۔ ناچار میں نے آپ کی طرف توجہ کی کہ بچائیے۔ میں نے اُسی وقت معاملہ میں دیکھا کہ آپ عصا ہاتھ میں لیئے دوڑے آرہے ہیں۔ آپنے تشریف لاتے ہی نہایت زور سے عصا اُس شیر کے منہ پر مارا۔ جب اس معاملہ سے میری آنکھ کھلی تو میں نے نہ آپکو دیکھا اور نہ ہی جنگل میں شیر کا کوئی نشان پایا۔

(۴) محمد صادق کابلی جو آپکے بڑے مخلصوں میں سے تھے، مرض جذام میں مبتلا ہوگئے۔ اُٹھنے، بیٹھنے اور کھانے پینے میں یارانِ طریقت اُس کی شرکت سے پرہیز کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک مجلس میں اُس کے ایک خاص یار نے اُس کے ساتھ کھانا کھانے سے علانیہ انکار کردیا۔ وہ بیچارہ نہایت شرمندہ و غمگین ہوا اور آپ سے توجہ کی درخواست کی۔ آپ مرض کے دفعیہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اُس کے مرض کو اپنے اوپر لے لیا۔ چنانچہ اس کا اثر مریض کے بدن سے آپکے پاؤں مبارک پر منتقل ہوگیا۔ اس سے اگرچہ مخلصوں کی عقیدت میں زیادتی ہوگئی مگر آپ پر مرض کے منتقل ہونے سے سب غمگین و بے چین ہوگئے۔ جب آپ نے صاحبزادوں اور یاروں کی بے چینی دیکھی تو دعا کی کہ وہ

مرض آپ سے بھی دُور ہو جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے وہ بیماری آپ سے بھی جاتی رہی اور سب لوگ خدا کا شکر بجا لائے۔

⑤ آپ کے عادل اصحاب سے سنا گیا ہے کہ ایک دفعہ آپ بیابان و جنگل کی سیر کو نکلے۔ اثنائے راہ میں دھوپ کی شدّت اور گرد و غبار کی کثرت سے بڑے صاحبزادے اور دوسروں پر جو پیادہ ہمرکاب تھے، پیاس نے غلبہ کیا مگر بپاسِ ادب آپ کی خدمت میں عرض کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ دریں اثنا آپ نے از خود مولانا محمد یوسف سمرقندیؒ (آپ کے مرید اور پیر بھائی) سے ارشاد فرمایا کہ "دھوپ کی شدت اور غبار کی کثرت سے یاروں کو تکلیف ہو رہی ہے" مولانا نے عرض کیا، کہ حضور والا کو معلوم ہی ہے، یاروں کے عرض کرنے کی حاجت نہیں۔ اس پر آپ نے مسکرا کر آسمان کی طرف آنکھ اٹھائی اور زیرِ لب کچھ کہا۔ چند قدم بھی آگے نہ بڑھے تھے کہ بادل کا ایک ٹکڑا ظاہر ہوا اور معتدل ہوا چلنے لگی حالانکہ وہ بارش کا موسم نہ تھا۔

⑥ ایک سیّد طالب علم کا بیان ہے کہ جو لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے لڑے مجھے اُن سے بالخصوص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نفرت اور بدظنی تھی۔ ایک روز مکتوبات شریف کا مطالعہ کر رہا تھا کہ اُن میں یہ دیکھا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شتم کرنے والے پر جو حد لگاتے تھے، وہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر شتم کرنے والے پر جاری کرتے تھے۔ میں نے یہ نقل دیکھ کر غصّہ کی حالت میں کہا کہ یہ کیسی بے مزہ نقل ہے جو اس مرد (آپ) نے یہاں کی ہے۔ یہ کہہ کر میں نے مکتوبات شریف کو زمین پر پھینک دیا اور سو گیا۔ خواب میں دیکھا کہ آپ غصّہ کی حالت میں آئے اور اپنے ہاتھوں سے میرے دونوں کان پکڑ کر فرمانے لگے۔

"اے طفلِ ناداں! تو بھی ہماری تحریر پر اعتراض کرتا ہے اور زمین پر پھینک دیتا ہے۔ اگر تو میرے قول کو معتبر نہیں سمجھتا تو تجھے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لے چلوں، جن کی خاطر تو اُن کے بھائیوں یعنی صحابہ کرام کو بُرا کہتا ہے"

چنانچہ آپ مجھے کشاں کشاں ایک باغ میں لے گئے اور مجھے اُس باغ کے کنارے ٹھہرا کر خود ایک محل کی طرف جو اُس باغ میں نظر آ رہا تھا، چلے گئے۔ میں نے دیکھا کہ وہاں ایک نہایت نورانی شکل و صورت والے بزرگ جلوہ افروز تھے۔ آپ نے بڑی تواضع سے اُن کو سلام کیا۔ وہ بھی بڑی خوشی سے

آپ کو ملے۔ اِس کے بعد آپ اُس بزرگ کے آگے دو زانو بیٹھ گئے اور کچھ عرض کیا۔ آپ اور وہ بزرگ دونوں دُور سے میری طرف دیکھتے اور اشارہ کرتے تھے۔ مجھے یقین ہوگیا وہ میرے بارے کچھ کہہ رہے ہیں۔ کچھ دیر بعد آپ نے اُٹھ کر مجھے نزدیک بلایا اور فرمایا یہ بزرگ جو بیٹھے ہیں، حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ہیں۔ سُنو! کیا فرماتے ہیں۔ میں نے سلام کیا تو حضرت علیؓ نے زبانِ گوہر فشاں سے فرمایا کہ خبردار! حضورِ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے کوئی کدورت دل میں نہ رکھو اور اُن کی ملامت زبان پر نہ لاؤ۔ ہم جانتے ہیں اور ہمارے بھائی کہ کن نیتوں سے ہمارے اور اُن کے درمیان جھگڑا ہوا تھا۔ اور آپ کا نام لے کر فرمایا کہ ان کی تحریر سے ہرگز سر نہ پھیرنا۔ باوجود اس نصیحت کے میں نے اپنے دل کی طرف جو رجوع کیا تو اصحاب کرام کی دشمنی بدستور موجود پائی۔ حضرت علیؓ یہ معلوم کر کے ناراض ہوئے اور آپ سے فرمایا کہ اس کا دل ابھی صاف نہیں ہوا اور تھپڑ مارنے کیلئے اشارہ کیا چنانچہ آپ نے اپنی ساری قوّت سے میری گدّی (سر یا گردن کا پچھلا حصہ) پر ایک تھپڑ مارا۔ اُس وقت میں نے اپنے دل کو کدورت سے صاف پایا۔ اس اثنا میں میری آنکھ کھل گئی۔ اب میں اسی طرح سینہ کو کینہ سے پاک پاتا ہوں اور آپ کے کلام کے بارے میں میرا حسنِ اعتقاد سو گنا زیادہ ہوگیا ہے۔

(۷) آپ کے اصحاب بلکہ آپ کے صاحبزادے بھی روایت کرتے ہیں کہ ایک سوداگر کی ایک بوری نیل چوری ہوگئی۔ سوداگر نے آپ کے رشتہ داروں میں سے ایک جوان کو ملزم ٹھہرایا۔ وہ جوان اپنی اہانت و تکلیف کے ڈر سے بھاگ گیا۔ سرہند شریف کے کوتوال نے جب یہ سنا تو آپ کو طلب کیا۔ آپ نے اُن یاروں کو جن کی نسبت آپ کو معلوم تھا کہ وہ آپ کا اس طرح جانا گوارا نہ کر سکیں گے، کسی نہ کسی طرف کام پر روانہ کر دیا اور خود ایک خادم کے ساتھ پا پیادہ ہی تشریف لے گئے۔ وہ بے ادب کوتوال بڑی سختی اور درشتی سے آپ سے باتیں کرتا تھا اور آپ بڑی نرمی سے جواب دیتے تھے۔ دریں اثنا مولانا طاہر بدخشیؒ آپہنچے اور اس کوتوال کو ڈانٹ کر کہنے لگے، ارے، ایسے تیسے کیا تجھے معلوم بھی ہے کہ تو نے کیسے شخص کو طلب کیا ہے؟ آپ نے مولانا بدخشیؒ کو اس گفتگو سے روکا۔ کوتوال نے آپ کو رخصت کر دیا۔ کوتوال کی اس بے ادبی اور گستاخی کو چند دن نہ گزرنے پائے تھے کہ کسی بات پر اُس کی بیوی اور بیٹے کے درمیان سخت لڑائی ہوئی۔ وہ

کوتوال اپنے بیس تیس بیٹوں اور رشتہ داروں سمیت ایک بالاخانے پر چڑھ گیا جو بارود سے پُر تھا۔ اچانک اُس بارود میں کہیں سے آگ لگ گئی جس نے کوتوال کو ساتھیوں سمیت جلا کر راکھ کر دیا اور اُن کا نشان تک نہ چھوڑا۔ ؎

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد
بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

"بے ادب صرف اپنے آپ کو ہی بُرا نہیں بناتا
بلکہ وہ تمام دنیا میں آگ لگا دیتا ہے"۔

⑧ بادشاہِ وقت نے ایک امیر زادہ کو کسی تقصیر کے سبب لاہور سے طلب کیا۔ غضبِ شاہی کے مشاہدے سے حاضرین کو یقین تھا کہ اُس امیر زادے کو آتے ہی ہاتھی کے پاؤں ڈال دیا جائے گا۔ جب وہ سرہند شریف پہنچا تو آپ کی خدمت میں جان بخشی کی درخواست پیش کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ خاطر جمع رکھو، انشاء اللہ تعالیٰ تمہیں کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔ بلکہ سلطانِ وقت تم پر مہربانیاں کرے گا۔ اُس نے نہایت اضطراب میں عرض کیا کہ آپ جو کچھ زبان مبارک سے فرما رہے ہیں، وہ مجھ کو لکھ کر دے دیجئے تاکہ پورا پورا اطمینان ہو جائے۔ آپ نے اُس کے اصرار پر یہ لکھ کر دے دیا۔ کہ چونکہ فلاں امیر زادے نے غضبِ شاہی کے خوف سے جو غضبِ الٰہی کا نمونہ ہے فقراء کی طرف رجوع کیا ہے، اس لیے فقراء نے اُسے اپنی پناہ میں لے لیا اور اس مُہلکہ (ہلاکت) کی جگہ سے اُسے رہائی دے دی۔

کئی دن بعد اچانک خبر آئی کہ بادشاہ نے اُسے اذیّت دے کر قید خانہ میں بھیج دیا ہے۔
جب آپ نے یہ سُنا تو مسکرا کر فرمایا کہ فقیر کی نظر میں صبح کی روشنی کی طرح واضح ہے کہ وہ بادشاہ کی طرف سے شفقت و عنایت ہی دیکھے گا۔ اور یہ خبر جو آئی ہے، غلط ہے۔ دو تین روز کے بعد معلوم ہوا کہ بادشاہ اس امیر زادے کو دیکھتے ہی ہنس پڑا۔ اور نصیحت کے طور پر چند کلمے زبان پہ لایا۔ پھر بڑی عنایت سے خلعت دیکر رخصت کیا۔

⑨ مولانا محمد امین رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت خواجہ دیوانہ سوقی قدس سرہٗ کے مریدوں سے تھے، مرضِ شدید میں مبتلا ہو گئے اور ایک مدّت تک بیمار رہے۔ نہ دوا سے بیماری میں تخفیف ہوتی تھی اور نہ دعا سے بلکہ مرض بڑھتا گیا جُوں جُوں دعا کی۔ آپ کی شہرت سُن کر انہوں نے ایک عریضہ خدمت شریف میں ارسال کیا اور دُعائے صحت اور جامہ تبرک کیلئے التماس کی۔ آپ نے ترس کھا کر

ایک عنایت نامہ مع پیراہن مبارک تبرکاً بھیجا۔ اس عنایت نامہ میں مرضِ قلبی کے ازالہ کی تاکید فرما کر آپ نے یوں تحریر فرمایا :۔

" دوسری بات یہ ہے کہ آپ ظاہری ضعف و کمزوری کا کچھ فکر و اندیشہ نہ کریں۔ انشاء اللہ تعالےٰ یہ ضعف صحت و عافیت سے بدل جائے گا۔ فقیر کا دل اس طرف سے مطمئن ہے۔ آپ نے فقراء کا جامہ (حضرت مجددؒ قدس سرہٗ کے پہنے ہوئے کپڑے) طلب کیا تھا۔ پیراہن بھیجدیا گیا ہے۔ اِسے پہنیں اور نتائج و ثمرات کے منتظر رہیں کیونکہ یہ کثیر البرکت ہے۔"

ہر کس افسانہ بخواند افسانہ است || "جس نے اس بات کو بے اصل حکایت قرار دیا وہ
وانکہ دیدش نقد خود مردانہ است || خود بیکار ہے اور جس نے اسے حقیقت جانا وہ مرد ہے"

(مکتوبات شریف، دفتر اوّل، مکتوب ۱۶۶)

چنانچہ مولانا نے وہ پیراہن پہن لیا اور سالوں کی بیماری سے صحت پائی اور حاضرِ خدمت ہو کر آپ کے مریدوں کے زُمرہ میں داخل ہوئے۔

(۱۰) علاقہ سرہند شریف کے ایک فاضل مخلص کا بیان ہے کہ آپ سے میری ارادت کا باعث یہ ہوا کہ میرا ایک رشتہ دار تھا جس سے مجھے بہت محبت تھی۔ وہ ایک مرضِ شدید میں مبتلا ہو گیا اور دعا و دوا کیلئے فقراء و اطباء کی خدمت میں بہت پھرا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ ایک شخص نے مجھ سے آپ کی تعریف کی۔ میں نے حاضرِ خدمت ہو کر توجہ کی التماس کی۔ آپ نے فاتحہ پڑھی اور حجرے میں داخل ہوئے۔ ایک لمحہ کے بعد حجرے سے نکل کر آواز دی کہ فلاں شخص جس نے اپنے مریض کیلئے فاتحہ شفا کی درخواست کی تھی، کہاں ہے؟ میں حاضر ہوا تو فرمایا کہ ہم فاتحہ مغفرت پڑھتے ہیں۔ میں حیران و غمگین ہو کر اپنے مکان کی طرف جو سرہند شریف سے چند میل کے فاصلہ پر تھا، روانہ ہوا۔ میں نے راستے میں اپنے دل میں کہا کہ حضرت کی یہ دوسری فاتحہ موت کی صریح خبر ہے۔ جب میں گھر پہنچا تو اس مریض کو دفن کر چکے تھے۔ میں نے جو حساب لگایا تو ظاہر ہوا کہ جس وقت حضرت نے بلا کر فاتحہ مغفرت پڑھی تھی وہ اُسی وقت فوت ہوا تھا۔ یہ کرامت دیکھ کر میں آپ کا مرید ہو گیا۔

(۱۱) نواب عبدالرحیم خانخاناں صوبہ دار دکن فقراء سے محبت کرنے والا اور آپ کا معتقد تھا۔ اُس امر پر مامور تھا کہ ممالکِ جنوب دکن کو تصرف میں لائے، ایک عرصۂ دراز یوں ہی گزر گیا۔ معتمدان

سلطنت نے سلطان سے عرض کیا کہ خانخاناں نے پوشیدہ طور پر دشمن سے صلح کر لی ہے اور بظاہر جنگ میں مشغول و مصروف ہے۔ بادشاہ نے فوراً خانخاناں کو معزول کر دیا اور اس بات کا خطرہ ہوا کہ کہیں اُسے قتل ہی نہ کرا دے۔ حضرت میر محمد نعمانؒ جو خانخاناں کے واقف اور آشنا تھے یہ معاملہ آپ کی خدمت میں لکھا اور توجہ کیلئے التماس کی۔ آپ نے میر موصوف کے عریضہ کو پڑھ کر لکھا کہ آپ کے خط کے مطالعہ کے وقت خان موصوف بہت عالیشان نظر آئے۔ آپ اس کے معاملہ میں مطمئن رہیں۔

جب یہ جواب سیّد صاحب کی خدمت میں پہنچا تو سیّد صاحب (میر نعمان) نے بجنسہٖ خانخاناں کے پاس بھیج دیا۔ اُس نے شکریہ ادا کیا اور کہا کہ بزرگوں کی توجہ سے ایسا ہو جانا تعجب کی بات نہیں مگر بظاہر بہت ہی مشکل ہے کیونکہ بادشاہِ وقت میرے حق میں نہایت بدگمان ہو گیا ہے اور حاسد لوگ ہر طرف سے ضرر پہنچانے کی فکر میں ہیں۔ آپ کے مکتوب کو دس بارہ روز بھی نہ ہوئے تھے کہ بادشاہ کا دل خانخاناں کی طرف سے صاف ہو گیا اور مُلکِ دکن کی صوبہ داری پر بحال کر دیا۔

⑫ ایک سجادہ نشین بڑی محبّت اور اشتیاق سے فاصلہ دراز سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا مگر آپ نے خلافِ عادت اُس پر چنداں عنایت نہ فرمائی۔ آپ کے بعض مخلصوں نے عرض کیا کہ یہ شخص مشاہیرِ مشائخ میں سے ہے اور بڑے اخلاص سے فاصلہ دراز سے حاضرِ خدمت ہوا ہے۔ آپ اس کے حق میں کرم فرمائیں۔ حضرت نے فرمایا، ہاں، میں بھی ایسا ہی گمان کرتا تھا۔ مگر اس کی پیشانی پر جلی حروف میں لفظ "انکار" لکھا ہوا دیکھتا ہوں، کیا کیا جائے۔ یہ سن کر یاروں کو تعجب ہوا۔ کچھ مدت کے بعد آپ کی فراست کے آثار ظہور میں آئے۔ سچ ہے کہ

اَتَّقُوْ فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ۔
(حدیث شریف)

"مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔"

⑬ شیخ محمد مسعودؒ جو آپ کے برادر خورد اور حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے مقبول مریدوں میں تھے تجارت کیلئے قندھار گئے ہوئے تھے۔ اس اثنا میں ایک روز صبح کے وقت آپ نے اپنے ایک خادم سے فرمایا کہ عجیب معاملہ ہے، میں ہر چند محمد مسعودؒ کے احوال کی طرف متوجہ ہوا تو اُس کی قبر نظر آئی کہ ابھی فوت ہوا ہے۔ سامعین نے تاریخ اور دن لکھ لیا۔ چند روز کے بعد اُس کے ساتھی واپس آ گئے اور انہوں نے اُن (شیخ مسعودؒ) کی وفات کی تاریخ اور دن وہی بتایا جو آپ نے

بیان فرمایا تھا۔

⑭ جن دنوں میں آپ اجمیر شریف تشریف رکھتے تھے۔ رمضان کا مہینہ عین برسات میں آیا۔ آپ حسب عادت ختمات قرآنی میں مشغول ہو گئے۔ پہلی رات نماز تراویح میں بیس یاروں نے ایک مسجد میں جو نہایت تنگ تھی نماز ادا کی۔ تعفن سے آپ کو اور درویشوں کو تکلیف پہنچی۔ نماز ادا کرنے کے بعد آپ کی زبان مبارک سے نکلا کہ جو ختمات ہم نے قرار دیئے ہیں اُن کے اختتام تک اگر بفضل الٰہی راتوں کو بارش نہ ہو تاکہ مسجد کے باہر تراویح پڑھی جائیں تو یہ بڑی نعمت ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ستائیسویں رات تک چار ختم ہو گئے اور کسی رات بارش نہ ہوئی اور اٹھائیسویں تاریخ سے رات کو بارش برسنا شروع ہو گئی۔

⑮ وہی مسجد جس کا اوپر ذکر ہوا اُس کی ایک کی دیوار کمزور ہو گئی تھی اور وہ ایک طرف کو اس قدر جھک گئی تھی کہ اکثر نمازی اور آنے جانے والے خیال کرتے تھے کہ آج نہیں تو کل گر جائے گی۔ ایک روز آپ نے بطور خوش طبعی فرمایا کہ جب تک فقرا یہاں ہیں اُن کی خاطر سے یہ دیوار نہ گرے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جس روز آپ نے وہاں سے کوچ کیا اور آپ اُس مسجد سے اوجھل ہی ہوئے تھے کہ وہ دیوار یکبارگی گر پڑی۔

⑯ ایک امیر نے آپ سے عرض کیا کہ میں جوانی سے گزر کر بڑھاپے کو پہنچ گیا مگر کوئی فرزند پیدا نہ ہوا جو میرے بعد صفحۂ روزگار پر میری یادگار رہتا۔ اس بارے میں آپ توجہ فرمائیں۔ آپ کچھ دیر تک مراقب رہے۔ پھر فرمایا کہ لوح محفوظ میں اس موجودہ بیوی سے تمہاری قسمت میں کوئی اولاد نہیں ہے۔ اگر دوسری شادی کرو تو اولاد ہوگی۔ اور تمہارے بعد تمہاری یادگار رہے گی۔ اتفاقاً اس کی بیوی نے وفات پائی اور دوسری بیوی سے اس کی شادی ہو گئی۔ جس سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی اور یہ دونوں اُس کے بعد یادگار رہے۔

⑰ شیخ نور محمد اناری جو آپ کے قدیم مرید اور صاحب اجازت تھے اور آٹھ بار حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو چکے تھے، بیان کرتے ہیں کہ میرے بھائی کے گھر میں جن رہتا تھا، جو ہمیشہ اُس سے دشمنی کرتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کی اذیت سے میرے بھائی نے انتقال کیا۔ میں بھی اسی گھر میں رہتا تھا۔ بھائی کے انتقال کے بعد ہیبت ناک صورتیں میرے سامنے آنے لگیں

اور پھر پھولوں کی خوشبو مہکتی محسوس ہونے لگی۔ میرے بھائی کی بھی ابتدائی حالت یہی ہوئی تھی میرے اقرباء یہ سن کر میری زندگی سے مایوس و ناامید ہو گئے۔ ایک رات میں اپنی بیوی سے ہمبستر تھا اور ابھی فارغ نہ ہوا تھا کہ وہ جن آگیا اور ہم دونوں کے اوپر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ اور ہمیں ایسا دبایا کہ ہم ہاتھ اٹھانے سے عاجز آگئے، لحاف کو بھی اپنے اوپر سے نہ اٹھا سکے۔ ہم اسی بیقراری میں تھے کہ آپ (حضرت مجددّ الف ثانیؒ) نمودار ہوئے اور آواز دی کہ

"نور محمد! کچھ خوف نہ کر، یہ جن ابھی بھاگ جائے گا کیونکہ شیطان کا مکر کمزور ہوتا ہے۔"

جنّ نے آپ کی آواز مبارک سنتے ہی ہم کو چھوڑ دیا۔ میں اٹھا اور آپ غائب ہو گئے۔ اس کے بعد میرے گھر میں کسی کو جنّ کا آسیب نہ ہوا۔ اور جنّات وہاں سے جلاوطن ہو گئے۔ میں دیکھتا تھا کہ وہ اپنے ساز و سامان کو لیکر میرے گھر سے جا رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ نے ہم کو جلاوطن کر دیا۔ اب ہم موضع شادیوال میں جا کر ٹھہریں گے۔

(۱۸) جب آپ کی عمر گرامی پچاس سال کے قریب ہو گئی تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنی عمر کے پچاس اور ساٹھ کے درمیانی زمانہ میں اپنے اوپر ایک حادثۂ عظیم پاتا ہوں اور اس وقت میری وفات کی نسبت قضائے معلق مشہود ہوتی ہے مگر ساٹھ سال کے بعد جس میں اب بارہ برس باقی ہیں میرے انتقال کی نسبت قضائے مبرم و قطعی محسوس ہوتی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی واقع ہوا کیونکہ پچاس اور ساٹھ سال کے درمیانی زمانہ میں سلطانِ وقت (جہانگیر) نے آپ کو قلعۂ گوالیار میں قید کر دیا اور وصال بھی ساٹھ سال کے بعد ہوا۔

(۱۹) ایک روز آپ نے اپنے خالص احباب سے فرمایا کہ مجھے دکھا دیا گیا ہے کہ میری عمر کے بارے میں قضائے مبرم تریسٹھ سال ہے۔ ماہ ذوالحجہ ۱۰۳۲ھ ۱۶۲۳ء کے پہلے عشرہ میں آپ نے اجمیر شریف سے اپنے صاحبزادوں کو سرہند شریف میں لکھا کہ اس دنیا سے انتقال کے قرب کے آثار دکھائی دے رہے ہیں چنانچہ اس کے ایک سال تین ماہ اور چند روز بعد آپ کا انتقال وقوع میں آیا۔

(۲۰) آپ نے ماہ شعبان ۱۰۳۳ھ ۱۶۲۴ء میں شب برات کو خلوت خانہ میں شب بیداری کی ناگاہ آدھی رات گزرنے کے بعد آپ گھر میں آئے، مخدوم زادوں کی والدہ کی زبانِ عصمت پناہ سے یہ

بات نکلی کہ آج آجال و ارزاق کے تقدیر کی رات ہے۔ خدا جانے کس کا نام ورقِ ہستی سے محو کیا گیا اور کس کا ثابت رکھا گیا۔ یہ سُن کر آپ نے فرمایا کہ آپ تو بطور شک و تردد کے کہہ رہی ہیں اس شخص کا کیا حال ہوگا جو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے کہ اُس کا نام اس دنیا کی زندگانی کے صحیفہ سے محو کر دیا گیا اور اشارہ اپنی طرف پایا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس بات کے قریباً ساڑھے چھ ماہ بعد آپ نے وفات پائی۔

ہم نے آپ کے خوارق ذکر کرنے میں نہایت اختصار سے کام لیا ہے اور جو بیان کئے ہیں وہ بھی بطور مشتے نمونہ از خروارے ہیں۔ وجہ یہ کہ کثرتِ خوارق سے کسی ولی کی شان نہیں بڑھتی اور نہ قلّت سے کسرِ شان ہوتی ہے، چنانچہ آپ خود یوں تحریر فرماتے ہیں :-

"خوارق کا کثرت سے ظاہر ہونا افضلیت پر دلالت نہیں کرتا، ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک ولی جس سے کوئی خارق ظہور میں نہ آئے دوسرے ولی سے افضل ہو، جس سے خوارق و کرامات ظہور میں آئے ہوں" (مکتوبات شریف دفتر اول مکتوب ۲۹۳)

اسی طرح آپ میر محمد نعمانؒ کو لکھتے ہیں :-

"آپ کو معلوم رہے کہ خوارق و کرامات کا ظاہر ہونا ولی ہونے کی شرط نہیں، جس طرح علماء خوارق و کرامات کے حصول کے ساتھ مکلف نہیں، اولیاء بھی خوارق کے ظہور کے ساتھ مکلف نہیں۔ کیونکہ ولایت سے مراد قربِ الٰہی ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے ماسوا کے نسیان کے بعد اپنے اولیاء کو عطا فرماتا ہے، ایک شخص کو یہ قرب عطا کیا جاتا ہے اور اُسے مخلوقات کے مغیبات پر کچھ اطلاع نہیں دی جاتی۔ ایک دوسرا شخص ہے جس کو قرب بھی دیا جاتا ہے اور مغیبات پر مطلع بھی کیا جاتا ہے۔ یہ تیسرا شخص اہلِ استدراج سے ہے۔ نفس کی صفائی نے اس کو مغیبات کے کشف میں مبتلا کیا ہے اور گمراہی میں ڈال رکھا ہے"

وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ اَلَآ اِنَّهُمْ
هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ○ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ
الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ

"اور خیال رکھتے ہیں کہ وہ کچھ بھلی راہ پر ہیں خبردار ہو
تحقیق وہی جھوٹے ہیں، غالب آیا اُن پر شیطان
پس بھلا دی اُن کو یاد خدا کی، یہ لوگ گروہ شیطان

الشَّیْطٰنُ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔ (سورہ مجادلہ)	ہیں۔ خبردار رہو گروہِ شیطان زیان پانے والے ہیں۔

ایسے ہی لوگوں کے حال میں وارد ہے۔

پہلا اور دوسرا شخص جو دولتِ قرب سے مشرف ہیں اولیاء اللہ سے ہیں۔ نہ کشفِ مغیبات اُن کی ولائیت میں زیادتی کرتا ہے اور عدمِ کشف اُن کی ولائیت میں نقصان پیدا کرتا ہے۔ اُن کا فرق باعتبار درجاتِ قرب کے ہے۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ وہ شخص جسے صُورِ غیبی کا کشف حاصل نہ ہو۔ قربِ الٰہی کی زیادتی کے سبب سے اُس شخص سے افضل و پیش قدم ہوتا ہے جسے کشفِ صُور حاصل ہو۔

(مکتوبات شریف دفتر دوم مکتوب ۹۲)

تبلیغ و اشاعت

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضرت شیخ نے (اپنے) سترہ برس کی عمر میں علومِ ظاہری سے فارغ ہو کر درس و تدریس اور تصنیفِ رسائل کے ذریعہ سے تبلیغ کا کام شروع کر دیا تھا۔ بعد ازاں حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ سے اجازتِ ارشاد پا کر تلقینِ طلاب میں مشغول ہو گئے تھے اور حسبِ اشارہ پیر دستگیر لاہور میں اشاعتِ طریقہ فرما رہے تھے کہ حضرت خواجہ نے رحلت فرمائی۔ اُن کے وصال کے بعد اُن کے مسترشدین نے آپ سے تجدیدِ بیعت کر کے استفادہ باطنی جاری رکھا۔ آپ کے کمالاتِ عالیہ کی برکت اور انوارِ صحبت کے فیض سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ تھوڑے عرصے میں ہندوستان کے طول و عرض میں شائع ہو گیا۔ اس کے بعد سلسلہ عالیہ مجددیہ ہندوستان سے باہر دیگر ممالک میں بھی پھیلنے لگا۔ چنانچہ تجدید و قیومیت کے چھٹے سال شیخ طاہر بدخشیؒ، شیخ احمد برکیؒ، خواجہ یوسف برکیؒ، شیخ محسن برکیؒ، مولانا یار محمد قدیم طالقانیؒ، مولانا صالح گولابیؒ، شیخ عبدالحق شادمانیؒ اپنے اپنے شہروں سے دور دراز سفر طے کر کے سرہند شریف میں حاضر ہوئے۔ اور سلسلہ عالیہ مجددیہ میں داخل ہوئے۔ یہ سب خلافت سے سرفراز ہو کر ذریعۂ اشاعتِ طریقہ بنے۔ تجدید کے بارہویں سال بہت سے جنّ بھی آپ کے سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے۔ چنانچہ جنّوں کا بادشاہ مع لشکر آپ کا مرید ہو گیا۔

تجدید کے چودھویں سال آپ نے اپنے خلیفے بغرضِ ہدایتِ خلق، دنیا کے اطراف و اکناف میں روانہ کیے۔ چنانچہ ستر اہلِ ارادت بسرکردگی مولانا یار محمد قدیم طالقانیؒ ملک ترکستان و قبچاق کو بھیجے اور چالیس ارادتمند یمن، شام و روم کی طرف بسرکردگی مولانا فرخ حسینؒ روانہ کیے اور اپنے دس معتبر یار حضرت مولانا محمد صدیق

کابلی رح کے تحت کاشغر کی طرف روانہ کیئے۔ اور تین بڑے بڑے خلیفوں کو بسرکردگی شیخ احمد برکی رح توران، بدخشان اور خراسان کی طرف رخصت کیا۔ ان خلفاء کی ہر جگہ بڑی عزت ہوئی اور ان ملکوں کے چھوٹے بڑے امیر، وزیر اور بادشاہ تک آپ کے خلفاء کے مرید بن گئے، خراسان، بدخشان اور توران میں تو طریقہ عالیہ مجددیہ اس قدر رائج ہوا کہ وہاں کا کوئی شہر یا قصبہ ایسا نہ تھا جہاں اس سلسلہ کے خلفاء نہ ہوں۔ یہاں تک کہ عبداللہ خاں اوزبک جو وہاں کا بادشاہ تھا، آپ (مجدد قدس سرہ) کا ایسا معتقد ہو گیا کہ کوئی کام آپ کے خلفاء کے مشورے کے بغیر نہ کرتا تھا۔

خلفاء کرام کے علاوہ آپ کے مکتوبات شریف کے ذریعہ سے بھی تبلیغ و اشاعت ظہور میں آئی۔ مکتوبات کی پہلی جلد ۱۰۲۵ھ ۱۶۱۶ء میں تمام ہوئی، جسے آپ کے خلیفہ خاص شیخ یار محمد جدید طالقانی نے جمع کیا تھا۔ لوگوں نے اس کی نقلیں حاصل کیں اور ایران، توران، بدخشاں اور ماوراء النہر میں شائع ہوئی اور اس کا بہت اچھا اثر پڑا۔ چنانچہ تجدید کے بائیسویں سال ایک درویش بلخ سے ہندوستان آیا اس کی وساطت سے وہاں کے اکابر نے مثلاً مشائخ میں سے سیادت پناہ سید میرک شاہ اور شیخ المشائخ کبروی میر محمد اور میر مومن بلخی نے اور علماء میں سے مولانا ربانی حسن، قبادانی اور مولانا نولک رح نے درخواستیں بھیجکر غائبانہ بیعت کی۔

اس مقام پر یہ بیان کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رح نے تجدید و قیومیت کے پندرھویں سال اپنے خلیفہ شیخ بدیع الدین سہارنپوری رح کو شہنشاہ ہند جہانگیر کے لشکر کی خلافت دیکر بغرض اشاعت طریقہ آگرہ میں بھیجا جہاں اس سلسلہ عالیہ کا کوئی خلیفہ نہ تھا، اور اسے تاکید کردی کہ مستقل مزاج رہنا اور ہماری اجازت کے بغیر وہاں سے نہ آنا۔ چنانچہ شیخ صاحب شاہی لشکر میں تشریف لے گئے اور وہاں ان کو قبولیت عامہ نصیب ہوئی، ارکان سلطنت میں سے خانخاناں، اعظم خاں، جہانخاں لودھی، سید صدر جہاں، اسلام خاں اور مہابت خاں وغیرہ تمام داخل سلسلہ ہوگئے اور مجالس حلقہ گرم ہونے لگی۔

آپ نے رد روافض میں ایک رسالہ لکھا تھا جس کا گذشتہ اوراق میں ذکر ہو چکا ہے۔ اور اپنی دیگر تحریرات میں بھی روافض کے عقائد باطلہ کی تردید فرمایا کرتے تھے، اس لیئے شیعہ آپ کے جانی دشمن ہوگئے تھے، جہانگیر کا وزیر آصف جاہ شیعہ تھا۔ اس نے جب خلیفہ بدیع الدین رح کے ارشاد کا حال

سُنا تو بہت پیچ و تاب کھایا۔ اور بادشاہ سے کہہ دیا کہ آج کل شہر سرہند میں ایک سیاسی شخص شیخ احمد نام ہے جس کے بہت سے مرید ہیں۔ غیر ممالک کے بادشاہ تک اس کے نیاز مند و مرید ہیں، اُس کا ایک خلیفہ یہاں لشکر میں بھی آیا ہوا ہے اور لشکر کے اراکین اُس کے مرید ہو گئے ہیں، ایسا نہ ہو کہ شیخ سرہندی آپ کی سلطنت پر ہاتھ ڈالے، شاہ اسمٰعیل صفوی نے مریدوں ہی کے ذریعے سلطنت ایران پر قبضہ کیا تھا اس اثناء میں خلیفہ بدیع الدین بغرض اصلاح بعضے اُمور وطن چلے آئے آپ کو جو خبر لگی تو بہت خفا ہوئے کہ ہماری اجازت کے بغیر کیوں آئے، انہوں نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی کہ میں پھر بغرض ارشاد آگرہ چلا جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ وقت وہی تھا اب اگر تم جاتے ہو تو تم جانو، تمہارا اختیار ہے، غرض خلیفہ بدیع الدینؒ دوبارہ آگرہ گئے اور وہاں مخالفین کی ایک جماعت کو خشونت آمیز نصیحتیں کیں اور اپنے بلند احوال گوش گزار کیے بلکہ بعض ایسے وقائع و کشوف ذکر کیے جن کا ظاہر کرنا موجب فتنہ تھا۔ اب مخالفین نے بادشاہ کو یہ پٹی پڑھائی کہ خلیفہ بدیع الدینؒ کا سرہند شریف جانا اور پھر آنا خالی از علت نہیں اور حضرت مجددؒ کے خلاف بہت کچھ کہا جن میں سے ایک امر یہ بھی تھا کہ آپ اپنے آپ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرا مقام اُن کے مقام سے اوپر ہے اور انہوں نے اپنے زعم فاسد میں اُس کے ثبوت میں آپ کا مکتوب ۱۱ جلد اوّل پیش کیا جس میں آپ نے اپنا حال پیر و مرشد کی خدمت میں یوں تحریر فرمایا ہے:۔

" دوسری عرض یہ ہے کہ اس مقام کو دوبارہ ملاحظہ کرنے سے کچھ اور مقامات اُوپر نیچے ظاہر ہوئے۔ عاجزی اور شکستگی کے ساتھ توجہ کرنے کے بعد اُس مقام پر جو مقام سابق سے فوق اور اُوپر تھا پہنچا تو معلوم ہوا کہ یہ مقام حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے اور دوسرے خلفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی اس مقام سے عبور حاصل ہو چکا ہے اور یہ مقام بھی تکمیل و ارشاد کا مقام ہے۔ اسی طرح اُوپر کے دو اور مقام بھی جن کا ذکر ابھی ہوگا، مقام تکمیل و ارشاد ہیں، مقام ذوالنورینؓ سے اُوپر ایک اور مقام نظر آیا، جب اُس مقام پر رسائی ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ مقام حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام ہے اور دوسرے خلفاء کو بھی اس مقام سے عبور حاصل ہو چکا ہے اور اس مقام سے اوپر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام ظاہر ہوا۔ اس مقام پر بھی پہنچنا نصیب

ہوا۔ اور اپنے مشائخ میں سے حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کو ہر مقام پر اپنے ساتھ پایا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دوسرے خلفاء کو بھی اس مقام سے عبور واقع ہو چکا ہے۔ فرق صرف عبور، قیام، گزرنے اور ٹھہرنے کا ہے۔ اور اس سے اوپر کوئی مقام محسوس نہیں ہوتا۔ سوائے حضرت خاتم المرسلین کے مقام کے، علیہ من الصلوات اتمہا ومن التحیات اکملہا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام کے بالکل مقابل اور بہت نورانی مقام ظاہر ہوا کہ کبھی ایسا نظر نہ آیا تھا۔ یہ مقام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام سے ذرا بلند تھا جس طرح کہ چبوترے کو زمین سے قدرے بلند بناتے ہیں اور معلوم ہوا کہ وہ مقام، مقام محبوبیت ہے۔ اور وہ مقام رنگین و منقش تھا۔ میں نے اپنے آپ کو اس مقام کے عکس سے رنگین و منقش پایا۔''

القصہ شہنشاہ جہانگیر جو سیر و سلوک صوفیہ کرام سے بالکل بے خبر تھا، مخالفین کے دام فریب میں آگیا اُس نے یہ حکم امتناعی نافذ کر دیا۔ چنانچہ خانخاناں کو ملک دکن، مہابت خاں کو کابل، سید صدر جہاں کو بنگال، خانجہاں لودھی کو ملک مالوہ اور خان اعظم کو گجرات بھیج دیا۔ اور پھر حاکم سرہند کو لکھا کہ شیخ مجددؒ کو خود لے کر حاضر ہو۔ اس طرح جب آپ بارگاہ سلطانی میں پہنچے تو آپ نے بادشاہ کو سجدۂ تعظیمی نہ کیا۔ وزیر یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ بادشاہ نے خلاف عادت حضرت پر کوئی اعتراض نہیں کیا اور بادشاہ سے کہنے لگا کہ وہی شخص ہے جو اپنے آپ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ سے تعالیٰ عنہ سے افضل سمجھتا ہے۔ آپ نے اس کا نہایت معقول اور مدلل جواب[1] دیا۔ پھر آپ سے سجدۂ تعظیمی کیلئے کہا گیا اور ہر چند کوشش کی گئی کہ آپ ذرا سر ہی جھکا لیں مگر آپ نے ہرگز نہ مانا۔ ؎

آئینِ جوانمرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

الغرض بادشاہ نے وزیر کی تحریک پر آپ کیلئے قید کا حکم دیا اور آپ قلعۂ گوالیار میں بھیج دیئے گئے۔ بادشاہ نے اس واقعہ کو تزک جہانگیری میں یوں لکھا ہے:۔

''انہی دنوں (جمادی الاولیٰ ۱۰۲۸ھ، چودھویں جلوس شاہی) مجھ سے عرض کیا گیا کہ شیخ احمد نامی ایک جعل ساز نے سرہند میں مکر و فریب کا جال بچھا کر بھولے بھالے لوگوں کو پھانس رکھا ہے، اُس نے ہر شہر اور ہر علاقے میں اپنا ایک

---

[1] تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو۔ سیرت مجدد الف ثانی از ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد مطبوعہ کراچی [illegible] ص ۱۶۲ تا ۱۶۸۔

ایک خلیفہ مقرر کیا ہے جو لوگوں کو فریب دینے اور معرفت کی دکانداری کرنے میں بہت پختہ ہیں۔ اُس نے اپنے مریدوں اور معتقدوں کے نام وقتاً فوقتاً جو خرافات خطوط لکھے ہیں، انہیں مکتوبات کے نام سے ایک کتاب کی شکل میں جمع کیا ہے، اُس دفترِ بے معنی میں اُس نے بہت سی ایسی لغو باتیں تحریر کی ہیں جو کفر کی حد تک پہنچتی ہیں، ایک مکتوب میں اس نے لکھا ہے کہ مقاماتِ سلوک طے کرتے ہوئے وہ مقامِ ذوالنورین رضؓ میں پہنچا جو نہایت عالیشان اور پاکیزہ تھا، وہاں سے گزر کر مقامِ فاروق رضؓ اور مقامِ فاروق رضؓ سے گزر کر مقامِ صدیق رضؓ میں پہنچا، پھر وہاں سے گزر کر مقامِ محبوبیت میں پہنچا، جو نہایت منوّر و دلکشا تھا، اس مقام پر، اُس پر مختلف الالوان روشنیوں کے پرتو پڑتے رہے۔ استغفر اللہ! بزعمِ خویش وہ خلفاء کے مرتبے سے بھی بڑھ گیا ہے اور اُن سے عالی تر مقام پر فائز ہوا، اُس نے اسی طرح کی اور بھی گستاخانہ باتیں خلفاء کی شان میں لکھی ہیں جن کو تحریر کرنا طوالت اور خلفاء کی شان میں بے ادبی کا باعث ہوگا۔

ان وجوہ کی بنا پر میں نے اُسے دربار میں طلب کیا تھا، جب حسب الطلب وہ حاضرِ خدمت ہوا تو میں نے اُس سے جتنے سوالات کیے اُن میں سے کسی ایک کا بھی کوئی معقول جواب نہ دے سکا۔ بے عقل اور کم فہم ہونے کے علاوہ مغرور اور خود پسند بھی ہے۔ اس لیے میں نے اُس کے حالات کی اصلاح کیلئے یہی مناسب سمجھا کہ اُسے کچھ دنوں کے لیے قید رکھا جائے تاکہ اُس کے مزاج کی شوریدگی اور اُس کے دماغ کی آشفتگی جاتی رہے، اور عوام میں جو شورش پھیلی ہوئی ہے وہ تھم جائے چنانچہ اُسے انی رائے سنگھ دلن کے حوالہ کیا کہ اُسے قلعہ گوالیار میں قید رکھے[1]

مندرجہ بالا عبارت سے ظاہر ہے کہ بادشاہ نے جو آپ، آپ کے مکتوبات شریف اور آپ کے خلفاء کی نسبت دریدہ دہنی کی ہے وہ کسی دوسرے کے کہنے سے کی گئی ہے، مکتوب ۱۲ جلد اوّل کا جو حوالہ دیا گیا ہے، اگر بنظرِ انصاف غور کیا جائے تو اس سے یہ امر ہرگز ثابت نہیں ہوتا

---

[1] تزکِ جہانگیری۔ مطبوعہ لاہور سنہ ۱۹۶۰ء ص ۵۶۳ بحوالہ سیرت مجدد الف ثانی از ڈاکٹر مسعود احمد ص ۱۶۲-۶۳-

کہ آپ کا مقام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام سے اعلیٰ ہے کیونکہ کسی مقام پر وصول و رسائی اور بات ہے اور اُس مقام کا حصول و یافت اور۔ سلاطین اپنے ادنیٰ خادم کو خدمت کیلئے اپنے پاس بلا لیتے ہیں اور وہ امرا کے مقام سے گزر کر پیشی میں حاضر ہوتا ہے۔ پھر اپنے مقام پر واپس جا کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اُس نوکر کا مرتبہ امرا کے مرتبہ سے زیادہ ہے دیگر یہ کہ آپ نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے آپ کو اُس مقام کے عکس سے رنگین و منقش پایا۔ یہ نہیں فرمایا کہ میں اُس مقام پر پہنچ گیا۔ دیکھیئے کہ سورج چوتھے آسمان پر ہے اور اس کا عکس زمین پر روشن ہے مگر اس سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ زمین مقام آفتاب پر پہنچ گئی ہے۔ (خود آپ کے ارادتمندوں نے آپ سے عبارت زیر بحث کا حل دریافت کیا ہے اور آپ نے اُن کو کافی جواب دیئے ہیں (ملاحظہ ہوں مکتوبات شریف جلد اول ۱۹۲، ۲۰۲، ۲۰۸، جلد ثانی مکتوب ۹۹) بادشاہ کا یہ لکھنا کہ آپ معقول جواب نہ دے سکے بالکل غلط اور لغو ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہٗ جہانگیر کی عبارت کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں :۔

”جہانگیر کا اس شرح و بسط کے ساتھ تزک میں ذکر کرنا خود حضرت مجددؒ قدس سرہٗ کی اہمیت مقبولیت اور شہرت پر دلیل قاطع ہے ورنہ اُس زمانے میں تو ہزاروں تہہ تیغ کر دیئے گئے، ہزاروں جیل میں ڈال دیئے گئے اور بیسیوں صحراؤں میں پھینک دیئے گئے، کسی کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ آخر شاہِ وقت کو کیا ہوا کہ ایک ”مجرم“ کی فردِ جرم کے ساتھ ساتھ اپنی صفائی بھی پیش کر رہا ہے۔ اس تفصیل اور صفائی کی کیا ضرورت تھی ؟

جہانگیر کے مندرجہ بالا بیان سے حضرت مجددؒ کے خلاف یہ فردِ جرم تیار ہوتی ہے :۔

① شیخ احمد جعلساز ہے جس نے سرہند میں مکر و فریب کا جال پھیلا رکھا ہے۔

② ہر شہر و دیار میں اُس نے اپنے خلیفے چھوڑ رکھے ہیں جو معرفت کی دکان آرائی میں پختہ کار ہیں۔

③ اُس نے مکتوبات کے نام سے ایک مجموعۂ خرافات مرتب کرایا ہے جس میں بعض باتیں کفر کی حد تک پہنچتی ہیں۔

④ اُس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ خلفاء کے مقامات سے بھی عالی تر مقام پر فائز ہوا ہے۔

(۵) وہ بے عقل و کم فہم ہے۔

(۶) وہ مغرور و خود پسند ہے۔

(۷) اُس نے عوام الناس میں شورش پیدا کر دی ہے۔

آیئے! اب ہم اس فردِ جرم کا تجزیہ کرتے ہیں :-

(۱) جعل سازی کی حقیقت تو صورت دیکھ کر معلوم کی جا سکتی ہے، کیا ایک بادشاہ میں قیافہ شناسی کا اتنا بھی مادہ نہ تھا کہ وہ ایک جعل ساز اور فرشتہ صورت میں تمیز کر پاتا؟

(۲) دوسرے الزام کا تعلق پہلے الزام کے تحقق پر منحصر ہے، جب یہی متحقق نہیں تو یہ الزام بے بنیاد ہے۔

(۳) مکتوبات شریف کا تعلق علمِ معرفت و شریعت سے ہے، اس کو وہی پرکھ سکتا ہے اور اس کے متعلق وہی فیصلہ صادر کرنے کا حق رکھتا ہے جو علمِ معرفت و شریعت میں ید طولیٰ رکھتا ہو۔ ایک مبتدی اور نا آشنائے محض کو فیصلہ کرنے کا کوئی اختیار نہیں، اس لیے اُس کے فیصلے ہر حالت میں نامعقول تصور کیے جائیں گے۔

(۴) اس بے بنیاد دعویٰ سے قطع نظر دربار میں ایسے حضرات بھی موجود تھے جو خلفاءِ اربعہ پر تبرا اور سب و شتم کو دین و ایمان سمجھتے تھے، آخر اُن کے خلاف کیا کیا گیا؟ جب کچھ نہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ یہ الزام ایک بہانہ ہے۔

(۵) بے عقل و کم فہم ہونا قابلِ تعزیر جرم نہیں، پھر اُس ہستی پر یہ الزام جس کی فراست و دانائی کو دنیا کے دانشوروں نے تسلیم کیا ہے۔

(۶) مغرور و خود پسند ہونا فی نفسہٖ ایک فعلِ قبیح ہے لیکن یہ الزام اُس بادشاہ کی طرف سے لگایا جا رہا ہے جس کی خود پسندی اور غرور کا یہ عالم تھا کہ اس نے رعایا سے خود کو سجدے کرائے اور اس کا نام "زمین بوس" رکھا۔ اس لیے یہ الزام بھی بے بنیاد ہے اور خود جہانگیر کے عجب و خود پسندی کی غمازی کر رہا ہے۔

(۷) ہاں شورش والی بات سمجھ میں آتی ہے، مگر اس شورش کی تفصیل نہ بتائی، صرف اشارے ہی کو کافی سمجھا۔ ط کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجاست

یہی وہ شورش تھی جو حضرت مجددؒ کی اصلاحی تحریک نے ملک کے طول و عرض میں پیدا کر دی تھی، اور جس نے آگے چل کر سلطنتِ مغلیہ کو ہم آغوشِ اسلام کر دیا، جہانگیر ایسی شورش کو دبانا چاہتا تھا جیسا کہ ہر دور کے عیش پرست حاکموں نے ایسی تحریکوں کو دبایا ہے، اس لیے جہانگیر نے گرفتاری کے دو خاص سبب بیان کیے۔

ا تاکہ اس کے مزاج کی شوریدگی اور اُس کے دماغ کی آشفتگی جاتی رہے۔

ب عوام میں جو شورش پھیلی ہوئی ہے وہ ختم جائے۔

حرّیت پرستی اور اسلام دوستی کو شوریدگی و آشفتگی سے تعبیر کیا اور اس حرّیت پسندی اور اسلام دوستی نے فضاؤں میں جو زندگی بھر دی تھی اُس کو شورش سے تعبیر کیا۔ چہ بریں عقل و دانش بباید گریست!

حضرت مجددؒ کی قید کی خبر سن کر ارا کینِ سلطنت میں سخت بے چینی پیدا ہوئی، چنانچہ خانخاناں، خانِ اعظم، سیّد صدر جہاں، اسلام خاں، مہابت خاں، تربیّت خاں، خانجہاں لودھی، اسکندر خاں، حیات خاں اور دریا خاں وغیرہ جو آپ کے مرید تھے، باہم خط و کتابت کر کے بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ لیکن آپ نے اُن سب کو تسلّی و تشفّی کے خط لکھ کر بغاوت کرنے سے روک دیا۔ آپ دورانِ قید بھی تبلیغ فرماتے رہے چنانچہ بہت سے کفّار آپ کے دستِ مبارک پر مشرف باسلام ہوئے اور سینکڑوں کو داخلِ طریقہ فرما کر آپ نے درجۂ ولایت تک پہنچا دیا۔ ایامِ قید میں آپ نے کبھی بادشاہ کے لیے بد دعا نہ کی بلکہ فرماتے تھے اگر بادشاہ مجھے نظر بند نہ کرتا تو اتنے آدمی جو فوائدِ دینی سے مستفید ہوئے، محروم رہ جاتے۔ اور ہماری ترقی مقامات جو نزولِ بلا پر موقوف تھی وقوع میں نہ آتی۔ جیسا کہ ان مکتوبات سے ظاہر ہے جو آپ نے اُن ایام میں صاحبزادگان اور دیگر ارادتمندوں کو لکھے ہیں۔ دو سال کے بعد بادشاہ اپنے کیے پر نادم ہوا اور آپ کو اعزاز و اکرام سے اپنے پاس بلا کر معذرت کی اور آپ کا ایسا محب بن گیا کہ آپ کو لشکر میں اپنے پاس رکھتا تھا اور شہزادہ خرم کو جو ملقب بہ شاہجہان ہوا آپ کے مریدین کے زمرہ میں داخل کر دیا بعد ازاں اورنگ زیب عالمگیر بھی اسی سلسلہ میں داخل ہوا اور امرا و وزرا کثرت سے سلسلہ مجددیہ میں منسلک ہوئے۔ القصہ آپ لشکری زندگی میں بھی اپنی بے اختیاری کا خوب ذوق و لطف اٹھاتے رہے اور بدستور تبلیغ میں مشغول رہے۔ ۱۰۳۲ھ / ۱۶۲۲-۲۳ء میں آپ اجمیر شریف میں تشریف رکھتے تھے کہ آپ کو قربِ موت کے آثار محسوس ہوئے۔ آپ کو لشکر سے رخصت مل گئی۔ وطن میں آ کر آپ نے گوشہ نشینی اختیار فرما لی اور ارشاد

کا کام اپنے صاحبزادے خواجہ محمد معصومؒ کے سپرد کر دیا۔

صاحب زبدۃ المقامات لکھتے ہیں کہ اگرچہ اس کے بعد بادشاہ اس امر سے نادم و پشیمان ہوا، اور اس نے بہت سے عذر کئے مگر یہ بے ادبی اُس کیلئے نامبارک ہوئی۔ اس کی سلطنت میں بہت شور و فتور پیدا ہوا۔ اُس کے بعض بڑے علاقوں پر ایرانیوں نے غلبہ پا کر اپنے قبضہ میں کر لیا اور وہ خود مہلک کمزوریوں میں مبتلا ہو گیا۔ یہاں تک کہ اُسی حال میں اس دنیا سے چلدیا۔

اخلاق و عادات

صبر و شکیب، تسلیم و رضا حسب حال ہر ایک کی تعظیم لوگوں پر شفقت، صلۂ رحم ارباب حقوق کی رعایت مریضوں کی عیادت، سلام میں سبقت، کلام میں نرمی آپ کا شیوہ حسنہ تھا۔ آپ کا طریقہ عمل بر عزیمت تھا۔ عبادات و عادات میں نہایت احتیاط اور سنّت کا کمال اتباع ملحوظ تھا۔ چنانچہ ایک روز کا ذکر ہے کہ آپ معارف کے لکھنے میں مشغول تھے۔ پیشاب کیلئے جو جلدی سے اُٹھے تو بیت الخلاء میں داخل ہوئے لیکن فوری طور پر باہر نکل آئے۔ لوگوں کو حیرت ہوئی کہ کیوں اتنی جلدی چلے آئے۔ فوراً پانی منگا کر انگوٹھے کو دھویا اور پھر بیت الخلاء میں گئے۔ جب وہاں سے نکلے تو فرمایا کہ جب میں بیت الخلاء میں داخل ہوا تو دیکھا کہ میرے انگوٹھے پر سیاہی کا داغ ہے جو حروف قرآنی کی کتابت کا سامان ہے۔ اس لیے مناسب نہ سمجھا کہ سیاہی سمیت وہاں بیٹھوں۔ (گو پیشاب کی سخت حاجت تھی لیکن ترکِ ادب کے معاملہ میں آپ نے اُسے روک رکھا)

اسی طرح ایک روز جو بیت الخلاء میں داخل ہوئے تو غلطی سے پہلے دایاں پاؤں اندر رکھ دیا۔ اس روز احوال بند رہے۔

ایک دفعہ مولانا صالح ختلانی علیہ رحمتہ کو فرمایا کہ تھیلی میں سے چند ایک لونگ نکال لاؤ۔ وہ چھ دانے نکال لائے۔ آپ نے جھڑک کر فرمایا کہ دیکھو یہ بھی صوفی ہیں۔ اس نے اتنا بھی نہیں سُنا کہ اَللّٰہ وتر یحب الوتر۔ عدد طاق کی رعایت مستحب ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ عمل کے عوض تمام دنیا و آخرت بھی دے دیں تو بھی سمجھو کہ کچھ نہیں دیا۔

ایک روز آپ اپنے تخت مبارک پر تکیہ لگائے بیٹھے تھے کہ جھٹ پٹ نیچے اُتر آئے اور فرمایا کہ مجھے تخت تلے ایک کاغذ دکھائی دیا ہے معلوم نہیں اس میں کچھ لکھا ہے یا نہیں۔ آپ نے اتنی

ورنہ بھی تخت پر بیٹھنا جائز نہ سمجھا کہ کسی کو حکم دیں کہ تخت تلے سے کاغذ نکالے، گویا آپ نے ایسی صورت میں تخت پر بیٹھنا بے ادبی سمجھا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک حافظ جس کے نیچے فرش بچھا تھا، قرآن شریف پڑھنے میں مشغول ہوا۔ جب آپ نے نگاہ فرمائی تو دیکھا کہ جہاں پر خود تشریف رکھتے ہیں وہاں فرش زیادہ ہے۔ فوراً اپنے نیچے سے نکال دیا تاکہ اُس حافظ سے اونچے نہ بیٹھیں۔

وفات

آپ ایامِ مرض میں تنہائی بہت پسند کرتے تھے۔ ایک روز حرم سرا کی دہلیز میں لیٹے ہوئے تھے۔ فرمایا کہ اس سرما میں جو دو مہینے کے بعد آئے گی ہم اس گھر میں نہ سوئیں گے۔ حاضرین نے عرض کیا کہ آپ شاید خلوت خانہ میں آرام فرمائیں گے۔ فرمایا کہ وہاں بھی نہیں اور نہ ان گھروں میں نہ سوئیں گے۔ حاضرین نے عرض کیا کہ پھر کس جگہ۔ فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں جو ہونے والا ہے۔ ماہ ذوالحجہ ۱۰۳۳ھ ۱۶۲۴ء کے وسط میں عارضہ ضیق النفس (سانس کی تکلیف) نے غلبہ پایا۔ ان دنوں میں لقائے حق سبحانہ (اللہ تعالیٰ کے دیدار) کے شوق میں آپ رو پڑتے تھے۔ چند روز صحت بھی رہی۔ اسی اثنا میں خیرات و صدقات بکثرت وقوع میں آئے۔ بتاریخ ۱۲ محرم الحرام ۱۰۳۴ھ ۱۶۲۴ء فرمایا کہ ابھی مجھے بتایا گیا کہ چالیس پچاس دن کے درمیان تجھے اس جہان میں جانا پڑے گا۔ اور میری قبر مجھے دکھائی گئی۔ بتاریخ ۲۳ صفر بروز جمعرات آپ نے درویشوں میں کپڑے تقسیم کیے۔

اگرچہ آپ پر ضعف غالب آگیا تھا لیکن عبادات و وظائف کے اوقات میں سرِ مُو فرق نہ آیا۔ بدستور ذکر، شغل، مراقبہ، دن رات کے اوراد، نماز باجماعت ادا کرتے رہے۔ اور شریعت و طریقت کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ روزِ وصال کی شب کو آپ نے اُن خادموں کو جو راتوں آپ کی خدمت کرتے رہے، فرمایا، تم نے بہت محنت کی۔ صرف آج کی رات اور محنت ہے کل تمہاری خلاصی ہو جائے گی۔ اور تمام رات یہ ہندی مصرعہ بار بار پڑھتے رہے۔

آج ملاوا کنت سوں سکھی سب جگ دیوں وار || اے محرم! آج وصالِ دوست ہے میں تمام جہان نثار کرتا ہوں۔

اسی رات آپ نے وہ تمام دعائیں پڑھیں جن کا ذکر صحیحین (بخاری شریف و مسلم شریف) میں ہے۔ رات کے آخری تیسرے حصہ میں اٹھ کر وضو کیا۔ تہجد کی نماز کھڑے ہو کر ادا کی اور فرمایا کہ یہ

ہماری آخری نماز تہجد ہے اور واقعی ایسا ہی ہوا۔ جب صبح ہوئی تو فجر کی نماز باجماعت ادا کی حسب عادت مراقبہ کیا۔ بعد ازاں اشراق بڑی دلجمعی سے ادا کی اور اس وقت کی ادعیۂ ماثورہ (وہ دعائیں جو حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں) اس کے بعد فرمایا کہ پیشاب کیلئے طشت لاؤ۔ اتفاقاً آپ کے خادم مولانا محمد قاسم نے بغیر ریت والا طشت حاضر کیا اور ریت والا طشت نہ لائے، فرمایا اس میں ریت نہیں ہے۔ احتمال ہے کہ کہیں پیشاب کے قطرے اچھٹ کر لباس پر گریں۔ اس لیے پیشاب کا ارادہ ترک فرما دیا۔ آخر ریت والا طشت حاضر کیا، تو فرمایا، اب اتنی فرصت کہاں کہ پیشاب کے بعد وضو کر سکوں، اس کو لے جاؤ اور مجھے بستر پہ لٹا دو، چنانچہ آپکو تکیہ کے سہارے لٹا دیا گیا تو آپ نے بطریق مسنون قبلہ رُخ کر کے رخسارے کے نیچے اپنا داہنا ہاتھ رکھ لیا اور ذکر میں مشغول ہو گئے۔ چونکہ آپ نماز فجر سے باطہارت تھے اور آپ کو معلوم تھا کہ رحلت کا وقت بہت قریب ہے اس لیے آپ نے پیشاب کا ارادہ ترک فرمایا تاکہ پہلا وضو نہ ٹوٹے اور طہارت کے ساتھ اس دارِ فانی سے انتقال فرمائیں۔ جب صاحبزادہ خواجہ محمد سعید قدس سرہٗ نے دیکھا کہ سانس تیز آنا شروع ہو گیا ہے تو گھبرا کر پوچھا حضور! مزاج مبارک کیسا ہے؟ فرمایا کہ

"میں بہت اچھا ہوں، دو رکعت نماز جو ہم نے پڑھی ہے، وہ کافی ہے"

اس میں بھی آپکو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اتباع نصیب ہوا کیونکہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا آخری کلام نماز کی بابت ہوا ہے۔ اس کے بعد آپ نے کوئی بات نہیں کی اور ایک لمحہ بعد اللہ اللہ کہتے ہوئے، عالم قدس میں پہنچ گئے۔ آہ! وہ آفتاب حقیقت جس کے فیضان کی شعاعوں سے ایک عالم منور تھا، دیکھتے ہی دیکھتے غروب ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون رحمۃ اللہ سبحانہٗ رحمۃً واسعۃً۔

آپ کا وصال تریسٹھ سال کی عمر میں پیر کے دن ۲۸ صفر المظفر ۱۰۳۴ھ مطابق ۱۰ دسمبر ۱۶۲۴ء بوقت اشراق ہوا۔ اور اس قبۂ منورہ میں جو خود آپ نے اپنے بڑے صاحبزادے خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ کے مرقد پر تعمیر فرمایا تھا، دفن ہوئے۔

اکثر حضرات نے بکثرت آپ کی تاریخ وصال کہی ہیں، حضرت مولانا محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ

نے ۶۳ مادے بعد و عمر شریف آپ کی وفات کے نکالے ہیں جن میں سے ایک آیت پیش کیجاتی ہے جس سے آپ کا سنِ وفات نکلتا ہے :۔

"اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ

۱۰۳۴ھ

اکثر حضرات نے قطعات تاریخِ وفات بھی کہے، چند ایک درج ذیل ہیں :

(۱)

(حضرت مولانا محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ)

زیبِ جہانِ پُربلا چوں شاہِ عرفاں نقل کرد — ظل را بگذاشت در رہ، رُو بااصل الاصل کرد
جسم از تاریخِ نقلِ او نہ دار الابتلا — گفت ہاتف "احمد الثانی باوّل نقل کرد"

۱۰۳۴ھ

(۲)

(ابو عبداللہ محمد فاضل بن سیّد احمد بن سیّد حسین حسینی ترمذی اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ)

بُود آں شیخ احمد ثانی — طاق آفاق در خدا دانی
او بسلخ صفر سفر فرمود — زیبِ جہاں سوئے حضرتِ معبود
سالِ نہ حیل آں خدا آگاہ — شُد رقم "شیخ بود اہل اللہ"

۱۰۳۴ھ

(۳)

(علی اکبر اردستانی رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ مجمع الاولیاء)

"او اعلم اہلِ عصر دورِ علم علم — لوح الاسرار دلامع مُلکِ کرم
۱۰۳۴ھ — ۱۰۳۴ھ
او مہرِ کمال و سرورِ عالم حلم — گر دورہ اُو سرمہ دہ اہلِ حرم
۱۰۳۴ھ — ۱۰۳۴ھ

آپ کے روضۂ مقدسہ کی نسبت حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ مکتوباتِ معصومیہ دفترِ ثانی مکتوب ۷ میں یوں تحریر فرماتے ہیں :۔

"مخفی نہ رہے کہ ہمارے حضرت مجدد الف ثانی کو بھی حضور سرورِ دنیا و دین صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالِ اتباع کے سبب سے یہ بشارت دی گئی تھی کہ روضۂ مبارک جس میں حضرت کی قبر ہے اور اُس روضۂ مقدسہ کا صحن قدم ریاضِ جنت میں سے ایک روضہ ہے۔ فرماتے

تھے کہ مجھے بشارت دی گئی ہے کہ اگر اس روضۂ مقدسہ کی خاک کی ایک مٹھی کسی شخص کی قبر میں ڈال دی جائے تو امیدواریاں ہیں۔ پس اُس شخص کا کیا حال جو اس روضۂ مقدسہ میں مدفون ہے۔“

اسی روضۂ مقدسہ کی نسبت حضرت شاہ ابو سعید مجددیؒ کے صاحبزادے شاہ عبد الغنی مہاجر دہلوی (متوفی ۷ محرم الحرام سنہ ۱۲۹۶ھ) نے یہ چند ابیات نہایت پُر لطف لکھی ہیں۔ ؎

اے خاکِ پاکِ روضۂ عبیری و عنبری   کہ اہلِ جہاں ز بوئے تو مدہوش گشتہ اند
ساقی فشاندہ بر تو خوش آبے کہ اہلِ دہر   غافل بہ پیشت آمدہ مخمور رفتہ اند
سرّے ز خاکِ خلد تو داری کہ اہلِ ارض   یک نفحہ از تو یافتہ بر چرخ رفتہ اند
نے سنے تراز تربتِ یثرب گرفتہ اند   پنہاں ز راہم و شام بسرہند ہشتہ اند
ایں خاکِ احمدی است بذاتِ احد نگر   نے یک کہ صد ہزار زیں خاک جستہ اند
اہلاً و مرحبا سپیدۂ زوّار تو بسے   اقبال بعادہ بر رُخِ اعدات بستہ اند
یارب مکن خلاص ازیں خاکِ در مرا   بد حال آں کساں کہ ازیں خاک رستہ اند
شیرے بخوابِ ناز بہ پہلوئے دو شبل   یارب چہ رازہاست کہ ایں جا نہفتہ اند

تنہا غنی نہ نغمۂ مدحِ تو ساز کرد
کرّوبیانِ عرش ہم اینگونہ گفتہ اند

اس روضۂ مقدسہ کو حاجی سیٹھ ولی محمد و حاجی ہاشم خلف حاجی دارا ساکن دوراجی، کاٹھیاواڑ (انڈیا) نے سنہ ۱۹۲۵ء / ۱۳۴۴ھ میں دوبارہ تعمیر کرایا تھا۔ قبہ قدیمہ کو بحالِ خود رکھ کر اُس کے اوپر سنگِ مرمر کا نہایت عالیشان اور خوبصورت ایسا گنبد بنایا گیا ہے کہ دل کو سرور اور آنکھوں کو نور بخشتا ہے۔ اس جدید عمارت پر ایک لاکھ پینتالیس ہزار روپے صرف ہوئے تھے اور پانچ سال میں تیار ہوئی تھی۔ جنوبی دروازے پر یہ عبارت لکھی گئی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
مزار پُر انوار حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی

نقشبندی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

ایں روضہ منورہ بتاریخ ۱۳۴۴ھ بمطابق ۱۹۲۵ء
تعمیر یافت

مندرجہ ذیل قطعۂ تاریخ تعمیر بھی کندہ ہے :-

بعد از سہ صد سال بنا شد   روضۂ محبوب ربّانی
پرتوِ گنبدِ خضرا گویا   کانِ مجدّدِ الف ثانی!

حکیم الامّت حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس روضۂ مبارک ۱۳۴۴ھ کی نسبت یوں لکھا ہے :-

حاضر ہوا میں شیخِ مجدّد کی لحد پر   وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار
اس خاک کے ذرّوں سے ہیں شرمندہ ستارے   اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے   جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیِ احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملّت کا نگہبان   اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

(بالِ جبریل)

آپکی وفات کے بعد آپکے صاحبزادے خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ نے آپ کو واقعہ میں دیکھا۔ پوچھا کہ منکر نکیر کا سوال کس طرح گزرا۔ فرمایا کہ

"حق سبحانہ نے کمالِ رحمت سے پہلے مجھے الہام کیا
کہ اگر تم اجازت دو، تو منکر نکیر تمھارے پاس آئیں"

میں نے عرض کیا کہ بندۂ مسکین کے پاس نہ آئیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی نہایت رحمت و رافت سے میرے پاس نہ بھیجے۔ پھر میں نے ضغطہ قبر (قبر کی سختی) کی نسبت پوچھا، فرمایا کہ ہوا مگر اقلِ قلیل (بہت معمولی) خواب ہی میں معلوم ہوا کہ ایک شخص کہہ رہا ہے کہ آپ اقلِ قلیل بطور تواضع فرمارہے ہیں ورنہ اتنا بھی نہیں ہوا۔

حلیہ و لباس

آپ کا حلیہ مبارک یہ ہے۔ دراز قد، نازک بدن، گندم گوں، کشادہ پیشانی، پیشانی اور رخسارے پُرنور درخشاں، آنکھیں بڑی بڑی

ناک مبارک بلند و باریک، دہن مبارک نہ دراز نہ کوتاہ، دندان مبارک ایک دوسرے سے متصل اور درخشاں مثل لعلِ بدخشاں، ریش مبارک خوب گھنی اور دراز و مربع، ہاتھ مبارک بڑے بڑے انگلیاں باریک اور پاؤں نہایت لطیف۔

طریقہ کی طرح آپ کا لباس بھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا سا تھا۔ ایک بڑا عمامہ سر پہ مسواک دستار کی کور میں، شملہ دونوں کندھوں کے بیچ تک قمیض کے گریبان کا شگاف دونوں کندھوں پر۔ پاجامہ شرعی ٹخنوں سے اوپر تک بلکہ نصف پنڈلی تک۔ کفش مبارک پاؤں میں، عصا ہاتھ میں، سجادہ کندھے پہ، سجدے کا نشان پیشانی پر۔

تصانیف

① مکتوبات شریف کی تین جلدیں ہیں۔ جلد اول ۱۰۲۵ھ، دوسری جلد ۱۰۲۸ھ اور تیسری جلد ۱۰۳۱ھ کو اختتام کو پہنچی۔ پاک و ہند، ماوراء النہر اور دیارِ عرب کے علماء و فضلاء اور اصفیاء و عرفاء نے اسے مرشدِ طریق قرار دیا۔ قریباً پونے تین سو سال تک طالبانِ حق اس کے خطی نسخوں سے مستفید و مستفیض ہوتے رہے اور دل دادگانِ تصوف و معرفت اور سالکانِ ہویت بحتہ اپنی عمر عزیز کے قیمتی اوقات اس کی نقول لینے میں صرف کرتے رہے۔ چنانچہ اس کے خطی نسخے بہت جلد عالمِ اسلام میں پھیل گئے۔

مطابع وجود میں آ گئے تو مکتوبات قدسیہ کو متعدد مطابع نے طبع کر کے شائع کیا اور سب سے بہتر طریق پر حضرت مولانا الحاج نور احمد نقشبندی مجددی امرتسری علیہ الرحمۃ (متوفی ۱۳۴۸ھ) مرید و مجازِ شیخ العرفاء حضرت شاہ ابوالخیر مجددی دہلوی قدس سرہٗ (متوفی ۱۳۴۱ھ) نے نہایت تصحیح اور بلیغ تحشیہ کے ساتھ نو حصوں میں منقسم کر کے ۱۳۲۷ھ تا ۱۳۳۴ھ میں امرتسر سے طبع و شائع کیا۔ حق یہ ہے کہ مولانا مرحوم نے یہ عظیم کارنامہ سرانجام دے کر حضرت امام ربانی قدس سرہٗ سے اپنی سچی عقیدت اور روحانی تعلق کا حق ادا کر دیا ہے۔

مولانا نور احمد امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے مصحح و محشی یہ مکتوبات ۱۹۶۴ء میں دوبارہ نور کمپنی انارکلی لاہور نے چھاپے۔ شروع میں مولانا نور احمد کے حالاتِ زندگی و خدماتِ علمی کا اجمالی تعارف حکیم اہلسنت حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ نے لکھا۔ ۱۹۷۲ء میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں نے نسخۂ امرتسری کا عکسی ایڈیشن کراچی سے شائع کیا جبکہ ۱۹۷۱ء میں عالمِ اسلام کے عظیم فاضل حسین حلمی

نے استنابول ترکی سے نسخۂ کراچی کا شاندار اور آفسٹ پیپر پر عکسی ایڈیشن شائع کر کے حضرت مجدد قدس سرہٗ کے عقیدتمندوں کو روحانی تسکین کا سامان بہم پہنچایا۔ یہی ایڈیشن اس وقت ہمارے پیش نظر ہے۔

مکتوبات شریف کے بے شمار عربی ترجمے بھی ہوئے جو اکناف عالم میں پھیلے۔ دو عربی ترجموں کے خطی نسخے کتب خانہ اوقاف بغداد شریف میں موجود ہیں۔ تیسرا ترجمہ علامہ محمد مراد مکی کا ہے۔ جو سنہ ۱۳۱۷ھ میں مکہ مکرمہ میں طبع ہوا۔

پھر اردو تراجم کا سلسلہ شروع ہوا۔ اردو ترجمہ پیش کرنے کی ایک کوشش مولوی محمد حسین ابن مولوی قادر بخش ساکن احمد آباد ضلع جہلم نے کی، اس ترجمے کا پہلا حصہ "الطاف رحمانی ترجمہ اردو مکتوبات امام ربانی" کے نام سے مولوی امام الدین تاجر کتب راولپنڈی نے سنہ ۱۳۱۴ھ میں طبع کیا، جو صرف پہلے بیس مکتوبات کا ترجمہ ہے۔ اس کے اگلے حصے کبھی دیکھنے میں نہیں آئے۔

مولوی عبد الرحیم نائب مدیر اخبار "وکیل" امرتسر نے مکتوبات کے ترجمے کا کام شروع کیا تھا، پہلا حصہ خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام لکھے گئے مکتوبات کو چھوڑ کر آگے کے ۱۷ مکتوبات کے ترجمہ اور تشریحی حواشی پر مشتمل تھا، جو روز بازار اسٹیم امرتسر میں سنہ ۱۳۳۰ھ میں طبع ہوا مگر یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔ "گنجینۂ انوار رحمانی اردو ترجمہ مکتوبات امام ربانی" کے نام سے ابتدائی چالیس مکتوبات کا ترجمہ اسلامی دکان کشمیری بازار لاہور نے سنہ ۱۳۴۰ھ میں چھاپا تھا مگر یہ کام بھی یہیں رک گیا۔ مکمل مکتوبات شریف کا اردو ترجمہ پیش کرنے کی سعادت مولانا عالم دین نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے حصے میں آئی۔ ان کے مترجمہ مکتوبات اللہ والے کی قومی دکان لاہور سے دو بار شائع ہو کر نایاب ہو چکے ہیں۔

کئی حضرات نے مکتوبات قدسیہ کے فارسی، اردو انتخاب اور خلاصے شائع کیے۔ اس انداز کا سب سے اچھا کام شاہ ہدایت علی نقشبندی مجددی جے پوری (متوفی سنہ ۱۲۷۰ھ) کا ہے۔ انہوں نے "در لاثانی" کے نام سے مکمل مکتوب کی اردو تلخیص کی جو سنہ ۱۲۵۷ھ / ۱۹۲۹ء میں معارف پریس اعظم گڑھ انڈیا سے طبع ہوئی۔ سنہ ۱۹۶۱ء میں اعلیٰ کتب خانہ کراچی نے "انتخاب مکتوبات" کے نام سے اس کا دوسرا ایڈیشن شائع کیا جبکہ اس کا تیسرا اور آخری ایڈیشن ۱۹۷۶ء میں مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور نے خلاصہ

"مکتوباتِ امام ربانیؒ" کے نام سے چھاپا، یہی ایڈیشن ہمارے پیشِ نظر ہے۔ الغرض علماء اور صوفیہ نے مکتوبات پر بہت زیادہ کام کیا ہے۔

حضرت مولانا محمد سعید احمد نقشبندی مجددی ف ۱۹۸۶ء نے محسوس کیا کہ حضرت مولانا نور احمد امرتسریؒ کے محشی مکتوبات کی اشاعت مسلسل سے عربی اور فارسی کے ماہرین کے ذوق کی تسکین کا سامان تو ہو گیا ہے مگر اُردو ترجمے کی نایابی کی بنا پر فارسی سے ناواقف لوگ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے فیوض و برکاتِ علمیہ اور معارفِ لدنّیہ سے بہرہ یاب ہونے سے محروم ہیں۔ چنانچہ انہوں نے محنتِ شاقہ سے مکمل مکتوبات کا ترجمہ تین جلدوں میں کیا جسے مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ کراچی نے ۱۹۷۱ء میں بڑی آب و تاب سے شائع کیا۔ یہی ایڈیشن اس وقت ہمارے پیشِ نظر ہے۔

ڈاکٹر سراج احمد خاں نے "مکتوباتِ امام ربانی کی دینی و معاشرتی اہمیت" کے زیرِ عنوان پی ایچ ڈی کی ہے۔ ان کا یہ مقالہ ۱۹۷۶ء میں کراچی سے کتابی صورت میں طبع ہو چکا ہے۔ جو ہمارے پیشِ نظر ہے۔

"حضرت مجدد الف ثانی کے سیاسی مکتوبات" کے عنوان سے معروف ادیب آباد شاہ پوری نے بھی تلخیص کی جو ۱۹۷۷ء میں مکتبہ چراغ اسلام، ۴۰، بی اردو بازار لاہور نے شائع کی اور ہمارے پیشِ نظر ہے۔

۲ رسالہ تہلیلیہ:

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کی تحقیق کے مطابق یہ رسالہ ۱۰۱۰ھ کی تصنیف ہے۔ اس رسالہ میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے کلمہ طیبہ سے متعلق مندرجہ ذیل امور سے بحث کی ہے۔ یعنی لفظ "اللہ" کی تحقیق لفظ "اللہ" کے لطائف، دلیلِ توحید، فلاسفہ کی دلیل، قرآن و سنّت کی روشنی میں کلمہ توحید کے فضائل اور حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے دلائل و معجزات وغیرہ۔

اگرچہ ایسی بحث دوسرے بزرگوں کے یہاں بھی آ جاتی ہے لیکن حضرت مجدد قدس سرہٗ نے چونکہ اپنے زمانے کے جابرانہ اور کافرانہ نظام کے خلاف نہ صرف نظری بلکہ عملی طور پر بھی اعلائے کلمۃ الحق فرما کر دار و رسن کی اذیتیں جھیلی ہیں، اس لیے یہ رسالہ علمی اور تاریخی اعتبار سے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ ہمارے پیشِ نظر اس رسالہ کا اُردو ترجمہ ہے جسے ادارہ مجددیہ، ناظم آباد کراچی نے ۱۹۶۵ء میں

بڑی محنت، تحقیق اور اہتمام سے شائع کیا ہے۔

③ تائیدِ اہلِ[1] سنّت (ردِّ مذہبِ شیعہ)

:- اس رسالہ کی وجہِ تصنیف گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے ہمارے پیشِ نظر اس کے تین ایڈیشن ہیں۔ پہلا ایڈیشن فارسی، اردو ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کا مرتبہ ہے جو ۱۹۷۳ء کراچی سے طبع ہوا۔ دوسرا ایڈیشن پہلے ایڈیشن کا عکسی ایڈیشن ہے جسے جناب حسین حلمی نے ۱۹۷۷ء میں استانبول (ترکی) سے شائع کیا جبکہ تیسرا ایڈیشن ۱۹۸۲ء میں فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری مدظلہٗ نے شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ سے شائع کیا ہے جو دوسرے ایڈیشن کا عکس ہے۔

④ مکاشفاتِ عینیہ

:- یہ رسالہ تقریباً ۱۰۵۱ھ میں حضرت مجدّد قدس سرہٗ کی رحلت کے بعد حضرت محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب کیا تھا۔ یہ حضرت مجدّد کی تحریروں پر مشتمل ہے۔ ۱۹۶۵ء میں کراچی سے ادارۂ مجددیہ کراچی کے زیرِ اہتمام ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں نے شائع کرایا تھا۔ یہی ایڈیشن ہمارے پیشِ نظر ہے۔

⑤ معارفِ لدنیہ

:- اس کتاب کا ایک ایڈیشن مجلسِ علمی ڈابھیل ضلع سورت کے زیرِ اہتمام مدینہ پریس بجنور سے ۱۳۵۱ھ میں طبع ہوا تھا۔ ایک ایڈیشن حکیم عبد المجید سیفی نے ۱۳۷۶ھ میں لاہور سے چھپوایا تھا ایک ایڈیشن ادارۂ سعدیہ مجدّدیہ لاہور کے زیرِ اہتمام حضرت مولانا محبوب الٰہی کا تصحیح شدہ نسخہ ۱۳۸۵ھ میں طبع ہوا تھا۔ ہمارے پیشِ نظر وہ ایڈیشن ہے جو ادارۂ مجدّدیہ کراچی نے ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۸ء میں شائع کیا ہے۔

⑥ مبداء و معاد

:- یہ رسالہ حضرت مجدّد الفِ ثانی قدس سرہٗ کے متفرق مضامین کا مجموعہ ہے، جسے آپ کے خلیفہ مولانا محمد صدیق کشمی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۰۱۹ھ میں مرتب فرمایا تھا۔ اس کا ایک ایڈیشن ۱۳۰۷ھ میں مطبع الفارابی دہلی کے زیرِ اہتمام شائع ہوا۔ ایک ایڈیشن مطبع مجدّدی امرتسر نے ۱۳۳۰ھ میں شائع کیا جسے حضرت

---

[1] اس کتاب کا اصل نام رسالہ در ردِّ روافض ہے مگر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں نے اردو میں ترجمہ کرتے ہوئے اس کا نام بدل کر "تائیدِ اہلِ سنت" رکھ دیا ہے جو مناسب نہیں ہے (قصوری)

مولانا نور احمد امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے تصحیح فرمایا تھا۔ ایک ایڈیشن ۱۳۷۶ھ میں حکیم عبد المجید سیفی نے طبع کرایا تھا۔ ایک ایڈیشن ادارہ مجددیہ سعدیہ لاہور نے ۱۳۸۵ھ میں طبع کیا تھا۔ ہمارے پیش نظر ادارہ مجددیہ کراچی کا شائع کردہ ایڈیشن ہے جو ۱۳۸۸ھ ۱۹۶۸ء میں طبع ہوا۔

⑦ **شرح رباعیات خواجہ باقی باللہ** :- ہمارے پیش نظر ادارہ مجددیہ کراچی کا شائع کردہ ایڈیشن ۱۳۸۶ھ بمطابق ۱۹۶۷ء ہے۔

⑧ **اثبات النبوۃ** :- یہ رسالہ ڈاکٹر غلام مصطفی خاں کی کوششوں سے ۱۹۶۵ء میں کراچی سے شائع ہوگیا ہے۔

⑨ تعلیقات العوارف ⑩ الحاشیہ علی شرح العقائد الجلالی ⑪ رسالہ تعین ولا تعین ⑫ رسالہ مقصود الصالحین ⑬ رسالہ در بیان مسئلہ وحدت الوجود ⑭ آداب المریدین ⑮ رسالہ جذب و سلوک ⑯ رسالہ علم حدیث ⑰ رسالہ حالاتِ خواجگان نقشبند ⑱ مجموعہ تصوف ⑲ کنز الحقائق ⑳ رسالہ در بیان طریقت حضرت خواجگان ㉑ رسالہ نصائح وغیرہ ㉓ رسالہ معرفۃ النفس و معرفۃ الرب، وغیرہ وغیرہ۔

ارشاداتِ قدسیہ

① قرب بخشنے والے اعمال فرائض ہیں یا نوافل۔ فرائض کے مقابل نوافل کی کچھ حیثیت نہیں۔

فرائض میں سے ایک فرض کا ایک وقت میں ادا کرنا ہزار سال کے نوافل کے ادا کرنے سے بہتر ہے اگرچہ نفل خالص نیت سے ادا ہوں اور خواہ کوئی نفل ہوں مثلاً نماز، زکوٰۃ، روزہ، ذکر، فکر وغیرہ بلکہ میں کہتا ہوں کہ فرائض کے ادا کرنے کے وقت سنتوں میں سے ایک سنت اور آداب میں سے ایک ادب کی رعایت یہی حکم رکھتی ہے۔ (یعنی ادائے نوافل سے بدرجہا بہتر ہے۔)

نقل ہے کہ ایک دن امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز فجر باجماعت ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے لوگوں کی طرف نگاہ کی۔ اس وقت اپنے اصحاب میں سے ایک کو نہ پایا۔ فرمایا کہ فلاں شخص جماعت میں حاضر نہیں ہوا۔ حاضرین نے عرض کیا کہ وہ اکثر شب کو جاگتا رہتا

ہے ، احتمال ہے کہ وہ اس وقت سو گیا ہو، فرمایا کہ اگر وہ تمام رات سوتا رہتا اور فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرتا تو یہ بہتر تھا۔"

پس ایک ادب کی رعایت کرنی اور ایک مکروہ خواہ مکروہ تنزیہی ہو سے بچنا اور مکروہ تحریمی تو ذکر و فکر و مراقبہ و توجہ سے بدرجہا بہتر ہے ، ہاں اگر کوئی اُن امور کو رعایت و آداب اور مکروہات سے اجتناب کے ساتھ جمع کرے تو وہ بڑا کامیاب ہے، اور بغیر اس رعائت و اجتناب کے کانٹے دار درخت پر ہاتھ ملنا ہے ، مثلاً جس طرح زکوٰۃ کے حساب میں ایک دانگ (دیلیہ درہم) کا صدقہ کرنا سونے کے بڑے بڑے پہاڑ بطور نفل صدقہ دینے سے بدرجہا بہتر ہے ، اسی طرح اس دانگ کا صدقہ دینے میں آداب میں سے ایک ادب کی رعائیت کرنا مثلاً اُسے رشتہ دار فقیر کو دینا اس سے بدرجہا بہتر ہے ۔ پس نماز عشاء کو رات کے نصف آخیر میں ادا کرنا اور اس تاخیر کو نماز تہجد کی تاکید کا وسیلہ بنانا بہت بُرا ہے ۔ کیونکہ حضرات حنفیہ رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک اُس وقت نماز عشاء پڑھنا مکروہ ہے ۔ (مکتوبات ، جلد اوّل مکتوب ۲۹)

② جاننا چاہیئے کہ اس دنیا میں جو کہ آزمائش و امتحان کا مقام ہے ، دوست دشمن کو رلا ملا دیا گیا ہے اور دونوں کو رحمت میں شامل کیا گیا ہے ۔ آیہ کریمہ

وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (سورہ الاعراف آیت ۱۵۶) || "اور میری رحمت ہر چیز کو وسیع ہے"۔

اس مضمون کو ظاہر کرتی ہے اور قیامت کے دن دشمن کو دوست سے جدا کر دیں گے ۔ آیہ کریمہ

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ (سورہ لیٰسین آیت ۵۹) || "اے مجرمو! آج تم الگ ہو جاؤ"۔

اس بات کی خبر دیتی ہے کہ اُس وقت رحمت کا قرعہ دوستوں کے نام نکلے گا اور دشمنوں کو محروم مطلق اور واضح طور پر ملعون قرار دیں گے ۔ اور آیہ کریمہ

فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ
وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۝
(سورۃ الاعراف آیت ۱۵۶)

|| "میں اپنی رحمت عنقریب اُن لوگوں کیلئے لکھ دوں گا جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں"۔

اس بات پر شاہد ہے یعنی میں اپنی رحمت ثابت کروں گا اُن لوگوں کیلئے جو کفر و معاصی سے

پرہیز کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے کرم و رحمت کو آخرت میں نیکوں اور نیک کردار مسلمانوں کیلئے مخصوص کر دیا ہے۔ ہاں مطلق اہل اسلام کیلئے خاتمہ بالخیر ہونے کی صورت میں رحمت سے حصّہ ہے اگرچہ زمانۂ دراز کے بعد عذابِ دوزخ سے نجات پائیں گے لیکن گناہوں کی تاریکی اور آسمان سے نازل کئے گئے احکامِ خداوندی سے لاپرواہی کرنیوالا کیسے کہہ سکتا ہے کہ وہ دنیا سے نورِ ایمان سلامتی کے ساتھ لے جائے گا۔ علمائے دین نے فرمایا ہے کہ گناہِ صغیرہ پر اصرار کرنا گناہِ کبیرہ تک پہنچا دیتا ہے اور گناہِ کبیرہ پر اصرار کفر تک لے جاتا ہے۔

العیاذ باللہ سبحانہ۔ (جلد اول مکتوب ۹۶)

③ بعض مشائخ نے سُکر کی حالت میں کہا ہے کہ ولائیت، نبوت سے افضل ہے اور بعض اَوروں نے اس ولائیت سے مراد نبی کی ولائیت لی ہے تاکہ نبی پر ولی کی افضلیت کا وہم دُور ہو جائے لیکن حقیقت میں معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ نبی کی نبوّت اُس کی ولائیت سے افضل ہے۔ ولائیت میں تنگیِ سینہ کے سبب سے خلق کی طرف توجہ نہیں کر سکتے اور نبوّت میں سینہ کی کمال کشادگی کے سبب سے نہ تو حق سبحانہ کی توجہ خلق کی توجہ کے مانع ہے اور نہ خلق کی توجہ حق تعالیٰ کی توجہ کے مانع ہے۔ نبوت میں تنہا توجہ خلق کی طرف نہیں ہوتی تاکہ ولائیت کو جس میں توجہ حق کی طرف ہوتی ہے اُس پر ترجیح دیں۔ العیاذ باللہ سبحانہ۔ تنہا خلق کی طرف توجہ چوپایوں جیسے عوام کا مرتبہ ہے۔ شانِ نبوت اس سے برتر ہے۔ سُکر والوں کو اس بات کا سمجھنا دشوار ہے۔ صحو والے اکابر اس معرفت کے ساتھ ممتاز ہیں ؎

هنیئاً لأرباب النعیم نعیمها || اربابِ نعمت کو نعمتیں خوشگوار ہوں۔ (جلد اوّل مکتوب ۱۰۸)

④ اربابِ تکلیف پر پہلے یہ بات نہایت ضروری ہے کہ اپنے عقائد کو علمائے اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کی راؤں (رایوں) کے موافق درست کریں۔ کیونکہ نجاتِ اخروی ان بزرگوں کی بے خطا رایوں کی تابعداری و پیروی پر موقوف ہے۔ اور فرقہ ناجیہ یہی بزرگوار اور اُن کے پیروکار ہیں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طریق پر ہیں اور وہ علوم جو کتاب و سنت سے حاصل ہوئے ہیں اُن میں سے وہی معتبر ہیں جو ان بزرگوں نے کتاب و سنت سے اخذ کئے اور سمجھے ہیں کیونکہ ہر بدعتی و گمراہ

اپنے عقائد فاسدہ کو اپنے زعمِ فاسد میں کتاب و سنت ہی سے اخذ کرتا ہے ۔ پس اُن کے اخذ کردہ معانی میں سے کسی معنی پر اعتبار نہ کرنا چاہیئے ۔ (مکتوبات شریف جلد اول مکتوب ۱۹۳)

⑤ موت کے آنے سے پہلے ہی اپنا کام کر لینا چاہیئے اور اُسے شوق کہتے ہوئے مرنا چاہیئے ۔ اوّل عقائد کا درست کرنا ضروری ہے اور جو کچھ بطریق ضرورت و تواترِ دین سے معلوم ہے اس کی تصدیق ضروری ہے ۔ دوم ان باتوں کا جاننا اور عمل کرنا ضروری ہے جن کا تعلق علمِ فقہ سے ہے ۔ سوم طریقہ صوفیہ کا سلوک بھی درکار ہے ۔ نہ اس غرض کیلئے کہ غیبی صورتیں اور شکلیں مشاہدہ کریں اور نوروں اور رنگوں کا معائنہ کریں ۔ حسی صورتیں اور انوار کیا کم ہیں کہ کوئی ان کو چھوڑ کر ریاضتوں اور مجاہدوں سے غیبی صورتوں اور انوار کی ہوس کرے ۔ حالانکہ یہ حسی صورتیں اور انوار اور وہ غیبی صورتیں اور انوار دونوں حق تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور اللہ تعالیٰ کے صانع ہونے پر روشن دلیلیں ہیں ۔ چاند اور سورج کا نور جو عالمِ شہادت سے ہے کئی طرح سے اُن انوار پر فضیلت رکھتا ہے جو عالمِ مثال میں دیکھتے ہیں لیکن چونکہ یہ دید دائمی ہے اور خاص و عام اس میں شریک ہیں اس لیئے اس کو نظر اور اعتبار میں نہ لا کر انوارِ غیبی کی ہوس کرتے ہیں ۔ ہاں ؏

آبے کہ رو بہ پیشِ درت تیرہ نمایدش ‖ "جو پانی تیرے دروازے کے سامنے سے گزرتا ہے وہ تجھے گدلا نظر آتا ہے ۔"

طریقِ صوفیہ کے سلوک سے مقصود یہ ہے کہ معتقداتِ شرعیہ میں یقین زیادہ حاصل ہو جائے ، تاکہ استدلال کی تنگی سے کشف کی فراخ زمین میں آجائیں ، اور اجمال سے تفصیل کی طرف آجائیں مثلاً اللہ تعالیٰ کا وجود اور اس کی وحدت پہلے استدلال و تقلید کے طور پر معلوم ہوا تھا اور اس کے اندازہ کے موافق یقین حاصل ہوا تھا ۔ جب طریق صوفیہ کا سلوک حاصل ہو جاتا ہے تو وہ استدلال و تقلید ، کشف و شہود سے بدل جاتا ہے اور یقین اکمل حاصل ہو جاتا ہے ۔ باقی سب اعتقادی امور کا یہی حال ہے نیز طریق صوفیہ کے سلوک سے مقصود یہ ہے کہ احکامِ فقہیہ کے ادا کرنے میں آسانی حاصل ہو جائے اور وہ مشکل دور ہو جائے جو نفس کی سرکشی سے پیدا ہوتی ہے اور اس فقیر کا یقین ہے کہ طریق صوفیہ حقیقت

---

[1] معلوم ہوا کہ قرآن و حدیث کے صرف وہ معنی قابلِ اعتبار ہیں جو علمائے اہلسنت اور بزرگانِ دین نے بیان کیئے ہیں اور یہ ایک ایسا ضابطہ ہے کہ جسے اختیار کرنے سے انسان گمراہ فرقوں کے اثر سے محفوظ رہتا ہے ۔ (قصوری)

ہیں علومِ شرعیہ کا خادم ہے نہ کہ شریعت کے خلاف کوئی امر۔ فقیر نے اس مضمون کو اپنی کتابوں اور رسالوں میں تحقیق کیا ہے اور اس غرض کے حصول کیلئے صوفیہ کے تمام طریقوں میں سے طریقہ عالیہ نقشبندیہ کا اختیار کرنا بہت مناسب اور بہتر ہے کیونکہ ان بزرگوں نے سنت کی پیروی و متابعت کو لازم پکڑا ہے اور بدعت سے کنارہ کیا ہے۔ (مکتوبات شریف جلد اوّل مکتوب ۲۱۰)

⑥ جاننا چاہیئے کہ آخر کار صوفیہ کرام کے معتقدات تمام منازلِ سلوک طے کرنے اور ولایت کے درجوں کی نہایت کو پہنچنے کے بعد وہی ہیں جو علمائے اہلِ حق کے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ علماء کو نقل یا استدلال سے حاصل ہوئے ہیں اور صوفیوں کو کشف یا الہام سے۔ اگرچہ صوفیہ میں سے بعض کو اثنائے راہ میں سکر و غلبہ حال کے سبب سے ان اعتقادات کے خلاف امور ظاہر ہوتے ہیں لیکن اگر ان کو ان مقامات سے گزار کر نہایتِ کار کو پہنچا دیں تو وہ امور نیست و نابود ہو جاتے ہیں۔ (یعنی وہ مخالف باتیں بے مقدار ذرات کی طرح اڑ جاتی ہیں) ورنہ وہ اسی مخالفت پر باقی رہتے ہیں۔ لیکن امید ہے کہ انہیں اس مخالفت پر گرفت نہیں ہوگی کیونکہ ایسے صوفیہ کا معاملہ خطا کرنے والے مجتہد کا سا ہے کہ جس نے استخراجِ احکام میں خطا کی اور ان صوفیہ نے کشف میں خطا کی۔

پس سالک کو چاہیئے کہ حقیقتِ کار تک پہنچنے سے پہلے باوجود اپنے کشف و الہام کی مخالفت کے علمائے اہلِ حق کی تقلید کو لازم جانے اور علماء کو حق بجانب اور اپنے آپ کو خطا کرنے والا خیال کرے کیونکہ علماء کی دلیل انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تقلید ہے جو قطعی وحی سے مؤید اور خطا اور غلط سے معصوم و پاک ہے۔ اور سالک کا کشف و الہام جو وحی کے ساتھ ثابت شدہ احکام کا مخالف ہو خطا اور غلط ہے۔ پس اپنے کشف کو علماء کے قول پر مقدم رکھنا درحقیقت نازل شدہ احکامِ قطعیہ پر مقدم رکھنے کے مترادف ہے اور یہ عین گمراہی اور محض خسارہ ہے۔

جس طرح کتاب و سنت کے مطابق اعتقاد رکھنا ضروری ہے، اسی طرح ان کے مقتضا پر عمل کرنا کہ جس طریقے سے مجتہدین نے کتاب و سنت سے استنباط کیا ہے اور ان سے احکام نکالے ہیں یعنی حلال و حرام، فرض و واجب، سنت و مستحب، مکروہ و مشتبہ اور ان احکام کا جاننا بھی ضروری ہے۔ اور مقلد کو اس امر کی اجازت نہیں کہ مجتہد کی رائے کے خلاف قرآن و سنت سے از خود احکام اخذ کرے اور ان پر عمل کرے بلکہ اسے چاہیئے کہ نقل میں اسی مجتہد کے مذہب سے کہ جس کا یہ مقلد ہے، قول

مختار کو اختیار کرے اور رخصت سے بچتے ہوئے عزیمت پر عمل کرے۔ اور جہاں تک ہو سکے مجتہدین کے اقوال کے جمع کرنے میں بہت کوشش کرے تاکہ متفق علیہ قول پر عمل واقع ہو۔ مثلاً امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وضو میں نیت کرنا فرض قرار دیتے ہیں تو پس چاہیئے کہ وہ بغیر نیت وضو نہ کرے۔ اسی طرح امام موصوف اعضاء کے دھونے میں ترتیب اور پے در پے دھونے کو فرض قرار دیتے ہیں تو پس چاہیئے کہ یہ بھی اعضاء کو پے در پے دھونے اور ترتیب کو ملحوظ رکھے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اعضاء کو دھوتے وقت اُن کو ملنا فرض جانتے ہیں، تو چاہیئے کہ یہ بھی مل کر دھوئے اسی طرح یہ آئمہ عورت کو چھونے اور ذکر (آلہ مخصوص) کو ہاتھ لگانے کو وضو ٹوٹنے کا سبب قرار دیتے ہیں تو چاہیئے کہ ایسی صورت میں وضو از سر نو کرے۔ علیٰ ہذا القیاس۔

ان دو اعتقادی و عملی بازوؤں کے حصول کے بعد سالک کو قربِ الٰہی جل شانہٗ کے مدارج پر عروج کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے اور منازلِ ظلمانی اور مسالکِ نورانی کے طے کرنے کا طالب ہونا چاہیئے لیکن اُس کے ذہن میں یہ بات موجود رہنی چاہیئے کہ یہ قطعِ منازل اور عروجِ مدارج، شیخ کامل مکمل، راہ داں، راہ بیں، راہ نما کی توجہ و تصرف پر موقوف ہے کیونکہ اس کی نظر قلب کی بیماریوں سے شفا بخشنے والی اور اُس کی توجہ ناپسندیدہ اخلاق دفع کرنے والی ہے۔ لہٰذا سالک کو چاہیئے کہ پہلے شیخِ کامل کو تلاش کرے۔ اگر محض فضلِ خدا جل شانہٗ سے اُسے شیخِ کامل کا معلوم ہو جائے تو ایسے کی معرفت و پہچان کو نعمتِ عظمیٰ تصور کرتے ہوئے اپنے آپ کو اس کی صحبت میں حاضر رکھے اور مکمل طور پر اُس کے تصرفات کا مطیع ہو جائے۔ (مکتوبات شریف جلد اول، مکتوب ۲۹۶)

(۷) جب کوئی طالب کسی شیخ کے پاس آئے تو چاہیئے کہ شیخ پہلے اُسے استخارہ کا حکم دے۔ تین بار سے سات بار تک استخارہ کی تکرار کرائے۔ استخاروں کے بعد اگر طالب میں شیخ کی نسبت کوئی تردد پیدا نہ ہو تو شیخ اس طالب کی تربیت کے کام کو شروع کرے۔ پہلے اُسے طریق توبہ کی تعلیم دے اور دو رکعت نماز توبہ پڑھنے کا حکم دے کیونکہ توبہ کے بغیر اس راہ میں قدم رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ لیکن چاہیئے کہ توبہ کے حصوں میں اجمال پر کفایت کرے اور تفصیل کو کچھ دنوں کے گزرنے پر چھوڑ دے کیونکہ اس زمانہ میں ہمتیں بہت کوتاہ و پست ہیں لہٰذا اگر پہلے توبہ کی تفصیل حاصل کرنے کی تکلیف دی جائے گی تو لازماً طولِ توبہ کے لیے ایک مدت درکار ہوگی۔ تو ہو سکتا ہے۔

طالب کی طلب میں سُستی واقع ہو جائے اور وہ طلب سے باز رہے اور مایوس ہو کر توبہ کو بھی سر انجام نہ دے ۔ حصولِ توبہ کے بعد طالب کو اس طریق کی تعلیم دے جو اُس کی استعداد کے مناسب ہو اور اس ذکر کی تلقین کرے جو اس کی قابلیت کے مناسب ہو ۔ اور اس کے معاملہ میں توجہ کو کام فرمائے اور اس کے حال پر التفات کو ملحوظ رکھے اور راہِ سلوک کے آداب و شرائط اُس سے بیان کرے اور اُسے ترغیب دے کہ قرآن و حدیث اور آثارِ سلف صالحین کی متابعت کرے اور اُسے معلوم کرا دے کہ اس متابعت کے بغیر مطلوب تک پہنچنا محال ہے ۔ اور اس کو یہ تاکید لازمی طور پر کرے کہ وہ فرقہ ناجیہ اہل سنّت و جماعت کی آراء کے موافق اپنے عقائد کو درست کرے اور ضروری احکامِ فقہ سیکھے اور اُن کے مطابق عمل کرے کیونکہ اس راہ میں اعتقاد و عمل کے ان دو بازوؤں کے بغیر اڑنا میسّر و حاصل نہیں ہوتا اور تاکید کرے کہ حرام و مشتبہ لقمہ میں احتیاط کا بہت زیادہ خیال کرے اور یہ نہ کرے کہ جو کچھ مل جائے کھا جائے اور جس سے ملے اُسے اس وقت تک تناول نہ کرے جبتک کہ اُس بارے میں شریعت غرّا کا فتویٰ حاصل نہ کرے ۔ حاصل کلام یہ کہ تمام امور میں آیہ کریمہ وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (سورہ حشر رکوع ۱) "اور جو کچھ رسول تم کو دیں، اُسے لے لو اور جس چیز سے تم کو روکیں اُس سے رُک جاؤ ۔" کو مدّنظر رکھیں ۔

طالبوں کا حال دو امر سے خالی نہیں ۔ وہ یا تو اہلِ کشف و معرفت سے ہیں یا اصحابِ جہل و حیرت سے ہیں ، لیکن سلوک کی منازل کے طے کرنے اور پردوں کے دُور کرنے کے بعد دونوں گروہ واصل ہیں ، نفس وصول میں سے ایک کو دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں جیسا کہ دو شخص لمبی منزلیں طے کرنے کے بعد کعبہ میں پہنچتے ہیں ۔ ایک تو راستے کی منزلوں کو شوق سے دیکھتا گیا اور ہر منزل کی تفصیل کو اپنی لیاقت کے موافق سمجھتا گیا اور دوسرا راستے کی منزلوں سے آنکھ بند کر کے اور تفصیل پر مطلع نہ ہو کر کعبہ میں پہنچا ، دونوں نفس وصول (یعنی کعبہ تک پہنچنے) میں برابر ہیں اور اس وصول میں ایک کو دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں اگرچہ منازل کی معرفت میں دونوں میں تفاوت ہے اور مطلوب پر پہنچنے کے بعد دونوں کو جہل لازم ہے ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں معرفت حاصل کرنا بھی جہل ہے اور پہچاننے سے عاجز ہوتا ہے ۔

یہ معلوم ہونا چاہیے کہ سلوک کی منزلیں قطع کرنے سے مراد دس مقامات کو طے کرنا ہے۔ ان دس مقامات کو طے کرنا ان تین تجلیات پر موقوف ہے۔ تجلّیٔ افعال، تجلّیٔ صفات، تجلّیٔ ذات اور مقامِ رضا کے علاوہ یہ سب مقامات، تجلّیٔ افعال اور تجلّیٔ صفات سے وابستہ ہیں۔ صرف مقامِ رضا، تجلّیٔ ذاتِ حق تعالیٰ و تقدس اور محبت ذاتیہ سے وابستہ ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ خواہ محبوب کی طرف سے تکلیف پہنچے یا انعام حاصل ہو، محب کے حق میں دونوں چیزیں یکساں ہو جاتی ہیں اس کے بعد لامحالہ رضا حاصل ہو جاتی ہے اور ناپسندیدگی و کراہت ختم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ان تمام مقامات میں کمال کی حد تک پہنچ جانا تجلّیٔ ذاتی کے حصول کے وقت ہی ممکن ہے کیونکہ مکمل ترین فنا اسی تجلّی کے ساتھ وابستہ ہے لیکن باقی نو مقامات کا صرف حصول تجلّیٔ افعال اور تجلّیٔ صفات ہی میں ہو جاتا ہے مثلاً سالک جب اپنے اوپر اور تمام اشیاء پر حق تعالیٰ سبحانہ کی قدرت کا مشاہدہ کرتا ہے تو بے اختیار توبہ و انابت کی طرف رجوع کرتا ہے اور خائف و ہراساں رہتا ہے اور تقویٰ کو اپنا شعار بنا لیتا ہے اور خدا کی تقدیروں میں صبر اختیار کرتا ہے اور بے صبری و ناطاقتی سے چھٹکارا پا لیتا ہے اور چونکہ نعمتوں کا مالک اسی کو سمجھتا ہے اور عطا کرنا اور روک لینا سب کچھ خدا ہی سے سمجھتا ہے تو لامحالہ مقامِ شکر میں داخل ہو جاتا ہے اور توکل میں راسخ القدم بن جاتا ہے۔ اور جب حق تعالیٰ کی نرمی اور مہربانی کی تجلی وارد ہوتی ہے تو مقام میں داخل ہو جاتا ہے اور جب خدا تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا مشاہدہ کرتا ہے اور یہ پست اور ذلیل دنیا اس کی نگاہ میں خوار و بے اعتبار ہو جاتی ہے تو چار و ناچار اس دنیا سے بے رغبتی پیدا ہو جاتی ہے، پھر سالک فقر اختیار کر لیتا اور زہد کو اپنا شعار بنا لیتا ہے لیکن یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ ان مقامات کا تفصیل و ترتیب کے ساتھ حصول سالکِ مجذوب کے ساتھ مخصوص ہے اور مجذوب سالک ان مقامات کو اجمالی طریقے پر طے کرتا ہے، کیونکہ عنایت ازلی نے اُسے ایسی محبت میں گرفتار کر لیا ہے کہ ان مقامات کی تفصیل کی طرف مشغول ہونا اس کے بس میں نہیں رہتا۔ اس محبت کے زیر سایہ ان مقامات کا لُبِ لباب اور ان منازل کا خلاصہ مکمل ترین طریقہ پر اُسے حاصل ہو جاتا ہے جو کہ صاحبِ تفصیل کو بھی میسر نہیں ہوتا۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی (رسالہ مبدء و معاد ص ۱۰ تا ۱۴) ‖ "اور سلامتی ہو اُس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔"

(۸) جاننا چاہیے کہ پیر کے حقوق تمام حقوق و لوگوں کے حقوق سے زیادہ ہیں بلکہ پیر کے

حقوق کو دوسروں کے حقوق سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے انعامات اور اس کے رسول علیہ وآلہ الصلوٰت والتسلیمات کے احسانات کے بعد پیر کے حقوق کا درجہ ہے۔ بلکہ سب کے پیر حقیقی تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اگرچہ ظاہری پیدائش والدین سے ہوتی ہے مگر معنوی پیدائش پیر ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ ولادتِ صوری کی حیات تو چند روزہ ہے مگر ولادتِ معنوی کیلئے حیاتِ ابدی ہے۔ پیر ہی تو ہے جو اپنے قلب درون سے مرید کی نجاساتِ معنوی کی صفائی کرتا ہے اور اُس کے اندرونی حصے (معدہ) کو پاک و صاف کرتا ہے۔ اُن توجہات میں جو کہ بعض مریدوں کی نسبت واقع ہوئی ہیں، محسوس ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی باطنی آلائشوں کی تطہیر میں صاحبِ توجہ کو بھی کچھ آلودگی سرایت کر جاتی ہے اور اُسے ایک عرصے تک مکدّر (گدلا) رکھتی ہے۔ پیر ہی ہے جس کے وسیلے سے نفسِ امّارہ جو اپنی ذات کے اعتبار [illegible] ہوا ہے، تزکیہ حاصل کر لیتا اور پاک و صاف ہو جاتا ہے اور امّارگی (سرکشی، بدی کی طرف رغبت) سے اطمینان کے مقام تک پہنچتا ہے اور جبلّی (طبعی) کفر سے اسلامِ حقیقی تک رسائی پاتا ہے۔ ع

گر بگویم شرحِ ایں بے حد شود || "اگر میں اس کی شرح کروں تو بے حساب ہو جائے۔"

لہٰذا اگر پیر کسی مرید کو قبول کرلے تو اُسے یہ اپنی سعادت سمجھنی چاہیئے اور اگر وہ کسی مرید کو ردّ کر دے، تو اُسے اپنی بدبختی شمار کرنی چاہیئے۔ العیاذ باللہ (ہم اس چیز سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں) اللہ تعالیٰ کی رضا کو پیر کی رضا کے پس پردہ رکھا گیا ہے۔ جب تک مرید اپنے آپ کو پیر کی رضامندیوں میں گم نہ کر دے اللہ تعالیٰ کی رضامندیوں تک نہیں پہنچ سکتا۔ مرید کی سب سے بڑی آفت پیر کو ایذا اور آزار دینے میں ہے۔ ہر لغزش جو اس کے علاوہ ہو اس کا تدارک کر لینا ممکن ہے لیکن آزارِ پیر کا تدارک کسی چیز سے بھی نہیں ہو سکتا۔ آزارِ پیر، مرید کیلئے شقاوت اور بدبختی کی بنیاد ہے۔ العیاذ باللہ (اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ)۔ اعتقاداتِ اسلامیہ میں بڑا خلل اور احکامِ شرعیہ کی بجا آوری میں بڑا فتور آزارِ پیر کا ہی نتیجہ اور ثمرہ ہوتا ہے۔ احوال و مواجید کہ جن کا تعلق باطن سے ہوتا ہے اُن میں جس قدر خلل اور فتور واقع ہوتا ہے اس کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔ اگر باوجود پیر کی ایذا رسانی کے احوال میں کچھ اثر باقی رہ جائے تو اُسے استدراج (اور مہلت) میں سے شمار کرنا اور سمجھنا چاہیئے کہ وہ آخر میں وہ لامحالہ خرابی ہی لائے گا اور سوائے نقصان کے اور کوئی نتیجہ نہیں دے گا۔

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ (رسالہ مبداء و معاد م ۱۸۱ تا م ۱۸۲) || "سلامتی ہو اُس پر جو ہدایت کی پیروی کرے"

⑨ جان لے کہ اس راہِ فقر پر چلنے والے دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو مرید ہیں یا مراد۔ اگر مراد ہوں تو انہیں مبارک ہو کیونکہ انہیں انجذاب اور محبت کے راستے سے کشاں کشاں لے جائیں گے۔ اور مطلبِ اعلیٰ تک پہنچا دیں گے اور ہر ادب جو درکار ہو بالواسطہ یا بلا واسطہ انہیں سکھا دیں گے۔ اگر کوئی لغزش واقع ہوگی تو انہیں جلدی آگاہ فرما دیں گے اور اُن پر گرفت نہیں کریں گے۔ اور اگر اُنہیں ظاہری پیر کی ضرورت ہوگی تو اُن کی کوششوں کے بغیر اُس دولت تک پہنچا دیں گے۔

حاصل کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عنایتِ ازلی ان بزرگوں کے حال کی کفیل ہے۔ بالواسطہ یا بلا واسطہ اُن کے کام کیلئے اللہ تعالیٰ کافی ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں جسے چاہتا ہے برگزیدہ بنا لیتا ہے اور اگر مرید ہوں گے تو اُن کا کام کامل اور مکمل کرنے والے پیر کے واسطہ کے بغیر دشوار ہے بلکہ اُن کے لیے پیر ایسا ہونا چاہیئے جو جذبہ اور سلوک کی دولت سے مشرف اور فنا و بقا کی سعادت سے بہرہ ور ہو۔ اور سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ، سیر عن اللہ باللہ اور سیر فی الاشیاء باللہ کو مکمل طور پر طے کر چکا ہو، اگر اُس کا جذبہ اُس کے سلوک پر مقدم ہو اور مرادوں کی تربیت سے پرورش پائی ہو تو نہایت ہی اکسیر ہے۔ اُس کا کلام دوا اور اُس کی نظر شفا ہے، مردہ دلوں کی زندگی اُس کی توجہ شریف سے وابستہ ہے اور پژمردہ جانوں کی تازگی اُس کی التفاتِ لطیف کے ساتھ مربوط ہے اگر اُس طرح کا صاحبِ دولت پیر میسر نہ آئے۔ تو سالک مجذوب ہی غنیمت ہے۔ ناقصوں کی تربیت اُس سے بھی ہو جائیگی اور اُس کی وساطت سے فناہ و بقا کی دولت تک پہنچ جائیں گے۔ ؎

آسماں نسبت بہ عرش آمد فرود || "آسماں عرش کی نسبت تو نیچے ہے۔
ورنہ بس عالی است پیش خاک تود || لیکن تو وہ خاک سے بہت اونچا ہے۔

اور اگر عنایتِ خداوندی جل شانہٗ سے کسی طالب کو اس طرح کے کامل اور کامل کرنے والے پیر تک پہنچا دیں تو چاہیئے کہ اُس کے وجود شریف کو غنیمت سمجھے اور اپنے آپ کو مکمل طور پر اُس کے سپرد کر دے اور اپنی نیک بختی اُس کی رضامندی کے کاموں میں جانے اور اپنی بدبختی اُس کی ناراضگی میں خیال کرے، مختصر یہ کہ اپنی ہر خواہش کو اُس کی رضا کے تابع کر دے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے:

لَنْ یُّؤْمِنَ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ (مشکوٰۃ شریف) || "تم میں سے کوئی شخص اُس وقت مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنی خواہشِ نفس کو اُس چیز کے تابع نہ کر دے

|| جسے میں لے کر آیا ہوں (یعنی دین و شریعت کے تابع)۔

یہ بات بھی مرید کے ذہن میں رہنی چاہیئے کہ آداب صحبت اور شرائط کا لحاظ بھی اس راہ کی ضروریات سے ہے۔ تاکہ فائدہ پہنچانے اور فائدہ حاصل کرنے کا راستہ کھُلے۔ اس کے بغیر صحبت کا کوئی فائدہ نہیں اور نہ ہی مجلس کا کوئی مقصد اور نتیجہ ہے۔ بعض آداب اور ضروری شرائط بیان کی جاتی ہیں، ذرا گوشِ ہوش سے سُنیں:۔

اے عزیز! تو جان لے کہ طالب کو چاہیئے کہ اپنے دل کے چہرے کو تمام اطراف سے موڑ کر اپنے پیر کی طرف متوجہ کرے۔ اور پیر کی موجودگی میں اُس کی اجازت کے بغیر نوافل اور اذکار میں مشغول نہ ہو اور اپنے آپ کو مکمل طور پر اُس کی طرف متوجہ کر کے بیٹھے اور فرض و سنت نماز کے علاوہ کوئی نماز اُس کی مجلس میں ادا نہ کرے۔

موجودہ بادشاہ کے متعلق منقول ہے کہ اُس کا وزیر اُس کے سامنے کھڑا تھا کہ اچانک اُس کی نظر اپنے کپڑوں پر پڑی اور وہ اپنے ہاتھ سے اُس کا بند درست کرنے لگا۔ اس دوران بادشاہ کی نظر اُس پر پڑی تو دیکھا کہ وزیر اُس کی طرف متوجہ نہیں ہے۔ بادشاہ نے زبانِ عتاب سے کہا کہ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ تو میرا وزیر ہو اور میرے سامنے اپنے کپڑے کے بند کی طرف توجہ کرے۔

اب غور کرنا چاہیئے کہ جب کمینی دنیا کے وسائل کیلئے باریک آداب درکار ہیں تو جو چیزیں (مرشد وغیرہ) خدا تک پہنچنے کا وسیلہ ہیں، اُن کی رعائت تو بہت کامل طریقہ پر کرنی لازم ہوگی اور جہاں تک ممکن ہو، ایسی جگہ نہ کھڑا ہو کہ اُس کا سایہ پیر کے کپڑوں پر یا پیر کے سایے پر پڑتا ہو۔ اور پیر کی جائے نماز پر پاؤں نہ رکھے اور اس کے وضوخانہ میں وضو نہ کرے اور اُس کے خاص برتنوں کو اپنے استعمال میں نہ لائے اور اُس کے سامنے پانی نہ پیئے اور نہ کھانا کھائے اور نہ کسی سے بات کرے۔ بلکہ کسی اور کی طرف متوجہ بھی نہ ہو اور پیر کی عدم موجودگی میں اُس طرف پاؤں نہ کرے جس طرف پیر ہو اور نہ اس طرف تھوکے۔ جو کچھ پیر سے صادر ہو اُسے درست جانے اگرچہ وہ بظاہر درست نظر نہ آئے۔ کیونکہ پیر جو کچھ کرتا ہے، الہام اور اذنِ الٰہی سے کرتا ہے لہذا ایسی صورت میں اعتراض کی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن اگر بعض صورتوں میں اُس کے الہام میں خطا واقع ہو جائے تو یہ الہامی خطا مثل خطاءِ اجتہادی کے ہے جس پر اعتراض کرنا یا ملامت جائز نہیں۔ نیز چونکہ مرید کو پیر سے محبت پیدا ہو چکی ہوتی ہے اور

محبوب سے جو کچھ بھی صادر ہو، محبّ کو اچھا ہی نظر آتا ہے لہٰذا اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں اور تمام کلّی و جزوی امور میں اپنے پیر کی اقتدا کرے یعنی کھانے، پینے، سونے اور طاعت کرنے میں پیر کی پیروی کرے۔ پیر کی طرز پر نماز کو ادا کرنا چاہیئے اور فقہ کو اُس کے عمل سے سیکھنا چاہیئے۔ ؎

آنراکہ در سرائے نگاریست فارغ است	"جس کے گھر میں معشوق ہو، وہ باغ و بوستان کی سیر
از باغ و بوستان و تماشائے لالہ زار	اور لالہ زار کے تماشے سے فارغ ہے۔"

پیر کی حرکات و سکنات میں اعتراض کو قطعاً گنجائش نہ دے چاہے وہ اعتراض رائی کے دانے کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ اعتراض کا نتیجہ سوائے محرومی کے اور کچھ نہیں ہے اور تمام مخلوق میں سب سے زیادہ بد بخت وہ شخص ہے جو اس گروہِ اولیاء کے عیب نکالے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس بلائے عظیم سے نجات دے۔ اور اپنے پیر سے خوارق و کرامات کا مطالبہ نہ کرے، اگرچہ یہ طلب دل میں وسوسے اور خطرے کی شکل میں ہو۔ کیا تُو نے کبھی سُنا ہے کہ کسی مومن نے اپنے نبی سے معجزہ طلب کیا ہو۔ کفار اور منکر ہی معجزے کے طالب ہوا کرتے ہیں۔ ؎

معجزات از بہر قہر دشمن است	"معجزات دشمن کو مغلوب کرنے کیلئے ہیں اور
بوئے جنسیّت پئے دل بُردن است	دل قابو کرنے کیلئے جنسیّت کی بُو ہے۔
موجب ایماں نباشد معجزات	معجزات ایمان کا باعث نہیں ہوتے بلکہ جنسیّت
بوئے جنسیّت کند جذب صفات	کی بُو صفات کو جذب کرتی ہے۔"

اگر دل میں کسی قسم کا شبہ پیدا ہو جائے تو بلا توقف پیر کی خدمت میں عرض کرے، اگر حل نہ ہو تو اپنی کوتاہی اور قصور سمجھے اور کوئی نقصان پیر کی طرف منسوب نہ کرے۔ اور جو بھی واقع پیش آئے پیر سے پوشیدہ نہ رکھے اور واقعات کی تعبیر اُس سے دریافت کرے اور جو تعبیر خود طالب پر منکشف ہو وہ بھی عرض کرے اور صواب و خطا کو اُس سے دریافت کرے اور اپنے مکاشفات پر ہرگز اعتبار نہ کرے کیونکہ اس دنیا میں حق، باطل کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اور بے ضرورت اور بلا اجازت اپنے پیر سے جدا نہ ہو کیونکہ غیر کو اُس پر اختیار کرنا عقیدت کے منافی ہے اور اپنی آواز کو اُس کی آواز سے بلند نہ کرے اور بلند آواز سے اُس کے ساتھ بات نہ کرے کیونکہ یہ بے ادبی ہے اور جو فیوض و فتوحات حاصل ہوں اُن کو پیر کی وساطت [illegible] اور اگر خواب میں دیکھے کہ اُسے دوسرے

مشائخ سے فیض پہنچا ہے تو اُسے بھی اپنے پیر کی طرف سے جانے ۔ اور یہ اعتقاد رکھے کہ جب پیر کمالات و فیوض کا جامع ہے تو پیر کا خاص فیض مرید کی خاص استعداد کے مناسب شیوخ میں سے ایک شیخ کے کمال کے موافق کہ افاضہ کی صورت میں اُس سے ظاہر ہوتی ہے، مرید تک پہنچا ہے اور پیر کے لطائف میں سے ایک لطیفہ جو اُس فیض سے مناسبت رکھتا ہے، اُس شیخ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے لیکن مرید نے بسبب ابتلا، اس لطیفہ کو دوسرا شیخ خیال کیا ہے اور فیض کو اُس کی طرف سے سمجھا ہے، جو بہت بڑا مغالطہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ لغزش قدم سے بچائے اور پیر کے ساتھ حسنِ اعتقاد اور اس کی محبت پر قائم رکھے ۔ بحرمت سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات ۔ مختصر یہ کہ "الطریق کلہ ادب" (طریقت سب ادب ہے) مثل مشہور ہے ۔ کوئی بے ادب خدا تک نہیں پہنچ سکتا[لہ] اور اگر مرید بعض آداب کی رعایت میں اپنے آپ کو کوتاہ جانے اور ان کی مناسب ادائیگی نہ کر سکے اور کوشش و سعی کے باوجود عہدہ برآ نہ ہو سکے تو اس کیلئے معافی ہے لیکن اپنی اس کوتاہی کا اعتراف ضروری ہے اگر عیاذ باللہ سبحانہ (خدا کی پناہ) آداب کی رعایت نہ کرے اور اپنی کوتاہی کا اعتراف بھی نہ کرے تو ایسا مرید ان بزرگوں کی برکتوں سے محروم رہتا ہے ۔ ؎

ہر کرا روئے بہ بہبود نبود	"جسے اپنی بھلائی کا خود خیال نہ ہو ۔
دیدنِ روئے نبی سود نبود	وہ اگر نبی کے چہرے کو بھی دیکھ لے تو بے سود ہے ۔"

[لہ] یہی وجہ ہے کہ جو فرقے صحابہ کرام ۔ اہل بیت عظام اور انبیاء و اولیاء کے بے ادب اور گستاخ ہیں، آج تک اُن میں کوئی ولی پیدا نہیں ہوا، اور نہ قیامت تک ہوگا ۔ عارف رومی قدس سرہ نے مثنوی شریف میں فرمایا ہے ۔ ؎

(۱)	از خدا خواہیم توفیقِ ادب !	ہم خدا تعالیٰ سے ادب کی توفیق مانگتے ہیں
	بے ادب محروم گشت از فضلِ رب	کیونکہ بے ادب انسان اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے محروم رہتا ہے ۔
(۲)	بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد !	بے ادب انسان صرف اپنے آپ کو ہی برائی میں مبتلا نہیں کرتا
	بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد	بلکہ سارے جہان میں بے ادبی کے فتنے کی آگ بھڑکا دیتا ہے
(۳)	ہر کہ گستاخی کند اندر طریق	جو شخص طریقت میں گستاخی کا مرتکب ہوتا ہے ۔
	گردد اندر وادیٔ حسرت غریق	وہ وادیٔ حسرت میں ڈوب کر رہ جاتا ہے ۔
(۴)	ہر چہ آمد بر تو از ظلمات و غم	تم پر جو تاریکیاں اور رنج و غم چھائے رہتے ہیں
	آن ز بے باکی و گستاخیست ہم	اُس کی وجہ تمہاری بے باکی اور گستاخی ہے (قصوری)

ہاں وہ مرید جو اپنے پیر کی توجہ اور برکت سے فناء و بقا کے مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے۔ اور الہام و فراست کا راستہ اس پر ظاہر ہو جاتا ہے، اور پیر بھی اس کو تسلیم کرے اور اُس کے کمال کی گواہی دے تو اس مرید کیلئے جائز ہے کہ وہ بعض الہامی امور میں اپنے پیر کے خلاف کرے اور اپنے الہام کے موافق عمل کرے اگرچہ اُس کے پیر کے نزدیک اُس الہام کا خلاف ہو، کیونکہ اس وقت وہ مرید تقلید کے حلقہ سے نکل گیا ہے اور اب اُس کیلئے تقلید کرنا خطا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے امورِ اجتہادیہ اور احکامِ غیر منزلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اختلاف کیا ہے[ل] اور بعض اوقات صواب جانبِ اصحاب میں ظاہر ہوا ہے جیسا کہ اربابِ علم پر مخفی نہیں۔

پس ثابت ہو گیا کہ مرتبۂ کمال تک پہنچنے کے بعد مرید کا اپنے پیر سے اختلاف کرنا جائز ہے اور بے ادبی سے مبرّا اور پاک ہے بلکہ یہاں اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کرنا ہی ادب ہے، ورنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو پورے آداب سیکھ چکے تھے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تقلید کے سوا کچھ نہ کرتے۔

امام ابو یوسفؒ کے لیے مرتبۂ اجتہاد پر پہنچنے کے بعد امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کرنا خطا ہے اور درستی اپنی رائے کی متابعت میں ہے نہ کہ امام ابو حنیفہؒ کی متابعت میں۔ امام ابو یوسفؒ کے متعلق یہ قول مشہور ہے کہ میں امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ مسئلہ خلق قرآن میں چھ مہینے جھگڑتا رہا۔ تم نے یہ ضرور سُنا ہوگا کہ فن کی تکمیل بہت سے افکار کے ملنے سے ہوتی ہے۔ اگر فن اور علم ایک ہی فکر میں بند رہتا تو اس میں زیادتی اور اضافہ نہ ہوتا۔ علمِ نحو جو سیبویہ کے زمانہ میں تھا، آج نحویوں کے اختلاف آراء اور بہت سی انظار (نظریں) ملنے سے سو گنا زیادہ اور کامل ہو چکا ہے۔ لیکن چونکہ اس علم کی بنا امام سیبویہ نے رکھی ہے لہٰذا بزرگی اور فضیلت اُسی کیلئے مسلّم ہے فضیلت متقدمین کیلئے ہی ہے اور کمال متاخرین کیلئے۔ حدیث نبوی ہے علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام۔

مثل امتی کمثل المطر یُدری اولہم خیر ║ "میری اُمت کی مثال بارش کی سی ہے یہ پتہ نہیں

[ل] جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہت سے واقعات اس پر دلالت کرتے ہیں خصوصاً جنگ بدر کا واقعہ۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اس طرح کا اختلاف محض صورتاً تھا ورنہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جو کچھ صادر ہوتا تھا وہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا فیض اور آپ ہی کی توجہ اور برکت کا نتیجہ ہوتا تھا۔ (قصوری)

ام آخرھم ۔	چلتا کہ اس کا پہلا حصہ بہتر ہے یا آخری حصہ ۔

اے عزیز! جان لے کہ صوفیائے کرام نے کہا ہے :

الشَّیخُ یُحْیِی وَیُمِیتُ	"شیخ زندہ بھی کر سکتا ہے اور مار بھی سکتا ہے" ۔

زندہ کرنا اور مارنا پیری کے لوازمات میں سے ہے لیکن اس زندہ کرنے سے مراد روح کا زندہ کرنا ہے نا کہ جسم کا ۔ اسی طرح مارنے سے مراد روح کا مارنا ہے نہ کہ جسم کا ۔ اور حیات و موت سے مراد فنا و بقا ہے جو مقام ولائیت و کمال پر پہنچا دیتی ہے ۔ شیخ مقتدیٰ، اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان دو باتوں کا کفیل اور ضامن ہے پس شیخ میں اس کے زندہ کرنے اور مارنے کی قوّت کا ہونا ضروری ہے اور یُحْیِی وَیُمِیتُ کے معنی ہیں یبقی ویفنی ۔ یعنی بقا عطا کرتا ہے اور فانی کرتا ہے یعنی بقا و فنا کے مرتبہ پر پہنچاتا ہے ۔ جسم کو زندہ کرنے اور مارنے کے منصب و مرتبہ کو منصب شیخی سے کچھ سرو کار نہیں ۔

شیخ مقتدا، کہربا (ایک قسم کا زرد گوند ۔ اگر اُسے اُون کے کپڑے سے رگڑیں تو گھاس کے تنکے اٹھا لیتا ہے) کی طرح ہے جس کسی کو اُس سے مناسبت ہوگی وہ خس و خاشاک کی طرح اُس کے پیچھے دوڑتا آئے گا ۔ اور اپنا حصہ اُس سے پالے گا ۔ خوارق و کرامات مریدوں کو کھینچنے کیلئے نہیں ہیں ، مرید معنوی مناسبت سے کھینچ کر آتے ہیں اور جو شخص ان بزرگوں سے مناسبت نہیں رکھتا وہ اُن کے کمالات کی دولت سے محروم ہے اگرچہ ہزار معجزے ، خوارق و کرامات دیکھے ، ابوجہل اور ابولہب کو اس معنی کی دلیل بنانا چاہیئے ۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کے بارے میں فرمایا :

وان یروا کل آیۃ لا یومنوا بھا حتیٰ اذا جاءوک یجادلونک یقول الذین کفروا ان ھٰذا الا اساطیر الاولین	"اور اگر یہ لوگ سب نشانیاں بھی دیکھ لیں تو پھر بھی ایمان نہ لائیں گے ، یہاں تک کہ جب یہ لوگ آپکے پاس آئیں گے تو آپ سے جھگڑیں گے کہ یہ قرآن تو پہلے لوگوں کے بے اصل قصّے کہانیاں ہیں" ۔
(سورہ الانعام : ۲۵)	

(مکتوبات شریف جلد اول مکتوب شریف ۲۹۲)

⑩ مولانا حاجی محمد نے اظہار کیا تھا کہ تقریباً دو ماہ کا عرصہ ہو رہا ہے کہ باطنی اشغال میں فتور اور سستی واقع ہو گئی ہے اور وہ ذوق و حلاوت جو پہلے حاصل تھا ، اب نہیں رہا ۔ بارہا عزم کرنے کی

ضرورت نہیں ہے بشرطیکہ دو چیزوں میں خرابی واقع نہ ہوئی ہو۔ اُن دو چیزوں میں سے ایک صاحبِ شریعت علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات والتحیات کی متابعت ہے۔ دوسری چیز اپنے شیخ کی محبت اور اخلاص۔ ان دو چیزوں کی موجودگی میں اگر ہزاروں تاریکیاں، تیرگیاں، ظلمتیں اور کدورتیں طاری ہو جائیں تو کچھ غم و فکر نہیں ہے کیونکہ آخر اس کو ضائع نہ چھوڑا جائے گا۔ اگر العیاذ باللہ ان دو سے کسی ایک میں بھی نقصان پیدا ہو گیا تو پھر خرابی ہی خرابی ہے اگرچہ حضور و جمعیت کی حالت میں ہی کیوں نہ رہے کہ یہ استدراج ہے۔ اور آخر کار اس کا انجام خراب ہے۔ اللہ تعالےٰ سے گریہ و زاری کے ساتھ ان دو چیزوں پر استقامت و ثبات کی دعا کرتے رہیں کیونکہ یہی دو امر کارِ دین کا مدار اور نجاتِ اُخروی کا انحصار ہیں۔ (مکتوبات شریف جلد ثانی مکتوب ۳۰)

(۱۱) جاننا چاہیئے کہ ذکر سے مراد غفلت کا دُور کرنا ہے جس طرح کہ ہو سکے۔ نہ یہ کہ ذکر، کلمۂ نفی و اثبات کے تکرار یا اسم ذات کے تکرار میں منحصر ہے جس طرح کہ لوگوں کا گمان ہے۔ پس احکامِ شریعت کی بجا آوری منہیاتِ شرعیہ سے باز رہنا، سب ذکر میں داخل ہے۔ حدودِ شرعیہ کی رعایت کے ساتھ خرید و فروخت بھی ذکر ہے۔ اسی طرح نکاح و طلاق بھی اسی رعایت کے ساتھ ذکر ہے۔ کیونکہ رعایتِ مذکورہ کے ساتھ ان اُمور کے کرنے کے وقت حکم دینے والا اور روکنے والا (اللہ تعالیٰ جل شانہٗ) ان امور کے کرنے والے کا نصب العین ہوتا ہے لہٰذا غفلت کی گنجائش نہیں رہتی۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ وہ ذکر جو مذکور (یعنی حق سبحانہٗ) کے اسم و صفت کے ساتھ واقع ہو۔ جلدی اثر کرنے والا، محبت بخشنے والا اور مذکور تک جلد پہنچانے والا ہے بخلاف اُس ذکر کے جو اوامر کی بجا آوری اور نواہی سے باز رہنے کے ساتھ واقع ہو کیونکہ وہ ان اوصاف سے چنداں بہرہ ور نہیں۔ اگرچہ بعض افراد میں کہ جن کا ذکر اوامر کی بجا آوری اور نواہی سے باز رہنے کے ساتھ ہوتا ہے یہ اوصاف کمی کے طور پر پائے جاتے ہیں۔ حضرت خواجہ خواجگان خواجہ نقشبند قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا تاج الدین تابیادی قدس سرہٗ علم کے راستے سے خدا تعالےٰ تک پہنچتے ہیں۔

نیز جو ذکر اسم اور صفت کی شکل میں وقوع پذیر ہوتا ہے وہ اُس ذکر کا ذریعہ بنتا ہے جو حدودِ شرعیہ کی رعایت میں حاصل ہوتا ہے اس لیے تمام امور میں احکام شرعیہ کی رعایت کرنی،

شرع برپا کرنے والے کی کامل محبت کے بغیر میسّر نہیں ہو سکتی۔ اور یہ کامل محبت اللہ تعالیٰ کے اسم و صفت کے ذکر سے وابستہ ہے۔ لہٰذا پہلے وہ ذکر چاہیئے تاکہ اس ذکر کی دولت سے مشرف ہو ہاں عنایت الٰہی کا معاملہ ہی جدا ہے، وہاں نہ کوئی شرط ہے اور نہ کوئی وسیلہ کی ضرورت۔

اَللّٰہُ یَجْتَبِیْ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ (پارہ ۲۵ سورہ الشوریٰ رکوع ۲)	اللہ برگزیدہ بنالیتا ہے اپنی ذات کے لیے جسے چاہتا ہے۔

(مکتوبات شریف جلد ثانی مکتوب ۴۶)

⑫ نور محمد انبالوی کو تحریر فرماتے ہیں کہ آپ نے جو دریافت کیا ہے کہ اگر کوئی طالب اپنے پیر کی زندگی میں کسی دوسرے شیخ کے پاس چلا جائے اور طلب خدا کرے، تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ سو معلوم ہونا چاہیئے کہ مقصود اللہ تعالیٰ حق سبحانہٗ کی ذات گرامی ہے اور پیر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچنے کا ایک وسیلہ اور ذریعہ ہے۔ لہٰذا اگر کوئی طالب اپنا رُشد اور بھلائی دوسرے شیخ کے پاس دیکھے اور اپنے دل کو اس کی صحبت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ جمع پائے تو جائز ہے کہ پیر کی زندگی میں پیر کی اجازت کے بغیر اُس شیخ کے پاس چلا جائے اور اُس سے طلب رُشد کرے۔ لیکن اُسے چاہیئے کہ پہلے پیر سے انکار نہ کرے اور اُس کو نیکی سے یاد کرے۔ خصوصاً آج کل کے پیر جو اپنے آپ سے بے خبر ہیں اور ایمان و کفر میں تمیز نہیں کر سکتے، وہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی کیا خبر دے سکیں گے۔ اور مرید کو کون سی راہ دکھائیں گے۔ ؎

آنکہ از خویشتن چو نیست جنیں	ماں کے پیٹ کا بچہ جب اپنی خبر بھی نہیں رکھتا
کے خبر دارد از چناں و چنیں	تو وہ اور کسی کی کیا خبر رکھے گا۔

افسوس ہے کہ اُس مرید پر جو اس طرح کے پیر پر اعتقاد کر کے بیٹھ رہے اور دوسرے کی طرف رجوع نہ کرے اور راہِ خدا معلوم نہ کرے۔ یہ شیطانی وسوسے ہیں جو ناقص پیر کی زندگی کے ذریعے آئے ہیں کہ وہ طالب کو خداوند تعالیٰ کی طرف سے روک دیں۔ اُسے چاہیئے کہ جس جگہ اُسے رُشد اور جمعیتِ خاطر حاصل ہو، بغیر کسی توقف اور تامّل کے وہاں رجوع کرے اور شیطانی وساوس سے پناہ مانگنی چاہیئے۔ (جلد ثانی مکتوب ۶۲)

حضرت مجددؒ کے مقامات ومعارف پر اعتراضات

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے بعض معارف پر لوگوں نے اعتراضات کئے ہیں جن کے جوابات خود حضرت نے مدلل اور شافی تحریر فرمائے ہیں اور آپ کے خلیفہ شیخ بدرالدین سرہندیؒ نے بھی حضرات القدس میں چند شبہات کو بیان کر کے اُن کے مفصل جوابات لکھے ہیں۔ جن کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں قدس سرہٗ یوں تحریر فرماتے ہیں۔

”حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے تمام معارف کتاب وسنت کے موافق ہیں، جن مقامات پر معترضین نے اعتراضات کئے ہیں، خود حضرت نے اُن کے جوابات تحریر فرمائے ہیں وہ اہل انصاف کے نزدیک کافی ہیں۔ بہت سے کلمات جن پر اربابِ ظاہر نے اعتراض کئے ہیں اولیائے کرام سے صادر ہوئے ہیں اور وہ بغیر تاویل کے درست نہیں پس جو تاویل (یعنی غلبۂ احوال یا معانی مقصودہ کے ساتھ الفاظ کی عدم مساعدت یا امر الٰہی اُن کے اظہار کا) کہ ان کلمات میں کی جاتی ہے وہ حضرت مجددؒ کے کلام میں بھی جاری ہے اور شیخ محدثؒ[1] رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ اوائل حال میں حضرت کے بعض معارف پر اعتراض لکھے ہیں مگر آخر میں اُن سے رجوع کیا اور خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے خلیفہ خواجہ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں یوں تحریر فرمایا۔

”ان دنوں میں میاں شیخ احمد سلمہٗ اللہ تعالیٰ کی نسبت فقیر کی صفائی حد سے متجاوز ہے اور بشریت وطبیعت کا پردہ بالکل نہیں رہا ہے۔ رعایتِ طریقہ وانصاف اور حکمِ عقل یہ ہے کہ ایسے بزرگوں سے بیگانگی نہ چاہیئے۔ قطع نظر اس سے میرے باطن میں بطریقِ ذوق ووجدان وغلبہ ایسی بات آئی ہے کہ زبان اُس کے بیان سے گُنگ ہے پاک ہے اللہ جو دلوں کو پھیرنے والا اور حالات کو بدلنے والا ہے، شاید ظاہر بین لوگ بعید سمجھیں، میں نہیں جانتا کہ حال کیا ہے اور کس طرح پر ہے۔“

بادشاہ سے آپ کو تکلیف کا پہنچنا اس امر کی دلیل ہے کہ آپ کو انبیائے کرام علیہم السلام کی کمالِ متابعت حاصل ہے، حضرت یوسف علیہ السلام قید خانہ میں معتکف تھے اور حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے محصب میں گوشہ نشینی اختیار فرمائی۔

---

[1] حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ۔

حضرت مجددؒ کے مخلصوں نے اعتراض و شبہات کی تردید میں رسالے لکھے ہیں اور ردِّ شبہات میں سب سے اچھا رسالہ میرزا محمد بیگ بدخشی کا ہے جو آپ نے مکہ شریف میں تحریر فرمایا اور چاروں مذہبوں کے مفتیوں نے اس پر اپنی مہریں ثبت کیں[1]۔

فیضِ الٰہی کی حد نہیں۔ اولیاء میں سے ہر ایک کی استعداد کے موافق ظہور میں آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے متاخرین کو حسبِ اقتضائے حکمتِ بالغہ ایسے کمالات عنایت کیے کہ متقدمین سے وہ تمام علوم و فیوض مروی نہیں۔ انبیاء علیہم السلام میں ایک کی فضیلت دوسرے پر ثابت ہے اور اولیاء میں بھی ایسا ہی ہے۔ وہ مقامات کہ جن سے حضرت مجددؒ ممتاز ہیں۔ آپ کے طریقہ کے مستفید کثرت سے ان درجات و حالات پر پہنچے ہیں اور اُن علوم و کیفیات کا اقرار کرتے ہیں۔ پس ان مقامات میں کوئی شبہ نہیں رہا کیونکہ خبرِ متواتر صدق و یقین کا افادہ کرتی ہے۔ جو شخص اُن مقامات پر نہیں پہنچا اور اُن کو بعید خیال کرتا ہے وہ اپنی جہالت کے سبب سے معذور ہے۔

خرقِ عادات کا ظاہر ہونا علوِ کمالات کی شرط نہیں ہے۔ اصحابِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے باوجود علوِ درجات کے کہ جن تک کوئی نہیں پہنچ سکتا، کثرتِ خوارقِ عادات اور نسبتہائے ذوق و شوق و جذبہ و استغراق صادر نہیں ہوئے۔ حضرت سیّد نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر حضرت حافظ محمد محسن قدس سرہٗ، حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کی خدمت میں استفادہ کے لیے گئے۔ حضرت خواجہ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے بزرگ ہمارے بزرگوں کا انکار کرتے ہیں تم انکار کے ساتھ آئے یا اقرار کے ساتھ؟ حضرت حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ انکار سے عذر کرنے کیلئے آیا ہوں۔ پس وہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی صحبت میں درجہ کمال و تکمیل پر پہنچ گئے۔ (ملفوظات حضرت میرزا جانِ جاناں قدس سرہٗ)

حضرت میرزا شہید قدس سرہٗ دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"برخوردار! جو شبہات کہ بے عقلوں کے گمان میں قیوم ربانی مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ السامی کے مقاماتِ کرامت آیات پر وارد ہوتے ہیں۔ آپ نے اُن کے جوابات پوچھے ہیں

---

[1] اُردو زبان میں اسی موضوع پر حضرت شاہ زید ابو الحسن دہلوی (د ۱۹۹۳ء) سجادہ نشین درگاہ حضرت شاہ ابو الخیر دہلی کی کتاب "حضرت مجدد اور اُن کے ناقدین" مطالعے کی چیز ہے۔

آپ کو معلوم رہے کہ ان اعتراضات کی بنا جہالت پر ہے یا حسد پر، اور یہ رسم انکار معمول قدیم ہے۔ اہل تعصب نے شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اکابر کی تکفیر میں رسالے لکھے ہیں اور حضرت مجدد قدس سرہٗ نے اپنے مکتوبات شریف میں ان تمام شبہات کے جواب بطریق دفع دخل مقدر تحریر فرمائے ہیں اور حضرت اقدس کی اولاد امجاد میں سے حضرت شاہ یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں ایک مفصل رسالہ لکھا ہے اور حضرت مولوی فرخ شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق اجمال ایک رسالہ موسومہ "کشف الغطاء عن وجہ الخلفاء" تحریر کیا ہے اور آنجناب کے مخلصوں میں سے مولانا محمد بیگ ترکی ثم مکی رحمۃ اللہ علیہ نے محمد برزنجی تلمیذ شیخ ابراہیم کردی ثم مدنی کے رسالہ کی تردید میں ایک رسالہ موسومہ بہ "عطیۃ الوہاب الفاصل بین الخطأ والصواب" بطریق سوال و جواب لکھا ہے اور ملک عرب کے علمائے مذاہب اربعہ کی مہروں سے مزین کیا ہے۔" (مکتوبات حضرت میرزا مظہر قدس سرہ مکتوب پنجم)

یہ رسالہ ۱۰" × ۶" سائز کے ۶۲ صفحات پر مشتمل ہے، ۱۸/ ربیع الاول ۱۰۹۴ھ کو لکھا گیا اور مندرجہ ذیل علماء کرام نے اس پر اپنی تصدیق و توثیق و دستخط ثبت فرمائے:۔

① شیخ احمد بشیشی مصری ازہری شامی
② مفتی مکہ عبداللہ آفندی عتاقی
③ مفتی سلطانی سید اسعد حنفی مدنی
④ مفتی شافعی امام علی طبری
⑤ امام مالکی عبدالرحمٰن بن محمد صالح
⑥ قاضی زادہ شیخ عید امام حنفی
⑦ شیخ حسن تونسی مغربی
⑧ شیخ قاسم سحدار حنفی
⑨ قاضی مرشد حنفی
⑩ سید علی آفندی

ان علماء نے تصدیق کے ساتھ ساتھ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو بڑے بڑے القاب و آداب سے نوازا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے حرمین شریف میں جہاں چند مخالف تھے

وہاں بکثرت علماء حضرت مجددؒ قدس سرہٗ کی تعریف میں رطب اللسان تھے اور آپ کی علوِ مرتبت کے دل سے قائل۔

حضرت مجددؒ قدس سرہٗ کے مخالفین کے اعتراضات اور اُن کے جوابات کا موضوع بہت طویل و عریض ہے۔ یہاں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ تفصیل سے روشنی ڈالی جا سکے۔ مزید دلچسپی رکھنے والے حضرات مندرجہ ذیل کتابوں کی ورق گردانی فرمائیں تو انشاء اللہ تعالیٰ انہیں گوہرِ مقصود ہاتھ آجائے گا ؎

① سیرت مجددؒ الف ثانی	از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	مطبوعہ کراچی	۱۹۸۳ء
② حضرت مجددؒ اور اُن کے ناقدین	از شاہ زید ابوالحسن فاروقی	مطبوعہ لاہور	۱۹۸۲ء
③ عبداللہ خویشگی قصوری	از پروفیسر محمد اقبال مجددی	مطبوعہ لاہور	۱۹۷۲ء
④ حضرت مجددؒ الف ثانی (ایک تحقیقی جائزہ)	از ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں	مطبوعہ کراچی	۱۹۶۵ء
⑤ جواہر مجددیہ	از خواجہ احمد حسین امروہوی	مطبوعہ لاہور	سن ندارد

دراصل حسد کا مادہ حضرت مجددؒ قدس سرہٗ سے معارفِ غیر متعارف کا ظاہر ہونا ہے جو قرونِ اُولیٰ میں شائع تھے اور قرونِ ثلاثہ مشہود بالخیر کے بعد پوشیدگی کے پردے میں چلے گئے تھے اور چونکہ حضرت قدس سرہٗ کی طینتِ مطہرہ حضور سیدِ عالم رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طینتِ مقدسہ کا بقیہ تھی، لہٰذا اس سبب سے ظاہر ہو گئے ہیں۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے ان مقامات کے قائل کی شان میں نظر کریں۔ اگر وہ کتاب و سنت سے مطلع ہے اور اُس کے اکثر اعمال و اقوال، میزانِ شریعت میں موزوں ہیں تو اُس کے کلام کے متشابہات کو اُس کے کلام کے محکمات کے موافق تاویل کریں یا خدائے عالم السّر والعلانیہ پر چھوڑ دیں اور اُس کو معذور سمجھیں۔ کیونکہ اس قوم کو بہت سے عذر عارض (درپیش) ہوتے ہیں۔ کبھی غلبۂ حال میں اُن کی عبارتیں، اُن کے مرادات کے ساتھ مساعدت نہیں کرتیں اور کبھی معلوماتِ کشفی میں وہم و خیال کے سبب سے خطا واقع ہوتی ہے اور وہ اس خطا میں خطائے اجتہادی کی طرح معذور ہیں اور کبھی اُن کی اصطلاح پر آگاہی حاصل نہیں ہوتی پس ان امور کی رعایت سے

؎ ان کتابوں میں ماضی تا حال کے ناقدین کے اعتراضات اور اُن کے شافی جوابات موجود ہیں۔ قصوری

اعتراض کا ترک لازم ہے۔ بالخصوص حضرت مجددؒ قدس سرہٗ کے کلام بلاغت نظام پر اعتراض کرنا فضول ہے کیونکہ اُن کے طریقہ کی بنا سنت کے اتباع پر ہے اور اُن کی تصنیفات پر اسی نصیحت و موعظت سے بھری پڑی ہیں اور اس فتنہ کے برپا ہونے کا سبب زیادہ تر توحیدِ وجودی کا انکار اور توحیدِ شہودی کا اثبات ہے کیونکہ چار سو سال سے یعنی حضرت شیخ محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ کے عہد سے حضرت مجددؒ قدس سرہٗ کے عہد مبارک تک لوگوں کے کان اور ذہن مسئلہ وحدتِ وجود سے پُر تھے۔ حضرت مجددؒ قدس سرہٗ کا توحیدِ وجودی سے انکار، علمائے ظاہر کی طرح نہیں بلکہ جس مقام سے کہ وجودیہ تکلم کرتے ہیں، حضرت مجددؒ قدس سرہٗ اُس کی تصدیق اور تسلیم کرتے ہیں۔ اتنا فرق ضرور ہے کہ حضرت مجددؒ قدس سرہٗ مقصودِ اصلی کو اُس مقام سے اُوپر فرماتے ہیں اور خالق و مخلوق میں فی الجملہ غیریت ایسے طور سے ثابت کرتے ہیں کہ وحدتِ وجودِ حقیقی میں مخل نہیں جو خارجِ حقیقی میں متحقق ہے بخلاف وجودیہ کے جو خالق و مخلوق میں عینیت ثابت کرتے ہیں۔ (مکتوب حضرت مرزا مظہر مکتوب پنجم)

حضرت میرزا مظہر جانجاناں شہید قدس سرہٗ ایک اور جگہ یوں ارشاد فرماتے ہیں :۔

"ایک دفعہ میں جناب سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوات والتحیات کے جمالِ جہاں آرا سے مشرف ہوا۔ گویا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو مبارک میں برابر لیٹا ہوا ہوں اور نفسِ مبارک کی راحت مجھے پہنچ رہی ہے۔ اسی اثنا میں مجھے پیاس لگی، سرہند شریف کے پیر زادے وہاں حاضر تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن میں سے ایک کو پانی لانے کا حکم دیا۔ بندہ نے عرض کی، یا رسول اللہ! وہ میرے پیر زادے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ ہمارے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ پس اُن میں سے ایک بزرگ پانی لایا اور میں نے سیر ہو کر پیا۔ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! آپ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُن کی مثل میری اُمت میں دوسرا کون ہے؟ میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! اُن کے مکتوبات آپ کی نظر مبارک سے گزرے ہیں؟ فرمایا، اگر تجھے کچھ یاد ہے تو پڑھو۔ بندہ نے آپ کے کسی مکتوب کی یہ عبارت پڑھی۔ انہ تعالیٰ وراء الوراء ثم وراء الوراء۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت پسند فرمائی اور محظوظ ہوئے۔ فرمایا کہ پھر پڑھو میں نے دوبارہ یہی عبارت عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور زیادہ تعریف فرمائی اور محظوظ ہوئے۔ فرمایا کہ پھر پڑھو، میں نے پھر

(تیسری بار) یہی عبارت عرض کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور زیادہ تعریف فرمائی اور یہ حالت دیر تک رہی۔ علی الصبح ایک بزرگ نے آکر کہا کہ میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے کہ تم نے ایک اچھا خواب دیکھا ہے، وہ خواب کیا ہے۔ فقیر نے یہ خواب اُس سے بیان کر دیا، وہ بہت متعجب ہوئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس مبارک اور صحبت سے میں نے اپنے آپ کو سراپائے نور و حضور پایا اور اُس کی کیفیتوں سے جو امرِ بیداری سے بہتر ہے کئی دن تک مجھے بھوک اور پیاس نہ تھی۔" (ملفوظات حضرت مرزا)

حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہٗ لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ عبد الحق دہلوی نے رسالہٗ اعتراضات کے آخر میں لکھا ہے:۔

"فقیر در بارۂ شما بعالمِ غیب متوجہ بود۔ کہ تحریر ایں ہمہ معارف و مقاماتِ شما از چہ راہ است۔ اصلے از حق دارد یا محض سخن سازی است۔ ایں آیہ شریفہ وَاِنْ یَّکُ کَاذِبًا فَعَلَیْہِ کَذِبُہٗ (پارہ ۲۴ سورہ مومن، ع ۴) در باطن القا کردند۔"

فقیر تمہارے بارے میں عالمِ غیب کی طرف متوجہ تھا کہ آپ کے معارف و مقامات کی یہ سب تحریریں کس راہ پر ہیں، انہیں حق سے کوئی نسبت ہے یا سب بناوٹی باتیں ہیں۔ یہ آیہ شریفہ "اگر وہ حقیقتاً جھوٹا ہے تو اُس کے جھوٹ کی شامت اُس پر ہوگی" باطن میں القا ہوئی۔"

ظاہر ہے کہ اس آیت کا نزول فرعون اور فرعونیوں کے اشتباہ کے دور کرنے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حقانیت ثابت کرنے کیلئے ہے پس حضرت شیخ دہلویؒ کا انکار سے باز آنا اور آپ کے باطن شریف پر اس آیت کا القا ہونا رفع اعتراضات کیلئے دو دلیلیں ہیں۔ ؎

؎ مزید تشریح کیلئے ہم پوری آیہ کریمہ اور اس کی تفسیر و تشریح نقل کرتے ہیں تاکہ قارئین کرام اس کے پس منظر سے بخوبی آگاہ ہو سکیں۔

وَاِنْ یَّکُ کَاذِبًا فَعَلَیْہِ کَذِبُہٗ وَاِنْ یَّکُ صَادِقًا یُّصِبْکُمْ بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُکُمْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہْدِیْ مَنْ ہُوَ مُسْرِفٌ کَذَّابٌ ٥ (پارہ ۲۴ سورہ مومن رکوع ۴)

اگر وہ حقیقتاً جھوٹا ہے تو اُس کے جھوٹ کی شامت اُس پر ہوگی اور اگر وہ سچا ہوا اور تم نے اُس کو جھٹلا دیا) تو ضرور پہنچے گا تمہیں عذاب جس کا اُس نے وعدہ تم سے کیا ہے۔ بے شک اللہ ہدایت نہیں دیتا اُسے جو حد سے بڑھنے والا بہت جھوٹ بولنے والا ہو۔

ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ: قطبی قوم کا ایک فرد حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکا تھا لیکن اُس نے اپنی قوم کو اپنے ایمان سے آگاہ نہیں کیا تھا۔ اُس نے جب سنا کہ فرعون نے حضرت کلیم علیہ السلام کو قتل کرنے کا منصوبہ بنا لیا [illegible]

حضرت شیخ محمد فرخ جو عالم کثیر العمل اور حضرت مجددؒ قدس سرہٗ کے پوتوں میں سے تھے، حج کیلئے تشریف لے گئے تو سید محمد برزنجی جو حضرت مجددؒ کے انکار میں تشدد رکھتا تھا۔ اس نے چاہا کہ شیخ کے الزام کیلئے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ آئے۔ شیخ نے دعا کی کہ الٰہی! میں عجمی ہوں اور وہ عربی ہے۔ حرم مبارک میں مجادلہ مناسب نہیں تو مجھے اس کے شر سے بچا۔ وہ سخت بیمار ہو گیا۔ حضرت شیخ نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مقدس کی زیارت سے مشرف ہو کر ہندوستان کا رُخ کیا اور کشتی پر سوار ہو گئے۔ اس نے صحت و قوت پا کر اُن کا تعاقب کیا اور ایک کشتی میں سوار ہوا تاکہ جہاز میں حضرت مجددؒ قدس سرہٗ کے معارف میں اُن سے بحث کرے۔ شیخ نے یوں دعا کی:-

اللھم اکفنیہ بما شئت || یا اللہ! تو مجھے اُس کے شر سے بچا جس چیز کے ساتھ تو چاہے

وہ کشتی دریا میں غرق ہو گئی اور منکر اولیاء کو سزا مل گئی۔ (مقاماتِ مظہری)

حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہٗ لکھتے ہیں کہ "ناسمجھوں نے حضرت مجددؒ کے کلام پر جو اعتراضات کیے تھے اُن کے جواب تو خود آپ نے مکتوبات شریف میں تحریر فرما دیئے ہیں یا دوسروں کو ضرورت ہی نہیں کہ جواب لکھیں، پھر بھی اُن کے صاحبزادگان اور مخلصین نے ان اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں مثلاً حضرت خواجہ محمد یحییٰؒ (ابنِ حضرت مجددؒ) شیخ محمد فرخؒ (ابن خواجہ محمد سعید ابن حضرت مجددؒ) خواجہ عبدالاحدؒ (ابن خواجہ محمد سعید ابن حضرت مجددؒ) مرزا محمد بیگ بدخشی (مکہ شریف) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، اور قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اور دیگر بہت سے احباب و مخلصین نے ردّ لکھا ہے۔ (رسالہ در دفع اعتراضات در کلام حضرت مجددؒ (قلمی) بحوالہ تذکرہ مجدد الف ثانی از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ص ۳۲۲)

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ) ہے تو اس نے ان کو اس ارادہ سے باز آنے کی تلقین شروع کر دی، پہلے تو انہیں جتلایا کہ تم موسیٰ کے درپے آزار کیوں ہو، اُس نے تمہارا کیا جرم کیا ہے، اُس نے کونسی قانون شکنی کی ہے، محض اس لیے تم اسے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے اور اس نے اپنے عقیدہ کی حقانیت دلائل و معجزات سے ثابت کر دی ہے۔ تمہارا معاشرہ تو بڑا ترقی یافتہ ہے تم ان کے ذاتی عقیدہ میں کیوں دخل دیتے ہو، اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ اگر بالفرض وہ غلط کہتا ہے تو خود ہی کیفر کردار کو پہنچ جائے گا۔ ہمیں اپنے ہاتھ اس کے لہو سے رنگین کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ (ضیاء القرآن جلد چہارم ص ۳۰۹ (قصص))

حضرت مجدد قدس سرہ کی اولادِ امجاد

صاحبِ حضرات القدس لکھتے ہیں :-

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی دو بڑی کرامتیں صفحۂ روزگار پر باقی ہیں۔

① آپ کا کلام کہ مشائخ وعرفا ہر وقت اُس کے مماثل لکھنے سے عاجز رہے۔

② آپ کے فرزندگانِ گرامی کہ اُن کو آپ نے اپنے تصرف سے علم وعمل اور کمالاتِ باطنیہ عطا فرمائے۔ رُوئے زمین پر کسی شیخ نے بھی اپنے فرزندوں کو تصرف وتوجہ سے اپنا مثل نہیں بنایا۔ یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے۔

آپ کے سات صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے :-

صاحبزادگان

①	خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ	پیدائش	سنہ ۱۰۰۰ھ	وفات	سنہ ۱۰۲۵ھ ۱۶۱۶ء
②	خواجہ محمد سعید قدس سرہٗ	"	سنہ ۱۰۰۲ھ ۱۰۰۵ھ	"	سنہ ۱۰۷۰ھ ۱۶۵۰ء
③	خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ	"	سنہ ۱۰۰۷ھ	"	سنہ ۱۰۷۹ھ ۱۶۵۹-۶۰ء
④	خواجہ محمد فرخ قدس سرہٗ	"	سنہ ۱۰۱۴ھ	"	سنہ ۱۰۲۵ھ ۱۶۱۶ء
⑤	خواجہ محمد عیسیٰ قدس سرہٗ	"	سنہ ۱۰۱۷ھ	"	سنہ ۱۰۲۵ھ ۱۶۱۶ء
⑥	خواجہ محمد اشرف قدس سرہٗ	"	بعمر شریف دو سال		
⑦	خواجہ محمد یحییٰ قدس سرہٗ	"	سنہ ۱۰۲۴ھ	وفات	سنہ ۱۰۹۶ھ ۱۶۸۵ء

صاحبزادیاں

① بی بی رقیہ بانو علیہا رحمہ، آپ کا شیرخوارگی کے زمانہ میں انتقال ہوا۔

② بی بی خدیجہ بانو علیہا رحمہ[1]، حضرت مجدد قدس سرہ کے بھتیجے مولانا عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب تھیں اُن کے تین صاحبزادے اور سات صاحبزادیاں ہوئیں۔ تاریخ پیدائش و وفات معلوم نہیں ہو سکی۔

---

[1] آپ نے سلوک باطنی اپنے والد بزرگوار حضرت مجدد قدس سرہ سے حاصل کیا تھا۔ ولایت کے مرتبہ پر فائز تھیں۔ (قصوری)

③ بی بی ام کلثوم علیہا رحمہ ، آپ کا چودہ سال کی عمر میں ١٠٢٥ھ / ١٦١٦ء میں انتقال ہوا۔

ذیل میں ہم اختصار کے ساتھ صاحبزادگان عالی شان کے حالاتِ طیبات درج کر رہے ہیں تاکہ قارئین کرام کی تشنگی دور ہو سکے اور دولتِ ایمان میں زیادتی ہو۔

① **خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ :** آپ حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ کے فرزندِ اکبر ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ١٠٠٠ھ میں ہوئی۔ بچپن میں اپنے جدّ بزرگوار کے دامن تربیت میں رہے جب ١٠٠٨ھ میں حضرت مجدد قدس سرہٗ دہلی میں حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ بھی ہمراہ تھے۔ آپ نے بھی حضرت قدس سرہٗ کی نظرِ کرم کی برکتوں سے اور تربیت کے طفیل وہ وہ روحانی ترقیاں حاصل کیں کہ شمار میں نہیں آسکتیں۔ آپ پر معاملاتِ عظیمہ وارد ہوئے یہاں تک کہ کبھی وفورِ مستی اور غلبۂ جذبہ میں ننگے سر، ننگے پاؤں جدھر جی چاہتا نکل جاتے اور سبق کی کتابیں بالائے طاق رکھی جاتیں۔

ایک روز حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی خدمت میں ایک درویش حاضر ہوا۔ اس نے کسی بزرگ کی خدمت میں سلوک تمام کر کے خلافت حاصل کی تھی۔ وہ وطن کو جاتے ہوئے یہاں ٹھہر گیا اس نے اپنے حالاتِ بلند، حضرت خواجہ قدس سرہٗ سے بیان کئے۔ مطلب و مقصد یہ تھا کہ ایسے حالات مجھے حاصل ہیں، اگر یہاں کچھ زیادہ ہے تو استفادہ کر لوں۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے محمد صادق کو طلب کر کے فرمایا، بابا! اپنے احوال بیان کر تاکہ مہمان درویش سن لے، آپ نے وہی درویش والے احوال اور کچھ زائد بیان کئے۔ جب اس درویش نے دیکھا کہ اس آستان کا ایک آٹھ سالہ لڑکا جسے داخلِ سلسلہ ہوئے دو تین ماہ ہوئے ہیں، وہ حالات بیان کرتا ہے جو اسے پچاس سال میں حاصل ہوئے تو اپنے احوال کی دید کا غرور اس کے دماغ سے نکل گیا۔

بچپن ہی سے آپ کشفِ کون اور کشفِ قبور میں نظرِ صائب رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ آپ کے کشف و فراست پر اعتماد کر کے آپ سے امورِ کونیہ غیبیہ دریافت فرمایا کرتے تھے اور قبرستان میں لے جا کر مردوں کے حالات پوچھا کرتے تھے اور آپ جیسا نظر پڑتا عرض کر دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کے چچا شیخ محمد مسعود رحمۃ اللہ علیہ نے بسلسلہ تجارت خراسان کو رختِ سفر باندھا، آپ بطریقِ مشایعت ان کے ساتھ جدِ امجد حضرت مخدوم عبدالاحد قدس سرہٗ کے مزار

تک تشریف لے گئے اور ایک لمحہ مزار مبارک پر مراقب رہے۔ مراقبہ سے سر اٹھا کر فرمانے لگے کہ میرے دادا جان نے چچا جان کو اس سفر سے منع کیا ہے۔ چونکہ اس وقت آپ کمسن تھے، اس لیے شیخ مسعودؒ نے خیال نہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شیخ مسعودؒ اسی سفر میں انتقال فرما گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

آپ جامع علوم عقلیہ و نقلیہ تھے۔ اکثر علوم والد بزرگوار (یعنی حضرت مجددؒ قدس سرہٗ) کے حضور میں حاصل کیے۔ کچھ مولانا محمد طاہر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اور کچھ مولانا معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاصل کیے۔ اٹھارہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو کر تدریس میں مشغول ہو گئے۔ معقول و منقول میں آپ کو اس قدر مہارتِ تامہ اور شہرتِ عامہ تھی کہ ایک روز آپ کو شیراز (ایران) کے ایک فاضل کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا جو ہندوستان میں آیا تھا۔ اور معقولات میں عدیم النظیر تھا۔ آپ نے ہیئت و حکمت کے چند دقائق طبعزاد اُس سے ذکر کیے۔ فاضل موصوف کہنے لگا کہ جب تک میں نے اس جوان کو نہ دیکھا تھا، مجھے یقین نہ تھا طلبۂ ہندوستان میں سے کوئی طالب علم علوم عقلیہ کے مسائلِ دقیقہ کی قوت ادراک کما حقہ رکھتا ہوگا۔

مہارتِ علمی کے ساتھ آپ نے سلوک کو بھی درجۂ تکمیل تک پہنچا دیا تھا۔ چنانچہ اکیس ۲۱ برس کی عمر میں حضرت مجددؒ قدس سرہٗ نے خلعتِ خلافت سے سرفراز فرما دیا تھا۔ جب آپ کی عمر چوبیس سال کی ہوئی تو سرہند شریف میں وبائے طاعون شدت سے نمودار ہوئی۔ ہر روز بکثرت لوگ ہلاک ہونے لگے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ وبا تر لقمہ چاہتی ہے، جب تک ہم نہ جائیں گے، یہ کم نہ ہوگی۔ چنانچہ آپ کو بخار ہو گیا اور طاعون کی گلٹی آپ کی ران میں نمودار ہوئی اور ۹ ربیع الاول ۱۰۲۵ھ ۱۶۱۶ء بروز اتوار وصال فرمایا۔ "دوشنبہ نہم ربیع الاول" سے آپ کی تاریخ وفات ۱۰۲۵ھ نکلتی ہے۔

آپ سے ایک دو دن پہلے آپ کے بھائیوں خواجہ محمد فرخ اور خواجہ محمد عیسیٰ رحمہما اللہ تعالیٰ نے اور آپ کی بہن اُمِّ کلثوم نے اسی مرض میں انتقال کیا اور یہ تینوں اپنے جدِّ بزرگوار حضرت مخدوم عبدالاحد قدس سرہٗ کے مزار میں دفن ہوئے۔

خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد وبا اُن کے قبیلہ میں نہ رہی جو بیمار تھے۔ وہ سب صحت یاب ہو گئے۔ ان مریضوں نے شدتِ مرض میں دیکھا تھا کہ حضرت مخدوم زادہ (خواجہ محمد صادق) ان کو اس جماعت کے ہاتھ سے چھڑا رہے ہیں جو اس وبا پر مقرر تھی اور اُن سے فرما رہے ہیں کہ اب جب اس بلا کو ہم نے اپنے اوپر لے لیا ہے تو پھر تم لوگوں سے کیوں اُلجھ رہے ہو۔ ایک شخص نے

خواب میں دیکھا کہ جو شخص مخدوم زادہ (خواجہ محمد صادق) کا نام لکھ کر پاس رکھے گا۔ اس وبا سے رہائی پائے گا۔ چند لوگوں نے اس کا تجربہ کیا اور نام مبارک میں عجیب اثر دیکھا۔

آپ کے انتقال کے بعد رشتہ داروں کی رائے تھی کہ آپ کو جدّ امجد حضرت خواجہ عبدالاحد قدس سرہٗ کے مقبرہ میں دفن کیا جائے۔ حضرت مجددؒ قدس سرہٗ نے مراقبہ کیا تو اس جگہ کا حکم ہوا جہاں اب آپ کا مزار مبارک ہے۔ اس جگہ کا شرف حضرت مجددؒ قدس سرہٗ نے یوں تحریر فرمایا ہے

"شہر سرہند گویا میرے زندہ کرنے کی زمین ہے کہ میرے واسطے تاریک کنوئیں کو بھر کر ایک بلند چبوترہ بنایا گیا ہے اور اکثر شہروں اور جگہوں پر اس کو رفعت دی گئی ہے اور اس زمین میں ایک نور ودیعت رکھا گیا ہے جو نور بے صفتی اور بے کیفی سے اقتباس کیا گیا ہے اس نور کی مانند جو بیت اللہ کی پاک زمین سے بلند و روشن ہے۔

میرے بڑے بیٹے کی رحلت سے چند ماہ پہلے یہ نور اس درویش پر ظاہر کیا گیا تھا اور فقیر کی سکونت کی زمین کے گوشہ میں بتایا گیا تھا۔ ایسا بلند نور دکھایا گیا تھا کہ صفت و نشان نے اس کی بو کی طرف بھی راستہ نہیں پایا۔ اور وہ کیفیاتؔ سے مبرّہ و منزّہ تھا۔ یہ آرزو ہوئی کہ زمین میرا مدفن ہو اور وہ نور میری قبر پر روشن ہو۔ میں نے اپنے بڑے بیٹے سے جو میرا رازدار تھا یہ بات ظاہر کر دی اور اس نور اور اس آرزو سے اسے آگاہ کر دیا۔ اتفاقاً فرزند مرحوم اس دولت کی طرف سبقت لے گیا اور زیر خاک اس دریائے نور میں غرق ہو گیا۔ ؎

هَنِيْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِيْمِ نَعِيْمُهَا وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْكِيْنِ مَا يَتَجَرَّعُ	"نعمت والوں کو ان کی نعمتیں مبارک ہوں اور عاشق مسکین کیلئے وہ درد و الم ہے جو وہ گھونٹ گھونٹ پی رہا ہے۔

یہ بات بھی اس شہر مبارک کی فضیلت میں سے ہے کہ میرا سب سے بڑا صاحبزادہ جو اکابر اولیاء میں سے ہے یہاں آسودۂ خاک ہے۔ ایک مدت کے بعد ظاہر ہوا وہ ودیعت (امانت) رکھا ہوا نور اس فقیر کے انوارِ قلبیہ کا ایک لمعہ (ٹکڑا) ہے جسے یہاں سے لیکر اس زمین میں روشن کیا گیا ہے۔ جس طرح کہ مشعل سے ایک چراغ روشن کرتے ہیں۔

قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (سورہ نور: ۳۵) (مکتوبات شریف جلد ثانی مکتوب ۲۲)	آپ فرما دیں کہ سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو اپنے بڑے صاحبزادے خواجہ محمد صادق اور دو چھوٹے صاحبزادوں (خواجہ محمد فرخ اور خواجہ محمد عیسیٰ قدس اسرارہم) کے انتقال کا سخت رنج ہوا چنانچہ آپ مولانا محمد صالح کو یوں تحریر فرماتے ہیں :-

"بھائی ملا صالح ! آپ نے اہلِ سرہند کے واقعات سن لیئے ہوں گے۔ میرے بڑے بیٹے (خواجہ محمد صادق) نے بھی اپنے دو چھوٹے بھائیوں محمد فرخ اور محمد عیسیٰ کے ساتھ سفرِ آخرت اختیار کیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اللہ تعالیٰ سبحانہ کا شکر ہے کہ پہلے اُس نے پسماندگان کو قوتِ صبر عطا فرمائی اور پھر اس وبا کے اثر کو بالکل ہی ختم کر دیا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ، ؎

من از تو روئے نہ پیچم گرم بیازاری
کہ خوش بود ز عزیزاں تحمل و خواری

"میں تجھ سے منہ نہیں پھیروں گا، اگرچہ تو مجھے تکلیف ہی پہنچائے کیونکہ دوستوں کا بوجھ اٹھانا اور انکی طرف سے خواری برداشت کرنا بڑی اچھی بات ہے۔"

میرا بیٹا مرحوم و مغفور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی اور رحمتوں میں سے ایک رحمت تھا۔ اس نے چوبیس سال کی عمر میں وہ کچھ پایا جو کم ہی کسی نے پایا ہوگا۔ اُس نے مولویت کے پایہ و مرتبہ اور علومِ عقلیہ و نقلیہ کی تدریس کو اس حدِ کمال تک پہنچا دیا تھا کہ اُس کے شاگرد تفسیر بیضاوی، شرح مواقف اور اس طرح کی دیگر کتابوں کو پوری قدرت اور مہارت سے پڑھاتے ہیں اس کی معرفت و عرفان کی حکائیتیں اور شہود و کشوف کے قصے محتاجِ بیان نہیں۔

آپ کو یہ بات معلوم ہے کہ وہ آٹھ سال کی عمر میں ایسا مغلوب الحال ہو گیا تھا کہ ہمارے خواجہ (باقی باللہ) قدس سرہٗ اُس کے حال کی تسکین کا علاج بازاری کھانوں سے کیا کرتے تھے جو مشکوک و مشتبہ ہوتے ہیں اور فرمایا کرتے تھے کہ جو محبت مجھے محمد صادق سے ہے وہ کسی سے نہیں۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے اس ارشادِ گرامی سے اُس کی بزرگی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اُس نے ولایتِ موسوی کو نقطۂ آخر تک پہنچایا ہوا تھا اور اس بلند و بالا ولائیت کے عجائب و غرائب بیان کیا کرتا تھا۔ اور وہ ہمیشہ فروتن متواضع، ملتجی، متضرع، متذلل و منکسر رہا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ اولیاء اللہ میں سے ہر ایک نے حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ سے ایک نہ ایک چیز مانگی ہے اور میں نے التجا اور تضرع و زاری مانگی ہے۔

محمد فرخ کے متعلق کیا لکھا جائے، وہ گیارہ سال کی عمر میں کافیہ پڑھتا تھا اور شعور و سمجھ کے ساتھ پڑھتا تھا۔ ہمیشہ عذابِ آخرت سے ترساں (ڈرنے والا) اور لرزاں (کانپنے والا) رہتا تھا اور دعا کرتا تھا کہ بچپن عمر میں اس کمینی دنیا کو الوداع کہہ دے تاکہ عذابِ آخرت سے نجات پائے۔ مرضِ موت میں جن دوستوں اور یاروں نے اس کی تیمارداری کی، انہوں نے اس کے عجائب و غرائب کا مشاہدہ کیا اور آٹھ سال کی عمر میں لوگوں نے محمد عیسیٰ کی جو کرامات و خوارق دیکھیں اُس کے متعلق کیا لکھوں۔

مختصر یہ کہ میرے یہ تینوں بیٹے نفیس موتی تھے جو بطور امانت ہمارے سپرد کئے گئے تھے اللہ تعالیٰ کا شکر اور احسان ہے کہ ہم نے بغیر کسی ناخوشی و اکراہ کے امانت والوں کی امانتیں اُن کے حوالے کر دیں۔

اللّٰھم لا تحرمنا اجرھم ولا تفتنا بعدھم
بحرمۃ سید المرسلین علیہ وعلیھم
الصلوٰت والتسلیمات

"اے اللہ بحرمت سید المرسلین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ
والتسلیمات ہمیں اُن کے اجر سے محروم نہ کر"

(مکتوبات شریف جلد اول مکتوب ۲۰۶)

خواجہ محمد صادق رح کی قبر پہلے کچی تھی۔ پھر کچھ مدت کے بعد حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے اس پر ایک گنبد تعمیر فرمایا۔ قبر مبارک اس قبہ کے مرکز سے ذرا مغرب کی طرف تھی۔ جب حضرت مجددؒ قدس سرہٗ کا وصال ہوا تو اُن کو بھی اسی قبہ میں دفن کیا گیا، مگر جب ان کا جنازہ لیکر اندر گئے تو حضرت خواجہ محمد صادق کی قبر از راہِ ادب ایک ہاتھ مشرق کو سرک گئی۔ اور طاق وسطِ گنبد بین القبرین ہو گیا۔ آپ کی اولاد میں صرف ایک فرزند نرینہ تھا جس سے سلسلہ آگے چلا۔

② **خواجہ محمد سعید خازن قدس سرہٗ :** آپ حضرت مجددؒ الف ثانی قدس سرہٗ کے دوسرے صاحبزادے ہیں۔ بچپن ہی سے آثارِ ہدایت و ولایت آپکی پیشانی سے ہویدا تھے۔ ؎

بالائے سرش ز ہوشمندی
می تافت ستارۂ بلندی

آپکی ولادت باسعادت ماہ شعبان ۱۰۰۲ھ بروایتِ دیگر ۱۰۰۵ھ میں سرہند شریف میں ہوئی۔ حضرت مجددؒ قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ "محمد سعید چار یا پانچ سال کے تھے

کہ بیمار ہو گئے۔ غلبۂ مرض میں اُن سے پوچھا گیا کہ تم کیا چاہتے ہو۔ اُن کی زبانِ مقدس سے بے اختیار نکلا

" حضرت خواجہ را می خواہم "	" میں حضرت خواجہ (باقی باللہ) کو چاہتا ہوں "

میں نے یہ بات حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ سے عرض کی تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ

" محمد سعید شما رندی و حریفی نمود و غائبانہ از ما نسبت در ربود "	" تمہارے محمد سعید نے رندی و حریفی کی اور غائبانہ ہم سے نسبت لے گیا (اُچک لی ہے) "

جب آپ سنِ شعور کو پہنچے تو علومِ ظاہری کی تحصیل میں مشغول ہوئے۔ کچھ اپنے بڑے بھائی خواجہ محمد صادق اور کچھ شیخ محمد طاہر لاہوریؒ اور باقی والد ماجد (حضرت مجددؒ قدس سرہٗ) سے پڑھا۔ سترہ برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہو کر تدریس میں مشغول ہوئے اور تصانیف تحریر فرمائیں۔ چنانچہ مشکوٰۃ المصابیح پر تعلیقات لکھیں جن میں مذہب حنفی کی دلائل و شواہد سے تائید و حمایت کی۔ حاشیہ خیالی پر ایک حاشیہ متین لکھا اور اس میں اپنے دقائق خلاصہ تحریر فرمائے۔ ایک رسالہ رفع سبابہ کی ممانعت میں تحریر فرمایا۔ مناظرہ میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ مخالف کو ساکت کر دیا کرتے تھے۔ جب کبھی کسی تقریب سے محفلِ سلطانی میں جاتے تو بادشاہ آپ ہی سے مسائل دریافت کیا کرتا حالانکہ علماء، فضلاء موجود ہوتے۔ آپ کی تصانیف میں سے ایک جلد مکتوبات کی ہے۔ جس میں آپ نے بڑے بلند حقائق اور ذات و صفات کے متعلق دقائق بیان فرمائے ہیں۔

آپ نے علومِ ظاہری کی طرح کمالاتِ باطنی مکمل طور پر اپنے والدِ بزرگوار حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی صحبتِ مبارکہ میں حاصل کیے اور ولایتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے۔ حضرت مجدد قدس سرہٗ نے آخر عمر میں تعلیم طریقہ اور خدمتِ ارشاد آپ کے اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کر دی تھیں اور فرمایا کرتے تھے کہ ہر قطب کے واسطے دو امام درکار ہیں۔ محمد سعید اور محمد معصوم دونوں میرے امام ہیں۔

حضرت مجدد قدس سرہٗ نے آپ کے متعلق بہت سی بشارتیں دی ہیں۔ چنانچہ آپ کو خلعتِ خلت کی بشارت دی۔ ایک روز فرمایا کہ ہمارے محمد سعید علمائے راسخین سے ہیں اور ایک اور روز فرمایا کہ محمد سعید زمرۂ سابقین میں سے ہیں۔ ایک دفعہ فرمایا کہ مجھ پر میدانِ قیامت اور میرے مریدوں کا پل صراط سے گزرنا مکشوف ہوا۔ محمد سعید ہم سب سے آگے آگے چل رہے تھے اور کتابِ اعمال

سیدھے ہاتھ (دائیں ہاتھ) میں لیے ہوئے تھے پس ہم سب بہشت میں داخل ہو گئے ۔ نیز فرمایا کہ محمد سعید خازنِ رحمتِ الٰہی ہے ، قیامت کے دن تقسیم خزائنِ رحمت اُس کے سپرد ہوگی ۔ فرمایا کہ محمد سعید ! تم نے دائرہ نفی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قطع کر لیا اور اب اس بات میں میرے شریک ہو ۔ یہ بھی فرمایا کہ عروج و نزول کے ہر مقام میں تم میرے ہمراہ رہے ہو ۔ ایک روز فرمایا کہ محمد سعید ! تم میرے ضمنی ہو اور اس بات سے تنگ دل نہ ہونا ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ضمنی تھے ۔

آپ کے برادرِ اصغر حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ آپ کے مناقب میں یوں تحریر فرماتے ہیں :-

" بچپن ہی سے آثارِ قبول و کرامت ظاہر اور اطوارِ ولایت و نجابت ہویدا تھے ۔ حضرت قطب الولایۃ خواجہ محمد باقی باللہ رح کے زمانہ حیات میں آپ چونکہ خورد سال تھے ۔ اس لیے اُن کی خدمت میں نہیں پہنچ سکے تھے ۔ لیکن حضرت خواجہ رح نے اُن کے حق میں فرمایا تھا کہ محمد سعید ہمارا ہم پیشہ و ہمکار رہے اس نے غائبانہ ہم سے نسبت حاصل کر لی ہے ۔ " ع

في المهد ينطق عن سعادة جده

" یہ لڑکا اپنے گہوارے میں اپنی سعادتِ بخت کو بیان کر رہا ہے " ۔

آپ نے ظاہری و باطنی کمالات اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں حاصل کیے ہیں ۔ سترہ سال کی عمر میں علومِ ظاہرہ ، معقولہ و منقولہ کی تحصیل کو درجہ کمال تک پہنچا دیا تھا ۔ والد بزرگوار کی طرح کمالِ تقویٰ سے آراستہ ، متابعتِ سنت اور " عمل بعزیمت " سے پیراستہ ہیں ۔ نرمی کلام ، تواضع تمام مہمانوں کی خبر گیری کا اہتمام ، بذلِ موجود (موجود کو خرچ کر دینا) اور نفی " وجود ان کا شیوہ اور طریقہ ہے قرآن مجید کو سندِ عالی کے ساتھ تجوید سیکھا ہے ۔

حدیث نبوی علیٰ " مصدرھا الصلوٰۃ والسلام " میں سندِ جید اور رتبہ اعلیٰ رکھتے ہیں ۔ فقہ میں بھی اونچی استعداد ہے ۔ حضرت ایشاں (مجدد صاحب رح) کو اکثر اوقات جب کسی فقہی مسئلے کی تحقیق کرنی ہوتی تھی ، تو اُن سے اُس مسئلے کی وضاحت طلب کرتے تھے ۔

جب یہ " حلِ مشکلاتِ مسائل " کر دیتے تھے اور بعض پیچیدہ مسئلوں میں راہِ خلاصی نکال دیتے تھے ۔ تو حضرت والا بہت خوش ہوا کرتے تھے اور اُن کے حق میں دعائیں کیا کرتے تھے ۔ حضرت والد

Collection Of Advocate Showkat

کشف الغطاء لکھا، جیسا کہ پہلے مذکور رہا۔ آپ نے ۴ر شوال سنہ ۱۱۱۸ھ ۱۷۰۷ء کو انتقال فرمایا۔ اور حضرت مجددؒ قدس سرہٗ کے روضہ سے جانب مغرب قبہ میں دفن ہوئے۔

خواجہ محمد سعیدؒ کے پانچویں صاحبزادے شیخ عبدالاحد مشہور بہ شاہ گلؒ اپنے زمانہ کے بڑے مشائخ میں سے تھے، اور صاحب تصانیف بزرگ تھے، شعر بھی کہتے تھے، وحدت تخلص تھا چنانچہ آپکا ایک دیوان اور مثنوی چار چمن مشہور و معروف ہیں۔ ان کے علاوہ شواہد التجدید، لطائف مدینہ اور جنود اللہ وغیرہ آپ کی تصانیف ہیں۔ رخساروں کی شگفتگی کی وجہ سے ان کو گل کہا کرتے تھے۔ جمعۃ المبارک کے دن ۲۷ر ذوالحجہ سنہ ۱۱۲۷ھ ۱۷۱۵ء کو دہلی میں وفات پائی جب قیوم رابع خواجہ محمد زبیرؒ کو آپ کی وفات کی اطلاع ملی تو فرمایا کہ "گل بجنت رسید"۔ پھر نماز جنازہ ادا کر کے نعش مبارک کو سرہند شریف بھیج دیا اور وہاں حضرت مجددؒ قدس سرہٗ کی خانقاہ میں حوض کے اوپر صفہ متبرک کے جنوب کی طرف دفن کئے گئے۔ شیخ خلیل اللہ، حضرت خواجہ محمد سعیدؒ کے چھوٹے فرزند ہیں۔ آپ علم و حلم، ورع و تقویٰ سے آراستہ اور شریعت و طریقت کے پابند تھے سنہ ۱۱۳۱ھ میں وصال فرمایا۔ حضرت مجددؒ قدس سرہٗ کے روضہ منورہ میں قبہ شریف کے محاذی مغرب کی طرف مدفون ہوئے، حضرت مجددؒ اور آپ کی قبر میں صرف ایک دیوار کا فرق ہے۔

③ **خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ :** آپ حضرت مجددؒ قدس سرہٗ کے تیسرے صاحبزادے ہیں، آپکے حالات آگے بیان ہوں گے۔

④ **خواجہ محمد فرخ رحمۃ اللہ علیہ :** آپ حضرت مجددؒ قدس سرہٗ کے چوتھے صاحبزادے ہیں، آپ کی ولادت سنہ ۱۰۱۴ھ میں سرہند شریف میں ہوئی اور سنہ ۱۰۲۵ھ ۱۶۱۶ء میں بعمر شریف گیارہ برس مرض طاعون میں وصال فرمایا۔ آپکے حالات خواجہ محمد صادقؒ کے حالات میں بیان ہو چکے ہیں۔

⑤ **خواجہ محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ :** آپ حضرت مجددؒ قدس سرہٗ کے پانچویں صاحبزادے ہیں، آپ نے آٹھ سال کی عمر میں مرض طاعون میں سنہ ۱۰۲۵ھ ۱۶۱۶ء میں انتقال فرمایا۔ جب آپ والدہ ماجدہ کے رحم مبارک میں تھے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مجددؒ قدس سرہٗ پر ظاہر ہوئے اور فرمایا کہ تمہارے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوگا اُس کا نام ہمارے نام پر رکھنا۔ اس لیئے آپ کا نام

محمد عیسیٰ رکھا گیا۔ آپ کے حالات بھی حضرت خواجہ محمد صادق کے حالات میں آ چکے ہیں۔

(۶) **خواجہ محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ** : آپ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ دو سال کی عمر شریف میں رحلت فرما گئے تھے۔

(۷) **خواجہ محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ مشہور بہ شاہ جیو** : آپ حضرت مجددؒ قدس سرہٗ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی ولادت سنہ ۱۰۲۴ھ میں ہوئی۔ آپ کی ولادت سے پہلے حضرت مجددؒ پر اس آیت قرآنی کا الہام ہوا۔ اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ اسْمُهٗ یَحْیٰی۔ حضرت نے اس اشارے کے مطابق اس صاحبزادے کا نام محمد یحییٰ رکھا۔ آپ کو شاہ جیو اس لیے کہا جاتا ہے کہ ایک روز حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ کے پوتے حضرت شاہ سکندر کیتھلیؒ نے حضرت مجددؒ قدس سرہٗ سے التماس کی کہ اپنا ایک بیٹا مجھے عنایت فرمائیے۔ اتفاقاً اس وقت محمد یحییٰ موجود تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ اسی کو لے لو۔ حضرت شاہ سکندر کیتھلیؒ نے ان کو گود میں لیکر اپنی نسبت کا القا کیا اور فرمایا کہ ان کو اب "شاہ جیو" کے نام سے پکارا کرو۔ اس روز سے ان کو شاہ جیو کہنے لگے۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ آپ پر بڑے مہربان تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ان کی استعداد بہت بلند ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنے والد بزرگوار (حضرت مجددؒ) کی تربیت کی برکت سے آٹھ نو سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ اور حضرت مجددؒ قدس سرہٗ کے وصال کے بعد علوم ظاہری اپنے برادران اکبر حضرت خواجہ محمد سعید اور حضرت خواجہ محمد معصوم سے حاصل کیے۔ پندرہ برس کی عمر میں مطوّل پڑھی۔ حدیث شریف کی سند حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ صاحب تصنیف و تالیف، پابند شریعت و طریقت اور عامل سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ دو دفعہ حج بیت اللہ شریف کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ شہنشاہ اورنگزیب رحمۃ اللہ علیہ نے مدد معاش کے طور پر آپ کو بہت کچھ دیا ہوا تھا۔ آپ نے حضرت مجددؒ قدس سرہٗ کے روضہ منورہ سے شمال کی طرف ایک عالیشان مسجد بنوائی جس کے تین گنبد اور دو چھوٹے مینار تھے۔ اس مسجد کے مقابل میں حوض، حمام اور مدرسہ بھی تعمیر کرایا تھا۔ آپ کی شادی حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی پوتی یعنی خواجہ کلاں خواجہ عبید اللہ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ آپ نے ۲۷/ جمادی الآخرہ ۱۰۹۶ھ ۱۶۸۵ء کو وصال فرمایا اور حضرت مجددؒ قدس سرہٗ کے قبہ مبارک کے مغرب کی طرف مدفون ہوئے۔ آپ کے مرقد انور پر ایک عالیشان قبہ بنایا گیا۔ آپ کی اولاد میں سے تین لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔ المختصر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے صاحبزادگان آسمان علم کے درخشاں ستارے اور گلشن معرفت کے مہکتے پھول تھے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ کا ارشاد ہی ان کی معرفت کیلئے کافی ہے۔

اسرار الٰہی اند استعداد ہائے عجب دارند | اللہ تعالیٰ کے اسرار ہیں عجیب استعداد رکھتے ہیں۔

۲۵

حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہٗ

سرہند شریف (انڈیا) سنہ ۱۰۰۷ھ سنہ ۱۵۹۹ء — سنہ ۱۰۷۹ھ سنہ ۱۶۶۸ء سرہند شریف (انڈیا)

قطعۂ تاریخِ وصال

آپ تھے شیخِ مجدّدؒ کے جگر کے ٹکڑے — کیوں نہ تاریخ کے اوراق میں ہونگے مرقوم
اب کہاں پائیں گے صابرؔ انہیں دنیا والے — "اب ہیں مے نوشِ ارم خواجہ محمد معصوم"

۱۶۶۸ء

(صابرؔ براری، کراچی)

حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہٗ

چراغ ہفت محفل خواجہ معصوم
منور از فروغش ہند تا روم۔

(ناصر علی سرہندی)

آپ امام ربانی حضرت مجددؒ الف ثانی قدس سرہٗ کے تیسرے صاحبزادے تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۱ شوال سنہ ۱۰۰۷ھ ۱۵۹۹ء کو ہوئی۔ حضرت مجددؒ قدس سرہٗ ارشاد فرماتے تھے کہ محمد معصوم کی آمد ہمارے واسطے بہت مبارک ہوئی۔ کیونکہ اُس کی پیدائش کے چند ماہ بعد ہم حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مستفید و مستفیض ہوئے، اور جو کچھ دیکھنا تھا بس دیکھا، کیا بیان کیا جائے۔

لڑکپن ہی میں آپ کے والد بزرگوار حضرت مجددؒ قدس سرہٗ آپ کی بلند استعداد کی تعریف کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ لڑکا محمدی المشرب ہے۔ چنانچہ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

از فرزندی محمد معصوم چہ نویسد کہ وے بالذات قابل ایں دولت است یعنی ولایت خاصہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام۔

"فرزندی محمد معصوم کے متعلق کیا لکھوں کہ وہ تو بالذات اس دولت کے قابل ہے یعنی ولایت خاصہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ۔"

اور یہ بھی فرماتے تھے کہ محمد معصوم کی بلند استعداد کی وجہ تھی کہ تین سال کی عمر میں حرفِ توحید آپ کی زبان سے نکلا اور یوں کہنے لگے کہ:۔

"میں آسمان ہوں، میں زمین ہوں، میں یہ ہوں، میں وہ ہوں، دیوار حق ہے"

حضرت مجددؒ قدس سرہٗ نے اُس وقت فرمایا کہ:

"اس طریق پر پیر و جواں برابر ہیں اور انوارِ فیوض کے وصول میں عورتیں اور بچے مساوی ہیں"۔

آپ کے آثارِ رشد کو دیکھ کر حضرت مجددِ الف ثانی قدس سرہٗ آپ پر نظرِ عنایت رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ چونکہ علم مبداءِ حال ہے لہٰذا اس کا حاصل کرنا ضروری ہے۔ بدیں وجہ حضرت نے آپ کو علومِ عقلیہ و نقلیہ حاصل کرنے کی تاکید و ہدایت کی۔ اکثر و بیشتر علوم آپ نے اپنے والد بزرگوار حضرت مجدد قدس سرہٗ سے اور کچھ اپنے بڑے بھائی خواجہ محمد صادق اور شیخ طاہر لاہوری سے پڑھے۔

چودہ سال کی عمر میں آپ نے خواب میں دیکھا کہ میرے بدن سے نور نکلتا ہے اور اس سے تمام عالم منور ہے اور وہ نور سورج کی طرح ہر ذرۂ عالم میں جاری و ساری ہے کہ اگر وہ غروب ہو جائے تو تمام عالم تیرہ و تاریک ہو جائے۔ آپ نے یہ خواب والد بزرگوار حضرت مجدد قدس سرہٗ کی خدمت میں عرض کیا تو حضرت نے آپ کو بدیں الفاظ بشارت دی:

تو قطبِ وقتِ خویش مے شوی واین سخن از من یاد دار	"میری یہ بات یاد رکھ کہ تو اپنے وقت کا قطب ہوگا"۔

(مکتوب معصومیہ جلد اوّل مکتوب ۸۶)

چنانچہ ایسا ہی ظہور پذیر ہوا کہ ایک زمانہ آپ کے انوار و برکات سے معمور ہو گیا۔ حضرت مجدد قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ:

"بابا! تحصیلِ علوم سے جلدی فارغ ہو جاؤ کیونکہ ہم نے تم سے بڑے بڑے کام لینے ہیں"۔

غرض حضرت مجدد قدس سرہٗ کی توجہ سے آپ سوا سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے۔ بعد ازاں ہمہ تن متوجہ بباطن ہوئے اور عنایتِ الٰہی سے اپنے والد بزرگوار کے احوال و اسرارِ خاصہ سے حظِ وافر حاصل کیا۔

علی اکبر اُردستانی نے اپنی کتاب مجمع الاولیاء (قلمی) میں آپ کے متعلق یوں لکھا ہے:

"شمعِ جمعِ عرفا، روحِ ابدانِ اولیا، قدوۂ اہلِ صفا، خلاصۂ مجمعِ صلحا، گنجینۂ معارف و علوم،

شیخ محمد معصوم سلمہ ربہ، قطبِ وقت حضرت شیخ احمد علیہ الرحمہ کے فرزند ارجمند ہیں، سولہ سال کی عمر میں اپنے والد بزرگوار سے علوم ظاہری کی تکمیل فرمائی اور علوم عقلی و نقلی کے درس و تدریس میں مصروف ہوگئے، پورے قرآن کو تیس دن میں حفظ کرلیا، تجوید میں سند عالی رکھتے ہیں حسنِ خلق اور حقوق العباد کی پابندی آپ کا طریقۂ خاص ہے۔ حضرت مجددؒ (قدس سرہٗ) کے سامنے ہی خلافت سے سرفراز ہوئے اور طالبان معرفت کی تربیت میں مشغول ہوگئے اور اُن کے بعد بھی مشغول ہیں۔"

صاحب زبدۃ المقامات نے لکھا ہے کہ ایک روز میں نے خود حضرت مجددؒ قدس سرہ سے سنا کہ فرماتے تھے کہ محمد معصوم کا حال روز بروز میری نسبتوں کے حاصل کرنے میں صاحب شرح وقایہ (صدر الشریعہ عبید اللہؒ) کا سا ہے جو شرح وقایہ کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ میرے دادا (تاج الشریعہ محمودؒ) ہر روز بمقدار سبق تصنیف کرتے تھے، میں اسی قدر حفظ کرلیتا تھا، یہاں تک کہ جس روز وقایہ کی تصنیف ختم ہوئی، اسی روز میرا حفظ کرنا ختم ہوا، چنانچہ حضرت شیخ عبد الاحد وحدتؒ نے اسی مضمون کو اپنی نظم میں بکمال لطافت و نزاکت ادا کیا ہے۔ ؎

۱	مجددؒ بتوصیف او لب کشاد بفرمود کاے پورِ عرفاں نژاد	حضرت مجددؒ قدس سرہٗ اُن کی تعریف میں یوں لب کشا ہوئے۔ فرمایا کہ اے عرفاں نژاد بیٹے۔
۲	ز عرفاں نوشتم ورق در ورق ہمہ خواندی از من سبق در سبق	میں نے علم و عرفان کو ورق در ورق لکھا ہے۔ اور تونے وہ سبق در سبق مجھ سے پڑھ لیا ہے۔
۳	تو یک نقطہ زیں لوح نگذاشتی ہر آنچہ نہادم تو برداشتی	تونے اس تختی پر ایک نقطہ بھی نہیں چھوڑا۔ جو کچھ میں نے رکھا وہ تونے اُٹھا لیا۔
۴	تو آخر چو من قطبِ دوراں شوی ز من ایں بشارت بیاد آوری	آخر کار تو میری طرح زمانے کا قطب ہوگا تو میری اس بشارت کو یاد رکھو۔

فضائل و مناقب

① آپکے والد بزرگوار نے آپ کو خلعتِ قیومیت کی بشارت دی چنانچہ ایک مکتوب میں آپ کو اور خواجہ محمد سعید خازن قدس اسرارہم کو یوں تحریر فرماتے ہیں:-

"کل نماز فجر کے بعد میں خاموش بیٹھا تھا کہ ظاہر ہوا کہ جو خلعت مجھ پر تھی وہ مجھ سے جدا ہوگئی

اور اس خلعت کے بجائے مجھے دوسری خلعت ملی۔ دل میں خیال آیا کہ خلعت زائلہ اترنے والی خلعت) کسی کو دی جائے گی یا نہیں اور یہ آرزو ہوئی کہ اگر وہ دی جائے تو میرے فرزند ارشد محمد معصوم کو دی جائے۔ ایک لمحہ کے بعد دیکھا کہ میرے بیٹے کو عطا کی گئی اور اسے پوری پوری پہنا دی گئی۔ اس خلعت زائلہ سے مراد معاملۂ قیومیت تھا جس کا تعلق تربیت و ارشاد سے تھا۔ جو خلعت جدید مجھ کو عطا ہوا ہے جب اس کا معاملہ تکمیل کو پہنچ جائے گا تو امید ہے کہ کمال کرم سے وہ میرے فرزند محمد سعید کو عنایت کیا جائے گا۔ یہی میری دعا ہے اور امید قبولیت ہے جس کا اثر بھی محسوس ہوتا ہے اور اس دولت کا مستحق فرزند محمد سعید کو پاتا ہوں۔

ع۔ بر کریماں کارہا دشوار نیست ‖ کریم لوگوں کیلئے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

اگر استعداد ہے تو وہ اُسی (اللہ تعالیٰ) کی داد ہے۔

نیاوردم از خانہ چیزے نخست
تو دادی ہمہ چیز و من چیز تست

میں اپنے گھر سے کوئی چیز نہیں لایا ہوں
تُو نے ہی مجھے سب عطا فرمائی ہیں اور میں
خود بھی تیری چیز ہوں۔

(مکتوبات امام ربانی جلد ثالث مکتوب ۱۰۴)

جب یہ مکتوب حضرات صاحبزادگان کو ملا تو دونوں صاحبزادے بعجلت تمام اپنے والد بزرگوار (حضرت مجددؒ قدس سرہٗ) کی خدمت میں اجمیر شریف پہنچے۔ حضرت والد مرتبت نے ان پر بڑی مہربانی فرمائی اور خواجہ محمد معصوم کو خلوت میں بلا کر خلعت قیومیت عنایت فرمائی۔ چنانچہ حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم اپنے خلیفہ مولانا محمد حنیف کابلی کو یوں تحریر فرماتے ہیں:

"جس وقت حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ سبحانہ سرہ الاقدس نے اپنے مخلصوں سے ایک درویش کو خلعت قیومیت سے مشرف فرمایا اور اس بڑے رتبہ سے اس کو سرفراز فرمایا تو اس درویش کو خلوت میں بلا کر فرمایا کہ اس مجمع گاہ سے تعلق کا سبب یہی معاملۂ قیومیت تھا جو تجھے عطا گیا۔ اور مخلوقات و موجودات بڑے شوق سے تیری طرف متوجہ ہو رہی ہے۔ اب میں اس جہان فانی میں اپنے رہنے (زندہ رہنے) کا سبب نہیں پاتا۔ اس جہان سے میری رحلت کا وقت قریب قریب آگیا ہے۔" (مکتوبات معصومیہ جلد اول مکتوب ۸۶)

② آپ کو اصالت اور محبوبیت ذاتی عطا ہوئی ۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں : ۔

" جاننا چاہیئے کہ جب تک کوئی شخص اصالت سے بہرہ ور نہ ہو اُسے قیومیّت کی نسبت حاصل نہیں ہو سکتی ۔ عالی حضرت متعالی منقبت (حضرت مجددؒ قدس سرہٗ) نے جس درویش کو نسبتِ قیومیّت کے حصول کی خوشخبری دی تھی اُسے حصولِ اصالت کی بشارت سے سرفراز فرما فرمایا تھا کہ جس قدر اصالت کا حصہ تجھے حاصل ہے اُسکے مطابق ہی خلقت میں تیری محبوبیّت ودیعت رکھی گئی ہے یعنی آپ نے اُس کے حق میں محبوبیّتِ ذاتی اور کمالِ انفعالی کا نشان دیا وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۔ ؎

(مکتوباتِ معصومیہ جلد اوّل مکتوب ۸۶)

③ آپ کا وجود مبارک حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خمیرِ طینت کے بقیہ سے بنا چنانچہ آپ خود یوں تحریر فرماتے ہیں : ۔

ہمارے حضرت (حضرت مجددؒ قدس سرہٗ فرماتے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت سے جو بقیہ رہ گیا تھا اُسے بطور اُلش حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کے دولت مندوں میں سے ایک کو عطا کیا ہے اور اُس فرد کی طینت کا خمیر اُس سے کیا ہے اور اسی وجہ سے اُس فرد کو اصالت سے بہرہ ور کیا ہے ۔ اِس فرد کی طینت کی خمیر کے بعد بھی تھوڑا سا بقیہ رہ گیا تھا ۔ وہ بقیہ اُس فرد کے مریدوں میں سے ایک کو نصیب ہوا ہے اور اس کی طینت کا خمیر اُس سے کیا گیا ہے اور اس کے اندازے کے موافق اُسے اصالت کا حصہ ملا ہے ۔

اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۔ (پارہ ۲۷ ، سورہ النجم)	" بے شک تمہارا پروردگار بڑی بخشش والا ہے " ۔
(مکتوباتِ معصومیہ ، جلد اوّل مکتوب ۱۹۲)	

④ آپ زمرہ سابقین میں داخل ہیں اور اسرارِ مقطعات سے بھی آپ کو حصہ نصیب ہے چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں : ۔

" حضرت پیر دستگیر (حضرت مجددؒ قدس سرہٗ) نے ایک دن فرمایا کہ میں ایک روز زمرہ سابقین میں نظر ڈال رہا تھا کہ جن کی شان میں حق سبحانہٗ نے فرمایا ہے : ۔

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۔ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۔	" اگلوں میں سے ایک گروہ اور پچھلوں میں سے تھوڑے " ۔
پارہ ۲۷ سورہ واقعہ آیت ۱۳ ، ۱۴	(ترجمہ اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ)

؎ اور یہ خدا کو کچھ مشکل نہیں ۔ پارہ ۱۳ سورہ ابراہیم [illegible]

میں نے اپنے آپ کو اس زمرہ میں داخل پایا اور اپنے مریدوں میں سے بھی ایک کو وہاں اپنے ساتھ پایا۔ اسی طرح متشابہات کے اسرار کی بابت بھی آپ نے لکھا ہے کہ متشابہات اشارۂ معاملات کی طرف ہے۔ جائز ہے کہ ایک شخص کو معاملہ حاصل ہو اور اسے اس معاملہ کا علم نہ ہو۔ اس بات کو آپ نے اپنے مریدوں میں سے ایک فرد میں مشاہدہ فرمایا ہے، دیکھئے دوسروں کو کیا ملے۔ ؎

سعادتہاست اندر پردۂ غیب	سعادتیں پردۂ غیب کے اندر ہیں
نگہ کن تاکرا ریزند در جیب	تو نگاہ کرتا کہ وہ کس کی جیب میں ڈالی جائیں۔

(مکتوباتِ معصومیہ جلد اوّل مکتوب ۲۳۰)

⑤ حق تعالیٰ نے آپ کو عروۃ الوثقیٰ کا خطاب دیا۔ چنانچہ سنہ ۱۰۳۵ھ میں ایک روز آپ نے فرمایا کہ آج میں صبح کے حلقہ میں بیٹھا تھا کہ جنابِ سرورِ کائنات خلاصۂ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہو کر مجھ سے بغلگیر ہوئے اور فرمایا کہ حق تعالیٰ نے آپ کو عروۃ الوثقیٰ کا خطاب دیا ہے۔ اس نعمتِ عظمیٰ کا شکر بجالاؤ۔ اسی اثناء میں کیا دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے تمام مقرب فرشتوں اور انبیاء و اولیاء نے آکر میرے گرد حلقہ بنایا اور کہتے ہیں:۔ السلام علیکم یا محمد معصوم عروۃ الوثقیٰ۔ پھر ہر ایک نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ میں نے سنہری خط سے عرشِ مجید کے گرد "محمد معصوم عروۃ الوثقیٰ" لکھا ہوا دیکھا۔ (روضۃ قیومیہ)

حالاتِ حرمین شریفین

آپ اپنی قیومیت کے چونتیسویں ۳۴ سال حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ وہاں کے بعض حالات آپ کے فرزندِ ثانی مروج الشریعت خواجہ عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ یاقوتِ احمر میں لکھے ہیں جس سے چند واقعات درج ذیل ہیں:۔

حضرت قیومِ ثانی فرماتے ہیں کہ جب ہم ایامِ تشریق میں منیٰ سے شہر آئے تو طواف سے فارغ ہونے پر ظاہر ہوا کہ فرشتہ نے محض ادائے ارکان پر قبولیتِ حج اور اجر کا مہر شدہ کاغذ ہمیں عطا کیا۔ ایامِ قیامِ مکہ میں آپ اکثر طواف میں مشغول رہا کرتے۔ اس وقت اس عبادت کو بہترین عبادت جانتے تھے اور فرماتے کہ عجیب و غریب باتوں کا انکشاف ہوتا ہے۔ اکثر اوقات دیکھتا ہوں کہ کعبہ ہم سے گلے ملتا ہے اور بڑے اشتیاق سے چومتا ہے انہیں دنوں میں ایک روز

ظاہر ہوا کہ مجھ سے انوار و برکات اس کثرت سے نکلتے ہیں کہ انہوں نے تمام چیزوں کو گھیر لیا ہے اور جنگل و بیابان اُن سے پُر ہو گیا ہے اور اُن کے مقابلہ میں تمام دیگر انوار چھپ گئے ہیں جب میں اُس کی حقیقت کے دریافت کے واسطے متوجہ ہوا تو معلوم ہوا کہ مجھ سے میری حقیقت دور کر کے کعبہ کی حقیقت سے مشرف فرما دیا گیا ہے۔

محرم کی تیسری تاریخ کو آپ اہل معلیٰ کی زیارت کیلئے تشریف لے گئے۔ حضرت عبد الرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبر پر توقف کے بعد فرمایا کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی وجہ سے انوار موجزن ہیں۔ پھر ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے روضہ مبارک پر طویل مراقبہ کے بعد فرمایا کہ مائی صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس قدر عنایت فرمائیں کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ بعد ازاں حضرات فضیل بن عیاض اور سفیان ثوری وغیرہ کے مزارات پر فاتحہ پڑھی اور اُن کے حق میں تعریفی کلمات فرمائے۔

ایک رات آپ وتر کی نماز پڑھ رہے تھے کہ فرمایا، رکن یمانی کے نزدیک بہت سے فرشتے موجود ہیں چنانچہ حدیث میں بھی وارد ہے کہ ستر ہزار فرشتے رکن یمانی کے نزدیک رہتے ہیں، دیکھنے میں آیا کہ وہ اپنی جگہ سے سرک کر میرے گرداگرد جمع ہو گئے اور اُن کے ہاتھوں میں قلم و دوات ہے میری حقیقت لکھ کر چلے گئے۔ ایک روز بعد نماز فجر حلقہ میں دیکھا کہ مجھ کو ایک خلعت عالی عطا ہوا ہے۔ پھر معلوم ہوا کہ یہ خلعت عبودیت ہے۔ ایک روز آپ حلقۂ ذکر میں بیٹھے تھے۔ مراقبہ کے بعد فرمایا کہ آج مجلسِ سکوت میں ارشاد کی نہایت عالی شان خلعت عنایت ہوئی ہے۔ اسی مجلس میں فرمایا کہ مجھے قلم و دوات عنایت ہوئی۔ گویا مجھے منصب وزارت عطا ہوا ہے اور جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایت سے مجھے تمام مخلوقات پر وزیر اعظم بنایا گیا ہے۔

جب حرم شریف سے رخصت ہونے کے دن قریب آئے تو الطافِ عظیمہ اور انعاماتِ جلیلہ مرحمت ہوئے اور معلوم ہوا کہ ایک خلعت عالی سبز رنگ مکلّل بجواہر عنایت ہوا جو خلعتِ وداع تھا اور بعض صاحبزادگان جو رفیق سفر تھے اُن کو بھی عنایت ہوا۔

مکہ مشرفہ سے روانہ ہو کر آپ مدینہ منورہ پہنچے اور روضۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہو کر آدابِ زیارت بجا لائے۔ روضۂ مطہرہ سے کمال عنایات ظاہر ہوئیں۔ تین چار روز کے بعد اہلِ مدینہ منورہ سے داخلِ طریقہ

ہونے کی درخواست کی۔ آپ نے بپاسِ ادب اس معاملہ میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا اور مواجہہ شریف میں کھڑے ہو کر مراقبہ کیا۔ چنانچہ اس معاملہ میں کمالِ رضا معلوم ہوئی اور خلعتِ عنایت ارشاد ہوا اور انوار و عنایات حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ظاہر ہوئے۔

فرمایا کہ اگرچہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مزارِ مقدس جنتّ البقیع میں ہے مگر حجرہ شریفہ اُن کا گھر ہے۔ اکثر اوقات ام المومنین کو حجرہ شریفہ میں پاتا ہوں اور مسجد شریف کو اُن کے انوار سے پُر دیکھتا ہوں۔

آپ کو مسجد نبویؐ میں دو روز کے اعتکاف کی اجازت ہوئی۔ رات کے وقت جب سب کو وہاں سے حسب معمول علیحدہ کر دیا گیا تو آپ مواجہہ شریف میں جا کر مراقب ہوئے۔ فرمایا کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم حجرۂ خاص سے باہر جلوہ افروز ہوئے اور میرے پاس نزول فرمایا۔ اسی طرح تہجدّ کے وقت محسوس ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقصورہ سے باہر تشریف لائے اور بکمالِ عنایت مجھ سے بغل گیر ہوئے۔ اُس وقت مجھ کو الحاقِ خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت سے حاصل ہوا۔

فرمایا کہ محسوس ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجودِ مقدس مرکزِ جمیع عالمیان ہے۔ عرش سے فرش تک تمام مخلوقات آپ کی محتاج ہے اور آپ سے فیض یاب ہے۔ اگرچہ وہاب مطلق اللہ تعالیٰ ہے لیکن افاضہ آپ کے توسل شریف سے ہوتا ہے اور مہمّاتِ ملک و ملکوت آپ کے اہتمام سے سرانجام پاتی ہیں۔ شب و روز روضۂ مطہرہ سے مخلوقات پر انعام و اکرام کی بارش ہوتی رہتی ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ آپ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ کے مصداق ہیں۔ باوجود اس عمومِ رحمت کے، استغنا جو مقامِ محبوبیّت کو لازم ہے، بدرجہ اُتم واکمل پایا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے آپ کے حضور میں عرضِ حاجت کے واسطے توسّل کی ضرورت ہوتی ہے اور بلا توسّل مشکل معلوم ہوتی ہے۔

ایک روز فرمایا کہ کل سے ظہورِ اسرار و تلاطمِ امواجِ انوار ہوتا تھا اور آج ایک ایسا معاملہ اضافہ کیا گیا ہے کہ اشارہ سے بھی ظاہر نہیں کر سکتا۔ اور اگر ظاہر ہو تو قَطْعُ الْبُلْعُوْمِ وَذَبْحُ الْحُلْقُوْمِ لہ

لہ گلا کٹوانے اور گردن ذبح کروانے۔ (قصوری)

Collection Of Advocate Showkat

کا سزاوار ہوں مگر بعض مقامات رمز سے کہتا ہوں اور وہ معاملہ کمون و بروز ہے۔ جب شیخ کامل یہ چاہتا ہے کہ اپنے جمیع کمالات کسی مرید صادق میں اضافہ کرے تو اپنے سے غائب ہو کر نفسِ مرید میں ظاہر ہوتا ہے اور اُس وقت وہ مرید بتمامہ مرشد کے رنگ میں ہو جاتا ہے اور اس کے جملہ حقائق لطائف سے متحقق ہو جاتا ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کو اپنی نسبت حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت کیا کرتے تھے اب اس قسم کا معاملہ فقیر کی نسبت جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پاتا ہے۔ اسی سبب سے بعض معاملات ایسے درمیان میں آتے ہیں کہ

لَاعَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ || "نہ آنکھوں نے دیکھے اور نہ کانوں نے سُنے۔"

اور اسی وجہ سے رات جو اشعار نعت و قصائدِ مدحیہ حسب رسم قدیم پڑھے گئے، سب کو اپنی طرف منسوب پاتا تھا۔ اسی اثناء میں آپ کے صاحبزادہ ثانی خواجہ محمد نقشبندؒ نے عرض کیا کہ کمون و بروز بھی فنا و بقا متعارفہ قوم ہے یا کوئی علیحدہ معاملہ ہے۔ فرمایا کہ نہیں۔ یہ غیر فنا و بقا ہے اور اس سے بدرجہا ممتاز ہے۔

ایک روز آپ بقیع میں گئے، واپسی پر فرمایا کہ جس قبر پر میں جاتا تھا، صاحب قبر جس طرح بعنایت پیش آتا تھا اُسی طرح دوسرے اہلِ قبور کو جن کی قبروں پر جانے کا ارادہ ہوتا تھا منتظر رہتے تھے اور میری ملاقات کیلئے اسی طرح جمع ہوتے تھے جیسا کہ کسی نہایت عزیز مہمان کے واسطے ہوتے ہیں۔

فرمایا کہ سیّدنا حضرت ابراہیم علیٰ ابیہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ پر پہنچا تو وہ میری طرف آ کر مجھ سے ملحق ہو گئے۔ کبھی میری گود میں لیٹتے تھے اور کبھی گلے سے لپٹتے تھے۔ بالکل نور ہی نور تھے اور کیوں نہ ہوتے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس جگر گوشہ کے حق میں فرمایا تھا،

لَوْعَاشَ لَکَانَ نَبِیًّا || "اگر وہ زندہ رہتے تو نبی ہوتے۔"

فرمایا کہ بقعات مبارکہ اور مزاراتِ متبرکہ میں میری نسبت نے ظہورِ عجیب و انجلائے غریب پیدا کیا اور میں نے اپنا قرب و منزلت بجناب اقدس او تعالیٰ مشاہدہ کیا۔ محسوس ہوا کہ تمام عالم اس نسبت کے انوار سے بھر گیا ہے۔ اور موجوداتِ عالم صف باندھے ہوئے میرے گرد ہیں اور میں اُن میں امام معلوم ہوتا ہوں اور کافہ مخلوقات کو جو گوناگوں فیوض و برکات پہنچتی ہیں،

اس درویش کے توسط سے پہنچتی ہیں اور تمام مخلوق، کیا اولیاء کیا غیر اولیاء اس فقیر سے حصولِ برکات و ترقیات کے منتظر ہیں۔ اور اکثر اوقات قلم دوات اپنے پاس تصحیحِ مہماتِ ملک کیلئے حاضر پاتا ہوں۔ جیساکہ وزیرِ اعظم کو بارگاہِ سلطان میں نسبت و قدرت ہوتی ہے وہی حالت مجھ کو اپنی نسبت سمجھ میں آتی ہے۔ فرمایا کہ بقیع میں یوں تو سب بعنائیت پیش آتے ہیں مگر امیر المومنین سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عائشہ صدیقہ، سیدنا ابراہیم، عبدالرحمٰن بن عوف، عبداللہ بن مسعود اور امام اسمٰعیل بن امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اوروں سے زیادہ مہربان ہیں۔

فرمایا کہ جس وقت میں مدینہ منورہ سے روانہ ہونے لگا، مسجد شریف میں رخصت کے واسطے حاضر ہوا۔ جدائی کے غم والم کے سبب سے بے اختیار اور بار بار رونے لگا۔ اسی حالت میں حضرت رسالت خاتمیت کمال عظمت سے روضۂ مطہرہ سے ظاہر ہوئے اور نہایت کرم سے اخلعت تاجِ سلاطین بکمال علو و رفعت (کہ ایسا ہرگز نہیں دیکھا گیا) احقر کو پہنایا اور محسوس ہوا کہ اس تاج پر ایک شہپر لگا ہوا ہے اور اس پر ایک لعل جڑا ہوا ہے۔ ایسا معلوم ہوا کہ یہ خلعت خاص جسم اطہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُترا ہوا ہے اور دیگر خلعتوں کی طرح نہیں۔ اور فرمایا کہ خلعت عطا کرنے سے نظر کشفی میں نسبت خاصہ فرمانا مراد ہوتی ہے۔ اس کے بعد آپ جناب رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت مبارکہ سے وطن کو واپس ہوئے۔

تصرفات وکرامات

آپکے تصرف وکرامات بہت ہیں جن میں سے صرف چند بطور اختصار درج ذیل ہیں۔

① ایک جوگی جادو سے آگ باندھ دیتا تھا اور لوگوں کو اس شعبدہ سے فریفتہ کرتا تھا۔ یہ سُن کر آپ کو غیرت آئی اور بہت سی آگ روشن کرکے یہ آیہ شریف پڑھ کر دم کیا۔

يٰنَارُ كُوْنِىْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ
(سورہ الانبیاء آیت ۹۶)

اے آگ سرد ہوجا اور ابراہیم پر (موجب) سلامتی (بن جا)۔

اور ایک شخص کو فرمایا کہ اس میں بیٹھ کر ذکر کرو۔ چنانچہ وہ آگ میں بیٹھ کر ذکر میں مشغول ہوا اور آگ اُس پر گلزار ہوگئی۔

② ایک روز آپ وضو فرما رہے تھے کہ اچانک خادم سے لوٹا لیکر دیوار پر مارا! اور وہ لوٹا

لوٹ گیا۔ آپ نے دوسرے لوٹے سے وضو فرمایا۔ حاضرین نے اس امر کو ذہن میں رکھا۔ مدت کے بعد ایک سوداگر آیا، اور اُس نے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں بنگال کے ایک جنگل میں تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شیر میری طرف غراتا چلا آتا ہے میں نہایت خوف زدہ ہوا۔ اچانک حضرت (خواجہ محمد معصومؒ) کو دیکھا کہ لوٹا پکڑے تشریف لا رہے ہیں۔ آپ نے وہ لوٹا اُس شیر کی طرف بڑے زور سے پھینکا۔ شیر ڈر کے مارے بھاگ گیا اور میں محفوظ رہا۔

③ ایک شخص اپنے بیٹے کو آپ کی خدمت بابرکت میں لایا اور عرض کی کہ کسی عورت پر عاشق ہو گیا ہے۔ نہ دنیا کا کام کرتا ہے نہ عاقبت کا۔ آپ اس کو سمجھانے لگے تو اس نے کہا ؎

در کوئے نیک نامی مارا گذر ندادند
گر تو نمی پسندی تغییر کن قضارا
(حافظ شیرازی)

"لوگوں نے ہمیں نیک نامی کے کوچے میں جانے نہیں دیا
اگر تو ہماری موجودہ حالت پسند نہیں کرتا تو تقدیر کو
بدل دے۔"
(دیوان حافظ)

یہ سُن کر آپ نے فرمایا کہ ہم نے تیری قضا تبدیل کر دی۔ چنانچہ وہ فوراً تائب ہوا اور خیالِ عشق جاتا رہا۔

④ آپ کے ایک عزیز مخلص کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میری آنکھیں درد ہوا، ہر قسم کا علاج کیا مگر بے سُود۔ ایک شخص نے اُس سے اپنی مجرّب دوا کی تعریف کی۔ بیچارے نے اُس کا بھی استعمال کیا مگر دوائی لگاتے ہی بصارت جاتی رہی۔ اسی اثناء میں آپ حج مبارک سے واپس تشریف لے آئے۔ یہ بھی کسی کا ہاتھ پکڑ کر حاضرِ خدمت ہوا۔ آپ نے اُس کو دیکھ کر بہت افسوس کیا اور اپنا لعابِ دہن اُس کی آنکھوں میں ڈال کر فرمایا کہ اسی طرح گھر چلا جا۔ وہاں جا کر آنکھیں کھولنا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا، گھر جا کر آنکھیں جو کھولیں تو بینائی موجود پائی۔

⑤ آپ کے ایک داماد نے پوشیدہ طور پر کسی اور عورت کی طرف رجوع کیا۔ صاحبزادیوں نے آپ سے اِس امر کی شکایت کی۔ آپ کی زبان سے نکلا کہ مر جائے گا۔ صاحبزادیوں نے عرض کیا کہ جیتا رہے۔ فرمایا کہ بس اب جو ہونا تھا ہو گیا۔ اب ایمان کی دعا کرو۔ چنانچہ تین چار روز کے بعد اُس کا انتقال ہو گیا۔

⑥ آپ کے ایک مرید کا بیان ہے کہ مجھے افلاس نے تنگ کیا تو میں نے گھبرا کر آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ افلاس کے ہاتھوں سخت لاچار ہوں۔ حضرت نے مجھے روپوں کی تھیلی عنایت فرمائی اور فرمایا کہ اسے گنا مت، جس قدر چاہو، خرچ کئے جاؤ۔ میں حسبِ ضرورت اُس سے وقتاً فوقتاً خرچ

اس درویش کے توسط سے پہنچتی ہیں اور تمام مخلوق، کیا اولیاء کیا غیر اولیاء اس فقیر سے حصولِ برکات و ترقیات کے منتظر ہیں۔ اور اکثر اوقات قلم دوات اپنے پاس تصحیح مہماتِ ملک کیلئے حاضر پاتا ہوں۔ جیسا کہ وزیرِ اعظم کو بارگاہِ سلطان میں نسبت و قدرت ہوتی ہے وہی حالت مجھ کو اپنی نسبت سمجھ میں آتی ہے۔ فرمایا کہ بقیع میں یوں تو سب بعنایت پیش آتے ہیں مگر امیر المومنین سیّدنا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عائشہ صدیقہ، سیّدنا ابراہیم، عبد الرحمٰن بن عوف، عبد اللہ بن مسعود اور امام اسمٰعیل بن امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اوروں سے زیادہ مہربان ہیں۔

فرمایا کہ جس وقت میں مدینہ منوّرہ سے روانہ ہونے لگا، مسجد شریف میں رخصت کے واسطے حاضر ہوا۔ جدائی کے غم والم کے سبب سے بے اختیار اور بار بار رونے لگا۔ اسی حالت میں حضرت رسالت خاتمیّت کمال عظمت سے روضۂ مطہرہ سے ظاہر ہوئے اور نہایت کرم سے ا خلعت تاجِ سلاطین بکمال علو و رفعت (کہ ایسا ہرگز نہیں دیکھا گیا) احقر کو پہنایا اور محسوس ہوا کہ اس تاج پر ایک شہپر لگا ہوا ہے اور اس پر ایک لعل جڑا ہوا ہے۔ ایسا معلوم ہوا کہ یہ خلعت خاص جسمِ اطہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُترا ہوا ہے اور دیگر خلعتوں کی طرح نہیں۔ اور فرمایا کہ خلعت عطا کرنے سے نظرِ کشفی میں نسبت خاصہ فرمانا مراد ہوتی ہے۔ اس کے بعد آپ جناب رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت مبارکہ سے وطن کو واپس ہوئے۔

تصرّفات وکرامات

آپ کے تصرّف وکرامات بہت ہیں جن میں سے صرف چند بطور اختصار درج ذیل ہیں۔

① ایک جوگی جادو سے آگ باندھ دیتا تھا اور لوگوں کو اس شعبدہ سے فریفتہ کرتا تھا۔ یہ سن کر آپ کو غیرت آئی اور بہت سی آگ روشن کرکے یہ آیہ شریف پڑھ کر دم کیا۔

یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ (سورہ الانبیاء آیت ۹۶)	اے آگ سرد ہوجا اور ابراہیم پر (موجب) سلامتی (بن جا)۔

اور ایک شخص کو فرمایا کہ اس میں بیٹھ کر ذکر کرو۔ چنانچہ وہ آگ میں بیٹھ کر ذکر میں مشغول ہوا اور آگ اُس پر گلزار ہوگئی۔

③ ایک روز آپ وضو فرما رہے تھے کہ اچانک خادم سے لوٹا لیکر دیوار پر مارا اور وہ لوٹا

ٹوٹ گیا۔ آپ نے دوسرے لوٹے سے وضو فرمایا۔ حاضرین نے اس امر کو ذہن میں رکھا۔ مدت کے بعد ایک سوداگر آیا، اور اس نے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں بنگال کے ایک جنگل میں تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شیر میری طرف غراتا چلا آتا ہے میں نہایت خوف زدہ ہوا۔ اچانک حضرت (خواجہ محمد معصومؒ) کو دیکھا کہ لوٹا پکڑے تشریف لا رہے ہیں۔ آپ نے وہ لوٹا اس شیر کی طرف بڑے زور سے پھینکا شیر ڈر کے مارے بھاگ گیا اور میں محفوظ رہا۔

③ ایک شخص اپنے بیٹے کو آپ کی خدمت بابرکت میں لایا اور عرض کی کہ کسی عورت پر عاشق ہو گیا ہے۔ نہ دنیا کا کام کرتا ہے نہ عاقبت کا۔ آپ اس کو سمجھانے لگے تو اس نے کہا ؎

در کوئے نیک نامی مارا گزر نہ دادند
گر تو نمی پسندی تغییر کن قضا را
(حافظ شیرازی)

"لوگوں نے ہمیں نیک نامی کے کوچے میں جانے نہیں دیا
اگر تو (ہماری موجودہ حالت) پسند نہیں کرتا تو تقدیر کو
بدل دے"۔
(دیوان حافظ)

یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ ہم نے تیری قضا تبدیل کر دی۔ چنانچہ وہ فوراً تائب ہوا اور خیال عشق جاتا رہا۔

④ آپ کے ایک عزیز مخلص کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میری آنکھ میں درد ہوا، ہر قسم کا علاج کیا مگر بے سود۔ ایک شخص نے اس سے اپنی مجرب دوا کی تعریف کی۔ بیچارے نے اس کا بھی استعمال کیا مگر دوائی لگاتے ہی بصارت جاتی رہی۔ اسی اثناء میں آپ حج مبارک سے واپس تشریف لے آئے۔ یہ بھی کسی کا ہاتھ پکڑ کر حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے اس کو دیکھ کر بہت افسوس کیا اور اپنا لعاب دہن اس کی آنکھوں میں ڈال کر فرمایا کہ اسی طرح گھر چلا جا۔ وہاں جا کر آنکھیں کھولنا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا، گھر جا کر آنکھیں جو کھولیں تو بینائی موجود پائی۔

⑤ آپ کے ایک داماد نے پوشیدہ طور پر کسی اور عورت کی طرف رجوع کیا۔ صاحبزادیوں نے آپ سے اس امر کی شکایت کی۔ آپ کی زبان سے نکلا کہ مر جائے گا۔ صاحبزادیوں نے عرض کیا کہ جیتا رہے۔ فرمایا کہ بس اب جو ہونا تھا ہو گیا۔ اب ایمان کی دعا کرو۔ چنانچہ تین چار روز کے بعد اس کا انتقال ہو گیا۔

⑥ آپ کے ایک مرید کا بیان ہے کہ مجھے افلاس نے تنگ کیا تو میں نے گھبرا کر آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ افلاس کے ہاتھوں سخت لاچار ہوں۔ حضرت نے مجھے روپوں کی تھیلی عنایت فرمائی اور فرمایا کہ اسے گنا مت، جس قدر چاہو، خرچ کئے جاؤ۔ میں حسب ضرورت اس سے وقتاً فوقتاً خرچ

Collection Of Advocate Showkat

کرتا رہا۔ حتیٰ کہ میں ایک لاکھ اُس میں سے خرچ کر چکا۔ لیکن وہ اُتنے کا اتنا ہی تھا۔ ایک روز میری بیوی نے وہ روپیہ گنا تو سات سو نکلا۔ اُس کے بعد جب ہم نے خرچ کیا تو ختم ہو گیا۔

⑦ ایک روز آپ خانقاہ میں جلوہ افروز تھے کہ ناگاہ آپ کا دستِ مبارک اور آستین پانی سے تر ہو گئے۔ حاضرین تعجب کرنے لگے اور آپ سے سبب دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے ایک سوداگر مرید کا جہاز غرق ہونے لگا تھا۔ اُس نے ہماری طرف توجہ کی اور اپنی نجات کیلئے مدد طلب کی۔ میں نے اپنے ہاتھ سے اُس کو غرقاب سے نکال کر ساحلِ نجات پر پہنچا دیا۔ ایک مدّت کے بعد وہ سوداگر حاضرِ خدمت ہوا اور ایک رقمِ کثیر بطور نذرانہ لایا اور جہاز کے غرق ہونے اور نجات پانے کا قصّہ بیان کیا۔

⑧ آپ کے خلیفہ حضرت خواجہ محمد صدیق پشاوریؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں حضرت خواجہ محمد معصومؒ سے اجازت لیکر اپنے وطن کو روانہ ہوا۔ راستے میں سلطان پور کی ندی کی پُل کے نیچے کپڑے پاک کر رہا تھا کہ میرا پاؤں پھسلا۔ اور پانی سر سے اونچا ہو گیا۔ میں تیرنا نہ جانتا تھا۔ پانی مجھ کو کبھی اُوپر لاتا تھا کبھی نیچے۔ زندگی کی اُمید باقی نہ رہی تھی۔ یکایک حضرت نمودار ہوئے اور ہاتھ سے پکڑ کر مجھے باہر لا کھڑا کیا اور خود نظر سے غائب ہو گئے۔

⑨ خواجہ محمد صدیق پشاوریؒ کا بیان ہے کہ میرا ایک مخلص نوروز بیگ نامی جو حضرت خواجہ محمد معصوم کے دیدارِ فیض آثار سے مشرف ہوا ہے، یوں بیان کرتا ہے کہ میں ایندھن بیل پر لاد کر لا رہا تھا کہ لکڑیوں کا گٹھا بیل پر سے زمین پر گر پڑا۔ کوئی شخص وہاں نہ تھا جو لدوانے میں میری امداد کرے۔ میں حیران و پریشان کھڑا تھا۔ اتنے میں میں نے حضرت قدس سرہٗ کو تشریف لاتے دیکھا کہ آئے اور گٹھا لدوا کر نظروں سے غائب ہو گئے۔

⑩ آپ کے ایک مخلص حاجی نور دین بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں حرمین کی زیارت کو روانہ ہوا اور جہاز پر سوار ہو گیا۔ ہوا کی شدّت اور طغیانی کے سبب سے جہاز ڈوبنے لگا۔ اکثر لوگوں نے اپنا سامان سمندر میں ڈال دیا تاکہ جہاز ہلکا ہو جائے اور وہ ڈوبنے سے بچ رہے۔ میں اس حال میں حضرات مخدوم زادگان کی طرف متوجہ ہوا اور نہایت عاجزی سے التجا کی کہ یا حضرت وقت امداد ہے۔ متوجہ ہوتے ہی دونوں مخدوم زادے تشریف لائے اور فرمایا کہ مطمئن رہو، ہم تمہاری امداد

کیلئے آپہنچے ہیں اب جہاز نہیں ڈوبے گا۔ (انشاء اللہ) میں نے یہ بشارت سن کر لوگوں سے کہا کہ کوئی شخص اپنا سامان دریا میں نہ پھینکے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اب جہاز نہیں ڈوبے گا، کیونکہ بزرگانِ دین نے مجھے بشارت دی ہے۔ چونکہ لوگوں کے خیال میں جہاز کا بچنا دشوار تھا، کسی نے بھی میری بات پر یقین نہ کیا، مگر فوراً لہریں بند ہوگئیں اور جہاز ٹھہر گیا۔ یہ دیکھ کر سب لوگ حضرت قدس سرہٗ کے معتقد اور اس فقیر کے مخلص ہوگئے۔ ہم بخیریت روانہ ہوئے اور سعادتِ حج بیت اللہ سے مشرّف ہوئے۔

(۱۱) جب آپ نماز کے وقت قرأت پڑھتے تو آپ کے پیچھے بعض اوقات سو سو صف بھی ہوتی لیکن آواز اس قسم کی تھی کہ جتنی اونچی آواز پہلی صف والوں کو سنائی دیتی، اتنی ہی آخری صف والوں کو سنائی دیتی تھی۔

(۱۲) ایک شخص نے آپ کے حضور میں ایک رافضی کا ذکر کیا کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو برا بھلا کہتا ہے۔ آپ سخت ناراض ہوئے، خربوزہ کھا رہے تھے، آپ نے چھری ہاتھ میں لیکر خربوزہ پر رکھ کر فرمایا کہ لو ہم رافضی کا سر کاٹتے ہیں۔ خربوزہ کو دو ٹکڑے کر دیا۔ اسی روز رافضی مرگِ مفاجات سے مر گیا۔

(۱۳) فارسی کے شہرۂ آفاق شاعر ناصر علی سرہندی آپ کے مرید صادق تھے۔ اوائل میں انہیں شعر کہنے کا ازحد شوق تو تھا لیکن کہنا نہیں آتا تھا۔ ایک روز آپ (خواجہ محمد معصومؒ) کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس وقت آپ وضو فرما رہے تھے۔ از راہِ کرم فرمایا کہ علی! جو چاہو مانگو۔ انہوں نے عرض کیا کہ زبان چاہتا ہوں۔ فرمایا، ارے کم ہمّت۔ اچھا یہ لو میرے وضو کا پانی پی لو، کافی ہوگا۔ انہوں نے حسب الارشاد وضو کا پانی پیا۔ پیتے ہی اُن کا سینہ معرفتِ الٰہی سے منوّر اور دل مظہر فیضِ الٰہی ہوگیا۔ اور اُن کی زبان سے اس قدر شعر نکلنے لگے کہ جن سے بڑھ کر وہم و قیاس میں بھی نہ آسکتے تھے۔ چنانچہ اُن کا شعر ہے۔

بایں شوخی غزل گفتن علیؔ از کس نمے آید بایراں مے فرستم تا کسے گوید جوابش را	"اے علیؔ! تیرے سوا اس طرح شوخی کے ساتھ کوئی بھی غزل نہیں کہہ سکتا۔ میں اپنی غزل کو ایران میں بھیج رہا ہوں تاکہ کوئی اس کا جواب کہے۔"

(۱۴) آپ کے ایک مرید کا بیٹا بیمار ہو گیا۔ کافی علاج کیا مگر افاقہ نہ ہوا۔ مرض روز بروز بڑھتا گیا، ماں باپ اُس کی زندگی سے مایوس ہو کر اُسے آپ کی خدمت میں لائے۔ لڑکا مر گیا اور باپ بھی بیقراری کی وجہ سے زمین پر گر پڑا۔ اور قریب الموت ہو گیا۔ جب آپ نے لڑکے کو مرا ہوا، اور اس کے باپ کو مُردوں کی طرح پڑا ہوا دیکھا تو اُس کے حال پر رحم آگیا۔ اُس لڑکے پر توجہ کی اور دیر تک کھڑے رہ کر اس پر مراقبہ کیا۔ دیر بعد تھوڑا سا پانی لیکر کچھ آیتیں پڑھ کر دم کیا اور وہ پانی لڑکے پر چھڑکا۔ چھڑکتے ہی لڑکا اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ گویا مرض کا نام و نشان نہ تھا حاضرین یہ حال دیکھ کر حیران رہے اور پہلے کی نسبت اُن کا اعتقاد زیادہ ہو گیا۔

اشاعتِ طریقہ

آپ یعنی حضرت قیوم ثانی خواجہ محمد معصوم قدس سرّہٗ بکم ربیع الاوّل ۱۰۳۴ھ کو مسندِ ارشاد و قیومیّت پر جلوہ افروز ہوئے۔
۱۶۲۴

اس روز پچاس ہزار آدمیوں نے آپ سے بیعت کی۔ جن میں سے دو ہزار حضرت مجدّدؒ قدس سرہٗ کے خلفاء تھے۔ باقی خلفاء جو مختلف ممالک میں تھے وہ بھی مختلف اوقات میں سرہند شریف میں حاضر ہو کر بیعت سے مشرّف ہوئے۔ ماوراء النہر، خراسان اور بدخشاں وغیرہ ممالک کے بادشاہوں نے اپنے وکیل مع تحائف بھیجکر غائبانہ آپ سے دوبارہ بیعت کی۔ قیومیّت کے تیسرے سال جب شاہجہان تخت پر بیٹھا تو سرہند شریف میں حاضر خدمت ہو کر دوبارہ بیعت سے مشرّف ہوا۔ اور تبلیغ و ترویجِ اسلام میں غایت درجہ کوشش کی گئی۔

چوتھے سال خواجہ محمد حنیف کابلیؒ حاضر خدمت ہو کر آپ سے بیعت ہوئے۔ آپ نے انہیں خلافت دیکر کابل بھیج دیا۔ خواجہ صاحب کو وہاں بڑی قبولیت نصیب ہوئی۔ اور ہزارہا لوگ اُن کے مرید ہو کر صاحبِ حال ہوئے۔ پانچویں سال خواجہ محمد صدیق پشاوریؒ اور شیخ ابو المظفر برہانپوری حاضر خدمت ہو کر بیعت سے مشرّف ہوئے۔ آپ نے خواجہ صاحب کو خلافت دیکر پشاور بھیجا، جہاں اُن کو بڑی کامیابی ہوئی اور شیخ صاحب کو کچھ مدّت کے بعد خلیفہ بنا کر دکن روانہ کیا۔ جہاں بہت سے لوگ اُن کے مرید ہوئے۔ چھٹے سال اخون موسیٰ ننگرہاری اور خواجہ عبد الصمد کابلی شرفِ بیعت سے مشرّف ہوئے اور خلافت پا کر اپنے اپنے وطن میں اشاعتِ طریقہ میں مشغول ہوئے۔ ساتویں سال شیخ بدر الدین سلطانپوری اور شیخ الور نور سرائی بیعت ہوئے اور خلافت دیکر بغرضِ اشاعت

سلطان پور اور نور سرائیں بھیج دیئے گئے۔ آٹھویں سال ملک شام کے سات سو علماء و مشائخ اور وہاں کے دیگر ہزارہا آدمی سرہند شریف میں آکر بیعت سے مشرف ہوئے۔ نویں سال شاہِ روم نے اپنے قاصد کے ہاتھ تحائف و ہدایہ بھیجے اور غائبانہ بیعت کی۔ تیرھویں سال عبدالعزیز شاہِ توران غائبانہ بیعت سے مشرّف ہوا۔ چودھویں سال شہزادہ محمد اورنگ زیب عالمگیر بیعت سے مشرّف ہوئے۔ پندرھویں سال اورنگ زیب کی بہن روشن آرا نے اور سولہویں سال روشن آرا کی بہن گوہر آرا نے آپ کی بیعت کی۔ انیسویں سال سلطان عبدالرحمٰن شاہِ خراسان اور اس کی بیگم بیعت سے مشرف ہوئے۔ اکیسویں سال ترکستان و دشت قبچاق کے تمام خان اور سلطان اپنے لشکر سمیت غائبانہ مرید ہوئے۔ بائیسویں سال شاہِ سلیمان بادشاہِ ایران، رفض سے تائب ہوکر غائبانہ مرید ہوا۔ اور اُس کے ساتھ ہزارہا شیعہ تائب ہوکر مرید ہوئے۔ تئیسویں سال بادشاہِ کاشغر غائبانہ مرید ہوا۔ چوبیسویں سال امامِ یمن غائبانہ مرید ہوا۔ پچیسویں سال شیخ حبیب اللہ بخاری کو جو دسویں سال مرید ہوا تھا۔ خلافت دیکر بخارا میں بھیجا اور وہاں انہیں قبولیّت عامہ نصیب ہوئی۔ چھوٹے بڑے وضیع و شریف، خوانین و سلاطین اور رعایا مرید ہوئے۔ اور چار سو نے درجۂ تکمیل پر پہنچکر اُن سے خلافت پائی۔ اُن کے ذریعہ سلسلہ عالیہ خراسان و ماوراء النہر میں بہت پھیلا۔ ستائیسویں سال حضرت نے اپنے خلیفہ خواجہ ارغوان کو خطا و چین میں بھیجا۔ اور اُس کے ہاتھ پر وہاں کا بادشاہ ملقب بہ قاآن مسلمان ہو گیا۔ اٹھائیسویں سال آپ نے شیخ مراد کو خلافت دیکر بغرضِ اشاعت ملک شام میں بھیجا وہاں وہ دمشق میں مقیم ہوئے۔ اور والیٔ شام اور تمام امراء اور دیگر لوگ بکثرت اُن کے حلقۂ ارادت میں آئے اور سلسلہ عالیہ اُس ولائیت میں پورے طور پر رائج ہوا۔ چونتیسویں سال بہت سے ارادتمندوں کے ساتھ آپ حج کے لیے تشریف لے گئے۔ چھتیسویں سال واپس آئے۔ جب بندرگاہ سورت میں پہنچے تو ہر روز ہزارہا آدمی مرید ہونے لگے۔ صبح و شام تقریباً تیس ہزار آدمی حلقہ میں شامل ہوتے۔ ہجومِ خلق کی یہ کیفیت ہوئی کہ امراء و سلاطین کو آپ کی زیارت بدقت نصیب ہوتی۔

قصہ کوتاہ آپ کی کثرتِ ارشاد و مشیخیت بیان سے باہر ہے۔ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے کے بعد کسی ولی اللہ کو اس قدر ارشاد و مشیخیت نصیب نہیں ہوئی۔ چنانچہ تاریخ مرأت العالم و جہاں نما جو شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیرؒ کے حکم سے لکھی گئی ہیں،

میں یوں لکھا ہے کہ مشیخت کی مسند پر کوئی ایسا شخص نہیں بیٹھا جیسا کہ خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ اطراف و اکناف عالم کے بادشاہ، علماء، مشائخ، چھوٹے بڑے، وضیع و شریف، مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک آپکے مرید تھے۔ لاتعداد خاص و عام بندگانِ خدا صبح و شام پروانوں کی طرح آپ پر جان فدا کرتے۔ ہندوستان، توران، ترکستان، بدخشاں، دشتِ قبچاق، کاشغر، خطا، روم، شام اور یمن کے بادشاہ آپکے مرید ہوئے۔ روئے زمین کے مختلف حصوں کے لوگ آپ کو خواب میں دیکھ کر اور انبیاء و اولیاء سے خوشخبری پاکر، حاضر خدمت ہوکر شرفِ بیعت سے مشرف ہوتے۔ مختلف ملکوں میں آپکے خلفاء کی خدمت میں ہزارہا آدمیوں کا مجمع رہتا ہر روز سینکڑوں نئے مرید حاضر خدمت ہوتے اور فنا و بقا اور پروردگار کا پورا پورا قرب حاصل کرتے۔ آپ کی مجلس کا رعب اور دبدبہ اس قدر تھا کہ مجلس مبارک میں بڑے بڑے بادشاہ آپس میں گفتگو نہ کر سکتے تھے۔ بغیر اجازت بات نہ کرتے۔ اگر بڑا ضروری کام ہوتا تو کاغذ پر لکھ کر آپکی خدمت میں پیش کرتے۔ اورنگ زیب عالمگیر شہنشاہ ہند پر اگرچہ آپ بدرجۂ نہایت مہربان تھے لیکن پھر بھی بسبب نہایت ادب اُس نے کبھی آپکے حضور میں کسی سے گفتگو کی اور نہ بغیر اجازت بیٹھا۔

چالیسویں سال خصوصیت سے تمام روئے زمین کے خلفاء مع اپنے مریدوں کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بادشاہ اور امیر اپنی اپنی سلطنت اور امیری چھوڑ کر آپ کی زیارت کو آئے۔ چنانچہ خانانِ توران و ترکستان، والیانِ دشتِ قبچاق و بدخشان، فرمانروایانِ خطا و خراسان، تخت نشینانِ کاشغر و طبرستان، حاکمانِ قہستان و گرجستان، سب کے سب آپکے دیدارِ فائض الانوار کے لیے سرہند شریف میں حاضر ہوئے۔ شہر کے گرداگرد ایک ایک میل تک لشکر پڑا تھا۔ اس سے پہلے کبھی ایسا مجمع نہیں ہوا تھا اور بعد میں بھی کبھی ایسا نہیں ہوا۔ نماز کے وقت اس قدر ہجوم ہوتا کہ ایک دوسرے کی پیٹھ پر سجدہ کرتے بلکہ کھڑا ہونے کو بھی پورے طور جگہ نہ ملتی۔

چوالیسویں سال حضرت اقدس قدس سرہٗ نے اپنے مریدوں اور خلفاء کو حسب ذیل طور پر اپنے فرزندانِ گرامی کے سپرد فرمایا۔ حضرت محمد صبغۃ اللہ کو کابل اور اس کے گردونواح کے تمام پٹھان اور مغل مرید دے دیئے۔ بدخشاں، ترکستان، دشتِ قبچاق، کاشغر، خطا، روم اور شام کے تمام مرید اور ہندوستان کے بعض آدمی حضرت خواجہ حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی کے سپرد کیئے۔ حسب ذیل خلفاء،

بھی اُن کے سپرد ہوئے۔ خواجہ محمد حنیف کابلی، خواجہ محمد صدیق پشاوری، خواجہ عبدالصمد، اخون موسیٰ ننگرہاری، شیخ مراد شامی، خواجہ ارغون خطائی وغیرہ، شہزادہ اورنگ زیب بھی اُن کے سپرد ہوا۔ جب حضرت حجۃ اللہ، کابل تشریف لے گئے تو کابل کے تمام آدمیوں نے آپ سے رجوع کیا۔ حضرت خواجہ محمد عبیداللہ مروج الشریعت کو خراسان، ماوراءالنہر، توران، وارگنج، غوربند، اندراب، قہستان، طبرستان اور سجستان کے علاقے سپرد کئے اور حسب ذیل خلفاء آپ کے ماتحت کئے۔ شیخ ابوالمظفر برہانپوری، شیخ حبیب اللہ بخاری، صوفی پایندہ ملا، شیخ ابوالقاسم بلخی وغیرہ اور ہند کے اکثر امراء اور شہزادہ معظم شاہ بھی آپ کے سپرد ہوئے۔ آخر انہوں نے بھی حضرت حجۃ اللہ سے رجوع کیا۔ دکن اور پنجاب کے اکثر مرید اور خلفاء کو خواجہ محمد اشرف کے حوالہ کیا۔ سلطان اورنگ زیب، اعظم شاہ، جعفر خاں، وزیر شائستہ خاں، مکرّم خاں، محتشم خان اور سلطان عبدالرحمن وغیرہ شیخ محمد سیف الدین کے سپرد کئے اور حسب ذیل خلفاء اُن کے حوالہ کئے۔ اخون میر محمد محسن سیالکوٹی، صوفی پایندہ ملاس، شیخ ابوالقاسم بھکری وغیرہ، سلطان ہند نے آخر حضرت حجۃ اللہ سے رجوع کیا۔ حضرت خواجہ محمد صدیق کو عرب کرین اور مشرقی ہند کے اکثر شہر سپرد کئے۔

بعد ازاں آپ نے اپنے تمام خلفاء کو دنیا کے مختلف حصوں میں بھیجا۔ ایک ہزار سات سو خلفاء ترکستان اور دشت قبچاق میں بھیجے اور اُن کا سردار خواجہ محمد امین اور خواجہ عبدالرحمن کو بنایا۔ پانچ سو خلیفے کاشغر اور خطا کی طرف بھیجے۔ ان کا سردار خواجہ ارغون کو مقرر فرمایا۔ چار سو خلفاء شام اور روم کی طرف بھیجے ان کا سردار شیخ مراد کو بنایا۔ سات سو خلفاء خراسان، بدخشاں اور توران میں شیخ حبیب اللہ کی ماتحتی میں بھیجے۔ ایک سو خلفاء کابل میں اور ایک سو خلفاء نواح پشاور میں بھیجے۔ بیس خلفاء ننگرہار میں بھیجے ان سب کا سردار خواجہ محمد حنیف، خواجہ محمد صدیق اور اخون موسیٰ کو مقرر فرمایا۔ باقی خلفاء کو طول و عرض ہندوستان میں پھیلا دیا۔

کہتے ہیں کہ خلفاء او فرزندوں کی وساطت کے بغیر براہ راست نو لاکھ آدمی آپ کے مرید ہوئے آپ کے خلفاء کی تعداد سات ہزار تھی جو سب کے سب صاحب کمالات تھے۔

وفات

آپکو وجع المفاصل (جوڑوں کا درد) کا مرض تھا۔ آخر عمر میں اس مرض نے بہت غلبہ پایا۔ وفات سے دو تین روز پیشتر آپ نے قصبہ وجہار کے بزرگوں کو ایک رقعہ اس مضمون کا

لکھا کہ وقتِ رحلت آپہنچا ہے۔ دعا فرمائیں کہ خاتمہ بالخیر ہو۔ وفات سے ایک روز پیشتر جمعہ کے دن آپ مسجد میں تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اُمید نہیں کہ کل اس وقت تک اس دنیا میں رہوں۔ پھر سب کو پند ونصائح فرما کر خلوت میں تشریف لے گئے۔ صبح کو نمازِ فجر کمال تعدیلِ ارکان کے ساتھ ادا کی۔ مراقبہ معمولہ کے بعد اشراق پڑھی۔ بعد ازاں سکرات موت آپ پر شروع ہو گئے۔ اُس وقت آپ کی زبان مبارک جلد جلد چلتی تھی۔ صاحبزادگان والا تبار نے کان لگا کر سُنا تو معلوم ہوا کہ آپ سورۂ یٰسین شریف پڑھ رہے تھے۔ غرض کہ ۹ ربیع الاوّل ۱۰۷۹ھ ۱۶۶۸ء بروز ہفتہ آپ نے وصال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ سرہند شریف میں ہی آخری آرامگاہ بنی۔

آپ کے اکثر عقیدتمندوں، عزیزوں اور پیروکاروں نے قطعاتِ تاریخ وصال لکھے بخوفِ طوالت صرف دو قطعات درج ذیل ہیں۔

① حضرت خواجہ عبدالاحد وحدت سرہندی قدس سرہٗ نے یہ قطعہ لکھا: ؎

قیومِ زماں خلیفۃ اللہ!　　دانندۂ سرہائے مکتوم
در دائرۂ وجود تا بود!　　بودش بہ جہاں مثالِ معدوم
تاریخ وصالِ او خرد گفت
"رفتہ ز جہاں امامِ معصوم"
۱۰۷۹ھ

② فارسی کے مشہور شاعر اور آپ کے مرید صادق ناصر علی سرہندی نے یہ قطعۂ تاریخ وصال لکھا: ؎

چراغِ خاندانِ نقشبنداں　　فروغِ دینِ احمد خواجہ معصوم
بسوئے گلشنِ عقبیٰ قدم زد　　ازیں ویرانۂ بازِ کہن بوم
زدل پرسیدم از سالِ فواتش　　ندا آمد ز عالم "رفتہ معصوم"
۱۰۷۹ھ

جہاں پر اب آپ کا روضہ مبارک ہے، وہ جگہ آپ کے صاحبزادے حضرت مروّج الشریعت خواجہ محمد عبید اللہؒ کی ملکیت تھی۔ جب آپ کا انتقال ہوا تو حضرت مروّج الشریعت نے اُن کو اپنی جگہ میں دفن کیا اور شاہجہان بادشاہ کی صاحبزادی روشن آرا نے اُس پر عالیشان روضہ تعمیر

کرایا۔ اس کی تعمیر کیلئے شہزادی نے ایران سے نہایت اعلیٰ درجہ کے اُستاد معمار طلب کیئے تھے اور روضہ شریف پر سنہرا کام کیا گیا تھا جو آئینہ کی طرح چمکتا تھا۔ اور سورج نکلنے پر جگمگا اُٹھتا تھا دروازوں کے پردے، شامیانے اور مزار پوش زربفت تھے۔ انقلاب زمانہ سے وہ نقش و نگار مٹ گئے ہیں۔

روضہ شریف کے شمال کی جانب مسجد عالی واقع ہے جو آپ کے صاحبزادے حضرت مروّج الشریعت نے ۱۰۸۰ھ میں تعمیر کرائی تھی۔ کہتے ہیں کہ روضہ شریف کی عمارت اور سامانِ فرش فروش پر ایک لاکھ روپیہ سے زائد خرچ ہوا۔ پانچ ہزار اشرفی گنبدوں پر خرچ ہوئی۔ چالیس ہزار روپیہ مسجد پر خرچ ہوا۔ اب اس روضہ کے اندر آٹھ قبریں ہیں، جن کی تفصیل کچھ یوں ہے :۔

① مرکز میں آپ یعنی خواجہ محمد معصوم عروۃ الوثقیٰ قدس سرّہٗ

② مرکز سے ملحق جانب مشرق حضرت مروّج الشریعت خواجہ محمد عبید اللّٰہ (فرزندِ سوم)

③ مرقد خواجہ محمد عبید اللّٰہ سے ملحق جانبِ مشرق حضرت ابوالعلیٰ فرزند اکبر خواجہ حجۃ اللّٰہ محمد نقشبند

④ مرکز سے ملحق جانبِ غرب خواجہ محمد اشرف (فرزندِ چہارم)

⑤ مرقد خواجہ محمد اشرف سے جانب غرب خواجہ صبغۃ اللّٰہ (فرزند اکبر)

ان پانچ قبروں کی پائنتی کی طرف

⑥ شیخ محمد ہادی فرزند سوم حضرت مروّج الشریعت

⑦ حضرت محمد شیخ الاسلام فرزند حضرت محمد پارسا فرزند چہارم حضرت مروج الشریعت خواجہ عبید اللّٰہ

⑧ خواجہ نور معصوم فرزند اکبر میر محمد نعمان حق رسا فرزند چہارم حضرت خواجہ محمد پارسا۔

حُلیہ مبارک آپ کا قد خاصا تھا۔ بدن مبارک پُر گوشت، رنگ گندمی، ابرو کشادہ، ناک اونچی، آنکھیں بڑی بڑی، داڑھی سفید اور تمام اعضا نہایت متناسب اور خوش شکل تھے۔ آپ کا لباس نہایت لطیف بلکہ الطف ہوتا تھا۔ عمامہ سر پر ہوتا۔ کبھی کبھی ہندی لباس بھی زیب تن فرما لیتے تھے۔

ارشادات قدسیہ مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی طرح حضرت

خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کی بھی تین جلدیں ہیں۔

جلد اوّل	اس جلد کو آپ کے فرزند سوم خواجہ محمد عبید اللہ مروج الشریعتؒ نے جمع کیا۔
جلد دوم	اس جلد کو شرف الدین حسین حسینی ہرویؒ نے حسب اشارہ حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ جمع کیا۔
جلد سوم	اس جلد کو حاجی محمد عاشور بخاری حسینیؒ نے حسب اشارہ حضرت خواجہ محمد نقشبند قیوم ثالث جمع کیا۔

بطور تبرک چند مقامات ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں۔

① آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک میں ہے کہ قبر بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے قبر کے باغ ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ پردہ و مسافت جو زمین قبر اور بہشت کے درمیان ہوتا ہے، اُٹھ جاتا ہے اور دونوں جگہوں کے درمیان کوئی پردہ مانع نہیں رہتا۔ گویا زمین قبر کو جنت کے ساتھ فنا اور بقا حاصل ہو جاتی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے یہی معنی ہیں کہ میری قبر اور میرے منبر کے درمیان بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ اس قسم کا روضہ اخص خواص کیلئے ہے، ہر مومن کو حاصل نہیں۔ جب مومنوں کی قبریں صفائی اور نورانیت پیدا کرتی ہیں تو اس امر کی استعداد حاصل ہو جاتی ہے کہ جنت کا پرتو اُن قبروں پر منعکس ہو جاتا ہے اور صاف کردہ شیشہ کی مثل ہو جاتی ہیں۔ (مکتوبات معصومیہ جلد اول مکتوب ۷)

② آپ نے لکھا تھا کہ پیر کا مریدوں کے حالات کو نہ جاننا باعث نقص ہے یا نہیں۔ آپ کو معلوم رہے کہ سلوک و تسلیک اختیاری ہیں پیر کو مرید کے احوال کا علم اور اسی طرح مرید کو اپنے احوال کا علم ضروری ہے اور ہمارے طریقہ میں جو اصحاب کرام علیہم الرضوان کا طریقہ ہے، ایسا علم نہ پیر کیلئے درکار ہے اور نہ مرید کیلئے۔ کیونکہ اس طریق میں افادہ و استفادہ انعکاسی اور انصباغی ہے۔ مرید اپنے شیخ کامل کی صحبت میں محبت و فنافی الشیخ کے مطابق ہر ساعت اس کے رنگ میں ظاہر ہوتا ہے اس صورت میں افادہ میں اور استفادہ میں اُسے علم کی کیا حاجت ہے۔ خربوزہ جو حرارت آفتاب سے پکتا ہے، کیا ضرورت ہے کہ سورج یا خربوزہ کو پکانے یا پکنے کا علم ہو۔ اس طریق میں مرید اپنے شیخ کے ساتھ وجوہ مناسبت جس قدر زیادہ پیدا کرتا ہے اسی قدر اس کے حق میں انصباغ زیادہ

ظاہر ہوتا ہے۔ (جلد اوّل مکتوب ۲۴۲)

(۳) قیوم اس عالم میں خدا جل وعلا کا خلیفہ اور اس کا قائم مقام ہوتا ہے۔ اقطاب و ابدال اُس کے ظلال کے دائرہ میں مندرج ہیں اور افراد و اوتاد اُس کے کمال کے محیط میں داخل ہیں عالم کے سب افراد اُس طرف متوجہ ہیں، وہ جہان والوں کی توجہ کا قبلہ ہے، جانیں نہ جانیں بلکہ جہان والوں کا قیام اُس کی ذات سے ہے۔ اس لیے کہ عالم کے افراد چونکہ اسماء و صفات کے مظاہر ہیں کوئی ذات اُن کے درمیان نہیں پائی جاتی۔ وہ سب کے سب اعراض و اوصاف ہیں اور اعراض و اوصاف کیلئے ذات اور جوہر کا ہونا ضروری ہے تاکہ اُن کا قیام اُس کے ساتھ ہو۔ عادت اللہ یوں جاری ہے کہ از منہ دراز کے بعد ایک عارف کو ذات سے ایک نصیب عطا کیا جاتا ہے اور اس کو ایک ذات دی جاتی ہے تاکہ وہ نیابت و خلافت کے طور پر اشیاء کا قیوّم ہو جائے۔ اور اشیاء اُس کے ساتھ قائم ہوں۔ (جلد اوّل مکتوب ۸۶)

(۴) موت پر تو انداز ہو رہی ہے، اور اجل مسمّٰی قریب ہے اور مجھ سے کچھ کام نہ ہو سکا اتنے دور دراز سفر کے لیے سامان درست نہیں کیا گیا۔

جاء الموت بحذافیرہ، جاءت الرّاجفہ تتبعھا الرادفہ۔	"موت آ گئی، اس کے بعد راجفہ اور رادفہ بھی گویا آ ہی گئے"۔

ہائے! عمر عزیز کا عمدہ حصہ (شباب) ہوا و ہوس میں بسر ہو گیا، اب ظاہر ہے کہ نکمّی عمر (بڑھاپا) میں کیا بن سکے گا۔ اس وقت کے عمل کا کیا اعتبار ہوگا۔ خجالت کی وجہ سے پانی پانی ہوا جاتا ہوں، اور آخرت کیلئے کوئی عذر سمجھ میں نہیں آتا۔ کسی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے: ؎

کنوں چہ عذر گناہانِ خویشتن خواہم کہ شرم، خوں چکدم از بدن بجائے عرق	"اب میں اپنے گناہوں کا کیا عذر چاہوں، کہ شرم و ندامت کی وجہ سے پسینے کی بجائے بدن سے خون ٹپک رہا ہے"۔

(جلد اوّل مکتوب ۱۵)

(۵) ہمارے طریقہ میں درجۂ کمال تک پہنچنے کا مدار شیخ مقتدا کے ساتھ محبت پر موقوف ہے۔ طالب صادق اس محبت کے ذریعے جو شیخ سے رکھتا ہے، اُس کے باطن سے فیوض و برکات حاصل کرتا ہے اور باطنی مناسبت سے بساعت اُس کے رنگ میں ظاہر ہوتا ہے مشائخ

نے فرمایا ہے کہ فنا فی الشیخ فنائے حقیقی کا پیش خیمہ ہے۔

⑦ اس دارِ فانی میں سب سے بڑا مطلب و مقصد اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا ہے اور معرفت دو قسم کی ہے۔ اوّل وہ معرفت ہے جس کے ساتھ صوفیائے کرام ممتاز ہیں۔ قسم اوّل نظر و استدلال سے وابستہ ہے اور قسم دوم کشف و شہود ہے۔ قسم اوّل دائرہ معمر میں داخل ہے۔ قسم دوم دائرہِ حال میں داخل ہے۔ قسم اوّل عارف کے وجود کے فانی کرنے والی ہے اور قسم دوم سالک کے وجود کے فانی کرنے والی ہے کیونکہ اس طریق میں معرفت سے مراد معرفت میں فنا ہے۔

⑧ اس طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ کے بزرگوں کا قول ہے کہ

"سایۂ رہبر بہ از ذکرِ حق" || "رہبر کا سایہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے بہتر ہے"۔

سایۂ رہبر سے اشارہ طریقۂ رابطہ کی طرف ہے جس سے مراد شیخ کی صورت میں نگاہ میں رکھنا ہے۔

⑨ فرمایا کہ کامل طور پر اعمال کی قبولیت کمالِ ایمان کے اندازہ کے موافق ہے اور اعمال کی نورانیت کمالِ اخلاص سے ہے۔ ایمان و اخلاص جس قدر زیادہ ہوں گے اعمال کی نورانیت، قبولیت اور کمال اُسی قدر زیادہ ہو گا۔

⑩ فرمایا کہ اے بھائی! ناجنس اور مخالف طریقہ کی صحبت سے پرہیز کر اور بدعتی کی مجلس سے بھاگ کیونکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تیرے دل میں اُس کی طرف میلان پیدا ہو جائے اور وہ تیرے کارخانہ میں خلل ڈال دے کیونکہ وہ مقتدا بننے کے لائق نہیں ہے۔

⑪ اس وقت اکثر خام صوفی، ملحد، کافروں کے ساتھ دوستی رکھنے سے نہیں ڈرتے اور یہ کہتے ہیں کہ فقیری کا راستہ کسی کے ساتھ بگاڑ پیدا کرنا نہیں۔ سبحان اللہ! حضور سرورِ انبیاء رئیس الفقراء صلی اللہ علیہ وسلم جن کا قول ہے "اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ"۔ اُن کو حکم ہوتا ہے کہ اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کر اور اُن پر سختی کر۔ یہ عجیب فقراء ہیں کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم جیسے عظیم نبی، سیّد الانبیاء اور پیشوائے اعظم کا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرتے ہیں۔

کسے کہ خلاف پیمبر راہ گزید || "جس کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ کے خلاف راہ پکڑ لی
ہرگز نخواہد بمنزل رسید || وہ کبھی بھی منزل پر نہیں پہنچ سکے گا۔

خواجہ محمد معصوم کی اولادِ امجاد

صاحبزادے :

①	خواجہ محمد صبغۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ	سنہ ۱۰۳۲ھ	تا	سنہ ۱۱۲۱ھ ۱۷۰۹ء
②	خواجہ محمد نقشبند حجۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ	سنہ ۱۰۳۴ھ ۱۶۲۵ء	تا	سنہ ۱۱۱۴ھ ۱۷۰۲ء
③	خواجہ محمد عبید اللہ، مروج الشریعت رحمۃ اللہ علیہ	سنہ ۱۰۳۸ھ ۱۶۲۹ء	تا	سنہ ۱۰۸۳ھ ۱۶۷۲ء
④	خواجہ محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ	سنہ ۱۰۴۷ھ	تا	سنہ ۱۱۱۷ھ ۱۷۰۵ء
⑤	خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ	سنہ ۱۰۵۵ھ	تا	سنہ ۱۰۹۶ھ ۱۶۸۵ء
⑥	خواجہ محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ	سنہ ۱۰۵۷ھ	تا	سنہ ۱۱۳۱ھ ۱۷۱۸-۱۹ء

صاحبزادیاں :

⑦ امۃ اللہ بیگم علیہا الرحمۃ

⑧ عائشہ بیگم علیہا الرحمۃ

⑨ عارفہ بیگم علیہا الرحمۃ

⑩ عاقلہ بیگم علیہا الرحمۃ

⑪ صفیہ بیگم علیہا الرحمۃ

① خواجہ محمد صبغۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کے سب سے بڑے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۰۳۲ھ مطابق ۱۶۲۳ء میں ہوئی۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا تھا کہ "محمد معصوم! اس فرزند میں اصلی نور دکھائی دیتا ہے، اس کا نام صبغۃ اللہ رکھو"۔ آپ نے علوم معقول و منقول انتہائی درجہ تک حاصل کئے۔ بعد ازاں اپنے والد بزرگوار سے علمِ باطن حاصل کیا۔ آپ حضرت مجدد قدس سرہٗ کے کمالات کے جامع اور صاحب کرامت تھے۔ والد بزرگوار نے آپ کو ولایت کابل و غزنی کی خلافت دیکر رخصت فرمایا جسکی تفصیل

گزشتہ اوراق میں آ چکی ہے۔ وہاں آپ سے بہت فیض جاری ہوا۔ ہر صبح و شام ہزارہا آدمی حلقہ میں شامل ہوتے۔ ۹ ربیع الثانی ۱۱۲۱ھ/۱۷۰۹ء کو آپ کا وصال ہوا۔ اور اپنے والد ماجد خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کے قبہ میں سرہند شریف میں دفن کئے گئے۔

② حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ

ان کے حالات مبارکہ اگلے صفحات میں آ رہے ہیں۔

③ خواجہ محمد عبید اللہ مروّج الشریعت رحمۃ اللہ علیہ

آپ عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کے تیسرے صاحبزادے ہیں رجب ۱۰۳۸ھ/۱۶۲۹ء میں پیدا ہوئے۔ والد بزرگوار کو اُن سے بڑی محبت تھی۔ اور کثرتِ محبت کے سبب سے اُن کو "حضرت جیو صاحب" کہا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ تیرے فرزند میری طرح ہوں گے۔ ان فرزندوں سے مراد خواجہ محمد نقشبند اور خواجہ محمد عبید اللہ ہیں۔ حضرت قیوم ثانی خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ نے آپ کو طینت و اصالت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشخبری دی تھی۔

آپ نے ۱۱ ربیع الاوّل ۱۰۷۹ھ/۱۶۶۸ء کو مسندِ ارشاد پر جلوس فرمایا اور خلفائے معصومی کو از سرِ نو خلافت دی۔ اور باقی مریدوں کو اپنی طرف سے خلافت دیکر روئے زمین کے مختلف حصوں میں بھیجدیا۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خانقاہ کی رونق آپ سے بدستور قائم رہی۔ اسی سال ایک روز نمازِ فجر کے بعد آپ مراقبہ میں تھے کہ الہام ہوا کہ تمھیں "مروّج الشریعت" کا خطاب دیا گیا ہے۔

آپ کو تپ دق کا مرض ہو گیا۔ ارشاد کے چوتھے سال شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے آپ کی خدمت میں لکھا کہ اس مرض کیلئے سیر بہت مفید ہے۔ آپ شاہجہان آباد (دلی)، تشریف لے گئے بادشاہ نے آپ سے بیعت کی، اور مرض کے علاج کیلئے دوسری ولائتوں سے اطباء طلب کئے مگر کچھ افاقہ نہ ہوا بلکہ مرض کا غلبہ ہو گیا۔ اس لیئے آپ نے بادشاہ سے رخصت لی اور سرہند شریف کو روانہ ہو گئے۔ جب سنبھالکہ میں پہنچے تو جمعۃ المبارک کے دن اشراق کے وقت ۱۹ ربیع الاوّل ۱۰۸۳ھ/۱۶۷۲ء کو انتقال فرمایا۔ وہاں سے آپکی نعش کو سرہند شریف لایا گیا اور حضرت عروۃ الوثقیٰ کے قبہ میں دفن کر دیا گیا۔ آپ صاحبِ کشف و کرامت و تصانیف تھے۔

Collection Of Advocate Showkat

آپ کی اولاد میں پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں۔ بیٹوں میں عبد الرحمٰن اور عبد الرحیم تو بچپن میں فوت ہوگئے تھے۔ آپ کے بڑے بیٹے محمد ہادی صاحب کشف و کرامات و تصانیف تھے۔ انہوں نے ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱۲۱ھ ۱۷۰۹ء کو انتقال فرمایا اور حضرت عروۃ الوثقیٰ کے مزار شریف کے اندر جنوب کی طرف مدفون ہوئے۔ خواجہ محمد پارسا آپکے دوسرے صاحبزادے تھے جن کو حضرت خواجہ محمد نقشبندؒ نے حضرت مجددؒ قدس سرہٗ کے کمالات کی بشارتیں دی۔ آپ بروز سوموار ۱۰ ربیع الاول سنہ ۱۱۴۲ھ ۱۷۲۹ء کو فوت ہوئے۔ آپ کا جنازہ آپ کی وصیت کے مطابق حضرت عروۃ الوثقیٰ کے روضہ کے گرد پھرایا گیا۔ اور چبوترے کے جنوب مغربی کونہ میں جہاں آپنے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تھی اور فرمایا تھا کہ یہاں میری قبر بنانا، دفن کئے گئے اور مرقد مبارک پر ایک گنبد بنایا گیا۔

④ خواجہ محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ کے چوتھے فرزند ہیں۔ سنہ ۱۰۴۷ھ مطابق ۱۶۳۷ء میں متولد ہوئے۔ آپنے مقامات سلوک اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں طے کئے۔ علوم معقول و منقول میں دستگاہ کامل رکھتے تھے۔ ۲۷ صفر سنہ ۱۱۱۷ھ ۱۷۰۵ء کو فوت ہوئے اور حضرت قیوم ثانی خواجہ محمد معصومؒ کے مرقد کے مغرب کی طرف مدفون ہوئے۔ آپ نزع کے وقت حسبی اللہ ونعم الوکیل بار بار پڑھتے تھے۔ آپ کی اولاد چار لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں۔ جب کفار سرہند شریف پر چڑھ آئے تو آپکے بڑے بیٹے شیخ محمد جعفرؒ ان سے فی سبیل اللہ جنگ کرتے ہوئے شہید ہوگئے اور حضرت قیوم ثانی کے روضہ (بیرونی قبہ) میں مدفون ہوئے۔ آپکے چوتھے بیٹے شیخ محمد نشانی الحال جامع علوم ظاہر و باطن تھے حضرت مجددؒ قدس سرہٗ کے مکتوبات پر مخالفوں نے جو شبہات کئے ہیں آپنے ان کا خوب رد لکھا ہے۔ آپنے سنہ ۱۱۵۰ھ مطابق ۱۷۴۰ء میں رحلت فرمائی اور حضرت قیوم ثانی کے روضہ مبارک (بیرونی قبہ) میں مدفون ہوئے۔

⑤ خواجہ سیف الدّین رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ کے پانچویں فرزند ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۰۴۹ھ / ۱۶۳۹ء میں ہوئی۔ خوردسالی میں علم باطن کی طرف متوجہ ہوگئے۔ عنفوانِ شباب علم ظاہر و باطن میں کمال حاصل کرکے مجمع البحرین ہوگئے۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ علوم ظاہری و باطنی کمالات صوری و معنوی اور زہد و تقویٰ و اتباع سُنّت میں جامع تھے۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ آپ کی علمی استعداد دیکھ کر ہر دم آپ پر خاص نظر عنایت رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ نے عین ایام شباب میں اپنے والد بزرگوار سے کمالاتِ مجددیہ کے حصول کی بشارت پائی۔ آپ کا طریقہ ہندوستان کے علاوہ عرب ممالک، ترکی، برما، سمرقند، بخارا وغیرہ میں پھیلا۔

آپ کی وفات ۲۰ر جمادی اولیٰ ۱۰۹۶ھ / ۲۴ر اپریل ۱۶۸۵ء بروز منگل ہوئی۔ سرہند شریف میں ہی آخری آرامگاہ بنی۔

⑥ خواجہ محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ

آپ عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کے چھٹے صاحبزادے ہیں۔ ۱۰۵۷ھ مطابق ۱۶۴۷ء میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی قدر کی رحلت کے چند سال بعد حج کو تشریف لے گئے اور واپس آکر شاہجہان آباد (دلّی) میں سکونت اختیار کی۔ اور آخری دم تک وہیں رہے۔ آپ مادرزاد ولی تھے۔ حضرت مروّج الشریعت خواجہ محمد عبید اللہ فرماتے ہیں کہ مجھ پر لوح محفوظ کا انکشاف ہوا۔ وہاں پر میں نے لکھا دیکھا، "محمد معصوم" اور اس کے تلے "صدیق ولی"۔ فرمایا، صدیق ولی سے مراد میرے بھائی محمد صدیق ہیں۔ صاحب کشف و کرامات اور علم و فضل تھے۔ آپ نے ۱۱۳۱ھ بمطابق ۱۷۱۹ء میں انتقال فرمایا۔ آپ کی نعش مبارک سرہند شریف لائی گئی۔ خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کے روضۂ مبارک کے شمال کی طرف خانقاہ کے سامنے مدفون ہوئے۔ آپ کے مرقد پر ایک عالیشان گنبد بنایا گیا۔

۲۶

حضرت حجۃ اللہ خواجہ محمد نقشبند قدس سرہٗ

سرہند شریف	سنہ ۱۰۳۴ھ سنہ ۱۶۲۵ء	سنہ ۱۱۱۴ھ سنہ ۱۷۰۲ء	سرہند شریف

قطعۂ تاریخِ وفات

جن کو بخشا ہے خدا نے حجۃ اللہ کا خطاب — تھے وہی قطبِ زماں خواجہ محمد نقشبند
کہیئے صابر حضرتِ خواجہ کا تاریخِ وصال — "رہبرِ پاکِ جہاں خواجہ محمد نقشبند"

—— ۱۷۰۲ء ——

(صابر براری، کراچی)

حضرت حجۃ اللہ خواجہ محمد نقشبند قدس سرہٗ

آپ عروۃ الوثقیٰ قیوم ثانی حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کے دوسرے صاحبزادے ہیں۔ آپکی ولادت باسعادت ۱۷ رمضان المبارک سنہ ۱۰۳۴ھ ۱۶۲۵ء بروز جمعۃ المبارک ہوئی۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے مرض الموت میں حضرت قیوم الثانی رحمۃ اللہ علیہ سے ارشاد فرمایا تھا کہ اس سال میرے وصال کے بعد تمہارے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو قربِ الٰہی کے کمالات میں میرے برابر ہوگا۔

آپ نے علم ظاہری و باطنی اپنے والد ماجد قدس سرہٗ سے حاصل کیا۔ بوجہ علو استعداد تھوڑے عرصہ میں آپ پر وہ اسرار منکشف ہوئے جن کی نسبت حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ یہ حیطۂ درکِ عقل و تصویرِ خیال سے باہر ہیں۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ نے اپنی قیومیت کے اکتالیسویں سال سنہ ۱۰۷۴ھ میں آپ کو قطب الاقطابی اور قیومیت کی بشارت دی۔ چنانچہ آپ خود بیان فرماتے ہیں کہ میں نے جب بعض علوم و معارف اور اسرار حضرت قیوم ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں عرض کیے تو فرمایا کہ یہ علوم و معارف جو تم بیان کرتے ہو مقطعاتِ قرآنی کے اسرار ہیں جو حضرت مجدد الف قدس سرہٗ نے مجھ سے خلوت میں فرمائے تھے۔ بعدازاں دوسرے روز مجھے خلوت میں بلاکر منصبِ قیومیت کی بشارت دی اور فرمایا کہ جو تاج مدینہ منورہ سے رخصت ہوتے وقت جنابِ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عنایت فرمایا تھا اب وہی تاج تمہیں عنایت ہوا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ وہ تاجِ ظلیت، اصالت، قیومیت اور محبوبیتِ ذاتی پر مشتمل تھا۔ فرمایا بعینہٖ وہی تاج ہے جو مجھے عنایت ہوا تھا اب وہی تمہیں دیا گیا ہے۔

آپ نے ۱۱ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ ۱۶۶۸ء کو مسندِ ارشاد پر جلوس فرمایا۔ آپ کی کثرتِ ارشاد کا یہ عالم تھا کہ آپ کی قیومیت کے پچیسویں سال ہر روز چار، پانچ سو آدمی بلکہ اس سے بھی زیادہ حاضرِ خدمت ہو کر مرید ہوتے۔ بڑے بڑے مشائخ اور علماء اپنی مشیخیت اور درس و تدریس کو چھوڑ کر آپ کے مرید ہوئے۔ روئے زمین کے مختلف حصوں سے لوگ ٹڈی دل کی طرح آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ توران، ترکستان، بدخشاں کے بادشاہ اپنی اپنی حدود تک استقبال کے لئے آئے اور اپنے اپنے ایلچی مع ہدایا آپ کی خدمت میں بھیجے۔ غرض اس قدر لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ کابل میں گنجائش نہ رہی۔ مجلسِ اقدس میں آپ کا اس قدر دبدبہ تھا کہ بادشاہ اور اُمراء کو بھی بات کرنے کی جرأت نہ تھی۔

شیخ عبد الوہاب مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں آدھی رات کو مسجد الحرام میں گیا تو دیکھا کہ بہت سے لوگ جمع تھے جن میں شیخ فخر الدین عراقی خطیب اور ملک العلماء عرب مولانا شمس الدین بھی موجود تھے اور کسی کے انتظار میں آسمان کی طرف اور بامِ کعبہ پر ٹکٹکی لگائے بیٹھے تھے۔ میں بھی وہاں بیٹھ گیا۔ دریں اثنا تمام آسمان آفتاب کی طرح روشن ہو گیا اور نورانی لوگ آسمان سے کعبہ کی چھت پر اُتر رہے ہیں۔ اسی اثنا میں ایک مرد بزرگ تخت پر بیٹھے ہوئے نمودار ہوئے اور اُن سے ایک ایسا نور چمک رہا تھا کہ مشرق سے مغرب تک تمام روئے زمین جگمگ جگمگ کر رہی تھی۔ اسی دوران کسی نے منادی کر دی کہ اس تخت مبارک پر امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے پوتے اور جانشین حضرت خواجہ محمد نقشبند تشریف فرما ہیں۔ خدا تعالیٰ نے انہیں اپنی ذاتی محبوبیت عطا فرمائی ہے۔ آسمانی فرشتو! زمین کے باسیو! تم سب ان کی اطاعت کرو تاکہ تمہاری بھلائی اور بہتری ہو۔ جو شخص ان کا مرید ہوگا وہ نجات پائے گا اور جو ان کے خلاف ہوگا سخت عذاب الٰہی میں گرفتار ہوگا۔ اس کے بعد اس بزرگ نے ہر ایک پر مہربانی فرمائی اور رخصت کیا۔ اور خود مع ایک جماعت کے مشرق کی طرف روانہ ہو گئے۔ چنانچہ اس بشارت کے بعد یہ تینوں علماء و مشائخ، ہزارہا آدمیوں کو ساتھ لیکر جن میں تین سو عالم، حافظ اور قاری بھی تھے، آپ کی زیارت کے لیے سرہند شریف حاضر

ہوئے اور سعادتِ بیعت سے مشرف ہوئے۔

آپ کو حجۃ اللہ کا خطاب بذریعہ الہام عطا ہوا۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نمازِ تہجد کے بعد بیٹھا ہوا تھا کہ مجھے الہام ہوا، "انت محبوب رب العالمین و حجۃ اللہ فی العالمین" دریں اثنا کسی نے ندا کی کہ پروردگار نے خواجہ محمد نقشبند کو جہاں میں اپنی حجت بنایا ہے۔ اور انہیں اُن کے باپ دادا کی طرح اولیائے اُمت سے افضل بنایا ہے۔ اے فرشتو! جنو! انسانو! تم سب اُن کی فرمانبرداری کرو تاکہ قیامت کے دن نجات پا جاؤ۔ بعد ازاں میں نے دیکھا کہ فرشتے اور تمام اولیائے اُمت کی رُوحیں میرے ارد گرد تشریف فرما ہیں اور کہتے ہیں "السلام علیکم یا حجت اللہ" اور میرے سر اور سینہ کو چومتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ صاحب فضلِ عظیم ہے۔

قیومیت کے نویں سال آپ نے حج بیت اللہ کا ارادہ کیا تو اعلان فرمایا کہ جو شخص چاہے ہمارے ساتھ حج پر چلے اور زادِ راہ کی کچھ فکر نہ کرے۔ چنانچہ آپ کے ساتھ پچیس ہزار آدمی جن میں چار سو بڑے بڑے علماء و مشائخ بھی تھے، سعادتِ حج حاصل کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔ جب اورنگ زیب عالمگیر نے آپ کی حج کی روانگی کی خبر سُنی تو دہلی سے تیرہ میل باہر آکر آپ کا شاہانہ استقبال کیا اور تجدیدِ بیعت کی۔ پھر آپ دہلی سے ہوتے ہوئے حجازِ مقدس کو روانہ ہوئے۔ دہلی میں آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ اس قدر زر و جواہر، نقد و جنس اکٹھا ہوا کہ اٹھانا مشکل تھا۔ کہتے ہیں کہ ساحلِ سمندر پر پہنچنے تک آپ کے ہمراہیوں کی تعداد ستائیس ہزار ہو چکی تھی۔ دورانِ سفر آپ کو الہام ہوا کہ تمہارے مریدوں کے علاوہ سات ہزار آدمی جن پر دوزخ کی آگ واجب ہو گی، تمہاری سفارش سے بہشت میں داخل ہوں گے۔

آپ کے اس قافلہ میں چند رافضی بھی بطور تقیہ شامل ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ الہام آپ کو مطلع کر دیا۔ اس پر آپ نے ارشاد کیا کہ کئی لوگ ہمارے قافلہ میں ایسے ہیں کہ اُن کا ظاہر صاف مگر باطن ناپاک ہے۔ دریں اثنا بادِ مخالف نے جہاز کو دھکیل کر یمن کی طرف ایک کنارے پر لا کھڑا کیا۔ اس جگہ خوارج کا بہت زور تھا۔ روافض نے خوارج کے ساتھ مل کر حسد و عداوت کی آگ کو بھڑکایا حتیٰ کہ قتال و جدال تک نوبت پہنچ گئی۔ جب صورتِ حال نہایت

تکلیف دور ہو گئی تو آپ نے دعا فرمائی جو فی الفور قبول ہو گئی۔ چنانچہ بارہ علماء کو خواب میں دکھایا گیا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلوہ افروز ہیں اور سب اقوام خوارج و روافض کو طلب کر کے فرما رہے ہیں کہ "نہایت افسوس کی بات ہے کہ تم لوگ اہل بیت کے ساتھ الفت و محبت اور خلیفۂ پیغمبر سے عداوت رکھتے ہو۔ چند لوگوں کو حکم دیا کہ ان کو مارو۔" چنانچہ جب خواب سے بیدار ہوئے تو زد و کوب کا اثر جسموں پر موجود تھا۔ پس بعد از قدرے گفتگو وہ رافضی علماء وغیرہ تائب ہو کر مرید ہو گئے۔

ایک روز آپ مسجد الحرام میں بیٹھے تھے۔ جب مراقبہ کیا تو دیکھا کہ شیطان ملعون، ذلیل و خوار ننگے سر اور بے رونق ہو کر بیت اللہ شریف چوروں کی طرح چھپ چھپ کر پھرتا ہے جب آپ کی نگاہ اس پر پڑی تو وہ دیکھتے ہی مارے خوف کے راہِ فرار اختیار کر گیا۔

حدیث شریف میں آیا ہے:-

اَلشَّيْطَانُ يُفِرُّ مِنْ ظِلِّ عُمَرَؓ۔	"شیطان عمرؓ کے سایہ سے بھاگتا ہے۔

چونکہ آپ بھی اولادِ عمرؓ تھے، اس لئے شیطان آپ سے بھاگا۔"

جب آپ مدینہ منورہ گئے تو روضۂ مطہرہ کے سامنے کھڑے ہوئے اور دیر تک دیوانہ وار روتے رہے۔ بعد ازاں حجرہ شریف کے قریب بیٹھ کر مراقبہ کیا اور دیر تک یہ کلمہ فرماتے رہے۔

اَفْدَيْتُ نَفْسِيْ وَرُوْحِيْ وَاَوْلَادِيْ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔	"یا رسول اللہ! میرا نفس، میری روح اور میری اولاد آپ پر قربان ہو۔"

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال لطف و کرم سے آپ کو عنایاتِ خاصہ سے ممتاز فرما کر اپنا نائبِ اتم بنایا اور فرمایا:-

اَنْتَ فَخْرُ اُمَّتِیْ	"تم میری اُمت کے لیے فخر ہو۔"

کرامات

① مولانا محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شروع شروع میں میرے دل میں خیال آیا کہ مرشد کو اس قدر کشف ضرور ہونا چاہیے کہ سالک کے بعض خطرات سے واقف ہو کر ان کا دفعیہ کر سکے۔ آپ نے اس وقت مجھے طلب کر کے فرمایا کہ محمد عابد سنو!

"اولیاء، اللہ کے بندے ہوتے ہیں۔ انہیں علم غیب کا ہونا اور اُن سے کرامات کا صدور واجب نہیں اور ان باتوں کے نہ ہونے سے اُن کے کمال میں نقص لازم نہیں آتا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو افضل البشر بعد از انبیاء ہیں، میں اس قدر کرامات نہ تھیں جتنی کہ ایک ولی اللہ میں ہوتی ہیں"

② ایک دفعہ سرہند شریف میں بارش نہ ہوئی۔ والیٔ شہر بہت سے لوگوں کو لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بارش کیلئے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ چھبیس روز تک بارش نہ ہوگی چنانچہ آپ کا فرمان درست ثابت ہوا اور چھبیسویں روز موسلا دھار بارش ہوئی۔

عبادات و عادات

آپ کا ہر عمل، ہر فعل اور ہر قدم سنتِ نبویؐ کے مطابق تھا رخصت کو اعمال میں بالکل دخل نہ دیتے تھے۔ رات کے تیسرے حصے میں بیدار ہوتے اور بارہ رکعت نمازِ تہجد ادا فرماتے۔ اس نماز میں سورۃ یٰسین تلاوت فرماتے۔ بعد ازاں مراقبہ کرکے اونگھ لیتے اور نمازِ فجر باجماعت ادا کرکے پھر حلقۂ ذکر و مراقبہ کرتے۔ اس سے فارغ ہوکر چار رکعت نمازِ اشراق ادا کرتے پھر دوستوں کو توجہ باطنی سے نوازتے۔ دن کا تیسرا حصہ گزرنے کے بعد نماز الضحیٰ پڑھ کر درونِ خانہ تشریف لے جاتے اور دوپہر کا کھانا معہ اہل و عیال تناول فرماتے۔ پھر قیلولہ فرماکر چار رکعت فی الزوال پڑھتے۔ نمازِ ظہر کے بعد قرآن پاک کی تلاوت کرتے اور تفسیر بیان فرماتے۔ نمازِ عصر کے بعد فقہ، حدیث اور مکتوبات امام ربّانی کا درس دیا کرتے۔ نمازِ مغرب کے بعد چھ رکعت نفل اوابین ادا فرماتے۔ پھر وظائف و اوراد کے بعد دوستوں کو توجہ دیتے۔ بعد نمازِ عشاء گھر میں تشریف لے جاتے۔ اور تھوڑا سا کھانا کھاکر آرام فرماتے۔ قصہ کوتاہ آپ کا تمام وقت ذکر و فکر اور یادِ الٰہی میں بسر ہوتا تھا۔ آپ نہایت متواضع اور خلیق اور مرتاض تھے۔ بیماروں کی عیادت اور بیمار پرسی کے لیے ضرور جاتے غرباء اور مساکین کی دلجوئی کرتے اور اعلیٰ و ادنیٰ میں کوئی تفریق نہ کرتے۔

آپ پر مدّت سے عوارضات کا غلبہ تھا۔ خاص کر پاؤں مبارک کا درد شدید ہو گیا تھا۔ ایک روز بعد نماز جمعہ ارشاد فرمایا کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ تمہاری عمر اسّی سال ہو رہی ہے

اور یہ اُمت کی اوسط عمر ہے۔ اگر اور عمر چاہتے ہو تو دنیا میں رہو ورنہ ہمارے پاس آ جاؤ۔ میں نے لقائے پروردگار اختیار کیا ہے۔ تم سنتِ نبوی کی پیروی کرتے رہنا اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے طریقہ پر پوری طرح سے پابند رہنا۔

۲۸ محرم الحرام بروز جمعرات کو آپ پر مرض کا غلبہ شدید تر ہو گیا۔ سانس میں تیزی آگئی مگر بڑے وقار سے وظائف و اوراد پڑھتے رہے۔ رات کو تہجد کی نماز ادا کر کے دیر تک فاتحہ پڑھتے رہے۔ پھر لیٹ گئے اور شب جمعۃ المبارک ۲۹ محرم الحرام سنہ ۱۱۱۴ھ ۱۷۰۲ء کو پینتیس سال مسندِ قیومیت و ارشاد پر فائز رہکر سرہند شریف میں رحلت فرمائی۔ اِنا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کو اُس مکان میں جو قدیم سے آپ کی ملکیت تھا، حضرت قیوم ثانی خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کے روضۂ مبارک سے شمال کی طرف فتح باغ کے قریب دفن کیا گیا۔ مرقدِ اقدس پر نہایت عالیشان خوبصورت قُبہ بنوایا گیا۔ آپکے مقبرہ میں چار قبریں ہیں۔ ایک اپ کی، دوسری آپکے فرزند محمد عمر کی، تیسری آپکی بیٹی کی اور چوتھی آپکی زوجہ کی۔

آپنے اپنی قیومیت کے آخری سال حضرۃ عروۃ الوثقی خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کے روضہ شریف سے شمال کی طرف ایک عالی شان اور خوبصورت مسجد تعمیر کرائی۔ اس کے تین گنبد اور دو برج تھے۔ صحن میں وضو کے لئے ایک حوض بنوایا تھا اور مسجد کے مقابل ایک محل اور چند حجرے سالکوں کو توجہ دینے اور مراقبہ کے لیے بنوائے تھے جو اعتدادِ زمانہ کی وجہ سے بے نام و نشان ہو گئے ہیں۔

آپ کی اولادِ امجاد چھ لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ آپ کے فرزندِ اکبر حضرت ابو العلی رحمۃ اللہ علیہ سنہ ۱۰۶۴ھ میں پیدا ہوئے۔ صاحبِ کشف و کرامات تھے۔ سنہ ۱۱۰۷ھ میں وفات پائی اور حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے قُبہ میں دفن ہوئے۔ حضرت ابو العلیؒ کے بڑے بیٹے قیوم رابع خواجہ محمد زبیر قدس سرہٗ تھے جن کے حالات آگے آرہے ہیں۔

۲۷

حضرت خواجہ محمد زبیر سرہندی قدس سرہٗ

سرہند شریف — سنہ ۱۰۹۳ھ — سنہ ۱۶۸۲ء

سنہ ۱۱۵۲ھ — سنہ ۱۷۴۰ء — سرہند شریف

قطعۂ تاریخ وفات

قطبِ دوراں اور قیومِ زماں تھے بالیقیں   اہلِ بینش جانتے ہیں عظمتِ خواجہ زبیر
سالِ رحلت آپ کا یہ، آپ ہی کے فیض سے   کہیئے صابرؔ "نورِ عالم طلعتِ خواجہ زبیر"

— ۱۷۴۰ء —

(صابرؔ براری، کراچی)

حضرت خواجہ محمد زبیر سرہندی قدس سرہٗ

آپ حضرت حجۃ اللہ خواجہ محمد نقشبند ثانی قدس سرہٗ کے پوتے اور خلیفۂ اعظم تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۵ ذی قعدہ سنہ ۱۰۹۳ھ ۱۶۸۲ء بروز پیروار ہوئی۔ سلسلۂ نسب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ تک یوں پہنچتا ہے۔ خواجہ محمد زبیر بن خواجہ شیخ ابوالعلی بن خواجہ حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی بن خواجہ محمد معصوم بن امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ۔

آپ ابھی صرف تیرہ برس کے تھے کہ والد گرامی حضرت شیخ خواجہ ابوالعلیؒ کا وصال ہو گیا اور آپ کی پرورش جدّ امجد حضرت خواجہ نقشبند ثانی قدس سرہٗ نے کی اور ظاہری و باطنی علوم میں مالامال کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ کمسنی ہی میں آپ پر استغراق غالب ہو جایا کرتا تھا اور حضرت نقشبند ثانی قدس سرہٗ نے آپ کو قیومیّت کی بشارت دی تھی چنانچہ حضرت حجۃ اللہ خواجہ محمد نقشبند ثانی قدس سرہٗ کے وصال کے بعد بروز ہفتہ یکم صفر سنہ ۱۱۱۴ھ ۱۷۰۲ء کو مسند قیومیّت و ارشاد پر متمکن ہوئے۔

آپ قطبِ دوراں اور قیومِ زماں تھے۔ آپ کے شب و روز عبادت الٰہی اور خلق خدا کو ہدایت کرنے میں صرف ہوتے تھے۔ آپ کا حلقہ بہت وسیع تھا اور زمانے کے بڑے بڑے علماء و امراء آپ کے معتقد تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دین و دنیا کی دولت سے سرفراز فرمایا تھا۔ جب کبھی آپ دولت کدہ سے باہر تشریف لاتے تو امراء شاہی اپنے دوشالے اور پگڑیاں فرش راہ بناتے تاکہ متبرک ہو جائیں اور آپ کے قدم مبارک زمین پر نہ پڑیں۔ اگر آپ کسی جگہ وعظ مجلس یا عیادتِ مریض کے لیے تشریف لے جاتے تو آپ کی سواری اور جلوس شاہانہ ہوتا۔ باوجود اس ظاہری کرّوفر کے دل خدا کی طرف لگا ہوا

تھا۔ آپ ہر امیر و غریب کو ایک نظر سے دیکھتے تھے اور ہر مرید کو درجۂ کمال تک پہنچانے کی سعیٔ بلیغ فرماتے تھے۔ کم کھانا، کم بولنا، کم سونا آپ کی زندگی کا خاص اصول تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ فضول اور لغو گفتگو میں بہت سی مصیبتیں اور پریشانیاں پنہاں ہیں کم کھانے سے جسم میں سُستی واقع نہیں ہوتی اور کم سونے سے زیادہ وقت عبادت الٰہی میں گزار سکتے ہیں۔ یہ وقت بڑا قیمتی ہے، اس کی قدر کرنی چاہیئے۔ تقویٰ، پرہیزگاری، اتباعِ سنّت اور کثرت عبادت میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔

آپ نہایت کثیر العبادت تھے۔ نمازِ تہجد میں ساٹھ ساٹھ مرتبہ سورۃ یٰسین پڑھا کرتے تھے۔ نمازِ فجر کے بعد چاشت تک مراقبہ فرماتے۔ بعدازاں قدرے قیلولہ فرماتے اور پھر نمازِ زوال ادا کرتے۔ اس کے بعد تلاوت قرآن مجید میں مشغول ہو جاتے اور پھر نمازِ ظہر سے پہلے حلقہ بنا کر مع دوستاں ختم خواجگان پڑھتے اور ذکر و فکر کے بعد مریدوں کو توجہ دیتے نمازِ ظہر ادا کر کے مریدوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے۔ آپ چوبیس گھنٹوں میں صرف ایک بار صرف اسی وقت ہی کھانا کھاتے تھے۔ نمازِ عصر کے بعد کبھی حدیث شریف اور کبھی مکتوباتِ امام ربّانی مجدد الف ثانی قدس سرّہٗ کا درس دیا کرتے تھے نمازِ مغرب کے بعد نمازِ اوابین میں قرآنِ مجید کے دس پارے پڑھتے تھے۔ بعدازاں حلقۂ ذکر ہوتا پھر نمازِ عشا پڑھ کر دولت کدہ میں استراحت فرماتے۔ چوبیس ہزار مرتبہ کلمہ طیبّہ، پندرہ ہزار مرتبہ اسم ذات دن کو اور پھر دس ہزار مرتبہ کلمہ شریف رات کو آپ کا دائمی وظیفہ تھا۔

ایک مرتبہ کسی تقریب میں جامع مسجد کے قریب سے گزرے۔ سواری کے ساتھ عقیدتمندوں کا بے شمار ہجوم نجوم تھا۔ حضرت شاہ گلشنؒ نے مسجد سے آپ کی سواری کی رونق دیکھ کر اپنی پرانی کملی اتار کر پھینک دی اور کہا کہ اسے جلا دو۔ کیونکہ جس قدر نور اس بزرگ کی سواری میں ہے اُس کا ایک شمّہ بھی مَیں اپنی کملی میں نہیں دیکھتا۔ حالانکہ تئیس سال سے اس کملی میں ریاضت و مجاہدہ کر رہا ہوں۔ کسی نے بتایا کہ یہ حضرت خواجہ محمد زبیر ہیں۔ اس پر شاہ گلشن

کہنے لگے، الحمدللہ! یہ تو ہمارے پیر زادہ ہیں اور ہماری عزت و آبرو ان کے صدقے باقی رہ گئی ہے۔

کرامات ① ایک شخص نے عرض کیا کہ خاندانِ مجددیہ کی تمام نسبت مجھ کو ایک ہی توجہ میں عطا فرمائیں۔ آپ نے ارشاد کیا کہ یہ معمول کے خلاف ہے نیز اگر تمام نسبت ایک ہی توجہ میں کی جائے تو اس کا تحمل و برداشت حوصلۂ بشریت سے باہر ہے۔ مگر سائل اپنے سوال پر مصر رہا اور مزید الحاج وزاری سے عرض گزار ہوا۔ ناچار آپ نے ایک ہی توجہ سے تمام نسبت القا فرمائی، مگر وہ شخص تاب نہ لا سکا۔ اور فی الفور مر گیا۔

② آپ کا ایک مرید سخت بیمار ہو گیا اور نزع کی حالت طاری ہو گئی۔ اس کے چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ اس کے گھر والے آپ کے پاس حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے۔ آپ کو اس کے حال پر رحم آیا اور اسے اپنے ضمن میں لے لیا۔ وہ شفایاب ہو کر عرصہ دراز تک بقیدِ حیات رہا۔ چونکہ آپ کی روح مبارک اس کی زندگی کی قیّم تھی۔ اس لیے جس دن آپ نے وصال فرمایا وہ شخص بھی دنیا سے چل بسا۔

③ ایک شخص آپ سے بیعت کرنے کے لیئے گھر سے روانہ ہوا۔ راستے میں اسے ایک گھوڑ سوار ملا۔ اس نے قصدِ سفر پوچھا تو اس شخص نے جواب دیا کہ میں حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کی خدمت میں بیعت کرنے کے لیے جا رہا ہوں۔ گھوڑ سوار نیچے اترا اور کہا کہ میں ہی خواجہ محمد زبیر ہوں۔ وہ شخص بہت خوش ہوا۔ اور درخواستِ بیعت کی۔ آپ نے اسے داخل سلسلۂ عالیہ مجددیہ کیا اور اجازت دے دی۔ اس شخص نے سوچا کہ میں اب تو سرہند شریف کے نزدیک پہنچ گیا ہوں۔ لہٰذا کیوں نہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے روضۂ مقدس کی زیارت بھی کرتا جاؤں۔ جب سرہند شریف میں پہنچا تو دیکھا کہ وہاں لوگوں کا ایک بہت بڑا ہجوم تھا جو کسی کو دفن کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ جب اس شخص نے دریافت کیا تو پتہ چلا کہ حضرت خواجہ محمد زبیرؒ وصال فرما گئے ہیں۔ جب اس نے زیارت کی تو وہی شکل مبارک تھی جس نے اسے راستے میں بیعت کیا تھا۔

④ ایک شخص کابل سے آپ کی زیارت کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ راستے میں اسے

Collection Of Advocate Showkat

ایک شیر ملا جسے دیکھ کر وہ بہت خوفزدہ ہو گیا۔ اُس شخص نے آپ کی طرف توجہ کی تو آپ فوراً تشریف لائے اور ایک پتھر اُٹھا کر شیر پر پھینکا جس سے وہ لومڑی کی طرح دم دبا کر بھاگ گیا اور آپ بھی نظروں سے غائب ہو گئے۔

⑤ آپ کے مرید خاص شاہ مقیمؒ بیان کرتے ہیں کہ جن دِنوں مَیں مکہ معظمہ میں مقیم تھا۔ تو مجھے آپ کے دیدار کا بے حد و حساب اشتیاق ہوا۔ میں بیعت اللہ شریف کے طواف سے دل کو تسلّی دیتا مگر اطمینان نہ ہوتا بلکہ مزید بے چینی ہوئی۔ ؎

کعبہ بھی گیا مگر رہا خیال بتوں کا
زم زم بھی پیا، نہ بجھی پیاس جگر کی

اس حالتِ اضطراب میں کیا دیکھتا ہوں کہ آپ بھی میرے ساتھ طواف فرما رہے ہیں، میں نے بڑھ کر قدم بوسی کرنا چاہی تو آپ نظروں سے غائب ہو گئے۔ میں واپس اپنی جگہ پر پہنچا تو آپ کو پھر طواف کرتے ہوئے دیکھا۔ میں پھر بڑھ کر قدمبوسی کرنے لگا تو دوبارہ غائب ہو گئے۔ کئی بار ایسا ہوا۔ میرے علاوہ بہت سے لوگوں نے بھی آپ کو حرمین شریفین میں دیکھا۔

⑥ آپ کے ایک منظور نظر مرید محمد عادل اکبر آبادیؒ فرماتے ہیں کہ شاہجہان آباد (دہلی) جاتے ہوئے دورانِ راہ لٹیروں سے سامنا ہو گیا۔ ایک نے مجھ پر کمند پھینکنا چاہی۔ میں نے گھبرا کر آپ سے التجا کی۔ آپ نے ظاہر ہو کر انہیں ڈانٹا اور وہ بندروں کی طرح بھاگ گئے۔

اڑتیس ۳۸ سال مسندِ قیومیت پر رونق افروز رہ کر ۴ ذیقعدہ ۱۱۵۲ھ ۱۷۴۰م کو آپ نے دہلی میں وصال فرمایا۔ آپ کی نعش مبارک سرہند شریف لائی گئی۔ اور ۱۱ ذیقعد بروز جمعرات شیخ سعد الدین کی حویلی میں جسے آپ نے شیخ موصوف کے بیٹے سے بعوض چار ہزار روپے خریدا تھا، دفن کئے گئے۔ ۱۱۵۳ھ میں آپ کے مرقد الزور پر ایک عالی شان روضہ تعمیر کیا گیا۔ جو رنگا رنگ کے نقش و نگار سے آراستہ تھا اور جس میں چین اور فرنگ (انگلستان) کی گلکاری کی ہوئی تھی۔

۲۸

حضرت سیّد قطب الدین حیدر قدس سرّہٗ

ماوراء النہر ——— ○ ——— سنہ ۱۱۸۰ھ / سنہ ۱۷۶۶ء ——— مدینہ منوّرہ

قطعۂ تاریخ وفات

وہ فنا فی الرّسول کہلائے — جانِ شاہِ ھُدا تھے قطب الدین
اُن کی عظمت ہو اور کیا صابرؔ — "آفتابِ سخا تھے قطب الدین"

——— ۱۷۶۶ء ———

(صابر براری، کراچی)

حضرت سیّد قطب الدّین حیدر بخاری قدس سرّہٗ

آپ کا اسم گرامی سیّد قطب الدین بخاری، عرف محمد اشرف اور لقب حیدر حسین ہے آپ کی ولادت باسعادت ماوراء النہر میں ہوئی۔ ماوراء النہر ہی میں مختلف اساتذہ سے حدیث، فقہ، تفسیر اور معقولات و منقولات میں یدِ طولیٰ حاصل کیا۔ آپ عالمِ باعمل اور فاضلِ بے بدل تھے۔ کئی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ پیرِ کامل کی تلاش میں سرہند شریف پہنچے اور حضرت خواجہ محمد زبیر قیومِ چہارم قدس سرّہٗ کے دستِ حق پرست پر بیعت کرکے اجازت و خلافت حاصل کی اور اپنے شیخ کے انتقال کے بعد مسندِ خلافت پر بیٹھے۔

آپ کو امراء و اغنیاء کے اختلاط سے سخت نفرت تھی۔ آپ شب و روز تلاوتِ قرآن مجید، ذکرِ الٰہی اور درود شریف میں مشغول رہتے تھے۔ عشقِ رسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم میں فنائی الرّسول کے درجہ تک پہنچے ہوئے تھے۔ اور زیارتِ روضۂ انور کے لیئے دن رات تڑپتے رہتے تھے۔

مسندِ شیخ پر چند سال بیٹھنے کے بعد ایک صاحبزادہ صاحب کے ساتھ کسی بات پر جھگڑا ہو گیا اور یہ جھگڑا اور رنجش یہاں تک پہنچی کہ آپ کی غیرت اور رنجیدگی سے سرہند شریف تباہ ہو گیا اسی واسطے حضرت امام رفیع الدین رحمۃ اللّٰہ علیہ کو بانیٔ سرہند اور آپ کو فانیٔ سرہند کہتے ہیں۔ چھ سال تک سرہند شریف میں لرزہ اور زلزلہ رہا۔

سنہ ۱۱۷۳ھ میں آپ حضرت حافظ سیّد محمد جمال اللّٰہ قدس سرّہٗ کو اپنا خلیفہ و جانشین مقرر کرکے مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔ راستے میں ہر دو قدم پر سو سو بار درود شریف پڑھتے اور

ہر فرسنگ پر دوگانہ نماز ادا کرتے تھے۔ راہ میں طرح طرح کے عجائبات ملاحظہ میں آئے مدینہ شریف کے قریب پہنچکر دوگانہ شکریہ ادا کر کے پابرہنہ شہر میں داخل ہوئے اور دیوانہ وار در و دیوار کو چومتے ہوئے روضہ مقدسہ پر حاضر ہوئے۔ اور شرفِ زیارت سے مشرف ہوکر سعادتِ ابدی اور دولتِ سرمدی کو پہنچے۔ پھر آپ کو مدینہ طیبہ کی جدائی گوارا نہ ہوئی اور وہاں کی فضائے جان فزا دل کو ایسی بھائی کہ زبانِ حال سے پکار اُٹھے۔ کہ اب یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گا، محبوب کے قدموں ہی میں جان دے دوں گا۔ بقول حکیم سنائی ؒ

با دو قبلہ در رہِ توحید نتواں رفت راست	توحید کے راستے میں دو قبلوں کے ساتھ چلنا درست نہیں ہے۔
یا رضائے دوست باید یا ہوائے خویشتن	یا دوست کی مرضی کرنا چاہیئے یا اپنی نفسانی خواہش پر عمل۔

ازاں بعد جنت البقیع میں حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ مبارک کے قریب جہاں قبہ مبارک کا پانی گرتا ہے، جا بیٹھے اور ذکر الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سے لوگوں کو بشارت ہوئی کہ سید قطب الدین میرا فرزند اور میرا مہمان ہے۔ اس سے باطنی فیوض و برکات حاصل کرو۔ چنانچہ بہت سے لوگ آپ کی خدمت بابرکت میں بصد آداب و احترام حاضر ہوئے اور سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں داخل ہوکر دین و دنیا، عقبیٰ و آخرت اور ظاہر و باطن کی نعمتوں کے سزاوار ٹھہرے۔

وفات آپنے ۱۱ رجب سنہ ۱۱۸۰ھ ۱۷۶۶ء کو رحلت فرمائی تو روضہ مقدسہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جالی مبارک سے ایک دستار برآمد ہوئی اور ارشاد ہوا کہ میرے فرزند قطب الدین کو اسی کا کفن دو۔ چنانچہ وہ دستار فیض آثار آپ کے کفن کو کافی و وافی ہوئی۔ آپ کا مزار پرانوار حضرت

خواجہ آدم بنوریؒ[2] (خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) اور خواجہ محمد پارساؒ[3] (مرید و خلیفہ حضرت خواجہ خواجگان خواجہ نقشبند بخاری قدس سرہٗ) کے مزارات کے قریب جنت البقیع مدینہ منورہ میں واقع ہے۔ اور یہ تینوں مزارات حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ مبارک کے شمال مغربی گوشہ میں واقع ہیں۔ اور دوسری قبروں سے ممتاز ہیں۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مقدس کی چھت کا پانی آپ کے مرقد انور پر گرتا ہے[4]

جس طرح ہندوستان میں خواجہ غریب نواز حضرت خواجۂ بزرگ معین الدین حسن سنجری اجمیری رحمۃ اللہ علیہ ہندالولی مشہور ہیں۔ اسی طرح مدینہ منورہ میں آپ بھی ہندالولی کہے جاتے ہیں۔

---

[1] سرہند شریف سے دہلی میں آکر آپ حضرت خواجہ باقی باللہ کے آستانے پر کچھ عرصہ حاضر رہے تھے (قصوری)

[2] حضرت خواجہ سید آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے ارشد خلفاء میں سے تھے۔ آپ کی وفات ۱۳ شوال سنہ ۱۰۵۳ھ کو ہوئی۔ جنت البقیع مدینہ منورہ میں دفن ہوئے۔ (قصوری)

[3] خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ سنہ ۷۳۹ھ میں بخارا میں پیدا ہوئے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ شرفِ بیعت حاصل کرکے روحانی منازل طے کیں اور حضرت خواجہ کے ممتاز خلفاء میں شمار ہوئے۔ آپ نے طریقہ نقشبندیہ پر بڑی جامع تصانیف کی اشاعت کی جو آج تک سلسلہ نقشبندیہ کے اصول و احوال پر بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ آپ کا وصال سنہ ۸۲۲ھ میں بعمر شریف تراسی ۸۳ سال مدینہ منورہ میں ہوا (قصوری)

[4] ترکی دورِ حکومت تک جنت البقیع میں تمام مزارات مقدسہ بڑی شان کے ساتھ موجود تھے۔ مگر نجدی دورِ حکومت میں ہل چلاکر تمام مزارات کو منہدم کردیا گیا ہے۔ تفصیل کے لیے شورش کاشمیری کی کتاب "شب جائے کہ من بودم" اور صلاح الدین محمود کی کتاب "خاکِ حجاز کے نگہبان" کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ (قصوری)

Collection Of Advocate Showkat

۲۹

حضرت حافظ سیّد محمّد جمال اللہ رامپوری قدس سرہ

گجرات (پاکستان) سنہ ۱۱۳۷ھ سنہ ۱۷۲۴ء

رامپور (انڈیا) سنہ ۱۲۰۹ھ سنہ ۱۷۹۴ء

قطعۂ تاریخِ وفات

غوثِ اعظمؒ سے اُن کو نسبت تھی — اُن کی تصویر تھے جمالِ اللہ
کہئے صابرؔ یہ اُن کا سالِ وصال — "والا تدبیر تھے جمالِ اللہ"

۱۲۰۹ھ

(صابرؔ براری، کراچی)

حضرت حافظ سیّد محمد جمال اللہ رامپوری قدس سرّہٗ

آپ کا اسمِ مبارک سیّد محمد جمال اللہ اور والدگرامی کا نامِ نامی سیّد محمد درویش رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ آپ کی ولادت باسعادت گجرات (پنجاب) میں ہوئی۔ سلسلۂ نسب حضرت غوث الاعظم قدس سرّہٗ کے واسطہ سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کی ولادت ۱۱ ربیع الاوّل ۱۱۳۷ھ بمطابق ۲۸ نومبر ۱۷۲۴ء کو ہوئی۔

آپ ابھی بچے ہی تھے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں اپنا لعابِ دہن آپکے منہ میں ڈالا اور حضرت غوث الاعظم قدس سرّہٗ آپ کی رُوحانی تربیت فرماتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ پر شروع سے ہی بے خودی کی حالت طاری تھی۔

آپ نے بچپن ہی میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ سیر و سیاحت کا بہت شوق تھا۔ اس لیئے مکمل سپاہیانہ تربیت حاصل کر کے اپنے شوق کو درجۂ کمال تک پہنچایا۔ اور سیر و سیاحت کرتے ہوئے دہلی تشریف لے آئے اور یہاں ایک درویش صفت عالمِ دین جو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے وابستہ تھے اور بہت بڑے فقیہہ کامل تھے، سے حدیث و فقہ کی کتابیں پڑھیں اور جلد ہی علوم متداولہ میں کامل و اکمل ہو گئے۔

اُس زمانے میں آپ نے مجاہدۂ نفس شروع کر دیا تھا اور روزانہ دو قرآن شریف ختم کیا کرتے تھے۔ آپ کے اُستادِ محترم چونکہ حضرت خواجہ سیّد قطب الدین حیدر قدس سرّہٗ کے مریدِ خاص تھے لہٰذا آپ غائبانہ طور پر اُن سے مانوس ہو چکے تھے۔ ایک رات حسبِ معمول تلاوتِ قرآن مجید کر رہے تھے کہ غیب سے آواز آئی:-

"اے جمال اللہ! اگرچہ تلاوت قرآن مجید فرقان حمید بہت بڑی عبادت ہے،

لیکن عبادت میں لذت و سرور اُسی وقت ہی حاصل ہو سکتا ہے جبکہ کسی شیخ سے بیعت کرلی جائے ۔"

یہ سُنتے ہی آپ کی حالت دگرگوں ہوگئی اور آپ اُفتاں وخیزاں اپنے اُستادِ محترم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ خدارا مجھے جلد اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں لے چلیں۔ اُستاد صاحب نے کہا کہ اب رات کا وقت ہے، انشاء اللہ تعالیٰ صبح چلیں گے۔ یہ سُن کر آپ کی طبیعت میں بے قراری غالب ہوگئی اور رات گزارنا مشکل ہوگئی۔ صبح ہوتے ہی اُستادِ محترم کے ہمراہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے مزار مقدس پر حاضر ہوئے کیونکہ حضرت سید قطب الدین حیدر رحمۃ اللہ علیہ اُس وقت وہاں گوشہ نشین تھے۔ شرفِ بیعت حاصل کرنے کے بعد سب کچھ چھوڑ کر پیر و مرشد کی خدمتِ بابرکت میں ہی رہنا شروع کردیا اور بارہ سال تک شیخ کی صحبتِ کیمیا اثر میں رہے۔ حضرت سیّد قطب الدین حیدر رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کی جدائی برداشت نہ کرسکتے تھے۔ چنانچہ جب شیخ حج مبارک کے لئے تشریف لے گئے تو آپ بھی ہمراہ تھے۔ مدینہ شریف پہنچے تو حضرت خواجہ قطب الدین حیدرؒ کو حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور حکم ملا کہ حافظ سیّد محمد جمال اللہ کو خرقۂ خلافت پہنا کر واپس ہندوستان بھیجدو۔ وہاں ہزارہا لوگ اُن سے مستفید و مستفیض ہوں گے۔

مدینہ طیّبہ سے واپس تشریف لاکر آپ سرہند شریف میں مقیم ہوگئے اور مجدّدی فیوض و برکات کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ بعد از ویرانیٔ سرہند آپ رام پور المعروف بہ مُصطفےٰ آباد تشریف لے گئے اور مستقل سکونت اختیار فرما کر خلقِ خدا کی روحانی رہنمائی فرمانے لگے۔ ابتدائی دور میں رام پور میں عرصہ تک نواب رام پور فیض اللہ خاں کی فوج میں سپاہی رہ کر اپنی درویشی کو چھپائے رکھا۔ حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ بھی رامپور تشریف لاکر آپ سے ملے تھے۔ گرمی کا موسم تھا۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ "میں گرمیٔ محبت اور حرارتِ مودّت کی طلب میں آپ کے پاس آیا ہوں۔" آپ نے شاہ صاحب کو تربوز عطا فرمایا تھا۔

اتباعِ سنّت کا نہایت التزام و اہتمام فرماتے تھے۔ اعمالِ ظاہری و باطنی میں درجۂ کمال تک پہنچے ہوئے تھے۔ دل عشقِ الٰہی سے مخمور اور حبِّ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے چور تھا۔ ایک کثیر خلقت نے آپ سے استفادہ کیا۔ کثرتِ اذکار آپ کا معمول تھا۔ نگاہ میں اس قدر تاثیر تھی کہ جو ایک دفعہ دیکھ لیتا، گرویدہ ہو کر غلامِ بے دام بن جاتا۔ بڑے بڑے امراء و رؤساء آپ کے مرید و معتقد تھے۔ آپ کا لنگر شاہی تھا۔ جہاں سینکڑوں لوگ روزانہ کھانا کھاتے تھے۔ جود و سخا اور خوش اخلاقی آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ کوئی سائل آپ کے در سے خالی نہ جاتا تھا بلکہ آپ سائلوں کے منتظر رہتے تھے۔ مستجاب الدعوات تھے جس کے اثر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ لوگوں کی بڑی بڑی مشکلیں آسان فرما دیتے تھے۔ حافظ رحمت خاںؒ والیِ روہیلکھنڈ آپ کے بڑے معتقد تھے اور اُن کی بیٹی خدیجہ آپ کی مرید تھیں۔

آپ میں جذب و مستی کی فراوانی تھی۔ ایک دن رامپور کے بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک پُراثر آواز سُن کر جوش میں آ گئے اور اللہ، اللہ کا نعرہ لگاتے ہوئے اپنے دولت خانہ کی طرف تشریف لے گئے۔ اس حال میں جو انسان یا حیوان آپ کے سامنے آتا تھا وہ مست و مدہوش ہو جاتا تھا اور بعض تو مرغِ بسمل کی طرح خاک پر لوٹتے تھے۔ یہ واقعہ آناً فاناً پورے شہر میں پھیل گیا اور خلقِ کثیر حاضر ہو کر آپ سے مستفید و مستفیض ہونے لگی۔

آپ کو سیر و سیاحت اور شکار کا بہت شوق تھا۔ آپ نے اپنی زندگی میں کئی شیر دل کا شکار کیا۔ ایک دفعہ بسلسلہ شکار دہلی سے واپس رامپور بمعہ دوستاں تشریف لے جا رہے تھے۔ کہ اثنائے راہ شکار کرنے کی خواہش ہوئی۔ اپنے ایک خادم شاہ درگاہیؒ کو ایک جگہ ٹھہرا کے فرمایا کہ تم اس جگہ ٹھہرو ہم واپسی پر تمہیں ساتھ لیکر رامپور چلیں گے۔ اور خود ایک جنگل کی طرف تشریف لے گئے۔ شکار کرتے کرتے شام ہو گئی اور آپ ایک نواحی گاؤں میں شب بسری کے لیے تشریف لے گئے اور پھر وہاں سے عازمِ رامپور ہو گئے کہ شاہ درگاہیؒ خود بخود رامپور پہنچ جائیں گے لیکن شاہ درگاہیؒ رامپور نہ پہنچے۔

تقریباً ایک سال بعد آپ پھر دہلی تشریف لے جاتے ہوئے اُسی راستہ سے گزرے تو شاہ درگاہیؒ کو اُسی مقام پر جس جگہ ٹھہرا گئے تھے قائم پایا، پُر غمگین، پریشان حال اور گرد آلود

دیکھا۔ بکمال شفقت پوچھا "کہ اس جگہ کب سے کھڑے ہو؟" اس پر شاہ درگاہیؒ نے عرض کیا کہ "جب سے آپ نے حکم دیا ہوا ہے۔ اسی جگہ پر ہی کھڑا ہوں۔"

مٹا دیا میرے ساقی نے عالمِ من و تو — پلا کے مجھ کو مئے لَا اِلٰہَ اِلَّا ہو۔

یہ حال دیکھ کر حضرت سید جمال اللہ قدس سرہٗ جوش میں آگئے اور شاہ درگاہیؒ کو سینے سے لگا کر نورٌ علیٰ نور کر دیا۔ آنِ واحد میں سلوک و تصوف کی اعلیٰ منازل طے کرا دیں اور فرمایا کہ "جو شخص تیرے ہاتھ میں ہاتھ دے گا، اُس کو معرفتِ خداوندی حاصل ہوگی۔"

کرامات

① ایک قوی ہیکل، سنگدل اور زاہد خشک، مولوی اذکر نامی شخص درویشاں کا منکر تھا اور حلقۂ درویشاں میں بطورِ تماشائی جا کر تمسخر اڑایا کرتا تھا۔ ایک روز وہ آپؒ کی مسجد میں آیا، جہاں آپ حلقۂ ذکر منعقد فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے نورِ فراست سے معلوم کر لیا کہ یہ ایک بے ادب، گستاخ اور بد بخت آدمی ہے۔ آپ نے اُس سے نام پوچھا تو بڑی بلند، کرخت اور مکروہ آواز سے کہنے لگا، "ملّا اذکر" آپ نے فرمایا کہ تیرا جسم اور اسم دونوں سخت ہیں۔ اس کے بعد آپ نے اس زور سے "اللہ" کا نعرہ مارا اور وہ سنتے ہی صاعقہ زدہ کی طرح گر کر بیہوش ہوگیا اور اس طرح تڑپنے پھڑکنے لگا کہ ابھی مر جائے گا۔ اُس کی یہ حالت دیکھ کر آپ کو رحم آگیا اور اپنا دستِ مبارک اُس کے دل پر پھیرا۔ اس پر اُس کی ساری سختی اور غرور زائل ہوگیا اور معافی مانگ کر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں داخل ہوگیا۔

② آپ کی رحلت شریف کے بعد جب آپ کی قبر مبارک تیار ہو رہی تھی تو معماروں کا انچارج آپ کا مرید صادق تھا۔ وہ گنبد مبارک پر گلکاری کا کام کر رہا تھا کہ اچانک اُس کا پاؤں پھسلا اور نیچے گر گیا۔ ابھی زمین پر نہیں پہنچا تھا کہ اُس نے آپ کو یاد کیا۔ آپ فوراً تشریف لائے اور اسے فضا سے پکڑ کر زمین پر بالکل صحیح سالم کھڑا کر دیا۔ اُسے کسی قسم کی چوٹ نہ آئی۔ لوگ یہ منظر دیکھ کر بہت متحیر ہوئے۔

آپ نے تمام زندگی مجردانہ بسر کی لہٰذا کوئی اولاد نسبی باقی نہ چھوڑی البتہ روحانی اولاد میں سے تین خلفاء حضرت شاہ درگاہی رامپوریؒ، شیخ صحرائیؒ اور شاہ محمد علی گنڈا پوریؒ بہت مشہور ہوئے۔ ان کے علاوہ ملّا قدا لکھنویؒ اور میاں سیف اللہ، قصبہ سرسی تحصیل سنبھل ضلع مرادآبادی بھی

آپکے خلفاء میں سے تھے ۔

آپکی وفات حسرت آیات ۳ر صفر المظفر ۱۲۰۹ھ ۳۰ راگست ۱۷۹۴ء کو ہوئی اور رام پور شہر متصل دروازہ عیدگاہ مزارِ مقدس بنا جو آج مرجعِ خلائق ہے ۔ قطعۂ وصالِ مبارک جو مزارِ مبارک کے جنوبی دروازہ پر کندہ ہے ؎

آں شاہِ جمال قُطبِ عالم — خوش رفت بجلوہ گاہِ وحدت
تاریخِ فنائے بابقا نقش — "سیرِ علم مقامِ حیرت"
۱۲۰۹ھ

حضرت خواجہ سیّد محمد عیسیٰ گنڈاپوری قدس سرّہٗ

موضع چودھواں تحصیل کلاچی ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خاں (صوبہ سرحد)	سنہ سنہ	۱۲۲۰ھ ۱۸۰۶ء	موضع چودھواں ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خاں

قطعۂ تاریخ وفات

صاحب کشف و کرامت تھے گنڈاپوری ‌ ‌ ‌ آپ کے نور کی ہے صوبۂ سرحد میں ضیاء
سالِ رحلت ہے ملائک کی زباں پر ہمہ گیر ‌ ‌ ‌ "دُرِّ شاہوارِ ارم خواجہ محمد عیسیٰ"

۱۸۰۶ء

(صابر براری، کراچی)

حضرت خواجہ سیّد محمد علیلی گنڈاپوری قدس سرّہٗ

آپ کی ولادت باسعادت موضع چودھواں علاقہ گنڈاپور تحصیل کلاچی ضلع ڈیرہ اسماعیل خاں (صوبہ سرحد) میں ہوئی۔ ظاہری تعلیم اپنے گاؤں ہی میں حاصل کی اور پھر تصوّف کی بہت سی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ آپ حضرت خضر علیہ السلام کے صحبت یافتہ تھے اور ہر روز اُن سے ملاقات کرتے تھے بلکہ آپ کی ابتدائی باطنی تربیت حضرت خضر علیہ السلام نے ہی کی تھی۔ اور اُنہی کے اشارے پر ہی رام پور جاکر حضرت حافظ شاہ محمد جمال اللہ قدس سرّہٗ کے دستِ حق پر سعادتِ بیعت حاصل کی اور عرصہ دراز تک اُن کی خدمت بابرکت میں حاضر رہے۔ سفر و حضر میں ساتھ رہکر فیوض و برکات کے خزانے لوٹے۔ پیرومرشد کے محبوب اور رازدار خلیفہ تھے۔ اتنے منظورِ نظر اور بااعتبار تھے کہ آپکے شیخ بعض مریدوں کو آپکے حوالے کردیتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت سیّد محمد جمال اللہ قدس سرّہٗ نے اپنے مریدوں سے ارشاد فرمایا کہ آج ہم سب لوگ اُوراد و وظائف سے فارغ ہوکر شاہی قلعہ اور شاہی باغ کی سیر کو جائیں گے۔ چنانچہ حضرت خواجہ محمد علیلی و دیگر خلفاء و مریدان کے ہمراہ شاہی قلعہ کے نزدیک پہنچے تو اُس وقت وہاں حضرت خواجہ فیض اللہ تیراہی قدس سرّہٗ بطور سپہ سالار متعین تھے اور دیوارِ قلعہ پر پہرہ کی نگرانی فرمارہے تھے۔ جب اُن کی نظر حضرت شاہ جمال اللہ قدس سرّہٗ پر پڑی تو بے خود ہوکر حاضرِ خدمت ہوئے، قدموں میں گرے، تڑپے اور بے ہوش ہوگئے۔ دو تین گھنٹے بعد ہوش میں آئے تو بیعت کے لیے عرض کیا۔ آپ نے کشف سے معلوم کرلیا کہ ان کا فیضِ باطنی حضرت خواجہ محمد علیلی قدس سرّہٗ کو [illegible] چنانچہ آپ کو اُن کے حوالہ کرکے فرمایا

Collection Of Addvcate Showkat

کہ اس کی بیعت اگرچہ میری طرف سے ہے مگر اس کی تکمیل تمہارے ذمہ ہے، چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا۔

آپ صاحب کشف و کرامات تھے۔ ایک دفعہ حضرت خواجہ محمد فیض اللہ تیراہی آپ کی قدمبوسی کے لئے حاضر خدمت ہو رہے تھے کہ راستے میں سخت علیل ہو گئے۔ یہاں تک کہ زندگی کی اُمید نہ رہی۔ ایک مسجد میں قیام پذیر ہو کر ہر وقت رو رو کر آپ کو یاد کرتے تھے۔ اُن کی آہ و زاری آپ تک پہنچی تو خواجہ فیض اللہ کو دیکھنے کے لیے اپنے دردولت سے روانہ ہوئے۔ جب اُس مسجد میں پہنچے جہاں خواجہ محمد فیض اللہ مقیم تھے تو نمازِ مغرب سے فارغ ہو کر حجرہ میں داخل ہوئے۔ خواجہ محمد فیض اللہ آپ کو دیکھ کر وجد میں آگئے اور قدمبوسی کر کے قدموں سے لپٹ کر تڑپنے لگے۔ آپ نے انہیں اُٹھا کر سینے سے لگایا اور نورٌ علیٰ نور کر دیا۔ چونکہ خواجہ محمد فیض اللہ بہت کمزور ہو چکے تھے اور کافی دنوں سے کچھ بھی کھایا پیا نہ تھا۔ لہذا آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی چیز کو دل چاہے تو تیار کریں۔ خواجہ محمد فیض اللہ نے عرض کیا کہ حضور!

"جو نعمت مجھے اس وقت نصیب ہو چکی ہے یہی کافی ہے یعنی آپ کا دیدارِ فیض بار"۔ ؎

گر خواری یک لقمہ از نانِ نور
خاک ریزی بر سرِ نانِ تنور

اگر تو نور کی روٹی کا ایک لقمہ ہی کھالے
تو تو تنور کی روٹی پر خاک ڈالے گا۔

پھر آپ نے ایک پیالے میں سے تھوڑا سا ہریسہ (ایک قسم کا کھانا جو گندم کے آٹے، گوشت کی یخنی اور دودھ سے پکایا جاتا ہے) نکالا اور ارشاد کیا کہ یہ تھوڑا سا کھالو انشاء اللہ تعالیٰ صحتِ عاجلہ کاملہ نصیب ہو گی۔ آپ نے حسب الحکم دو تین لقمے تناول فرمائے تو تمام حجابات اُٹھ گئے۔ بعد ازاں آپ کو سخت بھوک لگی اور آپ نے بقیہ تمام ہریسہ کھا لیا اور سو گئے۔ دوسرے دن صبح بیدار ہوئے تو آپ مکمل طور پر صحت یاب ہو چکے تھے۔ ؎

نگاہِ ولی میں وہ تاثیر دیکھی

بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

کرامات

① ایک دفعہ آپ اپنے خلیفۂ اعظم حضرت خواجہ محمد فیض اللہ تیراہیؒ سے ملاقات کے لیے تیراہ تشریف لے گئے۔ ایک دن مجلس میں خواجہ محمد فیض اللہ کے تمام صاحبزادگان کو طلب کیا اور دعائے خیر فرمائی۔ جب خواجہ نور محمد سامنے آئے اور خواجہ محمد فیض اللہ نے عرض کیا کہ حضور کہ میرے دوسرے بیٹے تو علوم ظاہری سے فارغ ہو چکے ہیں مگر اس کا ذہن ابھی تک رسائی نہیں کر سکا یہی وجہ ہے ابھی تک صرف نصف قرآن پاک ختم کیا ہے۔ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ اس کے سینہ بے کینہ کو روشن کر دے۔

آپکو صاحبزادہ نور محمد کے حالِ زار پر بہت رحم آیا اور اُسے فوراً گلے سے لگا لیا اور اور خصوصی توجہ سے نوازا۔ چنانچہ ان کا شرح صدر ہو گیا اور جلد ہی بڑی بڑی دقیق کتابوں پر حاوی ہو گئے اور دقیق سے دقیق مسائل بیان فرمانے لگے۔

② حضرت خواجہ فیض اللہ ہر سال آپ کی زیارت کے لیۓ جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ عرس شریف کے موقعہ پر سخت بیمار ہو گئے اور پیر روشن ضمیر کی خدمت میں حاضری نہ دے سکے اور دوسرے ساتھیوں کے ذریعے پیغام بھیجا کہ :۔

> "آپ کے غلام بے دام کو آپ کے دیدار کا بے حد شوق تھا
> مگر کیا کرے علالت کی وجہ سے مجبور رہا ہے، بستر سے ہل نہیں
> سکتا، معذور رہا ہے۔"

ساتھیوں سے یہ بھی کہا کہ جب تم لوگ واپس آؤ تو حضرت قدس سرہٗ کے مبارک قدموں کے نیچے سے تھوڑی سی خاکِ پاک اٹھاتے لانا۔ جب سب ساتھی آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے تو آپنے دریافت فرمایا کہ فیض اللہ دیوانہ تمہارے ساتھ نظر نہیں آرہا۔ وہ کہاں ہے ؟ ساتھیوں نے سب ماجرا عرض کیا اور دعا کی درخواست کی۔ آپنے فرمایا کہ میرے دیوانے کو سلام کے بعد کہنا کہ فقیر خود تمہاری ملاقات کیلئے آنا چاہتا ہے، غم و فکر کی کوئی بات نہیں ہے، انشاء اللہ تعالیٰ جلد ہی ملاقات ہوگی اور سب لوگوں کو دعائے خیر کے بعد اجازت رخصت دے دی۔

ساتھیوں نے حسب وعدہ آپ کے قدموں کی خاک حاصل کی اور وطن واپس آ گئے۔ خواجہ محمد فیض اللہ کو اپنے دوستوں اور ساتھیوں کی آمد کی خبر ملی تو بہت خوش ہوئے اور اور زبان حال سے ارشاد فرمایا ؎

مژدہ اے دل کہ دگر باد صبا باز آمد
ہدہد خوش خبر از شہر سبا باز آمد

اے دل مبارک ہو کہ باد صبا واپس آئی ہے
ملکہ سبا کے شہر سے ہدہد بڑی اچھی خبر لایا ہے

دوستوں سے ملاقات کے بعد آپ نے اپنی امانت طلب کی۔ انہوں نے خاک پا آپ کے حوالے کر دی اور یہ مژدہ بھی سنایا کہ آپ بنفس نفیس تشریف لا رہے ہیں۔ یہ سن کر آپ پھولے نہ سماتے تھے اور بار بار یہ شعر دیوانہ وار پڑھتے تھے۔ ؎

قاصد رسید نامہ رسید و خبر رسید
در حیرتم کہ جاں بکدامی کنم نثار

قاصد پہنچ گیا خط پہنچ گیا اور خبر بھی پہنچ گئی
میں حیران ہوں کہ اپنی جان کس کس پر نثار کروں

اسی وقت خاک پا کو پانی میں حل کر کے نوش فرمایا اور اپنے شیخ کامل سے محبت کامل اور عقیدے کی صحت و پختگی کے باعث اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو تین روز میں مکمل شفا عطا فرما دی۔ ؎

یہ اللہ والے دیتے ہیں سب کچھ
مگر ان سے چاہیئے لینے کا ڈھب کچھ

③ ایک مرتبہ خواجہ محمد فیض اللہ تیراہی نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے ایک بچپن کے دوست اور ہم سبق مسمّی "حضرت جی" سے ملاقات کے لیئے دل بہت بیقرار ہے جو پشاور شہر کے قرب و جوار میں رہتے ہیں اور ایک عرصہ سے اُن کا کچھ پتہ نہیں ہے۔ دعا فرمائیں کہ ملاقات ہو جائے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ جنگل میں چل۔ وہاں پہنچکر آپ مراقب ہو کر بیٹھ گئے اور حضرت خواجہ کو بھی مراقبہ کرنے کا حکم دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد دیکھا کہ دور سے دو آدمی چلے آ رہے ہیں۔ انہوں نے نزدیک آ کر بڑے ادب سے ملاقات کی اور وہیں بیٹھ گئے۔ حضرت خواجہ محمد فیض اللہ نے بغور دیکھا تو اُن میں سے ایک اُن کے دوست "حضرت جی" تھے جن کی ملاقات کے لیئے وہ مشتاق اور منتظر تھے۔ چنانچہ مل کر بہت خوش ہوئے۔ دریں اثنا حضرت خواجہ محمد علیلی قدس سرہٗ نے ارشاد کیا کہ اے دیوانے! کیا تو دوسرے شخص کو پہچانتا ہے؟ خواجہ فیض اللہ نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ نے ارشاد کیا کہ یہ حضرت خضرؑ

Collection Of Advocate Showkat

ہیں، ان سے ملاقات کرو اور جس چیز کی ضرورت ہو ان سے طلب کرو۔ خواجہ محمد فیض اللہ رح نے عرض کیا کہ حضور!

"مجھے جو کچھ ملنا ہے، آپ ہی سے ملنا ہے، اگر خضرؑ بھی ملے ہیں تو آپ ہی کی کرم نوازی سے ملے ہیں لہذا آپ کے درِ اقدس کو چھوڑ کر کسی اور کے دروازے سے کیوں مانگوں"؎

زمانہ چھوٹ جائے لیکن تیرا در نہ چھوڑے گا   کہ ساقی تیرے میخواروں کو غدّاری نہیں آتی

آپ کو یہ بات بہت پسند آئی اور خواجہ محمد فیض اللہ کو گلے لگا لیا اور سینہ روشن کر دیا۔

وفات

آپ کی وفات حسرت آیات ۷ ذی الحجہ سنہ ۱۲۲۰ھ / ۲۶ فروری سنہ ۱۸۰۶ھ کو ہوئی مرقدِ انور موضع "چودھواں" علاقہ گنڈہ پور تحصیل کلاچی ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خاں (صوبہ سرحد) میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

آپ نے اپنے پیچھے تین صاحبزادے یادگار چھوڑے ① خواجہ پیر محمد ② خواجہ جان محمد ③ خواجہ علی محمد۔ جب وقتِ وصال قریب آیا تو صاحبزادے خواجہ جان محمد اور خواجہ علی محمد بقیدِ حیات تھے۔ آپ نے دونوں کو وصیت فرمائی کہ تم میرے بعد خواجہ محمد فیض اللہ سے تجدیدِ بیعت کرنا اور اس وقت تک اُن کی خدمتِ بابرکت میں رہنا جب تک کہ تصوّف کی تمام منازل طے نہ ہو جائیں۔ چنانچہ حسبِ وصیّت دونوں صاحبزادے حضرت خواجہ محمد فیض اللہ کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوئے اور تجدیدِ بیعت کر کے چھ ماہ تک وہاں قیام فرما رہے اور اکتسابِ فیضِ باطنی کرتے رہے۔

جب مراحلِ تصوّف طے ہو گئے تو دونوں صاحبزادوں کو خرقۂ خلافت دے کر بصد ادب و احترام اور اعزاز و اکرام سے واپس وطن بھیجا گیا۔ بعد ازیں تاحیات تیرئی شریف (تیراہ) میں حاضر ہوتے رہے۔ دونوں ہی صاحبِ باطن، صاحبِ کشف و کرامات اور صاحبِ حال تھے، بے شمار لوگوں نے اُن کے فیض سے استفادہ کیا۔ حضرت خواجہ محمد عیسیٰ قدس سرّہ کی رحلت کے بعد صاحبزادہ جان محمد سجادہ نشین ہوئے۔

۳۱.

حضرت خواجہ محمد فیض اللہ تیراہی قدس سرہٗ

تیزئی شریف علاقہ تیراہ (افغانستان)	سنہ ۱۱۴۳ھ سنہ ۱۷۳۰-۳۱ء	سنہ ۱۲۴۵ھ سنہ ۱۸۲۹ء	تیزئی شریف علاقہ تیراہ (افغانستان)

قطعۂ تاریخ وفات

نوبرِ گلشنِ عمر فاروقؓ عکسِ شانِ عمرؓ بھی تھے واللہ
اُن کا سالِ وصال کیا کہیے "مہرِ انور ہیں شاہ فیض اللہ"

۱۸۲۹ء

(صابرؔ براری، کراچی)

حضرت خواجہ محمد فیض اللہ تیراہی قدس سرہٗ

حضرت خواجہ محمد فیض اللہ تیراہی کی ولادت باسعادت تیرئی شریف علاقہ تیراہ (افغانستان) میں ہوئی۔ تاریخ ولادت صحیح طور پر معلوم نہیں ہوسکی۔ کہتے ہیں کہ جب احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان پر پہلا حملہ کیا تو اس وقت آپ بھرپور جوان تھے۔ اگر اس وقت آپکی عمر کا تعیّن اٹھارہ برس کیا جائے تو آپ کی پیدائش سنہ ۱۱۴۳ھ بنتی ہے کیونکہ احمد شاہ ابدالی نے سنہ ۱۱۶۱ھ میں حملہ کیا تھا، تو گویا ہم آپ کی ولادت کا سال سنہ ۱۱۴۳ھ (کسی حد تک) تعیّن کر سکتے ہیں۔

آپ کا شجرۂ نسب ۳۴ واسطوں سے خلیفۂ دوم امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے اس طرح ملتا ہے۔ محمد فیض اللہ بن خان محمد بن علی محمد بن شیخ سلیمان بن سلطان شیخ الاسلام بن عبد الرسول بن عبد الحیٔ بن شیخ محمد بن شیخ حبیب اللہ بن شیخ امام رفیع الدین بن شیخ نصیر الدین بن شیخ سلیمان بن شیخ یوسف بن شیخ اسحاق بن شیخ عبد اللہ بن شیخ شعیب بن شیخ احمد بن شیخ یوسف بن شیخ شہاب الدین علی الملقب بہ فرخ شاہ کابلی بن شیخ نصیر الدین بن شیخ محمود بن شیخ سلیمان بن شیخ مسعود بن شیخ عبد اللہ (الواعظ الاصغر) بن شیخ عبد اللہ (الواعظ الاکبر) بن شیخ ابو الفتح بن شیخ اسحاق بن شیخ ابراہیم بن شیخ ناصر بن شیخ عبد اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عبد اللہ بن سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ۔

آپ کے والد ماجد حضرت قاضی خان محمدؒ موضع شادی خیل نزد شہر کوہاٹ (سرحد) میں درس دیا کرتے تھے اور فتویٰ نویسی میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔ فنِ تحریر میں اُن کا کوئی ثانی نہ تھا۔ عالم اجل اور فاضلِ بے بدل تھے۔ حلقۂ درس و تدریس اتنا وسیع تھا کہ دُور دُور سے

لوگ آکر استفادہ کرتے تھے۔ آپ نے بھی علومِ متداولہ کی تعلیم والد ماجد سے حاصل کر کے اکیس[۲۱] سال کی عمر میں فراغت حاصل کر لی۔

علومِ ظاہری سے فارغ ہونے کے بعد علومِ باطنی کے حصول کے لیے پیرِ کامل کی تلاش ہوئی۔ چونکہ آپ شریعتِ مطہرہ کے سختی کے ساتھ پابند تھے اور خلافِ شرع ذرہ برابر بھی بات گوارا نہ تھی۔ ابتدا ؎

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں   دیکھئے اب ٹھہرتی ہے جا کر نظر کہاں

پر عمل پیرا ہو کر تلاش میں نکلے۔ ایک بزرگ کی شہرت سن کر اُن کی زیارت کو گئے۔ وہ اُس وقت نماز میں مشغول تھے اور اُن کے پاؤں کا درمیانی فاصلہ حدِ شرع کے خلاف تھا۔ آپ یہ دیکھ کر برداشت نہ کر سکے اور اُلٹے پاؤں واپس آ گئے اور فرمایا کہ جس فقیر میں شرع کی پابندی نہیں ہے وہ مجھے کیا فیض پہنچائے گا۔

بعد ازاں ایک اور بزرگ کا شہرہ سن کر وہاں گئے تو دیکھا کہ اُس کے مرید بھنگ رگڑ رہے ہیں اور آپ کو دیکھ کر کہنے لگے کہ "آؤ بابا! خوب وقت پر آئے"۔ وہ فقیر صاحبِ کشف تھے، یہ سن کر مریدوں سے کہنے لگے کہ بھائی ان کو مت پلاؤ۔ یہ تو نماز میں پاؤں کے خلافِ شرع معمولی فاصلہ سے بھاگ گئے ہیں یہاں تو فرسنگوں اور کوسوں کا فاصلہ ہے۔ یہاں یہ کیونکر آنے لگے ہیں۔ ان کا حصّہ تو حافظ محمد جمال اللہ رامپوری صاحب کے پاس ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرّہٗ کی دعوت پر احمد شاہ ابدالی کے حملہ کی خبر سن کر آپ نے فنونِ سپہ گری کی تربیت حاصل کی اور احمد شاہ ابدالی کی فوج میں بھرتی ہو گئے۔ نہایت ہی قلیل عرصہ میں سپہ سالاری کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہو کر قلعۂ رام پور میں تعینات ہو گئے۔ ماہانہ تنخواہ کا اکثر حصہ فقراء و صلحاء کی خدمت میں نذر کر دیتے تھے۔ اپنی گوناگوں خوبیوں اور قدسی صفات کی بدولت ادب و احترام کے مستحق گردانے جاتے تھے اور ہر کوئی دیدہ و دل فرشِ راہ کرتا تھا۔

جیسا کہ شاہ جمال اللہ قدس سرّہٗ کے حالاتِ طیبات میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ ایک دن حضرت اقدس (شاہ جمال اللہ) قلعہ کی سیر کو نکلے تو اُن کے ساتھ بہت سے خلفاء و مریدین تھے۔ جب

Collection Of Advocate Showkat

آپ نے حضرت اقدس شاہ جمال قدس سرہٗ کو ایک نظر دیکھا تو دل کا دروازہ کھل گیا۔ دل کا دروازہ کھلنا ہی کرم کی علامت ہوتی ہے۔ کرم کا ہاتھ اٹھا اور صدا مقبول ہو گئی۔ فوراً قلعہ کی دیوار سے اترے اور حاضر خدمت ہو کر سر قدموں میں رکھ دیا۔ بے ہوش ہو گئے، جب ہوش میں آئے تو عجیب کیفیت تھی۔ ؎

دل سے تری نگاہ جگر تک اتر گئی
دونوں کو اک ادا میں رضامند کر گئی

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت ہونے کی استدعا کی۔ میخانۂ مرشد سے ایک لازوال نشہ اور سرشاری عطا ہوئی۔ بیعت کرنے کے بعد شاہ جمال اللہ قدس سرہٗ نے آپ کو حضرت شاہ محمد عیسٰی رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کر دیا کہ اس کی تکمیل تمہارے ذمے ہے۔

کچھ عرصہ بعد حضرت خواجہ محمد عیسٰی قدس سرہٗ اپنے وطن مالوف واپس ہوئے تو خواجہ محمد فیض اللہ رح کو حضرت شاہ جمال اللہ قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر باشی پر مامور کر دیا۔ آپ نے ملازمت کو خیرباد کہہ دیا اور ہمہ تن مرشد گرامی کی خدمت میں کمربستہ ہو گئے۔ چار سال خدمت میں رہنے کے بعد حضرت شاہ جمال اللہ نے آپ کو وطن واپس جانے کی اجازت مرحمت فرما دی۔ اس طرح آپ تقریباً اٹھارہ سال بعد وطن واپس آئے تو کوہاٹ شہر کے نواحی گاؤں ڈوڈہ (داور شریف) میں تشریف لائے جہاں آپکے بزرگوں کے واقف کار لوگ رہتے تھے۔ ان دنوں وہاں تپ شدید کی وبا پھیلی ہوئی تھی بدیں وجہ خلقت نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر تعویذات و دم کرانا شروع کر دیا۔ جو کہ بہت اثر پذیر ثابت ہوا۔ آپ وہاں چھ ماہ ٹھہرے اور خلقِ خدا کو ظاہری و باطنی فیض سے نوازا۔

دوران قیام قاضی عبدالحمید مفتی علاقہ کوہاٹ نے اپنی صاحبزادی آپکے نکاح میں دینے کی خواہش ظاہر کی جو علم فقہ و حدیث میں مہارتِ تامہ اور یدِ طولیٰ رکھتی تھی۔ آپ نے ارشاد کیا کہ میں آج استخارہ کروں گا اور مجھے جو کچھ حکم ہوگا، اس کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ چنانچہ آپ کو استخارہ میں اشارہ ہوا کہ یہ نکاح سرزمینِ ہند کے لیے باعثِ برکت و رحمت ہوگا اور اس کے نور سے اردگرد کے ملکوں میں اسلام کی روشنی پھیلے گی چنانچہ استخارے کی یہ خبر سن کر مفتی صاحب خوش ہوئے اور آپ سے اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا۔ پھر آپ اپنے گھر تیرئی شریف علاقہ تیراہ (افغانستان) تشریف لے گئے۔

آپ کی پہلی بیوی جو کہ آپکے والد مکرم کی حیاتِ مبارکہ میں نکاح میں آئی تھیں، کے بطن سے

ایک لڑکی تھی جو اب انیس برس کی ہو چکی تھی۔ جب آپ اپنے مکان پر پہنچے تو پہلی بیوی نے اٹھارہ برس کی طویل مدّت کے بعد آپ کو دیکھا تو پہچاننے سے انکار کر دیا کہ آپ جوانی کے عالم میں لباسِ سپہ گری میں گھر سے روانہ ہوئے تھے اور ڈاک کا نظام نہ ہونے کی وجہ سے اپنی خیریّت کی کوئی اطلاع گھر نہ دے سکے تھے۔ پہلی بیوی نے کہا کہ میں کیسے یقین کر دوں کہ آپ میرے خاوند ہیں۔ میں غیر محرم کو گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دے سکتی۔

اسی طرح تین ماہ تک آپ اپنی چھوٹی بیوی صاحبہ کے ہمراہ دوسری جگہ اسی گاؤں میں رہے۔ اتفاقاً ایک دن ایک جنازہ پر مولوی شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہو گئی جو کہ ایامِ تعلیم میں آپ کے ہمدرس رہے تھے۔ آپ نے مولوی صاحب کو تمام ماجرا سنایا کہ قدرتِ الٰہی ہے کہ کوئی شخص مجھے پہچان نہیں رہا ہے۔ اور تو اور بیوی نے بھی پہچاننے سے انکار کر دیا ہے اور مجھے غیر محرم گردانتے ہوئے گھر میں داخل نہیں ہونے دیا۔ اب اپنے ہی گاؤں میں ایک مسافر کی سی زندگی بسر کر رہا ہوں۔

مولوی شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ نے گاؤں کے لوگوں کو اکٹھا کیا اور بتایا کہ یہ خواجہ محمد فیض اللہ ہی ہیں۔ میں نے عرصہ تک ان کے والد بزرگوار کی خدمت میں زانوئے تلمّذ طے کیا ہے اور یہ میرے ہم سبق رہے ہیں۔ یہ سن کر سب لوگوں کو تصدیق اور اطمینان ہوا اور آپ کی پہلی بیوی نے گھر میں داخل ہونے کی اجازت دے دی۔ اور سب خوش و خرم رہنے لگے۔ دونوں بیویاں باہم شیر و شکر ہو گئیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ فرزندوں سے نوازا جو سب برگزیدہ اور صاحبِ باطن تھے خواجہ نور محمد، خواجہ گل محمد، خواجہ جان محمد، خواجہ صالح محمد، خواجہ محمد نور رحمۃ اللہ علیہم۔

آپ کی بہت سی کرامات زبان زدِ عام ہیں، چند ایک درج ذیل ہیں:۔

① ایک دفعہ دورانِ سفر آپ تھک کر بیٹھ گئے۔ چند مسافر اور بھی آ کر وہاں ٹھہر گئے اور آپس میں باتیں کرنے لگے۔ اُن میں سے ایک نے آپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ کون شخص ہے؟ دوسرے نے کہا کہ کوئی فقیر درویش ہوگا! تیسرے نے کہا کہ اگر یہ فقیر ہوتا تو وہ سامنے والا خشک درخت، سرسبز نہ ہو جاتا۔ یہ سن کر آپ نے دعا فرمائی تو وہ درخت

اسی وقت سرسبز و شاداب ہو گیا۔ پھول پھل بھی لگ گئے ۔

② تیری شریف میں مسجد کے قریب ایک بلند چبوترے پر زیتون کے دو بڑے موٹے درخت تھے جو کہ عرصۂ دراز سے خشک ہو گئے تھے ۔ آپ ان درختوں کے سہارے بیٹھ کر مطالعہ فرمایا کرتے تھے اور جب کبھی پانی نوش فرماتے تو باقی ماندہ پانی اُن کے دامن میں ڈال دیتے تھے ۔ آپ کی برکت سے دونوں درخت ایک ماہ کے اندر اندر سرسبز و شاداب ہو گئے اور اب تک اُسی حالت میں موجود ہیں ۔ ہزاروں لوگ زیارت کر چکے ہیں ۔

③ پانی کی سخت قلّت و تکلیف کی وجہ سے تیرئی شریف کے لوگوں نے عرض کیا کہ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کہیں سے چشمہ نکل آئے ۔ آپ نے ایک درخت کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ یہ جگہ کھودو ۔ حسب الحکم عمل کیا گیا ۔ ابھی چند گز ہی زمین کھودی گئی تھی کہ آبِ شیریں کا ایک چشمہ نمودار ہوا ۔ یہ دیکھ کر سب لوگ آپ کے کشف و کرامات کے قائل ہو گئے اور بہت سے مخالف لوگ بھی حلقہ میں داخل ہو کر سعادتِ بیعت سے مشرف ہوئے ۔ وہ چشمہ تا حال جاری و ساری ہے ۔

④ ایک دفعہ آپ کوہاٹ میں حضرت خواجہ آدم بنوری قدس سرہٗ کے خلیفہ حاجی بہادر رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں حوض کے کنارے جلوہ افروز تھے کہ پاس سے ایک شخص شاہزادہ میاں نامی نے ٹھنڈی آہ بھر کر بآوازِ بلند کہا ۔ آہ ! افسوس ! کہ کوئی مردِ کامل نظر نہیں آتا ۔ تین مرتبہ یہی کلمہ کہا ۔ چوتھی مرتبہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میاں ! کامل تو بہت ہیں طالب کوئی نہیں ۔ تب شہزادہ میاں نے اپنے زخمی پاؤں کے اوپر سے کپڑا کھول کر عرض کی کہ حضرت ! طالب تو میں ہوں جو تیس سال کسی کامل شیخ کی تلاش میں جنگلوں ، پہاڑوں اور بیابانوں میں سرگرداں رہ کر اور خاک چھان کر پتھروں کی ٹھوکروں سے اپنے پاؤں کو زخمی کر چکا ہوں ۔ آپ کو اُس کی حالتِ زار پر رحم آگیا اور حجرے میں لے جا کر اُس کے پچھلے گناہوں سے توبہ و استغفار پڑھا کر ذکر کی تلقین کی ۔ پھر وہی شہزادہ میاں آپ کی صحبت کی برکت سے ایسے کامل ہوئے کہ ہزارہا مخلوقِ خدا اُن کی صحبت سے فیضیاب ہوئی ۔

حضرت باباجی فقیر محمد چوراہی قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے بچپن میں شہزادہ میاں کو دیکھا، اُن کی یہ حالت تھی کہ عشاء کی نماز پڑھ کر حبسِ دم کر کے مراقبہ میں بیٹھ جاتے اور تہجد کی نماز کے وقت دم چھوڑتے۔ اس حبسِ دم کی وجہ سے اُن کی پسلیوں میں سوراخ ہو گئے تھے۔ جب وہ سردی کے دنوں میں اپنا کرتہ اتار کر دھوپ میں ڈالتے تھے تو اُن کے سوراخ دیکھ کر ہم اُنگلیاں ڈال کر خوش طبعی کیا کرتے تھے۔

آپ نے اپنی زندگی مبارک کا بیشتر حصہ دور دراز کے سفر میں گزارا۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ حلقۂ ارادت میں داخل ہو کر سعادت دین و دنیا سے مشرف ہوئے۔ آخری عمر میں کافی کمزور ہو گئے تھے جس کی وجہ سے پالکی میں سوار ہو کر سفر فرمایا کرتے تھے۔ زبانِ اقدس میں اتنی تاثیر تھی جو کچھ بھی ارشاد فرماتے پورا ہو جاتا اور جو صاحب حاجت دعا کرواتا تھا، اُس کی دُعا بفضل خدا پوری ہوتی تھی۔ آپ کی زبان مبارک نہایت شیریں اور شخصیت جاذبِ نظر تھی۔ اکثر لوگ تو روئے انور کو دیکھ کر ہی بیعت کر لیتے تھے۔

آپ کی وفات حسرت آیات ۸ ربیع الاول ۱۲۴۵ھ ۱۸۲۹ء میں تیزئی شریف علاقہ تیراہ افغانستان ~~میں~~ ہوئی۔ جہاں آج بھی عقیدت مند حاضر ہو کر روحانی تسکین حاصل کرتے ہیں۔

(۳۲)

حضرت خواجہ نُور محمّد چوراہی قدس سرّہ

تیرئی شریف (افغانستان) سنہ ۱۱۷۹ھ — سنہ ۱۲۸۶ھ چورہ شریف ضلع اٹک (پنجاب)

سنہ ۱۷۶۵-۶۶ء — سنہ ۱۸۶۹ء

قطعۂ تاریخِ وفات

آپکی عظمت اللہ اللہ آپ تھے مادر زاد وَلی
آپکے صدقے خلقِ خُدا نے پائی ہے حق سے آگاہی
فکر ہوئی تاریخ کی جس دم مجھ سے کہا یہ ہاتف نے
"اب ہیں مقیمِ جنّت خواجہ نُورِ محمد چوراہی"

۱۸۶۹ء

(صابر براری، کراچی)

Collection Of Advocate Showkat

حضرت خواجہ نور محمد چوراہی قدس سرہٗ

حضرت خواجہ نُور محمد المعروف باباجیو کی ولادت باسعادت ۱۱۷۹ھ میں موضع تیرٹی شریف مضافاتِ تیراہ (افغانستان) میں ہوئی۔ آپ حضرت خواجہ محمد فیض اللہ قدس سرہٗ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ فیضِ باطنی والد گرامی سے ہی حاصل کیا تھا۔ آپ کا شجرۂ نسب ۳۳ واسطوں سے سیدنا حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔

آپ مادرزاد ولی تھے۔ حضرت خواجہ محمد فیض اللہ قدس سرہٗ کی دو بیویاں تھیں۔ بڑی بیوی سے صرف ایک صاحبزادی تھی جبکہ دوسری بیوی کے ابھی تک کوئی اولاد نہ تھی۔ پہلی بیوی نے بارگاہِ ایزدی میں منت مانی تھی کہ ہمارے گھر فرزند ارجمند پیدا ہوا تو میں تادمِ واپسیں روزانہ ایک سو نوافل ادا کیا کروں گی جبکہ چھوٹی بیوی نے یہ وعدہ کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مجھے اولادِ نرینہ عطا فرمائی تو میں بڑی بیوی کو پیش کر دوں گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دونوں کی دعا قبول فرمائی اور چھوٹی بیوی کے ہاں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام والد بزرگوار نے نور محمد رکھا اور فرمایا کہ یہ لڑکا امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا متبع ہوگا اور اس سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کو فروغ حاصل ہوگا۔

آپ نے علومِ دینیہ کی اکثر کتابیں حضرت مولانا محمد امین رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں اور انہیں سے ہی تکمیل کی۔ اپنی والدہ ماجدہ سے بھی ابتدائی کتب و کتب فقہ پڑھیں۔ حضرت مولانا محمد امین آپ کے والد گرامی حضرت خواجہ محمد فیض اللہ قدس سرہٗ کے خلیفۂ مجاز بھی تھے۔ لہٰذا آپ نے تصوف میں بھی اُن سے استفادہ کیا۔ پھر والد گرامی قدر سے سلوک کی منزلیں طے کیں۔ چونکہ علومِ ظاہری و باطنی میں مہارتِ تامہ اور شہرتِ عامہ حاصل تھی لہٰذا لوگ اپنی الجھنیں لیکر حاضر ہوتے اور آپ اُن کی آن میں

تمام گتھیاں سُلجھا دیتے۔ اسی دوران آپ نے اپنے قلم سے قرآن مجید کا ایک نسخہ مکمل کیا جو آج بھی دربارِ عالیہ چورہ شریف میں موجود ہے اور اس کے آخر میں یہ الفاظ رقم ہیں۔ "قرآن مجید بدست خواجہ نور محمد ۲ ربیع الثانی ۱۲۲۷ھ از شاگردِ آں میاں نصر اللہ نور اللہ مرقدہٗ ساکن کھودوپور"۔

جب آپ سجادہ نشین ہوئے تو سب سے پہلے آپ کی خدمت میں دو افغان بھائی اللہ نور اور عجب نور حاضر ہو کر شرفِ بیعت سے مشرف ہوئے اور آپ کی خصوصی توجہ کے باعث سلوک و معرفت کی تمام منزلیں جلد طے کر کے منصبِ اجازت و خلافت پر بھی فائز ہو گئے۔ اُن کا فیض اتنا عام ہوا کہ لوگ گروہ در گروہ داخلِ سلسلہ ہونے کے لیے آتے تھے اور اُن کو فرصت نہ ملتی تھی۔ یہ دونوں بھائی صاحبِ کشف و کرامت تھے۔

حضرت خواجہ نور محمد تقریباً اسّی سال تیری شریف میں فروکش رہے اور ہزاروں تشنہ لوگوں کو فیض و کرم، رُشد و ہدایت اور عشق و محبت کے چشموں سے سیراب کیا۔ آج بھی اُن کے فیض کا ڈنکا بج رہا ہے۔ جب آپ کے رُوحانی کمالات کا شہرہ عام ہوا تو بعض لوگ حسد و بغض کی آگ میں جل کر درپئے آزار ہو گئے۔ آپ تمام باتوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے رہے مگر حاسدین کی معاندانہ سرگرمیاں بڑھتی گئیں۔ چپری نامی گاؤں کا ایک حاسد مولوی ولی خاں بغض و عناد کی آتش کا شکار ہو کر جگہ جگہ لوگوں کو آپ کے خلاف ورغلاتا اور بہکاتا پھرتا تھا کہ "آپ کی خدمت میں کوئی نہ جائے کیونکہ آپ کا طریقہ (سلسلہ نقشبندیہ) اچھا نہیں ہے"۔

ولی خاں کی ان خرافات سے ناواقف و سادہ لوح افغان مشتعل ہو کر آپ کی مخالفت میں کمربستہ ہو گئے۔ اور پنجاب سے آنے والے آپ کے عقیدت مندوں کو پریشان کرنے اور لوٹنے لگے۔ جب صورتِ حال انتہائی بگڑ گئی تو آپ نے ولی خاں کو بُلا کر ارشاد فرمایا کہ "اگر میرے عقیدہ، عمل اور قول و فعل میں کوئی شرعی سقم ہے تو مجھے آگاہ کرو ورنہ اس فضول اور بلاوجہ مخالفت سے باز آؤ"۔ ولی خاں تو محض حسد کا مارا ہوا تھا، عقیدے اور قول و فعل کی خرابی کیا بیان کرتا۔ بلکہ وہ پہلے سے بھی زیادہ آپ کے مریدوں کو تنگ کرنے لگا۔ آخر کار احباب و اعزّہ کی تکالیف برداشت

Collection Of Advocate Showkat

کرنا مشکل ہوگیا تو آپ موضع زرادر (تیرہی شریف سے ۱۵ میل دور) تشریف لیگئے اور پھر وہاں سے ۱۲۸۴ھ میں ۵۷ میل دور چورہ شریف ضلع اٹک (پنجاب) میں قدوم میمنت لزوم فرما کر مستقل رہائش اختیار کرلی اور یہیں ۱۲ شعبان ۱۲۸۱ھ / ۱۷ نومبر ۱۸۶۹ء کو رحلت فرمائی۔

خلیفہ مولوی مست علی ساکن منڑاں والی ضلع سیالکوٹ نے یہ قطعہ تاریخ وصال کہا ؎

رفت نور محمد از دنیا　　کہ ہم عمر خود نگفتہ دروغ
مست مسکین کہ ہست خادم او　　سال تاریخ او بگفت "فروغ"
۱۲۸۶ھ

آپ کے چاروں صاحبزادے خواجہ احمد گل، خواجہ فقیر محمد، خواجہ دین محمد اور خواجہ شاہ محمد قدس اسرارہم باکمال تھے۔ یہ ہر چہار حضرات آپ کی رحلت کے بعد مسند خلافت پر بیٹھے۔ آپ کے انتقال کے وقت آپ کے پاس دوسرے صاحبزادے حضرت فقیر محمدؒ موجود تھے اور سر مبارک آپ کا اُن کے زانو پر تھا۔ اور انہوں نے بدست خود تجہیز و تکفین کی اور مبارک ہاتھوں سے آپ کو لحد شریف میں لٹایا اور آپ کا جو کچھ فیض باطنی اور خزانہ مخفی تھا وہ اُسی وقت اُن کو عطا کیا گیا۔

یوں تو آپ کے تمام خلفاء ایک سے بڑھ کر ایک تھے مگر خواجہ انور خٹکی، خواجہ شاہ نامدار مینتیالوی المعروف ہادی نامدار، خواجہ محمد منیر ہوشیارپوری اور حافظ عبد اللطیف قصہ خوانی رحمۃ اللہ علیہم آسمان شہرت پر آفتاب و مہتاب بن کر چمکے۔ اور ایک عالم نے اُن سے روحانی فیض پایا۔

آپکی کرامات بے حد و حساب ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں :-

① آپ کے ایک مخلص عقیدت مند مستری جان محمد موضع کمبٹ کے ہاں اولاد نہیں تھی۔ جس کی وجہ سے وہ نہایت پریشان رہتا تھا۔ ایک روز خیال آیا کہ میرا یہ تمام ساز و سامان، آلات آہنگری اور مال و دولت کس کام ہے جبکہ میرے بعد ان کو کام میں لانے والا میرا کوئی وارث نہیں ہے۔ یہ خیال آتے ہی اپنے قدیمی یار طریقت میاں نیک محمدؒ کی معیت میں بمعہ آلات آہنگری آپ کی خدمت میں زرادر شریف حاضر ہوا اور حال دل عرض کیا اور روتے ہوئے کہا ؎

رحم کن بر ما کہ ناکارہ ایم　　ہم پر رحم کر کہ ہم ناکارہ ہیں
چارہ ما کن کہ بے چارہ ایم　　ہمارا چارہ کر کہ ہم بغیر چارہ کے ہیں۔

آپ نے بکمال شفقت اُس کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ "اللہ رب العزت عنقریب تمہیں اپنی عنایات، نوازشات اور کرم نوازیوں سے مشرف فرمائے گا۔" بوقت رخصت پھر دُعا فرمائی اور ارشاد کیا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دو بیٹے اور ایک بیٹی عطا فرمائے گا۔ پہلے بیٹے کا نام سلیمان، دوسرے کا غلام محمد اور بیٹی کا نام عائشہ بی بی رکھنا۔ لیکن افسوس کہ سلیمان تمہیں داغ مفارقت دے جائے گا جبکہ غلام محمد صاحب اولاد ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(۲) مذکورہ بالا مستری جان محمد کے گاؤں کا ایک شخص ناجائز تنگ کرتا تھا اور نقصان پہنچاتا تھا۔ آپ نے خواب میں چند مخلصین کو مشرف بزیارت کرکے تاکید فرمائی کہ فلاں آدمی ہمارے جان محمد کو تنگ کرتا ہے، اُسے منع کرو ورنہ اس کا انجام اچھا نہیں ہوگا۔ سب لوگوں نے اُس شخص کو باری باری سمجھایا لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا بلکہ وہ پہلے سے بھی زیادہ جان محمد کے درپے آزار ہوگیا۔ چند دن بعد گاؤں کے بہت سے لوگ ایک جگہ تماشہ دیکھنے جا رہے تھے، وہ شخص بھی اپنی گھوڑی پر سوار تھا کہ راستہ میں گھوڑی نے اُسے ایسا گرایا کہ اس کا تمام جسم چکنا چور ہوگیا اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے دم توڑ گیا۔ ؎

مباش درپئے آزار و ہر چہ خواہی کن
کہ در شریعت ما غیر ازیں گناہے نیست

تو جو کچھ چاہتا ہے کر مگر کسی کے درپئے آزار نہ ہو
کہ ہماری شریعت میں اس سے بڑھ کر کوئی اور گناہ نہیں ہے۔

(۳) ایک دفعہ آپ پنجاب کے مختلف مقامات کا دورہ فرما کر واپس تشریف لیجا رہے تھے۔ جب دریائے سندھ کو عبور کرنے کے لیے کشتی میں اسوار ہوئے تو ایک فقیر مسمیٰ بابا جمال اورنگ آبادی آپ کو نذر پیش کرنے کے لیے دوڑا۔ دریا تک آتا کشتی چل پڑی تو اس نے ملاح کو آواز دی کہ ذرا کشتی روکنا۔ ملاح نے کشتی کھڑی کر دی تو بابا جمال کنارے پر کھڑا ہو کر روپیہ نذر کرنے لگا۔ جلدی میں اس کے ہاتھ سے روپیہ دریا میں گر گیا۔ وہ پریشان ہو کر رونے لگا کہ وائے قسمت میری نذر قبول نہیں ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ آزردہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ خلوص دل سے دیا ہوا نذرانہ بارگاہ ایزدی میں قبول ہو چکا ہے۔ تلاش کرو، روپیہ ضرور مل جائے گا۔

بابا جمال نے پانی میں ہاتھ ڈالا تو پہلی ہی دفعہ روپیہ اُس کے ہاتھ لگا اور آپ کی خدمت

اُمڈ رہی تھیں بطور نذر پیش کیا۔ یہ آپ کی زبان سے نکلی ہوئی بات تھی کہ روپیہ مل گیا ورنہ کہاں دریائے سندھ کی طوفانی موجیں اور کہاں اس کی گہرائی میں روپیہ کی تلاش۔

یہ منظر دیکھ کر تمام حاضرین متعجب و ششدر رہ گئے اور طوق غلامی سے مشرف ہو کر داخل طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ ہو گئے۔ فقیر بابا تمالی کو اسی روز جذب و مستی کی حالت وارد ہو گئی اور وہ اسی سرشاری میں زبان حال سے کہتا پھرتا۔

ہر ایک نے تجھے اپنی نظر سے پہچانا
خدا خدا ہے تیرا انداز دلربائی کا

④ ایک مرتبہ محمد شاہ نامی شخص صحبت بداں میں گرفتار ہوا۔ آپ کی صاحبزادی کا زیور اور تلوار چوری کر کے لے گیا۔ آپ کی خدمت عالیہ میں اطلاع کی گئی تو آپ نے چھوٹے صاحبزادے حضرت شاہ محمدؒ کو فرمایا کہ محمد شاہ کا پتہ لگاؤ۔ انہوں نے پتہ کر کے عرض کیا کہ موضع "چنگی" چلا گیا ہے۔ آپ نے ارشاد کیا کہ صبح سے پہلے پہلے اس سے ملو اور کہو کہ زیور اور تلوار واپس دے دے اور انشاء اللہ تعالیٰ اس کی زندگی میں کل کا دن آخری دن ہے۔

حضرت شاہ محمد حسب الحکم تلاش میں نکلے اور نماز ظہر سے قبل ہی اس سے زیور اور تلوار واپس لے گئے۔ آپ کے ارشاد کے مطابق عصر کی نماز کے وقت اس کی گردن پر ایک سرخ رنگ کی ذرا سی علامت ظاہر ہوئی۔ وہ اسی وقت کہنے لگا کہ یہ آپ کی بددعا کا اثر ہے اور یہ میری موت کی نشانی ہے۔ چنانچہ وہ نماز عشاء سے پہلے ہی اس دنیائے فانی سے کوچ کر گیا

⑤ ایک دفعہ آپ تیزنی شریف کے نواحی گاؤں "لی تاڑ" میں تشریف لے گئے۔ گاؤں کے لوگوں نے پینے کے پانی کی قلت و تکلیف کا ماجرا عرض کر کے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے ارشاد کیا کہ اچھا آج ہم استخارہ کریں گے تم لوگ بھی استخارہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکم ہو گا اس پر عمل کریں گے۔ سب لوگ نماز فجر کے بعد حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ حضور! آپ کی طرف سے ہماری مشکل حل ہونے کا اشارہ ہوا ہے۔ ہم حاضر ہیں جیسا آپ حکم فرمائیں، آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور دوستوں کو ساتھ لیکر مسجد مبارک کے گوشے کی طرف تشریف

لے گئے۔ تقریباً ایک میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد رک گئے اور ارشاد فرمایا کہ بس اسی جگہ ٹھہرنے کا حکم ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسی جگہ سے ہی ہمارا مقصد و مدعا حاصل ہوگا۔

آپ نے اس جگہ دو نفل ادا کئے اور کدال دست مبارک میں پکڑ کر زمین کھودنا شروع کردی نیچے سے ایک پتھر نکلا۔ آپ نے بسم اللہ شریف پڑھ کر تین ضربیں لگائیں۔ پتھر اپنی جگہ سے ہلا۔ اتنے میں عقیدتمندوں کے ہجوم نے کھدائی کا کام اپنے ذمہ لے لیا اور آدھ گھنٹہ کی سعی بلیغ کے بعد پتھر کو باہر نکالا۔ اور اسی جگہ سے نہایت ہی عمدہ شیریں اور شفاف پانی کا چشمہ جاری ہوا۔ آپ کے ارشاد کے مطابق کھدائی کر کے پانی آبادی کی طرف لے جانے کا کام شروع کردیا گیا۔ آپ نے اس جگہ پر تین گائے کی قربانی دی۔ نماز عصر تک پانی موضع لحاظ تک پہنچا دیا گیا اور اسی پانی سے وضو کر کے نماز ادا کی گئی۔

مسجد سے آگے پانی کے گزرنے میں ایک بہت بڑا پتھر حائل تھا۔ پانی کو دوسری طرف سے گزارنے کے لیئے ایک زمیندار سے کہا گیا کہ وہ اپنی زمین سے پانی کو گزرنے دے مگر وہ رضامند نہ ہوا۔ سب حاضرین حیران و پریشان تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ غم و فکر مت کرو۔ اللہ تعالیٰ خود ہی پانی گزرنے کا راستہ بنا دے گا۔ چنانچہ نصف شب ایک بہت بڑا آوازہ آیا جس سے لوگوں کے دل دہل گئے۔ سب لوگ پیر و جواں اور خورد و کلاں جاگ اٹھے اور پھر تمام شب انہیں نیند نہ آئی۔ صبح نماز کے لیے مسجد میں گئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اس پتھر میں تین گز مربع مدور شکل کا سوراخ ہو چکا ہے اور اس سے پانی گزر رہا ہے۔

سچ ہے کہ ؎

اولیا را ہست قوت از الٰہ	اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی طاقت بخشی ہے کہ
تیر جستہ باز گرداند ز راہ	وہ چھوٹے ہوئے تیر کو راستے سے واپس لا سکتے ہیں

یہ چشمہ اب تک جاری و ساری ہے اور بے شمار لوگ اس کی زیارت کر چکے ہیں۔ حضرت خواجہ پیر محمد شفیع سجادہ نشین چورہ شریف (المتوفی ۱۹۶۶ء) کا ارشاد ہے کہ جب وہ 1951ء میں چند احباب کے ہمراہ تیراہ شریف تشریف لے گئے تھے تو وہ چشمہ بدستور موجود تھا۔

(٦) ایک مرتبہ آپ دریائے [illegible] عبور کرنے کے لیے کشتی پر سوار ہوئے

اتفاق سے اُس کشتی میں سولہ سکھ سپاہی بھی سوار تھے۔ سکھ سپاہیوں میں سے ایک سپاہی بڑی گستاخی سے بولا اور کہا کہ "حضرت! آپ تختہ کے نیچے کھڑے رہیں تاکہ ہمارے کھانے کی چیزیں آپ سے نہ چھو جائیں"۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اُن کو چھو جانے کی تکلیف سے بچائے۔ وہیں اثنا کشتی روانہ ہوئی تو دورانِ سفر چند مسائل پر گفتگو ہوئی۔ آپ نے اپنے خاص اندازِ محبت سے سکھوں کو مسائل سمجھائے، ابھی آپ کی کشتی کنارہ پر نہ پہنچی تھی کہ آپ کی کرامت سے تمام سکھ سپاہی مشرف باسلام ہو گئے۔ دریا کے کنارے موضع "خوشحال گڑھ" میں پہنچکر سب نے بجماعت نمازِ ظہر ادا کی۔ ؎

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں　　جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

؎ نگاہِ ولی میں یہ تاثیر دیکھی　　بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

عارفِ کامل حضرت میاں محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کیا خوب کہا ہے۔ ؎

مرد ملے تے درد نہ چھوڑے اوگن دے گن کردا　　کامل لوک محمد بخشا لعل بناون پتھر دا!

ارشاداتِ قدسیہ

① ایک دن ایک درویش نے عرض کیا کہ حضور یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ دوسرے لوگ صدہا ریاضات و مجاہدات کرکے بھی اس قدر جوشِ عشق و محبت اور جذب و فیض حاصل نہیں کر پاتے جس قدر آپ کے غلام و خدام چند روز میں حاصل کر لیتے ہیں آپ نے فرمایا کہ :-

"دوست یا اولاد اُس شخص کی تنگ دست و محتاج ہوتی ہے جن کا باپ یا رفیق غریب و مفلس ہو اور جن کا باپ رفیق مالدار ہو اُن کو زیادہ تر خلوص و محبت کی ضرورت ہے، محنت کی چنداں حاجت نہیں"۔

② فرمایا کہ آدمی کو دو چیزیں درست اور دو چیزیں شکستہ چاہئیں۔ درست چیزیں یہ کہ؛ (ا) دین درست (ب) یقین درست۔ شکستہ چیزیں یہ کہ (ج) دست شکستہ (د) پاشکستہ۔

(ا) دین درست سے مراد یہ ہے کہ قولاً فعلاً اعتقاداً شریعت کے موافق ہو۔

(ب) یقین درست کے معنی مواعیدِ الٰہی پر پورا پورا یقین ہے۔

(ج) دست شکستہ کا مطلب یہ کہ اشارۃً یا صریحاً کسی سے کسی چیز کا طالب نہ ہو۔

(د) پاشکستہ کا مطلب یہ کہ کسی کے پاس کسی غرض سے نہ جاوے یعنی محتاجی نہ کرے۔

لے گئے۔ تقریباً ایک میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد رک گئے اور ارشاد فرمایا کہ بس اسی جگہ ٹھہرنے کا حکم ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسی جگہ سے ہی ہمارا مقصد و مدعا حاصل ہوگا۔ آپ نے اس جگہ دو نفل ادا کیے اور کدال دست مبارک میں پکڑ کر زمین کھودنا شروع کر دی نیچے سے ایک پتھر نکلا۔ آپ نے بسم اللہ شریف پڑھ کر تین ضربیں لگائیں، پتھر اپنی جگہ سے ہلا۔ اتنے میں عقیدتمندوں کے ہجوم بجوم نے کھدائی کا کام اپنے ذمہ لے لیا اور آدھ گھنٹہ کی سعی بلیغ کے بعد پتھر کو باہر نکالا۔ اور اسی جگہ سے نہایت ہی عمدہ شیریں اور شفاف پانی کا چشمہ جاری ہوا۔ آپ کے ارشاد کے مطابق کھدائی کر کے پانی آبادی کی طرف لے جانے کا کام شروع کر دیا گیا۔ آپ نے اس جگہ پر تین گائے کی قربانی دی۔ نماز عصر تک پانی موضع لحاظ تک پہنچا دیا گیا اور اسی پانی سے وضو کر کے نماز ادا کی گئی۔

مسجد سے آگے پانی کے گزرنے میں ایک بہت بڑا پتھر حائل تھا۔ پانی کو دوسری طرف سے گزارنے کے لیئے ایک زمیندار سے کہا گیا کہ وہ اپنی زمین سے پانی کو گزرنے دے مگر وہ رضامند نہ ہوا۔ سب حاضرین حیران و پریشان تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ غم و فکر مت کرو۔ اللہ تعالیٰ خود ہی پانی گزرنے کا راستہ بنا دے گا۔ چنانچہ نصف شب ایک بہت بڑا آوازہ آیا جس سے لوگوں کے دل دہل گئے۔ سب لوگ پیر و جواں اور خورد و کلاں جاگ اٹھے اور پھر تمام شب انہیں نیند نہ آئی۔ صبح نماز کے لیے مسجد میں گئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اس پتھر میں تین گز مربع (مدوّر شکل) کا سوراخ ہو چکا ہے اور اس سے پانی گزر رہا ہے۔

سچ ہے کہ ؎

اولیا را ہست قوت از الٰہ
تیر جستہ باز گردانند ز راہ

اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی طاقت بخشی ہے کہ
وہ چھوٹے ہوئے تیر کو راستے سے واپس لا سکتے ہیں

یہ چشمہ اب تک جاری و ساری ہے اور بے شمار لوگ اس کی زیارت کر چکے ہیں۔ حضرت خواجہ پیر محمد شفیع سجادہ نشین چورہ شریف (المتوفی ۱۹۶۶ء) کا ارشاد ہے کہ جب وہ ۱۹۵۱ء میں چند احباب کے ہمراہ تیراہ شریف تشریف لے گئے تھے تو وہ چشمہ بدستور موجود تھا۔

(۶) ایک مرتبہ آپ دریائے اٹک (دریائے سندھ) کو عبور کرنے کے لیے کشتی پر سوار ہوئے۔

اتفاق سے اُس کشتی میں سولہ سکھ سپاہی بھی سوار تھے۔ سکھ سپاہیوں میں سے ایک سپاہی بڑی گستاخی سے بولا اور کہا کہ "حضرت! آپ تختہ کے نیچے کھڑے رہیں تاکہ ہمارے کھانے کی چیزیں آپ سے نہ چھو جائیں"۔ آپنے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اُن کو چھو جانے کی تکلیف سے بچائے۔ دریں اثنا کشتی روانہ ہوئی تو دورانِ سفر چند مسائل پر گفتگو ہوئی۔ آپنے اپنے خاص اندازِ محبت سے سکھوں کو مسائل سمجھائے، ابھی آپ کی کشتی کنارہ پر نہ پہنچی تھی کہ آپکی کرامت سے تمام سکھ سپاہی مشرف باسلام ہو گئے۔ دریا کے کنارے موضع "خوشحال گڑھ" میں پہنچکر سبنے بجماعت ہوکر نماز ظہر ادا کی۔ ؎

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

؎ نگاہِ ولی میں یہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

عارفِ کامل حضرت میاں محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کیا خوب کہا ہے۔ ؎

مُرد ملے تے درد نہ چھوڑے اوگن دے گن کردا
کامل لوک محمد بخشا لعل بناون پتھر دا!

ارشاداتِ قدسیہ

① ایک دن ایک درویش نے عرض کیا کہ حضور یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ دوسرے لوگ صدہا ریاضات و مجاہدات کر کے بھی اس قدر جوشِ عشق و محبت اور جذب و فیض حاصل نہیں کر پاتے جس قدر آپکے غلام و خدام چند روز میں حاصل کر لیتے ہیں آپنے فرمایا کہ :-

"دوست یا اولاد اُس شخص کی تنگ دست و محتاج ہوتی ہے جن کا باپ یا رفیق غریب و مفلس ہو اور جن کا باپ رفیق مالدار ہو اُن کو زیادہ تر خلوص و محبت کی ضرورت ہے، محنت کی چنداں حاجت نہیں"۔

② فرمایا کہ آدمی کو دو چیزیں درست اور دو چیزیں شکستہ چاہیئں۔ درست چیزیں یہ کہ؛ (ا) دین درست (ب) یقین درست۔ شکستہ چیزیں یہ کہ (ج) دست شکستہ (د) پاشکستہ۔

(ا) دین درست سے مراد یہ ہے کہ قولاً فعلاً اعتقاداً شریعت کے موافق ہو۔

(ب) یقین درست کے معنی مواعیدِ الٰہی پر پورا پورا یقین ہے۔

(ج) دست شکستہ کا مطلب یہ کہ اشارۃً یا صریحاً کسی سے کسی چیز کا طالب نہ ہو۔

(د) پاشکستہ کا مطلب یہ کہ کسی کے پاس کسی غرض سے نہ جاوے یعنی محتاجی نہ کرے۔

③ فقر و فاقہ کمال طریقہ ہے ۔

④ فقیر کے "ف" سے مراد "فاقہ"، "ق" سے مراد "قناعت"، "ر" سے مراد "ریاضت" اور "ی" سے مراد "یادِ الٰہی" ہے ۔ اگر کوئی شخص یہ امور بجا لاوے تو "ف" سے "فضلِ الٰہی"، "ق" سے "قربِ مولا"، "ی" سے "یاریٔ خدا" اور "ر" سے "رحمتِ الٰہی" مراد ہے، حاصل ہو ۔ ورنہ "ف" سے "فضیحت"، "ق" سے "قہرِ الٰہی"، "ی" سے "یاس" اور "ر" سے "رسوائی" ملے ۔

⑤ طالبِ ذوق و شوق اور کشف و کرامت طالبِ خدا نہیں ۔

⑥ جس طرح طلبِ حلال ہر مومن پر فرض ہے اسی طرح ترکِ حلال عارفوں پر فرض ہے ۔ کیونکہ درویشوں کی فاقہ کی رات معراج کی رات ہے ۔

⑦ جو مخدوم بننا چاہتا ہے، اُس کو چاہیئے کہ پیر کی خدمت کرے کیونکہ ؎

ہر کہ خدمت کرد اُو مخدوم شُد
ہر کہ خود را دید اُو محروم شُد

"جس کسی نے خدمت کی وہ مخدوم بن گیا اور جس نے اپنے آپ کو دیکھا وہ محروم رہا ۔"

⑧ رضائے پیر و مرشد سببِ قبولیتِ خلق و خالق ہے ۔ آزردگیٔ پیر سببِ نفرتِ حق اور خلق ہے ۔

⑨ پیر کی رضا سے وہ کچھ حاصل ہوتا ہے جو کسی مجاہدہ اور ریاضت سے حاصل نہیں ہو سکتا ۔

⑩ ہر روز پچیس ہزار مرتبہ اسمِ ذات کا ذکر ضروری ہے ۔

⑪ فقیر دل کی مراد سے خالی ہونے کو کہتے ہیں نہ کہ ہاتھ کے خالی ہونے کو ۔

⑫ لوگوں کے عیب کو نیکی کی طرف تاویل کرو اور اپنی اچھی باتوں کو عیب کی طرف تاویل کرو ۔

⑬ میں تو ہر ایک کو نیک ہی جانتا ہوں ۔ جیسا کہ شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ۔ ؎

مرا پیرِ دانائے مرشد شہاب
دو اندرز فرمود بر روئے آب
یکے آں کہ بر خویش خود بیں مباش ؎

"میرے دانا پیر و مرشد حضرت خواجہ شہاب الدین سہروردیؒ نے سمندر یا دریا کے کنارے پر مجھے دو نصیحتیں فرمائیں ۔ پہلی یہ کہ تو خود اپنا خود بین نہ بن ۔

دوم آنکہ بر غیر بد بین مباش	دوسری یہ کہ غیر کو بُری نظر سے دیکھ۔

(۱۴) طالبانِ حق کو چاہیئے کہ ایک لمحہ جنابِ الٰہی سے غافل نہ ہوں تاکہ توجہ الی اللہ بے مزاحمتِ اغیار ہو کہ اسی کو دوامِ حضور بھی کہتے ہیں۔ اور کوئی مقصود سوائے اللہ تعالیٰ دل میں نہ رہے۔

(۱۵) جو شخص اللہ تعالیٰ سے دنیا طلب کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اُسے آخرت سے محروم رکھتا ہے کیونکہ دوستانِ الٰہی کے لیے دنیا راحت کی جگہ نہیں، راحت کی جگہ تو آخرت ہے۔

(۱۶) ترکِ دنیا دل سے ہوتی ہے نہ کہ اسباب سے۔

(۱۷) طالبِ مولا کو سوائے ذاتِ باری کے کسی اور سے محبت نہیں ہونی چاہیئے۔

(۱۸) سب سے بڑا کام یہ ہے کہ شریعت پر استقامت رکھے۔

(۱۹) ذکرِ اسمِ ذات سے جذبہ پیدا ہوتا ہے اور نفی اثبات سے سلوک۔

(۲۰) جس قدر طالب میں شکست و عاجزی زیادہ ہوتی ہے اُسی قدر فیض اُس پر زیادہ وارد ہوتا ہے۔

(۲۱) سالک کو چاہیئے کہ نیچی نظر رکھ کر چلا کرے۔ ؎

خوئے سگاں ہست بہر سو نگاہ	کتّوں کی عادت ہوتی ہے کہ ہر طرف دیکھتے ہیں جبکہ
شیر سر افگندہ رود سوئے راہ	شیر سر کو جھکا کر راستہ میں چلتا ہے۔

(۲۲) زیادہ بولنا اور ہنسنا غفلت سے ہے۔

(۲۳) سلوک حاصل کرنے کی چند شرطیں ہیں۔ استعدادِ کامل، پیرِ کامل اور فیضِ الٰہی۔

(۲۴) ایک مراد ہوتے ہیں ایک مرید۔ مراد وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنی طرف کھینچے اور مرید وہ ہے جو خود محنت و ریاضت کر کے مقام حاصل کرتے ہیں۔

(۲۵) مدارِ کار دو چیزوں پر ہے۔ اول، محبتِ پیر۔ دوم، اتباعِ شریعت۔

(۲۶) رستگاری عبادت میں نہیں گناہوں سے بچنے میں ہے۔

(۲۷) فقر بڑی دولت ہے یہ دولت جس قدر ہو سکے پوشیدہ رکھنی چاہیئے۔

(۲۸) خواہ دوست ہو یا دشمن سب سے اخلاق سے پیش آنا چاہیئے۔

(۳۳)

حضرت خواجہ فقیر محمّد چوراہی قدس سرہٗ

تیزی شریف (افغانستان) سنہ ۱۲۱۳ھ سنہ ۱۷۹۸ء

سنہ ۱۳۱۵ھ سنہ ۱۸۹۷ء چورہ شریف ضلع اٹک (پنجاب)

قطعۂ تاریخ وفات

جہاں بھر میں پھیلے ہیں اُن کے مرید
تھے وہ اعلیٰ رتبہ فقیر محمّد
منوّر منوّر ہیں عالم میں صابر
"چراغِ مصفّا فقیرِ محمّد"

۱۸۹۷ء

(صابر براری، کراچی)

حضرت خواجہ فقیر محمد چوراہی قدس سرّہٗ

حضرت خواجہ فقیر محمد المعروف باباجی تیراہی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ نور محمد تیراہی چوراہی قدس سرّہٗ کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ آپ کی ولادت سنہ ۱۲۱۴ھ میں جدّ امجد حضرت خواجہ فیض اللہ تیراہی (ف ربیع الاوّل ۱۲۴۵ھ) کی زندگی میں تیرائی شریف نزد تیراہ (افغانستان) میں ہوئی۔ آپ کا سلسلۂ نسب خلیفۂ ثانی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ جس کی تفصیل آپکے جدّ امجد حضرت خواجہ محمد فیض اللہ تیراہی قدس سرّہٗ کے حالات میں دی جا چکی ہے۔

آپ پیدائشی ولی اللہ تھے۔ جس دن آپکی ولادت ہوئی، اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ نہ پیتے تھے۔ یہ معاملہ سُن کر جدّ امجد خواجہ محمد فیض اللہ تشریف لائے تو آپکے رُوئے انور کو دیکھ کر فرمایا کہ: "یہ تو ابھی سے اپنا حصّہ طلب کرتے ہیں"۔ چنانچہ انہوں نے اپنی زبان مبارک آپکے منہ میں ڈال دی جسے آپ دیر تک چوستے رہے اور پھر والدہ ماجدہ کا دودھ پینا بھی شروع کر دیا۔ اس طرح سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجدّدیہ کی مبارک و اعظم نسبت روزِ اوّل سے ہی آپکو عنایت فرمادی گئی۔ جدّ امجد نے ارشاد فرمایا کہ یہ لڑکا بڑا نیک بخت ہوگا اور اس کے وجود سے خلق خدا کو بہت فیض پہنچے گا۔ آپ کا چہرہ مبارک اُسی روز سے انوارِ الٰہی کی تابانیوں سے آفتاب و ماہتاب کی طرح چمکتا تھا۔

آپنے علومِ ظاہری و باطنی کی تحصیل اپنے والد ماجد حضرت خواجہ نور محمد سے ہی کی تھی۔ ایامِ صغر سنی سے ہی ذکر و فکر و مراقبہ و اتباعِ شریعت میں معروف و مشغول رہتے تھے اور تمام امور میں والد ماجد کے نقش قدم پر چلتے تھے۔

بالائے سرش ز ہوشمندی
می تافت ستارۂ بلندی

"بچپن سے ہی آپ کے سرِ اقدس پر بلندی
کا ستارہ چمکتا تھا۔"

قطعِ ماسوئی اللہ کا طریق آپ کو پہلے ہی مرغوب تھا۔ والد ماجد کے ساتھ ابتدا ہی سے صحبت و رابطہ حاصل تھا جس کی وجہ سے آپ کھانے پینے اُٹھنے بیٹھنے، طریق کلام اور اخلاق اعمال وغیرہ میں بالکل متحد الاوصاف ہو گئے تھے۔ غریبوں، مسکینوں اور مفلسوں کی مجلس و صحبت میں زیادہ خوش رہتے تھے۔ پابندیٔ شریعت میں بے مثال تھے۔ آپ کی علمیت کا یہ حال تھا کہ قرآن مجید کے ایک ایک حرف کے جدا جدا اسرار و رموز بیان فرماتے تھے جسے سُن کر بڑے بڑے علماء انگشت بدنداں رہ جاتے تھے۔ اپنے وقت کے ابدال شمار کئے جاتے تھے۔ آپ کو وہ کمالات حاصل تھے جو دوسروں کو عشرِ عشیر بھی نصیب نہ ہوئے تھے۔

آپ کے انہی ظاہری و باطنی کمالات کے پیشِ نظر آپ کے والد گرامی قدر نے بیس سال کی عمر میں خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمایا اور آپ اپنے برادرِ اصغر حضرت خواجہ دین محمد جیوراہی (ف ۱۳۲۵ھ) کے ہمراہ پنجاب کے تبلیغی سفر پر روانہ ہوئے تو باؤلی شریف ضلع گجرات تشریف لے گئے۔ خلیفہ حضرت محمد خان عالم رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند گرامی قدر حضرت خواجہ غلام محی الدین رح و دیگر بہت سے لوگ آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ اس کے بعد آپ سیالکوٹ تشریف لے گئے اور کئی صد لوگوں نے آپ سے بیعت کی۔ غرض دو ماہ تک پنجاب کے طول و عرض میں دورہ کیا تو ہزاروں لوگ آپ کے دامنِ عقیدت سے وابستہ ہو گئے۔ کشف و کرامات کا ظہور بھی ہوا۔

آپ کا قد مبارک دراز، چہرہ گندم گوں، بینی سُرخ و دراز، ریش مبارک سفید، چشم مبارک موزوں، گیسوئے مبارک شانوں تک معلق رہتے، پیشانی کشادہ، انگشت مبارک نرم اور لمبی، سینہ فراخ اور باوجود ضعیف العمری کے بینائی اور سماعت میں فرق نہ تھا۔ رات کو سُرمہ طاق سلائیاں لگاتے۔ بالوں پر حنا (مہندی) لگاتے۔ جب باہر تشریف لے جاتے تو سر پر لنگی رکھ لیتے۔ پیرانہ سالی کے باوجود رفتار کافی تیز ہوا کرتی تھی بلکہ بہت سے آدمیوں سے آگے بڑھ جاتے تھے۔ نمازِ تہجد کے بعد ذکر میں مشغول رہتے، پھر بعد از نمازِ فجر طلوعِ آفتاب تک مراقبہ میں رہتے، پھر تلاوتِ قرآن پاک دو تین سیپارہ کے بعد ختم شریف پڑھتے طعام قبل از دوپہر تناول فرماکر

Collection Of Adoycate Showkat

قیلولہ فرماتے۔ اکثر و بیشتر نمازِ ظہر کے وضو سے عشاء تک کی نمازیں ادا کرتے۔ ظہر کے بعد تلاوت قرآن فرماتے۔ اس کے بعد احباب کی حاجات کی طرف متوجہ ہوتے۔ حاضرین کو حسب ضرورت دعا اور تعویذ دیتے۔ نمازِ عصر کے بعد ختم شریف حضرت خواجہ محمد معصومؒ پڑھا کرتے نماز با جماعت ادا کرنے کے عادی تھے۔ بعد از نمازِ مغرب طعام تناول فرماتے۔ نمازِ عشاء اول وقت میں ادا فرماتے۔ جہاں کہیں بھی تشریف لے جاتے آپ کا قیام مسجد میں ہی ہوتا تعویذ ایسی زیادہ پسند نہ تھی لہٰذا اکثر دعا فرماتے اور اسی سے لوگوں کے اکثر مسائل حل ہو جاتے بفضلِ ایزدی آپ چاروں سلاسل طریقت کے صاحبِ مجاز و ارشاد تھے لیکن صرف نقشبندیہ طریق میں بیعت فرماتے۔ آپ کو اشعار سے بھی کسی قدر دلچسپی تھی۔ بعض اوقات صرف بیعت فرما کر خلفاء سے حلقہ کراتے۔ کبھی کبھی خود بھی توجہ فرماتے۔ اور یہ اشعار پڑھتے۔

ے یَا رَسُولَ اللّٰہِ اُنْظُرْ حَالَنَا	"اے اللہ کے رسول! میرے حال پر نظر فرمائیے
یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ اِسْمَعْ قَالَنَا	اے اللہ کے حبیب! میری عرض سنئیے۔
اِنَّنِیْ فِیْ بَحْرِ ھَمٍّ مُغْرَقٌ	میں غموں کے سمندر میں غوطہ زن ہوں
خُذْ یَدِیْ سَھِّلْ لَنَا اَشْکَالَنَا	میری دستگیری فرمائیے اور مشکلیں آسان کر دیجیئے۔
ے ہر دم خدا را یاد کن دلہائے غمگیں شاد کن	ہر وقت خدا کو یاد کر، افسردہ دلوں کو خوش کر
بلبل صفت فریاد کن مشغول شو در ذکرِ ہو	بلبل کی طرح فریاد کر اور اللہ کے ذکر میں مشغول رہ۔
ے غافلی کفر است پنہاں در وجودِ آدمی	غفلت کفر ہے جو آدمی کے وجود میں چھپا ہوا ہے۔
ایں چنیں کافر شدن را حاجتِ زنار نیست	اس طرح کافر ہونے کیلئے زنار کی ضرورت نہیں ہے۔

آپ عموماً سادہ نیلگوں لباس پہنتے۔ شرعی سفید پاجامہ، سر پر کلاہ اور اس پر لنگی، خط دار یا سبز دستار پہنتے۔ بدن پر کبھی نیلگوں لنگی یا چادر اوڑھتے۔ پوٹھوہاری جوتا استعمال فرماتے۔ ہمیشہ اپنے دستِ مبارک میں عصا رکھتے۔ آپ کی طبیعت میں تصنع و ریا و تکلف بالکل نہ تھا۔ غرور و تکبر، فخر و خود پسندی آپ کے نزدیک نہ پھٹکتا تھا۔ مسکنت و تمکنت و وقار آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ صدیقی انوار و برکات آپ کے چہرۂ اقدس سے عیاں تھے۔ آپ کی طبیعت میں جمالیت اس قدر تھی کہ سالہا سال تک کسی پر غصہ نہ فرماتے اور نہ کبھی آپ سے کسی کو ضرر و نقصان

پہنچا کیونکہ جلالی فقرا سے ضرر زیادہ اور نفع بہت کم ہوتا ہے اور جمالی فقرا سے نفع زیادہ اور نقصان کم ہوتا ہے ۔ آپ کسی دوست کے متعلق شکایت سننا گوارا نہ کرتے تھے ۔ تحمل و بردباری میں اپنی مثال تھے ۔ کبھی کسی سے کوئی غلطی ہو جاتی تو فوراً معاف فرما دیتے ۔ امرا سے زیادہ خوش نہ ہوتے تھے بلکہ مخلص دوست کو (خواہ وہ انتہائی غریب ہی کیوں نہ ہو) پسند فرماتے ۔ سکون و خاموشی کو بہت پسند فرماتے تھے ۔ آپ کی مجلس میں بڑے بڑے علماء و امراء حاضر رہتے تھے مگر آپکی ذی وقار اور بارعب شخصیت کے سامنے کسی کو لب کشائی کی جرأت نہ ہوتی تھی ۔ یہ آپ کی صحبت کی برکت و کشش تھی جو بیٹھ جاتا پھر اُٹھنے کا نام نہ لیتا تھا ۔ ہمیشہ صاف ستھرے رہتے اور پاکیزہ اشیاء کو پسند فرماتے تھے ۔ کیونکہ :۔

اَللّٰہُ جَمِیْلٌ وَّ یُحِبُّ الْجَمَالَ | اللہ تعالیٰ خود خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے

آپ کی خوراک نہائت سادہ تھی جو خمیری روٹی اور کھچڑی پر مشتمل تھی ۔ کسی خاص چیز کے عادی نہ تھے جو کچھ حاضر ہوتا برضا و رغبت تناول فرما لیتے تھے ۔ آپ کی اصل غذا ذکر حق تھی ۔ آپ حتی الامکان کسی کا احسان نہ اٹھاتے تھے لیکن اگر کوئی احسان کرتا تو آپ اُسے یاد رکھتے حتیٰ کہ اُس کا دس گنا بدلہ عنائت فرماتے ۔ جس کسی کی ایک دفعہ دعوت قبول کر لیتے دوبارہ مشکل سے ہی قبول کرتے ۔ آپ شہروں میں کم از کم تین روز اور زیادہ سے زیادہ پندرہ دن قیام فرماتے اور جیسی جگہ ہوتی ویسا ہی مقیم ہوتے ۔ آپکے ساتھ ہمیشہ چند خلفاء اور درویش سفر میں رہتے ۔ آپ زاہد خشک یا محض ظاہر پرست نہ تھے ۔ بلکہ لوگوں کی درستگی باطن کا خیال زیادہ رکھتے اور کبھی بھی اتباع سنت سے قدم باہر نہ رکھتے ۔ آخیر عمر میں احباب راولپنڈی کے اصرار پر چائے پینا شروع کر دی تھی ۔ ایام سرما میں تین تین ماہ تک پانی نہ پیتے تھے ۔ اکثر شب بیدار رہتے تھے ۔ جب لیٹتے تو سر سے پاؤں تک سیاہ لنگی اوڑھ لیتے ۔ جن لوگوں کو دیکھ کر خدا یاد آ جاتا ہے آپ انہی میں سے ہی مجذوب سالک تھے ۔

آپ جب عام لوگوں کو نصیحت فرماتے تو ارشاد کرتے کہ اپنے باطن درست کرو کیونکہ مرنے کے بعد اعمالِ باطنی ہی سے نجات مل سکتی ہے مگر ظاہری احکام شرعیہ کا لحاظ بھی ضروری ہے ۔ کیونکہ اعمال باطنی کی صحت و درستگی کی علامت بھی ظاہری اعمال و افعال رہیا ۔

الظاهر عنوان الباطن (ظاہر باطن کا عنوان ہے) اور وہ ظاہر بھی سنّت و آثارِ صحابہ کے موافق ہو۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ خدا کو خدا کے لیے پیار کرو اور یاد کرو کیونکہ مقصد کیلئے یاد کرنا صرف مقصد کی یاد ہے خدا کی یاد بغیر کسی نفسانی خواہشات کے کرنی چاہیئے اور جب کبھی خاص احباب اور خلفاء کو مخاطب کرتے تو یہ حدیث قدسی بیان فرمایا کرتے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے فرماتے ہیں کہ:۔

مَنْ لَمْ یَرْضَ بِقَضَائِیْ وَلَمْ یَصْبِرْ عَلٰی بَلَائِیْ وَلَمْ یَشْکُرْ عَلٰی نَعْمَائِیْ وَلَمْ یَقْنَعْ بِعَطَائِیْ فَلْیَطْلُبْ رَبًّا سِوَائِیْ	”جو شخص میرے حکم پر راضی نہیں اور میری بلا پر راضی نہیں اور میری نعمتوں پر شاکر نہیں اور میرے عطیہ پر قانع نہیں تو وہ بے شک میرے سوا کسی اور کو اپنا رب بنالے۔“

اس کے علاوہ یہ حدیث شریف بھی بیان فرماتے:۔

خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَّنْفَعُ النَّاسَ	بہتر وہ شخص ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے

آپکے پاس اگر کوئی زاہد خشک یا باتونی شخص بیٹھتا تو آپ فرماتے کہ مجھے باتیں نہیں آتیں۔

آپ اپنے خلفاء اور اجازت یافتوں کی بڑی توقیر کرتے اور اُن کی قدر و منزلت زیادہ ہی کرتے تاکہ وہ اپنے عقیدتمندوں کی نظر میں وقیع اور ذی اقتدار ہی رہیں۔ جس خلیفہ کے حلقہ میں تشریف لے جاتے وہاں پر اُسی کے مشورہ و صلاح سے ہر اک کام کرتے یہاں تک کہ اکثر تعویذات اور وظائف وغیرہ بھی انہی کی تحویل میں رکھتے۔ آپکے دل میں دنیا کی شان و شوکت اور وقعت و عزت مچھر کے برابر بھی نہ تھی۔ آپ کبھی کبھی خاص احباب سے معانقہ فرماتے ورنہ اکثر مصافحہ پر ہی اکتفا فرماتے آپ کو جس طریقہ پر سلف صالحین نے مقرر کیا تھا، آخر تک اُسی پر ثابت قدم رہے۔

آپ اپنے غلاموں کو لفظ مرید سے نہ پکارتے تھے بلکہ لفظ ”یار“ یا ”دوست“ سے یاد فرماتے تھے۔ ایک دن آپکے نبیرہ نے کہہ دیا کہ فلاں شخص تو ہمارا مرید ہے، اس پر آپ اُن پر سخت ناراض ہوئے یہاں تک کہ کلام بھی نہ کیا۔ صاحبزادہ نبیرہ نے نماز وغیرہ ترک کر دی۔ لوگوں نے عرض کیا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ نے سب کچھ ترک کر دیا ہے۔ صاحبزادہ صاحب نے جواب دیا کہ جب حضرت باباجی قبلہ و کعبہ ناراض ہیں تو ان چیزوں کا کیا فائدہ؟ کیونکہ عبادات کی قبولیت تو آپ کی رضا کے ساتھ ہے۔ جب آپ ناراض رہیں تو پھر درست نہیں۔ جب باباجی کو یہ

خبر پہنچی تو صاحبزادہ کو بلوا کر ارشاد فرمایا کہ نہ میرے باپ دادا نے کسی کو لفظ مرید سے پکارا اور نہ میں نے کسی کو مرید کے نام سے بلایا۔ پھر تم اس قابل کہاں کہ مرید کے لفظ سے پکارو۔ جاؤ! آئندہ توبہ کرو اور پھر کسی کو لفظ مرید سے نہ پکارنا۔

آپ کی کرامات بے شمار و قطار ہیں۔ چند ایک درج ذیل ہیں۔

① آپ سیدوں کے ایک گاؤں میں تشریف لے گئے جس میں ایک دو گھروں کے سوائے سب لوگ شیعہ تھے۔ آپ کی تشریف آوری سے خدا نے سب کو ایسی ہدایت دی کہ وہ سب لوگ سنی العقیدہ ہو گئے اور عاشق صادق بن گئے۔ آپ کی برکت سے وہ ایسے صوفی بن گئے کہ وہ نماز، روزہ کے علاوہ صاحب ذکر اور تہجد گزار بن گئے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا کرامت ہو سکتی ہے۔

② آپ جب بھی راولپنڈی تشریف لے جاتے تو محلہ ملیار مسجد میاں وارث میں قیام فرماتے تھے۔ ایک دن اتفاقاً مسجد کو آگ لگ گئی۔ مسجد کا دروازہ بند تھا۔ مسجد کا سارا فرش جل گیا مگر وہ جگہ جہاں آپ تشریف فرما ہوتے تھے، محفوظ و مامون رہی۔

③ ایک دفعہ آپ امرتسر میں مسجد خیر دین میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک بیوہ حاضر خدمت ہوئی اور عرض کیا کہ میرا لڑکا علی محمد بی اے میں پڑھتا تھا۔ اس کا والد فوت ہو گیا۔ میں نے گھر کا ساز و سامان فروخت کر کے، مصائب و آلام برداشت کر کے اسے امتحان دلوایا مگر بدقسمتی سے وہ فیل ہو گیا ہے۔ اب میرے لیے کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ یہ کہہ کر وہ رونے لگی۔ آپ نے اسے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ "جاؤ وہ تو پاس ہے۔" جب وہ عورت گھر واپس آئی تو اسے ایک تار ملا کہ علی محمد پاس ہے اور اس کے بجائے ایک سکھ کا لڑکا فیل ہوا ہے۔ پہلے اطلاع غلط دی گئی ہے۔ یہ دیکھ کر وہ عورت خوشی سے پھولے نہ سماتی تھی اور سب کو بتاتی تھی کہ میرا لڑکا حضرت خواجہ فقیر محمد کی دعا و توجہ سے پاس ہوا ہے۔

وہ لڑکا وہیں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف بیعت سے مشرف ہوا اور کافی مدت تک راولپنڈی میں سینئر جج کے عہدے پر فائز رہا اور سیشن جج کے عہدے سے ریٹائر ہوا۔

④ راولپنڈی صدر میں گرجا سے متصل آپ کا ایک مخلص صادق میاں پیر بخش رہتا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ ہمارے آبائی گاؤں میں پانی نہیں تھا کیونکہ زمین بہت سنگلاخ تھی

لوگ بہت دُور دراز سے پانی لاتے تھے۔ آپ کی خدمت میں اس وقت اور تکلیف کے ازالہ کے لیے عرض کیا گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس جگہ کنواں کھودو۔ پیر بخش نے چار سو روپیہ خرچ کر کے کنواں کھدوایا مگر پانی نہ نکلا۔ پھر اُس نے حکومت سے امداد لیکر مزید کھدوائی کرائی مگر پانی نہ نکلا۔ لوگ پیر بخش کو لعن طعن کرنے لگے کہ تیرے پیر نے تجھے برباد کر دیا۔ جب آپ دوسرے سال تشریف لائے تو یہ تمام باتیں آپ کی خدمت میں عرض کی گئیں۔ آپ نے نہایت خاص حالت میں اٹھ کر فرمایا کہ "پیر بخش کے حق میں دعا کرو" پھر فرمایا! "میاں پیر بخش جاؤ، خدا تعالےٰ پانی دے گا۔ گھبرانے اور غم و فکر کی ضرورت نہیں ہے"

میاں پیر بخش اتفاقاً باہر نکلے تو دیکھا کہ بچّے کنوئیں پر جمع ہیں اور ایک شور و غوغا ہو رہا ہے۔ ایک بچّے نے کہا کہ بابا! پانی آگیا ہے۔ پیر بخش نے دیکھا تو نیچے سے بڑے زور سے پانی اوپر کی طرف بڑھ رہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا غیب سے ایک نہر آ رہی ہے۔ پیر بخش کا بیان ہے کہ دیکھتے ہی دیکھتے پانی کنوئیں کے کنارے تک آگیا۔ پانی بھی ایسا میٹھا اور سرد تھا کہ شاید ہی ایسا پانی کسی نے دیکھا اور پیا ہو۔ لوگ پانی استعمال کرتے تھے اور خوشی کے شادیانے بجاتے تھے۔

انہی دنوں محمد بخش نامی ایک شخص نے خواب دیکھا کہ حضرت باباجیؒ تیراہ شریف (افغانستان) سے وہ پانی لاتے ہیں اور کنوئیں میں گراتے جاتے ہیں۔ سچ ہے کہ ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقومِ عبداللہ بود	اُس کا کہا ہُوا، اللہ ہی کا کہا ہُوا ہوتا ہے۔ اگرچہ اللہ کے بندے کے حلق سے ادا ہوتا ہے۔ (رومی)

(د) ایک دفعہ حضرت باباجیؒ موضع نارنگ ضلع سیالکوٹ (غالباً نارنگ منڈی حال ضلع شیخوپورہ) کی مسجد میں قیام فرما تھے۔ وہاں بڑ کا ایک بہت بڑا درخت تھا جو نماز مغرب کے بعد ہلنے لگتا۔ آپ نے لوگوں سے اس کی وجہ دریافت فرمائی تو انہوں نے عرض کیا کہ یہ ہر روز اسی وقت اور اسی طرح ہلتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ یہاں نماز پڑھنے کے لیے نہیں آتے۔ آپ اُسی وقت مراقب ہو گئے اور تھوڑی دیر کے بعد اٹھ کر فرمایا: "درخت نہ ہلے گی" یعنی اب یہ کبھی بھی نہیں ہلے گا۔ اگر [illegible] نے فرمایا کہ اس درخت کے

خبر پہنچی تو صاحبزادہ کو بلوا کر ارشاد فرمایا کہ نہ میرے باپ دادا نے کسی کو لفظ مرید سے پکارا اور نہ میں نے کسی کو مرید کے نام سے بلایا۔ پھر تم اس قابل کہاں کہ مرید کے لفظ سے پکارو۔ جاؤ! آئندہ توبہ کرو اور پھر کسی کو لفظ مرید سے نہ پکارنا۔

آپ کی کرامات بے شمار و قطار ہیں۔ چند ایک درج ذیل ہیں۔

① آپ سیدوں کے ایک گاؤں میں تشریف لے گئے جس میں ایک دو گھروں کے سوائے سب لوگ شیعہ تھے۔ آپ کی تشریف آوری سے خدا نے سب کو ایسی ہدایت دی کہ وہ سب لوگ سنی العقیدہ ہو گئے اور عاشق صادق بن گئے۔ آپ کی برکت سے وہ ایسے صوفی بن گئے کہ وہ نماز، روزہ کے علاوہ صاحب ذکر اور تہجد گزار بن گئے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا کرامت ہو سکتی ہے۔

② آپ جب بھی راولپنڈی تشریف لے جاتے تو محلہ ملیار مسجد میاں وارث میں قیام فرماتے تھے۔ ایک دن اتفاقاً مسجد کو آگ لگ گئی۔ مسجد کا دروازہ بند تھا۔ مسجد کا سارا فرش جل گیا مگر وہ جگہ جہاں آپ تشریف فرما ہوتے تھے، محفوظ و مامون رہی۔

③ ایک دفعہ آپ امرتسر میں مسجد خیر دین میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک بیوہ حاضر خدمت ہوئی اور عرض کیا کہ میرا لڑکا علی محمد بی اے میں پڑھتا تھا۔ اس کا والد فوت ہو گیا۔ میں نے گھر کا ساز و سامان فروخت کر کے، مصائب و آلام برداشت کر کے اُسے امتحان دلوایا مگر بدقسمتی سے وہ فیل ہو گیا ہے۔ اب میرے لیے کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ یہ کہہ کر رونے لگی۔ آپ نے اسے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ "جاؤ وہ تو پاس ہے"۔ جب وہ عورت گھر واپس آئی تو اسے ایک تار ملا کہ علی محمد پاس ہے اور اس کے بجائے ایک سکھ کا لڑکا فیل ہوا ہے۔ پہلے اطلاع غلط دی گئی ہے۔ یہ دیکھ کر وہ عورت خوشی سے پھولے نہ سماتی تھی اور سب کو بتاتی تھی کہ میرا لڑکا حضرت خواجہ فقیر محمد کی دعا و توجہ سے پاس ہوا ہے۔

وہ لڑکا وہیں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف بیعت سے مشرف ہوا اور کافی مدت تک راولپنڈی میں سینئر جج کے عہدے پر فائز رہا اور سیشن جج کے عہدے سے ریٹائر ہوا۔

④ راولپنڈی صدر میں گرجا سے متصل آپ کا ایک مخلص صادق میاں پیر بخش رہتا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ ہمارے آبائی گاؤں میں پانی نہیں تھا کیونکہ زمین نہایت سنگلاخ تھی

Collection Of Advocate Showkat

لوگ بہت دُور دراز سے پانی لاتے تھے۔ آپ کی خدمت میں اس وقت اور تکلیف کے ازالہ کے لیے عرض کیا گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس جگہ کنواں کھودو۔ پیر بخش نے چار سو روپیہ خرچ کر کے کنواں کھدوایا مگر پانی نہ نکلا۔ پھر اُس نے حکومت سے امداد لیکر مزید کھدوائی کرائی مگر پانی نہ نکلا۔ لوگ پیر بخش کو لعن طعن کرنے لگے کہ تیرے پیر نے تجھے برباد کر دیا۔ جب آپ دوسرے سال تشریف لائے تو یہ تمام باتیں آپ کی خدمت میں عرض کی گئیں۔ آپ نے نہایت خاص حالت میں اٹھ کر فرمایا کہ "پیر بخش کے حق میں دعا کرو" پھر فرمایا! "میاں پیر بخش جاؤ، خدا تعالےٰ پانی دے گا۔ گھبرانے اور غم و فکر کی ضرورت نہیں ہے۔"

میاں پیر بخش اتفاقاً باہر نکلے تو دیکھا کہ بچے کنویں پر جمع ہیں اور ایک شور و غوغا ہو رہا ہے۔ ایک بچے نے کہا کہ بابا! پانی آگیا ہے۔ پیر بخش نے دیکھا تو نیچے سے بڑے زور سے پانی اوپر کی طرف بڑھ رہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا غیب سے ایک نہر آ رہی ہے۔ پیر بخش کا بیان ہے کہ دیکھتے ہی دیکھتے پانی کنویں کے کنارے تک آگیا۔ پانی بھی ایسا میٹھا اور سرد تھا کہ شاید ہی ایسا پانی کسی نے دیکھا اور پیا ہو۔ لوگ پانی استعمال کرتے تھے اور خوشی کے شادیانے بجاتے تھے۔

انہی دنوں محمد بخش نامی ایک شخص نے خواب دیکھا کہ حضرت باباجیؒ تیراہ شریف (افغانستان) سے وہ پانی لا رہے ہیں اور کنویں میں گراتے جاتے ہیں۔ سچ ہے کہ ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

اس کا کہا ہوا، اللہ ہی کا کہا ہوا ہوتا ہے۔ اگرچہ اللہ کے بندے کے حلق سے ادا ہوتا ہے۔ (رومی)

(۵) ایک دفعہ حضرت باباجیؒ موضع نارنگ ضلع سیالکوٹ (غالباً نارنگ منڈی تحصیل ضلع شیخوپورہ) کی مسجد میں قیام فرما تھے۔ وہاں بڑ کا ایک بہت بڑا درخت تھا جو نماز مغرب کے بعد ہلنے لگتا۔ آپ نے لوگوں سے اس کی وجہ دریافت فرمائی تو انہوں نے عرض کیا کہ یہ ہر روز اسی وقت اور اسی طرح ہلتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ یہاں نماز پڑھنے کے لیے نہیں آتے۔ آپ اُسی وقت مراقب ہو گئے اور تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھا کر فرمایا: "درخت نہ ہلے گا" یعنی اب یہ کبھی بھی نہیں ہلے گا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضور! اس میں کیا راز ہے؟ فرمایا کہ اس درخت کے

داس میں ایک جن کا ڈیرہ تھا۔ وہ شام کو پرندوں کو اڑانے کے لیے درخت کو ہلاتا تھا۔ اب میں نے اُس کو کہہ دیا ہے کہ اس حرکت سے باز آجاؤ اور پرندوں، جانوروں اور نمازیوں کو پریشان نہ کرو۔ وہ چلا گیا ہے۔ اس لیے آئندہ یہ درخت نہ ہلے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا ہے

تو ہم گردن از حکم داور نہ پیچ
کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

"تُو اللہ تعالیٰ کے حکم سے گردن نہ پھیر تاکہ کوئی بھی
تیرے حکم سے گردن نہ پھیرے"۔

⑥ ایک مرتبہ آپ موضع بُن علاقہ پنڈی گھیپ کی ایک مسجد میں تشریف فرما تھے۔ وہاں عقیدت مندوں کے جمِ غفیر کی وجہ سے بہت اژدحام تھا جو گرد و نواح سے زیارت کے لیے آئے ہوئے تھے۔ بڑی پُرلطف اور پُرکیف مجلس ہو رہی تھی کہ آپ اچانک اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ سب دوست فوراً باہر نکل جاؤ۔ لوگ پریشان و حیران ہو گئے اور فوراً باہر نکل گئے۔ جب تک سارا سامان اور دوست باہر نہ نکل آئے آپ مسجد کے اندر ہی ٹھہرے رہے۔ جونہی آپ نے اپنا قدم باہر رکھا، مسجد کی چھت گر گئی۔

⑦ ایک دفعہ حسن دین نامی ایک صوبیدار نے عرض کیا کہ میری عمر حدِ شباب سے تجاوز کر گئی ہے اور اب تک میرے گھر میں اولاد نہیں ہوئی۔ آپ دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس آخری وقت میں ہی اولادِ نرینہ عطا فرما دے۔ آپ نے ایک تعویذ عنایت فرمایا اور ارشاد کیا کہ ہمارا مالک و خالق تم کو لڑکا عطا کرے گا، اُس کا نام عبد اللطیف رکھنا۔ چنانچہ دوسرے سال جب آپ دوبارہ تشریف لائے تو اُس صوبیدار نے بچے کو آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ حضور! یہی وہ بچہ ہے جو آپ کی دعا سے خدا تعالیٰ نے عنایت فرمایا ہے۔

⑨ ایک دفعہ آپ موضع ڈیرہ بلوزالہ ضلع سیالکوٹ کی مسجد پٹھاناں میں جلوہ افروز تھے کہ ایک بار ولی داد خاں نے حاضر ہو کر عرض کی، حضور! میرے ہاں چھ بیٹیاں ہیں مگر لڑکا ایک بھی نہیں ہے۔ آپ نے قند سیاہ (گڑ) پڑھ کر دیا اور فرمایا کہ اپنی بیوی کو کھلا دو اور دعا فرما کر کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں لڑکا عطا فرمائے گا، اُس کا نام محمد شریف رکھنا۔ چنانچہ جب آپ اگلے سال تشریف لائے تو ولی داد خاں نے بچہ حاضر کر کے عرض کی کہ یہ وہی بچہ ہے جس کا نام آپ نے محمد شریف رکھا تھا۔

⑨ امیرِ ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدّث علی پوری قدس سرہٗ نے اپنے گاؤں علی پور سیداں شریف میں ایک کنواں کھدوایا تو اس سے پانی نہ نکلا، لوگوں کو بڑی پریشانی ہوئی۔ انہی ایّام میں حضرت باباجی تشریف لائے تو لوگوں نے پانی کی شکایت کی۔ آپ نے ارشاد کیا کہ اب کنواں کھدواؤ، اللہ تعالیٰ پانی عطا فرمائے گا۔ چنانچہ جب کنواں کھدوایا گیا تو بفضلِ خدا اس قدر پانی آیا کہ کبھی خشک نہ ہوا۔ حالانکہ اس کے ارد گرد کے کنوئیں خشک پڑے تھے۔

آپ کے پانچ صاحبزادے تھے۔ حضرت خواجہ گل نبیؒ، حضرت خواجہ محمد نبیؒ، حضرت خواجہ احمد نبیؒ، حضرت خواجہ سعید شاہ اور حضرت خواجہ قادر شاہؒ۔ سب صاحبزادگان کامل و اکمل تھے۔

آپ کے خلفاء کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے، بطور اختصار صرف پنجاب کے چند خلفاء کرام کے اسمائے گرامی درج ہیں۔ جن سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس آفتابِ معرفت سے کیسے کیسے باکمال لوگوں نے روشنی حاصل کر کے ایک عالم کو منوّر کیا۔

① سنوسیٔ ہند امیرِ ملت حضرت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدّث علی پوری قدس سرہٗ

یہ آپ کے بڑے محبوب مرید اور خلیفہ تھے۔ ایک دفعہ آپ کے دیگر خدّام میں سے ایک نے شکایت کی کہ ہم برسوں سے آپ کی خدمت میں حاضر ہیں اور حتی الامکان ریاضت و مجاہدہ بھی کرتے ہیں مگر جس قدر آپ کی نظرِ کرم حضرت حافظ جماعت علی شاہ صاحب پر ہے ویسی اوروں پر نہیں۔ آپ نے صرف ایک ہفتہ میں ہی انہیں صاحبِ ارشاد بنا دیا ہے۔ اس پر حضرت باباجیؒ نے ارشاد فرمایا کہ فقیر کے پاس خدا کا دیا ہوا سب کچھ ہے مگر ہر ایک کی قسمت اور مقدّر جدا جدا ہے ؎

اِک باپ کے دو بیٹے قسمت جدا جدا ہے — اک تخت کا ہے وارث اک خاک چھانتا ہے
اک تھان کے دو ٹکڑے قسمت جدا جدا ہے — اک نازنیں کے سر پر اک لاش پر پڑا ہے
اِک سیپ کے دو موتی قسمت جدا جدا ہے — اک پِس گیا کھرل میں اک تاج میں جڑا ہے

سنو! حافظ جماعت علی شاہ صاحب کے پاس چراغ بھی تھا، تیل بھی تھا، بتی بھی تھی اور دیا سلائی بھی تھی۔ میں نے تو صرف سلگانے کی محنت کی ہے۔ خدا تعالیٰ نے روشن چراغ کر دیا۔ ؎

یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا — ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

۲ حضرت حافظ عبدالکریم صاحب راولپنڈی (عیدگاہ شریف) ۔
۳ حضرت خلیفہ محمد خان عالمؒ باڑلی شریف ضلع گجرات ۔
۴ حضرت خلیفہ صاحبزادہ غلام محی الدین صاحبؒ باڑلی شریف ضلع گجرات ۔
۵ حضرت پیر سید جماعت علی شاہ ثانی علی پوریؒ ۔
۶ حضرت مولوی غلام نبی قریشیؒ چک قریشاں ضلع سیال کوٹ
۷ حضرت مولوی محمد حسن گجراتی رحمۃ اللہ علیہ ۔
۸ حضرت مولانا غلام محمد بگویؒ امام شاہی مسجد لاہور ۔
۹ حضرت صاحبزادہ نواب الدین علیؒ ساکن بشندور ۔
۱۰ حضرت حافظ فتح دینؒ، زنگپورہ سیال کوٹ ۔
۱۱ راجہ شیر باز خانؒ موضع بڑکی تحصیل گوجرخان ضلع راولپنڈی ۔
۱۲ حضرت مولانا مسعت علیؒ موضع ستراںوالی ضلع سیال کوٹ ۔
۱۳ حضرت غلام قادر شاہؒ، کوٹلی سیداں ۔
۱۴ حضرت حافظ جیؒ جوڑی والا ۔
۱۵ حضرت سید حسن شاہؒ آلوجہار شریف ضلع سیال کوٹ ۔

آپ کی وفات حسرت آیات ۲۹ محرم الحرام ۱۳۱۵ھ / ۳۰ جون ۱۸۹۷ء کو بعمر شریف ایک سو دو سال چورہ شریف ضلع اٹک میں ہوئی۔ مزار مقدس آج بھی مرجع خاص و عام ہے۔ مادہ تاریخ وفات "غفرلہ" ۱۳۱۵ھ ہے ۔

وصال فرمانے سے قبل احباب کو جو وصیت فرمائی، وہ یہ تھی ۔

۱ جس جگہ جاؤ تو یاروں میں حمد و شکر نہ چھوڑ جاؤ، یعنی یاروں کو بوجہ تکلیف یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ خدا کا شکر ہے کہ پیر صاحب چلے گئے ۔

۲ یاروں کو آپس میں حسد و کینہ نہیں ہونا چاہیئے ۔ جس کو خدا خیر و برکت دے، اُس سے مستفید و مستفیض ہونا چاہیئے ۔

۳ سفر میں ذکر کو ہر حال میں مقدم رکھنا چاہیئے ۔ اگر کسی جگہ ذکر میں کچھ قصور واقع ہو تو اُس

Collection Of Advocate Showkat

جگہ نہ رہیں کیونکہ وہاں کے لوگ فیض سے محروم رہیں گے ۔

④ یاروں کے ساتھ سیر کو نہ جانا چاہیئے، جب تک وہ خود خواہشمند نہ ہوں ۔

⑤ پیر کو چاہیئے کہ انتظار کے بغیر ہی چلا جائے تاکہ لوگوں کو کسی طرح کی بدگمانی یا بدخیال پیدا نہ ہو ۔

ارشاداتِ قدسیہ :-

① اپنا باطن درست کرو کیونکہ بعد از مرگ اعمالِ باطن ہی سے نجات مل سکے گی ۔ مگر ظاہری احکامِ شرعیہ کا لحاظ بھی بہت ضروری ہے کیونکہ ظاہری درستگی کے بغیر باطنی اعمال کی درستگی ناممکن ہے ۔

② خدا سے خدا کے لیے پیار کرو اور یاد کرو ۔ کیونکہ مقصد کے لیے یاد کرنا صرف مقصد کی یاد ہے ۔ خدا کی یاد بلا اغراضِ نفسانی ہونی چاہیئے ۔

③ خصوصی احباب سے اکثر یہ حدیث قدسی بیان فرمایا کرتے کہ "اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو فرماتا ہے کہ جو شخص میرے حکم پر راضی نہیں اور میری بلا پر صابر نہیں اور میری نعمتوں پر شاکر نہیں اور میرے عطیہ پر قانع نہیں تو وہ شخص میرے سوا کسی اور کو رب بنالے ۔"

④ اور یہ حدیث شریف بھی بیان فرماتے کہ "بہتر وہ شخص ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے ۔"

(۳۴)

حضرت امیر ملّت پیر سیّد حافظ جماعت علی شاہ صاحب

محدّث علی پوری قدس سرّہٗ

علی پور سیّداں
ضلع سیالکوٹ
سنہ ۱۲۵۷ھ
سنہ ۱۸۴۱ء

سنہ ۱۳۷۰ھ
سنہ ۱۹۵۱ء
علی پور سیّداں
ضلع سیالکوٹ

قطعۂ تاریخِ وصال

ہوئے آج راہی وہ خُلدِ بریں کو
علی پُور کے تھے جو معرُوف صُوفی
اِدھر پیشوا تھے وہ دینِ ھُدٰی کے
اُدھر رہنما بھی تھے وہ اِک سیاسی
تھی اُن کی بہت ہی پرستارِ ملّت
نہ کیوں ہوتے پھر اُن سے لرزاں فرنگی
کسی طرح چمکے مسلماں کی قسمت
اگر کوئی دُھن تھی اُنہیں تو یہی تھی
صدا آئی "باغِ جناں سے یہ صابرؔ
"جماعت علی شاہ پیرِ حقیقی"

۱۳۷۰ھ

(صابرؔ براری، کراچی)

حضرت پیر سیّد جماعت علی شاہ علی پوری قدس سرّہٗ

سنوسیِ ہند امیرِ ملت حضرت پیر سیّد جماعت علی شاہ قدس سرّہٗ کی ولادت باسعادت ۱۲۵۷ھ / ۱۸۴۱ء میں علی پور سیّداں تحصیل نارووال ضلع سیالکوٹ (پنجاب) میں قطبِ وقت حضرت پیر سیّد کریم شاہ (ف ۲۹ صفر ۱۳۲۰ھ / ۱۳ مئی ۱۹۰۲ء بروز منگل) کے ہاں ہوئی۔ سلسلۂ نسب طرفین سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ پدری شجرۂ نسب یوں ہے: پیر سیّد جماعت علی شاہ بن سیّد کریم شاہ بن سیّد منوّر علی شاہ بن سیّد محمد حنیف بن سیّد محمد عابد بن سیّد امان اللہ بن سیّد عبدالرحیم بن سیّد میر محمد بن سیّد علی بن سیّد محمد سعید نوروز بن سیّد حسین شیرازی بن سیّد محی الدین بن سیّد میر احمد بن سیّد امام الدین بن سیّد علی بن سیّد علاؤالدین بن سیّد جلال الدین بن سیّد منصور بن سیّد نظام الدین بن سیّد حبیب اللہ بن سیّد خلیل اللہ بن سیّد شمس الدین بن سیّد عبداللہ بن سیّد نور اللہ بن سیّد کمال الدین بن سیّد اسد اللہ بن سیّد خسرو بن سیّد عارف بن سیّد ابراہیم بن سیّد طاہر احمد بن سیّد حسین بن سیّد علی عارض بن سیّد محمد مامون قطب شیرازی بن حضرت سیّد امام جعفر صادق بن حضرت امام محمد باقر بن حضرت سیّد امام زین العابدین بن سیّد الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

آپ نے اپنے ہی گاؤں میں حافظ قاری شہاب الدین کشمیریؒ ف سے قرآن پاک حفظ کیا۔ عربی اور فارسی کی ابتدائی کتب میاں عبدالرشید علی پوریؒ سے پڑھ کر مولانا عبدالوہاب امرتسریؒ سے درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ بعد ازاں لاہور جا کر مولانا غلام قادر بھیرویؒ اور مولانا مفتی محمد عبداللہ ٹونکیؒ (پروفیسر اورینٹل کالج لاہور) سے مولوی عالم اور مولوی فاضل کے درسیات پڑھے۔ اس کے بعد سہارنپور جا کر مولانا محمد مظہر سہارنپوریؒ اور مولانا فیض الحسن سہارنپوریؒ سے استفادہ کیا مگر تشنگیٔ علم ہنوز باقی تھی۔ چنانچہ یہ تشنگی کشاں کشاں

ف: حضرت امیر ملت قدس سرہ کے اساتذہ کے حالات طیبات پر احقر نے ایک علیحدہ کتاب "اساتذہ امیر ملت" لکھی ہے۔ شائقین حضرات تفصیل [illegible] کے لیے مذکورہ کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔ (محمد صادق قصوری)

آپ کو مولانا سید محمد علی مونگیریؒ ناظم دارالعلوم ندوہ، مولانا احمد حسن کانپوریؒ، مولانا میر محمد عبداللہ رح، مولانا ارشاد حسین رامپوریؒ، مولانا شاہ فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادی، مولانا شاہ عبدالحق الٰہ آبادی مہاجر مکی، مولانا قاری عبدالرحمٰن محدث پانی پتی اور حضرت علامہ محمد عمر ضیاءالدین استانبولی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی خدمت میں لے گئے اور تمام علومِ متداولہ عقلیہ و نقلیہ پر دسترس اور مہارتِ تامہ حاصل کر کے اسناد حاصل کیں۔ حضرت شاہ فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اپنی کلاہ مبارک اتار کر آپ کے سرِ اقدس پر رکھ دی اور اپنا پس خوردہ پانی پلا کر بہت سے اوراد و وظائف اور سندِ حدیث کی اجازت عنایت فرما کر رخصت کیا۔

علومِ ظاہری میں یدِ طولیٰ حاصل کرنے کے بعد آپ غوثِ وقت حضرت باباجی فقیر محمد فاروقی نقشبندی مجددیؒ (ف ۱۳۱۵ھ) چورہ شریف ضلع اٹک کی خدمت میں حاضر ہو کر شرفِ بیعت سے مشرف ہوئے۔ باباجی آپ کی آمد سے از حد مسرور ہوئے اور بے ساختہ پکار اٹھے۔ ؎

اے آتشِ فراقت دلہا کباب کردہ
سیلابِ اشتیاقت جانہا خراب کردہ

چند روزہ صحبت کے بعد آپ اجازت و خلافت سے نوازے گئے تو دوسرے مریدوں نے اعتراض کیا کہ ہم عرصے سے حاضرِ خدمت ہیں مگر ہمیں آج تک خلافت نہیں ملی اور جماعت علی شاہ کو آپ نے آتے ہی سب کچھ عطا فرما دیا ہے۔ اس پر باباجی نے ارشاد کیا کہ:-

"جماعت علی شاہ کے پاس چراغ بھی تھا، تیل بھی تھا اور بتی بھی، ہم نے تو صرف آگ ہی لگائی ہے۔"

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

مرشدِ کامل نے آپ کے حق میں یہ دعا فرما کر رخصت کیا کہ:-

"خداوند! اس دور میں میرے جماعت علی شاہ کو لاثانی بنا دے۔"

چنانچہ مرشدِ کامل کی دعا رنگ لائی اور جو شہرتِ عام بقائے دوام آپ کو ملی، دوسرے ہم عصروں کو اس کا عشرِ عشیر بھی نصیب نہ ہوا۔ پشاور سے راس کماری اور کشمیر سے مدراس تک آپ کی دھوم مچی۔

دس لاکھ سے زائد لوگ حلقۂ غلامی میں داخل ہوئے۔ برصغیر کے علاوہ کابل، برما، سعودی عرب روس) اور دیگر ممالک میں بھی مسلمانوں کی کثیر تعداد نے آپکی غلامی کا طوق پہنا۔ آغا خلیلہ کلید بردار و جاروب کش روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، نادر شاہ والئ افغانستان (ف ۱۹۳۳ء) میر عثمان علیخان نظام حیدرآباد دکن، قائد ملت بابائے کشمیر چوہدری غلام عباس، مولانا غلام محمد ترنم امرتسری ثم لاہوری، بیرسٹر عبدالرب مرزا (والد گرامی قدر جناب غلام محمد مرزا (ریٹائرڈ) چیف جسٹس پنجاب ہائی کورٹ لاہور) علامہ ابوالمعانی تاج الدین احمد تاج عرفانی جیسے نابغۂ روزگار اور مشاہیر نے آپکے دست حق پرست پر بیعت کرکے آپ کی عظمت کا لوہا مانا۔ اور قائد اعظم محمد علی جناح، حکیم الامت علامہ اقبال، نواب مشتاق حسین المعروف نواب وقار الملک نواب بہادر یار جنگ سر آغا خاں، نواب شاہ نواز ممدوٹ، نواب احمد یار خاں دولتانہ، نواب محمد اسماعیل خاں آف میرٹھ، علی برادران (مولانا شوکت علی، مولانا محمد علی جوہر) مولانا عبدالباری فرنگی محلی، حکیم اجمل خاں، مولانا ظفر علی خاں، علامہ عنایت اللہ المشرقی، میر غلام بھیک نیرنگ، مخدوم سید صدر الدین گیلانی ملتانی، شاہ محمد علی حسین کچھوچھوی، شاہ محمد سلیمان پھلواروی، شاہ سید محمد محدث کچھوچھوی، مولانا حامد رضا خاں بریلوی، مولانا عبدالحامد بدایونی، پیر محمد امین الحسنات آف مانکی شریف، پیر محمد فضل شاہ جلال پوری، مولانا سید محمد نعیم مرادآبادی، مولانا مظہر الدین شیر کوٹی ایڈیٹر "الامان" دہلی، میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ، نوابزادہ لیاقت علی خاں، سردار عبدالرب نشتر، نواب افتخار حسین ممدوٹ اور ابوالاثر حفیظ جالندھری جیسے مقتدر اور عبقری عصر حضرات آپکی عقیدت کا دم بھرتے رہے۔

علوم ظاہری و باطنی کے حصول کے بعد آپنے سب سے پہلے علی پور شریف کی مسجد ہی کو وعظ و نصیحت کا مرکز بنایا۔ بعد ازاں پشاور، کوئٹہ، بمبئی، کلکتہ، کراچی، میسور، حیدرآباد دکن، دہلی، بھوپال، کوہ نیلگری، کشمیر، کابل وغیرہ دور دراز علاقوں کے تبلیغی دورے فرمائے۔ ہزارہا مشکلات و مصائب کو برداشت کرکے لاکھوں گمگشتگان راہ کو صراط مستقیم پر گامزن کیا۔ ہزاروں غیر مسلموں نے آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا۔ کئی جگہوں پر آپنے تبلیغی انجمنیں، مدرسے، مسجدیں اور کنویں بنوائے۔ آپ کی ان تبلیغی کوششوں اور سرگرمیوں سے اسلام کے خزاں دیدہ چمن میں بہار آگئی، اس لحاظ سے آپ بلاشبہ محی الدین ثانی اور مجدد دوراں کہلانے کے مستحق ہیں۔

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ کے قلب و روح میں سمایا ہوا تھا۔ سرکارِ مدینہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ نامی اسمِ گرامی سن کر آپ کی پلکیں بھیگ جاتیں، رنگ زرد ہو جاتا، سرد آہوں اور سسکیوں کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا۔ آپ مولانا رومیؒ کے اِن اشعار کی عملی تفسیر تھے۔ ؎

عاشقاں را شش نشان ست اے پسر! ‖ آہ سرد و رنگ زرد و چشم تر
گر ترا پرسند پس دیگر کدام ‖ گفتن و خوردن کم و خفتن حرام

مندرجہ ذیل اشعار تو ہر وقت آپ کی زبان پر رہتے تھے اور آنکھیں اشکوں کا ہار پروتی رہتی تھیں۔

؎ قابل تھا میں نار کے مجھے جنّت ہوئی نصیب ‖ اس در کی حاضری سے مری قسمت بدل گئی
؎ سب کچھ ملا جو مل گئی اس در کی حاضری ‖ گو ملک و مال و خویش و وطن سے جدا ہو

آپ کے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتراف مخالفوں نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ مولانا حسین احمد دیوبندی سابق صدر جمعیت علماء ہند و سابق پرنسپل دار العلوم دیوبند آپ کے نکتہ چینوں کے جواب میں کہا کرتے تھے کہ:-

"عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں شاہ صاحب (امیر ملت) کے مقام کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔"

ذیل میں چند واقعات پیشِ خدمت ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ واقعی فنا فی الرسول تھے۔

۱۹۱۶ء کی بات ہے کہ آپ ایک طویل دورے کے بعد لاہور مسجد ہوڑلیاں (اندرون لوہاری دروازہ) میں فروکش تھے، سردی کا موسم تھا اور آپ کو شدید بخار تھا۔ اتنے میں برصغیر کے نامور نعت گو شاعر حافظ پیلی بھیتیؒ کی آمد کی اطلاع ملی۔ آپ نے حکم دیا کہ "فوراً بلاؤ۔" حالانکہ آپ لحاف اوڑھے ہوئے تھے اور کپکپی طاری تھی۔ بابائے لاہور شیخ عبدالشکور لاہوریؒ[۲] کا بیان ہے کہ میں بھی اُس وقت آپ کے قدموں میں حاضر تھا۔

---

[۲] حضرت شیخ عبدالشکور لاہوری نامور اہل قلم، معروف ادیب اور علم دوست بزرگ تھے۔ موصوف حضرت امیر ملتؒ کے مرید خاص اور عاشق صادق تھے۔ آپ کے مضامین و مقالات کا مجموعہ "سبزۂ بیگانہ" چھپ کر سند قبولیت حاصل کر چکا ہے۔ مشہور ماہر اقبالیات پروفیسر محمد منور مرزا (ف ۲۰۰۰ء) سلسلہ عالیہ شکوریہ (علمی، ادبی اور زندہ دلی کا سلسلہ) میں آپ کے خلیفۂ اول تھے۔ آپ کی وفات بعمر شریف ۸۹ برس یکم جون ۱۹۸۵ء کو ہوئی اور قبرستان میانی صاحب لاہور میں دفن ہوئے۔ مزید حالات کے لیے احقر کی کتاب "شیدایانِ امیر ملت" دیکھی جا سکتی ہے۔ (قصوری)

آپ نے حافظ صاحب سے فرمایا۔

" آپ حضور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس واطہر میں نعتیں لکھتے ہیں افسوس کہ بیماری کی وجہ سے آپ کا استقبال نہ کر سکا۔"

پھر دریافت فرمایا :- " حافظ صاحب! کوئی تازہ نعت لکھی ہے ؟ " حافظ صاحب فوراً دو زانو ہو بیٹھے، بیاض کھولی اور نعت شروع کی مطلع تھا۔ ؎

زائروں کی بھیڑ ہو روضہ ترا ہو میں نہ ہوں   وائے ناکامی کہ اک خلقِ خدا ہو میں نہ ہوں

مطلع بے پناہ پُر سوز تھا سب محظوظ ہوئے۔ حضرت نے فرمایا " مکرر پڑھو۔ دو تین بار سماعت فرمایا اور لحاف چہرۂ مبارک سے دُور کر دیا۔ حافظ صاحب نے دوسرا شعر پڑھا۔ ؎

صدقے اُس روضے کے جس پر سر سے دل سے جان سے
اِک جہاں، اِک خلق، اِک عالم، فدا ہو میں نہ ہوں

اب تو آپ نے بے ساختہ لحاف جسم پر سے اتار دیا۔ ہم سب ڈر رہے تھے کہ کہیں سردی نہ لگ جائے حافظ صاحب نے تیسرا شعر پڑھا۔ ؎

مَیں وہ رَدِّ خلق ٹھہرا ہوں کہ بزمِ شاہ میں
اِنس ہو، جن ہو، فرشتہ ہو، ہوا ہو، میں نہ ہوں

اب تو آپ اُٹھ کر بیٹھ چکے تھے کہ گویا بخار تھا ہی نہیں۔ جسم سے پسینہ جاری تھا بے اختیار داد لے رہے تھے اور کیف طاری تھا، جب حافظ صاحب نے یہ شعر پڑھا۔ ؎

مَیں وہاں ہوں، وہ وہاں ہوں یا نہ ہوں پر یہ نہ ہو
شاہ کے دربار میں چرچا مرا ہو مَیں نہ ہوں

تو حضرت صاحب بے تاب ہو گئے اور اِک دم حجرہ سے مسجد میں تشریف لے گئے اور حاجی لوٹا (خادمِ خاص) کو حکم دیا :-

" جلد اسباب باندھو اور مدینہ شریف چلو "

جہاز پر سوار ہوتے وقت بھی یہ مصرع زبان پر جاری تھا۔ ؏

شاہ کے دربار میں چرچا مرا ہو میں نہ ہوں

مشہور احراری لیڈر سید عطاء اللہ شاہ بخاری (ف ۱۹۶۱ء) باوجود آپ سے اختلافات کے آپ کے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک واقعہ اکثر و بیشتر بیان کر کے اپنی تقاریر کو مزین کیا کرتے تھے اور مشہور اہلحدیث عالم مولانا محمد داؤد غزنوی (ف ۱۹۶۳ء) کا بیان ہے کہ میں نے یہ واقعہ بچشمِ خود دیکھا ہے کہ" ایک دفعہ مدینہ منورہ میں باب السلام کے قریب چند کتے لیٹے ہوئے تھے۔ ایک ناسمجھ نے جاتے جاتے ایک کتے کو زور سے لاٹھی ماری۔ کتا لنگڑاتا اور چیختا چلاتا ہوا جا رہا تھا کہ اچانک آپ وہاں تشریف لے آئے۔ جب حقیقت حال معلوم ہوئی تو کتے کو پاس بٹھا لیا اور اس شخص سے کہا" ظالم! تو نے یہ نہ دیکھا کہ مدینہ شریف کا کتا ہے"۔ پھر عمامہ پھاڑ کر کتے کی زخمی ٹانگ پر پٹی باندھی اور بازار سے کھانا منگوا کر اُسے کھلایا۔

ایک دفعہ سرزمین حجاز میں قحط نمودار ہوا تو آپ یہ سُن کر تڑپ اُٹھے کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ملک میں قحط پڑ گیا ہے۔ چنانچہ آپ نے ایک لاکھ روپیہ کی گرانقدر رقم بھجوائی۔

ابوالمعانی مومن ثانی حضرت علامہ تاج الدین احمد تاج عرفانی (ف ۱۹۵۹ء) نے اس واقعہ کی طرف یوں اشارہ کیا ہے ؎

کی آپ نے امدادِ مصیبت زدگان کی — وا اُن کے لیے کیسۂ زر دیکھ رہا ہوں
احساس ہوا آپ ہی کو سب سے مقدم — امداد کو مضبوط کمر دیکھ رہا ہوں
تا دیر انہیں تاج خدا رکھے سلامت
میں اُن کی نظر اُن کا جگر دیکھ رہا ہوں

آپ کو مدینہ منورہ کے چرند پرند اور گرد و غبار تک سے بے پناہ محبت تھی۔ آپ مدینہ شریف کی ہر چیز کا احترام کرتے تھے۔ جب تک مدینہ شریف رہتے، نعت خوانی کی مجلسیں ہوتی رہتیں۔ ایک ایسی ہی مجلس میں حضرت حفیظ جالندھری (ف ۱۹۸۲ء) نے یہ شعر سُنایا ؎

کہاں تھے یہ نصیب اللہ اکبر حجرِ اسود کے
یہاں کے پتھروں نے پاؤں چومے ہیں محمد کے

آپ نے یہ شعر سنتے ہی فوراً اپنی گرم واسکٹ بمعہ نقدی حفیظ صاحب کی نذر کر دی۔

آپ جب بھی مدینہ شریف حاضر ہوتے تو سب سے پہلے غسل فرماتے۔ پھر نہایت عجز و انکسار

کے ساتھ دربارِ رسالت مآب میں حاضر ہو کر سلام عرض کرتے، حضوری کے وقت آپؒ کا جسم کانپتا رہتا اور سردیوں میں بھی کپڑے پسینے سے تر ہو جاتے۔ چہرہ مبارک کی رنگت کبھی سُرخ ہو جاتی کبھی زرد۔ مواجہ شریف میں سلام عرض کرنے کے بعد دوسری طرف جا بیٹھتے تو سردی ہوتے ہوئے بھی دیر تک پنکھا جھلنا پڑتا۔ محسوس ہوتا تھا کہ آپ پر کامل رعب طاری ہے یہ شہنشاہوں کے شہنشاہِ اعظم کا دربار ہے۔ یہاں کی حاضری کوئی آسان بات نہیں، بیخبروں کو کیا معلوم کہ وہ کس عظیم الشان بارگاہ میں حاضر ہیں۔ ؎

ادب گاہیست زیرِ آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و بایزیدؒ ایں جا (عزت بخاری)

اس قسم کے ایک نہیں بلکہ بیسیوں واقعات پیش کئے جا سکتے ہیں مگر طوالت کے خوف سے انہی پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔ شائقین حضرات سیرتِ امیرِ ملتؒ کا مطالعہ فرما کر مستفید و مستفیض ہو سکتے ہیں ؂ سفینہ چاہیئے اس بحرِ بیکراں کے لئے

حکیم الامت حضرت علامہ اقبالؒ کو آپؒ سے بہت عقیدت و محبت تھی، اکثر و بیشتر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر رُوحانی استفادہ کرتے رہتے تھے، چند ایک واقعات درج ذیل ہیں :-

ایک دفعہ آپؒ انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ اجلاس کی صدارت فرما رہے تھے۔ تمام کرسیاں بھری ہوئی تھیں، فرش پر بھی لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ علامہ اقبالؒ ذرا دیر سے پہنچے تو جگہ نہ پا کر آپؒ کے قدموں میں بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ "اولیاء اللہ کے قدموں میں جگہ پانا موجب فخر ہے" آپؒ نے تبسم فرمایا اور کہا "اقبال جس کے قدموں میں آجائے اُس کے فخر کا کیا ٹھکانا"

۱۹۳۷ء کا واقعہ ہے کہ ایک صحبت میں حضرت امیرِ ملتؒ نے حکیم الامتؒ سے کہا کہ آپؒ کا ایک شعر تو ہمیں بھی یاد ہے" پھر یہ شعر پڑھا۔ ؎

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

حکیم الامتؒ یہ سُن کر بیحد مسرور ہوئے اور کہنے لگے "میری نجات کیلئے اتنا ہی کافی ہے"

حضرت امیرِ ملتؒ سے حکیم الامتؒ کی عقیدت اس قدر گہری تھی کہ حکیم الامتؒ نے

سوائے آپؒ کے کسی کو بھی نہیں بتایا تھا کہ انہوںؒ نے بیعت کہاں کی ہے؛ چنانچہ اس راز کی عقدہ کشائی سب سے پہلے آپؒ نے ہی ۱۹۳۵ء میں فرمائی تھی۔ آپؒ نے ارشاد کیا کہ:۔

"اقبالؒ نے راز داری کے طور پر مجھ سے کہا تھا کہ میں اپنے والد مرحوم سے بیعت ہوں۔

آپؒ نے مزید فرمایا کہ

"اقبالؒ کے والد ماجد کے پاس ایک مجذوب صفت درویش آیا کرتے تھے وہ انہی سے سلسلہ قادریہ میں بیعت تھے۔"

علامہ اقبالؒ کے دل میں حضرت امیرِ ملّتؒ کی جو قدر و منزلت تھی، اُس کا اظہار "ضربِ کلیم" میں "مردِ بزرگ" کے عنوان والے مندرجہ ذیل قطعہ سے ہوتا ہے۔ ؎

اُس کی نفرت بھی عمیق اُس کی محبت بھی عمیق　　قہر بھی ہے اُس کا اللہ کے بندوں پہ شفیق!
انجمن میں بھی میسّر رہی خلوت اُس کو　　شمعِ محفل کی طرح سب سے جُدا سب کا رفیق!
مثلِ خورشیدِ سحر فکر کی تابانی میں!!　　بات میں سادہ و آزاد معانی میں دقیق!
اُس کا اندازِ نظر اپنے زمانے سے جُدا　　اُس کے احوال سے محرم نہیں پیرانِ طریق

حضرت امیرِ ملّت کو بھی علامہ مرحوم سے بہت محبّت و شفقت تھی۔ چنانچہ وصال سے قبل اکثر علامہ کا یہ شعر زبان پر رہتا تھا۔ ؎

تری بندہ پروری سے مرے دن گزر رہے ہیں
نہ گلہ ہے دوستوں کا، نہ شکایتِ زمانہ

گزشتہ سطور میں علامہ اقبالؒ کے ذکر کے ضمن میں انجمن حمایتِ اسلام لاہور کا ذکر بھی آیا ہے کہ اس کے سالانہ اجلاس کی صدارت حضرت امیرِ ملّتؒ نے فرمائی تھی۔ اس موقعہ پر ایک ایسی ہی صدارت کی تفصیل بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں جس سے حضرت کی جرأت و استقلال، حاضر جوابی، مضبوطیٔ اعضاب اور داد و دہش کا اظہار ہوتا ہے۔ مولانا شاہ محمد جعفر پھلواری (ف ۱۹۸۲ء، کراچی) کے الفاظ میں واقعہ کچھ یوں ہے:۔

"ایک سال انجمن حمایتِ اسلام لاہور کے اجلاس کا صدر حضرت پیر صاحب کو بنایا

گیا۔ چندے کی اپیل کیلئے مولانا ظفر علی خاں کھڑے ہوئے اور کہا کہ ہم سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہمارے محترم صدر صاحب ہماری انجمن کو کیا تبرک عطا فرماتے ہیں۔ مولانا ظفر علی خاں نے یہ آغاز اس لیے کیا تھا کہ صدر صاحب زیادہ سے زیادہ ہزار پانچ سو دیں گے، اُن کے مقابلے میں دوسرے امیر لوگ اُن سے کہیں بڑھ کر رقم کا اعلان کریں گے تو صاحب صدر خود اپنی خفت محسوس کریں گے اور تمام لوگ بھی انہیں کچھ حقیر سمجھنے لگیں گے، مگر واہ رے درویشِ دانا، جونہی مولانا ظفر علی خان نے کہا کہ چندے کا اعلان صدر صاحب کے اعلان سے ہونا چاہیئے، اُسی وقت پیر صاحب کھڑے ہوئے اور فرمایا :۔

"ارے بھئی! فقیر کے پاس کیا ہے اور یہ کیا دے سکتا ہے یہاں بڑے بڑے دولت مند چندہ دینے والے بیٹھے ہیں۔ اُن کے سامنے مَیں اپنی خالی جھولی میں سے کیا نکال کر پیش کر سکتا ہوں، مَیں صرف یہ کر سکتا ہوں کہ اس وقت آپ سب حضرات اپنے اپنے چندوں کا اعلان کریں یہ سب چندے مل کر جتنی رقم بنے اُتنی رقم تنہا اس فقیر کی طرف سے ہوگی۔"

یہ اعلان ہونا تھا کہ مجمع اچھل پڑا اور حضرت صاحب کو خفیف کرنیکی جتنی اسکیم تھی وہ فیل ہوگئی۔"

حضرت امیرِ ملت کی داد و دہش کا ذکر چلا تو یہاں ایک اور دلچسپ واقعہ بھی سُن لیجیے۔ جو استاذِ گرامی حکیم اہلسنت حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری ثم لاہوری (ف ۱۹۹۹ء) نے مولوی ضیاء احمد کے حوالے سے سنایا۔ مولوی صاحب راوی ہیں کہ :۔

"ایک دفعہ مشہور مزاح نگار سیّد احمد شاہ پطرس بخاری، لاہور ریلوے اسٹیشن پر گئے تو خلافِ معمول لوگوں کا انبوہِ کثیر دیکھا۔ کسی سے پوچھا کہ آج کیا بات ہے کہ کثیر التعداد لوگ جمع ہیں، اس نے بتایا کہ آج حضرت پیر سیّد جماعت علی شاہ علی پوری تشریف لا رہے ہیں۔ یہ سب لوگ اُن کے عقیدت مند ہیں اور استقبال

کے لیے آئے ہوئے ہیں۔ اس پر پطرس بخاری کہنے لگے کہ "بڑا پیر بنا پھرتا ہے آج دیکھتا ہوں کہ واقعی پیر ہے یا سب کچھ نام و نمود ہی ہے"۔ دریں اثنا گاڑی آ گئی۔ حضرت صاحب ایک ڈبے سے نمودار ہوئے تو لوگ دیوانہ وار دست بوسی اور استقبال کے لیے بڑھے۔ پطرس بخاری بھی آگے بڑھے۔ حضرت صاحب ایک قیمتی دوشالہ اوڑھے ہوئے تھے، پطرس صاحب نے جاتے ہی دوشالہ پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ یہ دوشالہ مجھے دے دیجئے۔ آپ نے فوراً عنایت کر دیا۔ اس پر پطرس صاحب کہنے لگے: "واقعی جیسا سنا تھا ویسا ہی پایا"

مارچ ۱۹۰۴ء میں آپ نے منظم طریقے سے دین متین کی تبلیغ اور سلسلہ عالیہ کی ترویج کے لیے "انجمن خدام الصوفیہ" قائم کی جس کے مقاصد کی تشریح یوں کی گئی۔

(۱) اتحادِ جمیع سلاسلِ تصوف (۲) اشاعتِ اسلام و تصوف

(۳) تردیدِ الزامات خلاف اسلام و تصوف (۴) تردیدِ مذاہبِ باطلہ

اس انجمن کا پہلا جلسہ اسی سال بادشاہی مسجد لاہور میں ہوا اور متواتر تین سال تک اجتماعات کا مرکز حضرت محی الدین اورنگ زیب عالمگیر شہنشاہ ہند رحمۃ اللہ علیہ کی بنا کردہ مسجد میں رہنے کے بعد ۱۹۰۷ء سے یہ سلسلہ علی پور سیداں میں شروع ہو گیا۔ انجمن کے اجلاسوں میں برصغیر کے ممتاز علمائے کرام اپنے مواعظ حسنہ سے مستفید و مستفیض فرماتے اور اکناف و اطراف سے لاکھوں کی تعداد میں لوگ شریک ہو کر ایمان تازہ کرتے تھے۔ تاریخ گواہ ہے کہ اس انجمن نے فتنۂ ارتداد، تحریک خلافت، سارد ا ایکٹ، تحریک شہید گنج، غازی علم الدین کیس، تحریک پاکستان و دیگر تحریکوں میں جو کردار ادا کیا وہ اسی کا حصہ ہے۔ اس انجمن کی شاخیں برصغیر کے طول و عرض میں پھیل گئی تھیں۔ اس کے علاوہ آپ نے ۱۹۰۴ء ہی میں ماہنامہ "انوار الصوفیہ" جاری کیا تھا تاکہ تحریری میدان میں بھی مذہب و ملت کی خدمت کی جا سکے۔ یہ رسالہ پہلے لاہور اور پھر سیالکوٹ سے شائع ہو کر اکناف و اطراف عالم کو اپنی ضیاپاشیوں سے منور کرتا رہا۔ بعد ازاں ۱۹۶۱ء سے دسمبر ۱۹۸۴ء تک قصور سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوتا رہا۔ رسالہ کے علاوہ انجمن نے بے شمار کتابیں چھاپ کر دنیائے تصوف میں ایک تاریخ ساز انقلاب برپا کیا۔

Collection Of Advocate Showkat

آپؒ دین کے کاموں کو بڑی تن دہی اور فرض شناسی سے انجام دیا کرتے تھے۔ خود فرمایا کرتے تھے کہ "جب تک میں دین کا کام نہ کر لوں، ایک لقمہ کھانا بھی حرام سمجھتا ہوں۔" چنانچہ مرزا قادیانی کی سرکوبی کے لیے آپ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ مرزا قادیانی کا مقابلہ ہر وقت علمائے ظواہر کے ساتھ رہتا تھا۔ اگرچہ وہ اُن سے بھی ہر وقت شکست کھاتا اور ذلیل و خوار ہوتا رہتا تھا۔ مگر ۲۷ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو جب مرزا نے سیال کوٹ میں حضرت امیرِ ملّتؒ سے مناظرہ کا ارادہ کیا تو تاب نہ لا کر میدان سے بھاگ کھڑا ہوا اور جس قدر لوگ اُس کی بیعت کے لیے تیار تھے اُس کی یہ ذلّت و رسوائی دیکھ کر بدظن ہو گئے اور آپؒ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گئے۔

۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا قادیانی اپنی بیوی کے علاج کے لیے لاہور میں خواجہ کمال الدین کے مکان پر وارد ہوا تو اپنا دامِ دجل و فریب پھیلانا شروع کر دیا۔ مسلمانانِ لاہور نے حضرت امیرِ ملّت کی خدمت میں حاضر ہو کر صورتِ حال بیان کر کے لاہور تشریف لانے کی درخواست کی۔ آپؒ لاہور تشریف لائے اور آتے ہی بادشاہی مسجد میں ۲۲ مئی کو ایک شاندار جلسہ منعقد کیا جس میں کثیر التعداد علمائے اہلسنّت بھی موجود تھے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ بھی آپؒ سے تعاون کے لیے تشریف فرما تھے۔

آپ نے اس تاریخی اور عدیم النظیر جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:۔

> "اگر مرزا اپنے دعویٰ نبوّت میں سچّا ہے تو
> سامنے آکر ثابت کرے اگر مباحثہ نہ کر سکے تو مباہلہ ہی
> سہی ــــ"

مگر چونکہ مرزا اپنے مبکائد سمیت حضرتؒ کے ہاتھوں ۱۹۰۴ء میں ذلیل و خوار ہو چکا تھا، اس لیے آپؒ کے سامنے آنے کی جرأت نہ کر سکا۔ آپؒ نے فرمایا کہ:۔

> "ہم نے اس کا بہت انتظار کیا ہے لیکن وہ سامنے نہیں آیا۔
> پیش گوئی کرنا میری عادت نہیں لیکن میں یہ بتا دینا چاہتا
> ہوں کہ مرزا جی کا خدائی فیصلہ ہو چکا ہے اور چند دن کے اندر اندر

کیفرِ کردار کو پہنچے گا۔"

آپ نے جلسۂ عام میں ہلاکتِ مرزا کی بددعا بڑے شد و مد سے کرائی جس میں ہزاروں مسلمانوں نے بیک زبان التجا کی کہ :-

"یا اللہ! اس ابتلائے قادیانی سے اسلام کو رہائی بخش اور مسلمانوں کو راہِ راست پر قائم رکھ۔"

آمین کی صدائیں بلند ہوتی رہیں۔ آخر کار ۲۵ رمئی ۱۹۰۸ء بروز پیر حضرت امیرِ ملتؒ نے ارشاد کیا کہ مرزا جی چوبیس گھنٹے کے اندر اندر دنیا سے رخصت ہو جائیں گے۔ یہ بات حضرت نے رات دس بجے ارشاد فرمائی اور ۲۶ رمئی کو صبح دس بجکر دس منٹ پر مرزا جی آنجہانی ہو گئے۔ مرنے سے چھ گھنٹے قبل زبان بند ہو گئی۔ خدا جانے ہیضہ تھا یا کچھ اور، نجاست منہ سے نکلتی رہی اور اسی حالت میں خاتمہ ہو گیا۔ مرزا جی کی تاریخِ وفات ہے،

لَقَدْ دَخَلَ فِیْ قَعْرِ جَہَنَّمَ۔

۱۳۲۶ھ

جس وقت آپ نے مرزا جی کی موت کی پیش گوئی فرمائی تو لوگوں نے اُسے اہمیت نہ دی مگر جب پوری ہو گئی تو حد درجہ حیران ہوئے۔ اس پیش گوئی کا مرزائیوں نے آج تک ذکر نہیں کیا۔

۱۹۱۰ء میں جب خلیفۂ اسلام سلطان ترکی غازی عبد الحمید خاں مرحوم نے حجاز ریلوے لائن کی تعمیر کیلئے مسلمانانِ عالم سے چندہ کی اپیل کی تو اُس وقت آپ نے اپنے اور اپنے متوسلین کی جانب سے چھ لاکھ روپیہ نقد کی امداد فرمائی۔ بنابریں سلطان المسلمین نے اپنے دستخطِ خاص کے ہمراہ حضرت کو پانچ تمغے خوشنودی کے اظہار کے لیے بھیجے اور شاہی فرامین میں آپ کو "عُمدۃ الاماثل والافاضل" کے معزز القاب اور خطاب سے سرفراز فرمایا۔

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے لیے جب چندہ جمع کرنے کی مہم شروع ہوئی تو لاہور میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں حضرت امیرِ ملتؒ کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا۔ نواب وقار الملک (ف ۱۹۱۷ء) نے دورانِ تقریر اپنی ٹوپی اتار کر حضرت کے قدموں میں رکھ دی اور پُرنم آنکھوں کے ساتھ اپیل کی کہ "معاملہ مسلمانوں کی حمیت و وقار کا ہے آپ ہاتھ بٹائیں۔" آپ نے استفسار فرمایا کہ یونیورسٹی میں دینیات

کی تعلیم لازمی ہوگی؟ تو نواب وقار الملک نے یقین دلایا کہ انگریزی کے ساتھ ساتھ دینیات کی تعلیم بھی لازمی ہوگی اور پھر یونیورسٹی کی مساجد میں پنج وقتہ نمازوں میں تمام طلبہ کی حاضری لازمی ہو گی۔ اس پر آپ نے تین لاکھ روپیہ کی گرانقدر رقم چندہ میں دی اور بعد ازاں بھی معاونت فرماتے رہے۔ چنانچہ سب جانتے ہیں کہ علی گڑھ کی ہمیشہ یہ خصوصیت رہی ہے کہ وہاں نماز کی باقاعدہ حاضری ہوتی تھی اور دینیات کی تدریس کا خصوصی اہتمام ہوتا تھا۔ حضرت مولانا سید سلیمان اشرف بہاری (ف ۱۳۵۲ھ) جیسے علماء کرام دینیات کی تعلیم کے نگران تھے۔ یہ سب حضرت امیر ملتؒ کا ہی فیض تھا۔ حضرت امیر ملتؒ کے مرید خاص اور برصغیر کے نامور فلاسفی ڈاکٹر سید ظفر الحسن[۳] (ف ۱۹۴۹ء) کا علی گڑھ یونیورسٹی میں اسلامی خدمات کا سرانجام دینا بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے۔

۱۹۱۴ء میں حضرت امیر ملتؒ نے "تحریک ترک موالات" کی مخالفت کی اور اعلان فرمایا کہ:-

> "ہندو مرے کو جلا کر خاک کر دیا جاتا ہے اور خاک ہوا میں اڑ جاتی ہے، اگر مسلمان مرے تو دو گز زمین تا قیامت اُس کی ملکیت ہوتی ہے، مسلمانو! ہجرت نہ کرو، آپ کا وطن آپ کا جدّی ورثہ ہے، اسے ہاتھ سے نہ جانے دو۔"

مگر پھر بھی دو لاکھ کے قریب مسلمان بہک کر افغانستان اور عرب ممالک میں جا پہنچے اور پھر پریشان حالت میں واپس ہندوستان آئے۔ اس مقام پر یہ امر قابل ذکر ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں بریلوی (ف ۱۹۲۱ء) بھی اس مسئلہ میں آپ کے ہمنوا تھے۔

---

[۳] ڈاکٹر سید ظفر الحسن ۱۴ فروری ۱۸۸۹ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ علی گڑھ سے ایم اے (فلسفہ) کرنے کے بعد جرمنی سے فلسفہ کے مضمون REALISM پر پی ایچ ڈی کی۔ پھر علی گڑھ میں اُستاد ہو گئے۔ آپ کی شادی برصغیر کی نامور شخصیت میر غلام بھیک نیرنگؒ کی صاحبزادی سے ہوئی۔ علی گڑھ یونیورسٹی میں تبلیغ اسلام اور تحریک پاکستان میں آپ کی خدمات بے بہا ہیں۔ ۱۹ رجون ۱۹۴۹ء کو راولپنڈی میں وفات پائی اور لاہور میں قبرستان میانی صاحب میں دفن ہوئے۔ تفصیلی حالات کے لیے احقر کی کتابیں "فدایان امیر ملت" اور "تحریک پاکستان اور علماء کرام" ملاحظہ فرمائیں۔ (قصوری)

تحریکِ خلافت میں آپ نے جان جوکھوں میں ڈال کر حصّہ لیا۔ اس تحریک میں آپ نے جس قدر خدمات سر انجام دیں شاید بانیانِ تحریک نے بھی نہ دی ہوں گی۔ آپ نے بجلی کی سی سرعت و تیزی کے ساتھ تمام ملک کا دورہ کیا، خلافت فنڈ میں لاکھوں روپے چندہ دیا۔ دورانِ تحریک اُن علاقوں کا بھی دورہ کیا، جہاں تک پہنچنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن بھی تھا مثلاً ریاست کورگ (علاقہ مدراس) مکارا، ویراجندر، پیٹ اتی، بلگنڈا اور کوہ نیلگرھی وغیرہ وغیرہ۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ بمبئی سے حیدر آباد دکن کے لیے روانہ ہو رہے تھے کہ مولانا شوکت علی اور احمد صدیق جنرل سیکرٹری خلافت کمیٹی آپ کو الوداع کہنے کیلئے اسٹیشن پر آئے تو مولانا موصوف نے آپکو ایک جھولا پہنایا جس پر لفظ "خلافت" اور ایک تمغہ "جس پر نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ" کندہ تھا، پیش کیا اور کہا کہ میرے پاس صرف یہی چیز تھی جسے پیش کرتا ہوں ؎ برگ سبز است تحفۂ درویش۔ اس کے ساتھ خلافت کمیٹی کی طرف سے پانچ سو (۵۰۰) روپے کی رسیدیں بھی دیں۔ آپ نے رسیدوں کو حیدر آباد میں فروخت کر دیا اور پانچ سو کے بجائے پانچ سو بیس روپیہ خلافت کمیٹی حیدر آباد کی وساطت سے بمبئی روانہ فرما دیئے، جس پر مولانا شوکت علی نے کہا کہ "مجھے اصل بھی مل گیا ہے اور سُود بھی"۔

ایک بار مولانا شوکت علی نے یہ تحریک پیش کی کہ ہندوستان کے ہر مسلمان سے ایک روپیہ فی کس کے حساب سے خلافت فنڈ وصول کیا جائے تو آپ نے نیلگرھی (علاقہ میسور کا ایک دُور افتادہ مقام) سے اپنا اور اپنے تمام متعلقین کا چندہ بحساب ایک روپیہ فی کس بمبئی بھیجدیا اور ساتھ ہی یہ اعلان جاری فرمایا کہ :-

"فقیر کے سب محبّت والے ایک ایک روپیہ فی کس اپنا اور اپنے متعلقین کا چندہ خلافت فنڈ میں داخل کریں"۔

مولانا شوکت علی نے اس اعلان کو تمام ملک میں مشتہر کر دیا۔ جس کے نتیجے کے طور پر ہندوستان کے گوشے گوشے سے زرِ کثیر موصول ہوا۔ اس کے علاوہ آپ کے اکثر معتقدین نے تن تنہا ہزاروں روپے خلافت فنڈ میں دیئے۔ چنانچہ لوزانی سیٹھ آف بمبئی نے آپ کے ارشاد پر پچیس ہزار (۲۵۰۰۰) روپے اور اہالیان کوہاٹ نے ستائیس ہزار روپیہ کی گرانقدر رقومات خلافت فنڈ میں پیش کیں لیکن آپ نے ہرگز ہرگز یہ گوارا نہ فرمایا کہ آپ کے ارشاد پر عامۃ المسلمین تو عمل کریں اور خود اس کارِ خیر کے ثواب میں

شامل نہ ہوں۔ چنانچہ سالانہ جلسہ انجمن خدام الصوفیہ ہند منعقدہ علی پور سیّداں شریف کے موقع پر ایک دفعہ تیرہ سو روپے ملک لال دین سیکرٹری خلافت کمیٹی لاہور کی وساطت سے اور دوسری دفعہ اٹھارہ سو روپے کی گرانقدر رقم جیبِ خاص سے خلافت فنڈ میں دی۔

۳-۴ مارچ ۱۹۲۱ء کو لائل پور (حال فیصل آباد) میں ڈسٹرکٹ خلافت کانفرنس منعقد ہوئی تو حضرت امیرِ ملت نے اس کی صدارت قبول فرمائی اور اپنے خُطبۂ صدارت میں فرمایا کہ:۔

"جس کو خلافت سے محبت نہیں ہے، اُسے اسلام سے کوئی سروکار نہیں ہے، جو لوگ مجھ پر بہتان باندھتے ہیں کہ میں خلافت میں دلچسپی نہیں لیتا وہ کذّاب اور مفتری ہیں، پڑھو لوگو، لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ"

چنانچہ سب مسلمانوں نے پڑھا اور آپ نے اپنے فی البدیہہ خطبۂ صدارت؎ میں پُر جوش اور درد انگیز کلمات سے عوام و خواص کے دلوں کو مسخر کر لیا۔ عوام خدمتِ خلافت کے لئے ایسے کمربستہ ہوئے کہ ہزاروں کے خلافت لوٹ آن کی آن میں فروخت ہو گئے۔

مولانا ظفر علی خاں نے آپ سے بھرپور مخالفت (مولانا ظفر علی خاں چونکہ اہلحدیث مسلک سے تعلق رکھتے تھے بدیں وجہ وہ آپ کے شدید مخالف تھے۔ قصوری) کے باوجود اپنے اخبار "زمیندار" مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۲۱ء میں آپکو یوں ہدیہ تبریک پیش کیا۔ انہوں نے لکھا کہ:۔

"۳-۴ مارچ ۱۹۲۱ء کو لائل پور میں جو عظیم الشان جلسۂ خلافت منعقد ہوا، اُس میں پنجاب کے مشہور و معروف صوفی حضرت پیر سیّد جماعت علی شاہ صاحب قبلہ صدر تھے۔ آپ نے اپنے فی البدیہہ خطبۂ صدارت میں جس بے نظیر جرأتِ ایمانی اور جوشِ اسلامی سے مسلمانانِ عالم کی صحیح رہنمائی فرمائی ہے وہ اس قابل ہے کہ ہمارے تمام مشائخ اور پیرزادگان اس سے سبق حاصل کریں، آپ نے اپنے خطبۂ صدارت میں اُن تمام غلط فہمیوں کا ازالہ کر دیا ہے جو بعض سیاہ باطن لوگ حضرت ممدوح کے متعلق پھیلاتے تھے اور صاف صاف کہہ دیا ہے کہ جو مسلمان خلافت سے محبت نہیں رکھتا وہ بے ایمان ہے"

؎: حضرت اقدسؒ کا یہ عدیم النظیر تاریخی خطبہ "سیرتِ امیرِ ملت" میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ (قصوری)

اور ہرگز مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں۔ آپؒ نے فرمایا کہ میں خلافتِ اسلامیہ″ اور مقاماتِ مقدسہ″ کے لیے اپنی جان تک نثار کرنے کو تیار ہوں اور میرا جو مرید تحریکِ خلافت میں حصہ نہیں لیتا اُس کو میں یارانِ طریقت میں سے نہیں سمجھتا کیونکہ "خلافت" خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جو مسلمان، خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت سے بیزار ہے یا بعض دنیاوی مصلحتوں کے پیش نظر صداقت سے خوف کھاتا ہے، وہ میرے نزدیک مسلمان نہیں ہے۔

ہم حضرت قبلہ شاہ صاحب کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں کہ:- خدائے بزرگ و برتر نے حضرت ممدوح کو کلمۃ الحق اور صداقت کی وہی جرأت عطا کی ہے جو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کا طرۂ امتیاز تھی۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ جیسی متقی شخصیت، متشرع عالم اور پیشوا کی رہنمائی سے تحریک خلافت کو عظیم الشان تقویت پہنچے گی۔ اور دیگر مشائخ عظام میں بھی اپنی سنہری اور روپہلی مصلحتوں اور طواغیتِ باطلہ کے خوف کو بالائے طاق رکھ کر خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے آجائیں گے۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ پنجاب خلافت کانفرنس عنقریب راولپنڈی میں منعقد ہونیوالی ہے۔ اس کی صدارت بھی کسی روشن ضمیر بزرگ کی خدمت میں پیش کی جائیگی اگر انہوں نے منظور کی تو یقیناً مسلمانانِ پنجاب کی خوش قسمتی ہوگی۔ (یاد رہے کہ راولپنڈی کانفرنس کی صدارت بھی حضرت امیر ملتؒ ہی نے فرمائی تھی۔ قصوری)

اگر ملک کے تمام مشائخ عظام اور پیرزادگان حضرت حافظ حاجی پیر جماعت علی شاہ علی پوری کی تقلید کریں اور خلافتِ اسلامیہ کی حمایت و اعانت پر کمربستہ ہو جائیں تو خلافت اور آزادیٔ وطن کے تمام مسائل کا حل بہت جلد ہو سکتا ہے۔ ہم حضرت ممدوح کا پورا خطبۂ صدارت عنقریب ہی کسی آئندہ اشاعت میں شائع کریں گے۔

مولانا شوکت علی نے اس خطبہ کی پچیس ہزار کاپیاں انگریزی میں ترجمہ کرکے یورپ بھیجنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا مگر معلوم نہیں کہ بعد میں کیا ہوا۔ دورانِ تقریر جب مولانا شوکت علی نے دریافت کیا کہ:-

"کوئی ہے جو راہِ خدا میں اپنی جان فدا کرے؟"

تو اس وقت بارہ ہزار کے مجمع میں سے صرف حضرت قبلہ ہی کھڑے ہوئے تھے اور آپ نے نہایت جاہ و استقلال سے فرمایا تھا کہ:-

> "میں حاضر ہوں اور راہِ خدا میں اپنی جان فدا کرنے کو تیار ہوں۔"

مولانا شوکت علی نے آپ کے ایثار کی بے حد تحسین کی اور آپ کو "سنوسیؒ[۵] ہند" کے لقب سے یاد کیا۔ آپ کی اس اُولوالعزمی اور سرفروشی کا حال معلوم کر کے شملہ میں ایک بزرگ نے کہا کہ:-

> "واقعی آپ کو "سنوسیٔ ہند" کا لقب زیب دیتا ہے۔"

تحریکِ خلافت میں آپ کی روزافزوں سرگرمیوں سے حکومت کے اخبار "سول اینڈ ملٹری گزٹ" لاہور نے بڑی بوکھلاہٹ کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ:-

> "حکومت کو گاندھی جی کا اس قدر خطرہ نہیں ہے جس قدر پیر جماعت علی شاہ صاحب کا ہے۔"

اُن دنوں آپ حیدر آباد دکن میں جلوہ افروز تھے۔ مرزا محمد اصغر بیگ المخاطب بہ اصغر یار جنگ بیرسٹر و دیگر ارکانِ خلافت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جلسۂ خلافت کی صدارت کے لیے درخواست کی جسے آپ نے قبول فرمایا حالانکہ اُسی روز واپسی کا ٹکٹ خرید جا چکا تھا۔ حضرت نے ٹکٹ واپس کر دیا اور بڑی جرأت اور عزم و ہمّت سے کام لیتے ہوئے صدارت فرمائی۔ اس جلسہ میں نامور لیڈروں نے شرکت کی۔ آپ نے جس انداز سے صدارتی تقریر کی، اُس کی مثال ناپید ہے۔ آپ کی تحریک پر تیس ہزار ۳۰۰۰۰ روپے چندہ جمع ہوا۔

گوجرہ، ضلع لائلپور میں سیّد مہدی شاہ سرکاری درباری آدمی تھے۔ اُن کے رُعب، اثر و رسوخ اور دبدبے کی وجہ سے ارکانِ خلافت شہر میں داخل نہیں ہوتے تھے۔ آپ کو صورتِ حال کا

---

[۵] حضرت شیخ احمد شریف سنوسیؒ، طرابلس (لیبیا) کے مشہور شیخِ طریقت اور کفن بردوش مجاہد تھے۔ آپ تازیست فرنگی سامراج کے خلاف جہاد کرتے رہے۔ آپ کی اسلام دوستی، انگریز دشمنی اور حب الوطنی ضرب المثل تھی۔ ہر سُو آپ کے کارناموں کا شہرہ تھا۔ آپ حضرت امیرِ ملتؒ کے معاصر تھے۔ چونکہ امیرِ ملت بھی اس دور میں برصغیر کی سیاست، طریقت اور روحانیت کے میدان میں انقلابی کردار ادا کر رہے تھے، اس لیے مولانا شوکت علی نے آپ کو شیخ سنوسیؒ کی نسبت سے "سنوسیِ ہند" کے لقب سے پکارا۔ (قصوری)

علم ہوا تو خود بنفس نفیس تشریف لے گئے اور اپنے ہمراہ غازی عبدالرحمن سیکریٹری خلافت کمیٹی لائلپور (حال فیصل آباد) کو لے جا کر خلافت کمیٹی قائم کر کے عہدیدار مقرر کیے۔ اسی طرح کوہاٹ میں آپ کی تحریک پر ۲۷ ہزار روپیہ جمع ہوا۔ جب حکومت نے محسوس کیا کہ آپ کی شبانہ روز کوششوں سے خلافت کانفرنس کا شجر بارآور ہو رہا ہے تو آپ کو صوبہ سرحد سے ۲۴ گھنٹے کے اندر اندر نکل جانے کا حکم دیا گیا۔ بلوچستان میں داخلہ بند کر دیا گیا اور کشمیر میں دو سال تک داخلہ کی اجازت نہ دی گئی۔ ذرا اندازہ فرمائیے کہ حکومت اس مردِ حق سے کس قدر خائف تھی۔ ؎

آئینِ جوانمرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

۱۹۲۱ء میں سارداایکٹ کا نفاذ ہوا جس کی رو سے نابالغ بچوں کی شادی ممنوع قرار پائی۔ جس دن اس ایکٹ کا نفاذ ہوا حضرت امیرِ ملتؒ سیسور میں جلوہ افروز تھے۔ آپ کو یہ غیر شرعی قدغن ناگوار گزری۔ آپ نے اس ایکٹ کی پابندی کو قبول نہ کرتے ہوئے "دو نکاح پڑھائے اور ٹیلیفون پر پولیس کو اطلاع دیدی کہ میں نے اتنے نکاح پڑھا کر (قانون) توڑ دیا ہے۔ حضرت کے اس ارشاد پر ہندوستان میں ہزاروں نکاح پڑھائے گئے اور فرنگی حکومت کے اس دل آزار اور اسلام دشمن قانون کی دھجیاں بکھر گئیں۔ مجبور ہو کر حکومت کو اس ایکٹ میں ترمیم کرنا پڑی۔ حضرت کے اس طرح فولادی چٹان بن کر مقابلہ کرنے سے یہ غیر شرعی اور مذموم قانون جاری نہ رہ سکا۔ حکیم الامت اقبالؒ نے یوں ہی نہیں کہہ دیا تھا کہ ؎

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

۱۹۲۳ء میں جب صوبہ یوپی (انڈیا) میں شدھی تحریک کا آغاز ہوا تو چند ہندو سرمایہ داروں نے اور بالخصوص سوامی شردھانند نے انگریز حکمرانوں کی سازش سے مسلمانوں کو مرتد بنانے کی اسکیم بنائی۔ اس صورتِ حال سے حضرت امیرِ ملتؒ کو سخت صدمہ پہنچا۔ آپ نے اس فتنہ کے انسداد و استیصال کا مصمم ارادہ کر لیا اور ۱۰ اپریل ۱۹۲۳ء کے سالانہ اجلاس انجمن خدام الصوفیہ ہند منعقدہ علی پور سیداں میں اپنے تاثرات، عزائم اور پروگرام کا یوں اظہار فرمایا کہ:-

"یہ ایک ایسا نازک موقع ہے کہ اس کی نظیر تاریخ اسلام میں نہ ملے گی۔ اسلام کی دنیاوی ہمت کو نہیں تاکا جاتا بلکہ سرے سے اسلام کی ہستی پر زد لگائی جاتی ہے۔ کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جس کا دل اس صدمے سے متاثر نہ ہوا ہو

Collection Of Advocate Showkat

بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا تو یہ حکم ہے کہ اپنے مُردے بھی اغیار کے ہاتھوں میں نہ جانے دو اور یہاں یہ حالت ہے کہ ہمارے زندوں کو اغیار لیئے جائیں اور ہم دیکھا کریں

ع ببیں تفاوتِ راہ از کجا است تا بکجا

اس وقت حمیت تو یہ ہے کہ جب تک اس فتنہ کا انسداد نہ ہو ہر مسلمان اپنے اُوپر خواب و خور حرام سمجھے اور دامے، درمے، قلمے، قدمے، سخنے الغرض ہر ذریعہ سے جو خدمت اسلام کی اُس سے ممکن ہو اُس سے دریغ نہ کرے اور جب تک یہ فتنہ فرو نہ ہو جائے اپنی سعی کو مسلسل جاری رکھے۔ میں نے عزم بالجزم کر لیا ہے کہ اس اہم مقصد کی خاطر سینکڑوں مبلغ میدانِ ارتداد میں بھیجوں گا اور خود بھی موقع پر پہنچکر حصہ لوں گا، اور جب تک گمگشتگانِ دینِ متین کو حلقۂ اسلام میں واپس نہ لے آؤں، چین سے نہ بیٹھوں گا۔ سرِ دست مبلغ گیارہ سو ۱۱۰۰ روپے نقد دیتا ہوں اور سو ۱۰۰ روپیہ ماہوار اس کارِ خیر میں دیتا رہوں گا۔ اور اپنے تمام ذرائع و وسائل کو انسدادِ فتنۂ ارتداد کے لیئے وقف کر دوں گا۔

اس اعلان کے فوراً بعد آپ نے اس فتنہ کی سرکوبی کے لیئے مہم شروع کر دی۔ آپ کے صاحبزادگان و دیگر اہلِ خاندان نے بھرپور کردار ادا کیا۔ آپ نے پہلا وفد ۱۲؍ مئی ۱۹۲۳ء کو روانہ کیا اور خود رہتک شہر تک اُس کے ساتھ تشریف لے گئے۔ تین ماہ میں آپ نے ۸۶ وفد بھیجے جن میں خلفِ اکبر سراج الملت حضرت صاحبزادہ پیر سید محمد حسین شاہ صاحب (ف ۱۹۶۱ء)، خلفِ اصغر شمس الملت صاحبزادہ سید نور حسین شاہ صاحب (ف ۱۹۷۸ء)، مولانا غلام احمد اخگر امرتسری (ف ۱۹۲۷ء)، مولانا قاضی حفیظ الدین رہتکی (ف ۱۹۴۴ء)، مولانا محمد حسین قصوری بی اے (ف ۱۹۲۷ء)، مولانا امام الدین رائے پوری (ف ۱۹۵۲ء)، مولانا قاضی عبد المجید قصوری (ف ۱۹۵۶ء) جیسے علماء و فضلاء اور مناظر سبھی لوگ شامل تھے۔

اللہ کے فضل و کرم سے آپ کی کوششیں بار آور ثابت ہوئیں اور ہزاروں مرتد دوبارہ داخلِ اسلام ہو گئے۔ آپ نے باری باری تمام متاثرہ علاقوں کا دورہ کیا۔ آگرہ، متھرا، ریاست بھرت پور،

علم ہوا تو خود بنفس نفیس تشریف لے گئے اور اپنے ہمراہ غازی عبدالرحمٰن سیکرٹری خلافت کمیٹی لائلپور (حال فیصل آباد) کو لے جاکر خلافت کمیٹی قائم کر کے عہدیدار مقرر کئے۔ اسی طرح کوہاٹ میں آپ کی تحریک پر ۲۷ ہزار روپیہ جمع ہوا۔ جب حکومت نے محسوس کیا کہ آپ کی شبانہ روز کوششوں سے خلافت کانفرنس کا شجر بار آور ہو رہا ہے تو آپ کو صوبہ سرحد سے ۲۴ گھنٹے کے اندر اندر نکل جانے کا حکم دیا گیا۔ بلوچستان میں داخلہ بند کر دیا گیا اور کشمیر میں دو سال تک داخلہ کی اجازت نہ دی گئی۔ ذرا اندازہ فرمائیے کہ حکومت اس مردِ حق سے کس قدر خائف تھی۔ ؎

آئینِ جوانمرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

۱۹۲۱ء میں سارداایکٹ کا نفاذ ہوا جس کی رو سے نابالغ بچوں کی شادی ممنوع قرار پائی۔ جس دن اس ایکٹ کا نفاذ ہوا حضرت امیر ملت رح سیور میں جلوہ افروز تھے۔ آپ کو یہ غیر شرعی قدغن ناگوار گزری۔ آپ نے اس ایکٹ کی پابندی کو قبول نہ کرتے ہوئے "دو نکاح پڑھائے اور ٹیلیفون پر پولیس کو اطلاع دیدی کہ میں نے اتنے نکاح پڑھا کر (قانون) توڑ دیا ہے۔ حضرت کے اس ارشاد پر ہندوستان میں ہزاروں نکاح پڑھائے گئے اور فرنگی حکومت کے اس دل آزار اور اسلام دشمن قانون کی دھجیاں بکھر گئیں۔ مجبور ہو کر حکومت کو اس ایکٹ میں ترمیم کرنا پڑی۔ حضرت کے اس طرح فولادی چٹان بن کر مقابلہ کرنے سے یہ غیر شرعی اور مذموم قانون جاری نہ رہ سکا۔ حکیم الامت اقبال رح نے یوں ہی نہیں کہہ دیا تھا کہ ؎

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

۱۹۲۲ء میں جب صوبہ یوپی (انڈیا) میں شدھی تحریک کا آغاز ہوا تو چند ہندو سرمایہ داروں نے اور بالخصوص سوامی شردھانند نے انگریز حکمرانوں کی سازش سے مسلمانوں کو مرتد بنانے کی اسکیم بنائی۔ اس صورتِ حال سے حضرت امیر ملت رح کو سخت صدمہ پہنچا۔ آپ نے اس فتنہ کے انسداد و استیصال کا مصمم ارادہ کر لیا اور ۱۰ اپریل ۱۹۲۳ء کے سالانہ اجلاس انجمن خدام الصوفیہ ہند منعقدہ علی پور سیداں میں اپنے تاثرات، عزائم اور پروگرام کا یوں اظہار فرمایا کہ :-

"یہ ایک ایسا نازک موقع ہے کہ اس کی نظیر تاریخ اسلام میں نہ ملے گی۔ اسلام کی دنیاوی ہمت کو نہیں تاکا جاتا بلکہ سرے سے اسلام کی ہستی پر زد لگائی جاتی ہے۔ کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جس کا دل اس صدمے سے متاثر نہ ہوا ہو۔

Collection Of Advocate Showkat

بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا تو یہ حکم ہے کہ اپنے مُردے بھی اغیار کے ہاتھوں میں نہ جانے دو اور یہاں یہ حالت ہے کہ ہمارے زندوں کو اغیار لیئے جائیں اور ہم دیکھا کریں

؏ ببیں تفاوتِ راہ از کجا است تا بکجا

اس وقت حمیت تو یہ ہے کہ جب تک اس فتنہ کا انسداد نہ ہو ہر مسلمان اپنے اوپر خواب و خور حرام سمجھے اور دامے، درمے، قلمے، قدمے، سخنے الغرض ہر ذریعہ سے جو خدمت اسلام کی اُس سے ممکن ہو اُس سے دریغ نہ کرے اور جب تک یہ فتنہ فرو نہ ہو جائے اپنی سعی کو مسلسل جاری رکھے۔ میں نے عزم بالجزم کر لیا ہے کہ اس اہم مقصد کی خاطر سینکڑوں مبلغ میدانِ ارتداد میں بھیجوں گا اور خود بھی موقع پر پہنچکر حصہ لوں گا، اور جب تک گمگشتگانِ دینِ متین کو حلقۂ اسلام میں واپس نہ لے آؤں، چین سے نہ بیٹھوں گا۔ سر دست مبلغ گیارہ سو ۱۱۰۰ روپے نقد دیتا ہوں اور سو ۱۰۰ روپیہ ماہوار اس کارِ خیر میں دیتا رہوں گا۔ اور اپنے تمام ذرائع و وسائل کو انسدادِ فتنۂ ارتداد کے لیئے وقف کر دوں گا۔"

اس اعلان کے فوراً بعد آپ نے اس فتنہ کی سرکوبی کے لیئے مہم شروع کر دی۔ آپ کے صاحبزادگان و دیگر اہلِ خاندان نے بھرپور کردار ادا کیا۔ آپ نے پہلا وفد ۱۲ مئی ۱۹۲۳ء کو روانہ کیا اور خود رہتک شہر تک اُس کے ساتھ تشریف لے گئے۔ تین ماہ میں آپ نے ۸۶ وفد بھیجے جن میں خلفِ اکبر سراج الملت حضرت صاحبزادہ پیر سید محمد حسین شاہ صاحب (ف ۱۹۶۱ء)، خلفِ اصغر شمس الملت صاحبزادہ سید نور حسین شاہ صاحب (ف ۱۹۷۸ء)، مولانا غلام احمد اخگر امرتسری (ف ۱۹۲۷ء)، مولانا قاضی حفیظ الدین رہتکی (ف ۱۹۴۴ء)، مولانا محمد حسین قصوری بی اے (ف ۱۹۲۷ء)، مولانا امام الدین رائے پوری (ف ۱۹۵۲ء)، مولانا قاضی عبد المجید قصوری (ف ۱۹۵۶ء) جیسے علماء و فضلاء اور مناظر سبھی لوگ شامل تھے۔

اللہ کے فضل و کرم سے آپ کی کوششیں بار آور ثابت ہوئیں اور ہزاروں مرتد دوبارہ داخلِ اسلام ہو گئے۔ آپ نے بار بار تمام متاثرہ علاقوں کا دورہ کیا۔ آگرہ، متھرا، ریاست بھرت پور،

ریاست بڑودہ، گڑگانواں، فرخ آباد اور رہتک میں وفود کے ساتھ شب و روز کام کیا۔
دوانہ گنگ و جمن علاقہ برج میں آگرہ شہر سے ایک ہزار با اثر ہندو وکلاء، بیرسٹر بڑے بڑے تاجر اور زمیندار موٹروں اور تانگوں کے ذریعے سکندر پورہ پہنچے اور مسلمانوں کو مرتد بنانے کی پوری پوری کوشش کی۔ آپ نے مردانہ وار مقابلہ کرکے ان کو میدان چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ اس طرح علاقہ مذکورہ اس عظیم فتنہ سے محفوظ رہا۔ اس تحریک کے دوران آگرہ آپ کا ہیڈکوارٹر تھا۔ آپ نے اکیس ۲۱ جلسوں کی صدارت خود فرما کر فتنہ مذکور کو کچل دیا۔ کئی دینی مدارس مسجدیں اور کنویں بنوائے۔ لاکھوں روپیہ غرباء میں تقسیم کرکے انہیں دولت اسلام سے محروم ہونے سے بچالیا۔ بڑی زیادتی ہوگی کہ اگر اس مقام پر اس تحریک کے دوران آپ کے سرفروش اور جانثار ساتھیوں کا ذکر نہ کیا جائے۔ حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی (ف ۱۹۴۸ء) میر غلام بھیک نیرنگ (۱۹۵۲ء) و دیگر حضرات نے بھی آپ کے ساتھ پورا پورا تعاون کیا۔

۱۹۲۵ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس کا انعقاد ہوا جس میں برصغیر کے طول و عرض سے ہزاروں علماء و مشائخ اور لاتعداد عوام اہلسنت نے شرکت کرکے دہر میں اسم محمد سے اجالا کرنے کا عہد کیا اور پروگرام کی تشکیل ہوئی۔ آپ کو باتفاق رائے صدر منتخب کیا گیا۔ آپ نے معرکۃ الآرا فی البدیہہ خطبۂ صدارت میں اسلام کی حقانیت، تبلیغ، عیسائی مشنریوں کا مقابلہ کرنے، اہلسنت کے حقوق کی حفاظت اور دیگر ضروری امور کا تفصیل سے ذکر کیا اور عوام اہلسنت کو متحرک، فعال اور منظم کرنے کے لئے تجاویز پیش کیں۔

۱۹۳۵ء میں مسجد شہید گنج کی تحریک چلی تو آپ تن من دھن کی بازی لگا کر میدان میں آئے۔ مسجد کی واگزاری کیلئے یکم ستمبر کو راولپنڈی میں ایک کانفرنس ہوئی جس میں آپ کو امیر ملت اور مولانا محمد اسحاق مانسہروی کو نائب امیر ملت منتخب کیا گیا۔ بیعت امارت سب سے پہلے علامہ عنایت اللہ المشرقی (ف ۱۹۱۲ء) نے کی۔

امیر ملت منتخب ہونے کے بعد آپ نے مندرجہ ذیل اعلان جاری فرمایا:۔

① مجھے ایک لاکھ سرفروش جانباز درکار ہیں۔

② ایک روپیہ فی کس کے حساب سے ایک لاکھ روپیہ بیت المال کے لیے درکار ہے۔

(۳) تمام بازاری عورتیں پیشہ ترک کردیں اور شرعی نکاح کر کے رمضان المبارک سے پہلے پہلے گھروں میں بیٹھ جائیں۔

(۴) مسلمان تجارت اپنے ہاتھ میں لے لیں۔

رات کو مسجد انگورا محلہ امام بارہ راولپنڈی میں آپ کی صدارت میں ایک سو سے زائد نمائندگانِ قوم کا اجتماع ہوا اور آپ کی باوقار قیادت میں انگریز حکمرانوں سے ٹکر لینے کا باتفاق رائے فیصلہ ہوا۔ تمام پولیس کو اجلاس سے باہر نکال دیا گیا تو ڈی سی (D.C.) کا حکم آیا کہ ڈی ایس پی (D.S.P.) لازماً اجلاس میں شریک رہے گا ورنہ ہم طاقت استعمال کریں گے۔ اس موقع پر حضرت امیر ملت نے جس قدر جرأت و پامردی کا ثبوت دیا۔ اُس کی مثال شاذ ہی ملتی ہے۔ تحریک پاکستان کے نامور سپاہی سید غلام مصطفےٰؒ خالد گیلانی آف راولپنڈی اپنے ایک مضمون مطبوعہ ماہنامہ انوار الصوفیہ، قصور بابت اگست ۱۹۷۵ء صفحہ نمبر ۳۰ پر لکھتے ہیں کہ:

"یہ مرحلہ امیر ملت بننے کے چند گھنٹے بعد پیش آیا۔ اس آزمائش میں تمام ذمہ داری حضرت امیر ملتؒ پر ڈال دی گئی اور حضرت نے ایک عظیم مجاہد کی طرح اپنے نیلی پوش کفن بردوش رضاکاروں کو حکم دیا کہ اجلاس میں موجود ڈی ایس پی خفیہ پولیس کو مسجد انگورا کی حدود سے خارج کر دیا جائے۔ پھر دیکھا جائے گا کہ انگریز کیا کرتا ہے۔ الغرض حکم کی تعمیل کی گئی اور ڈی ایس پی کو مسجد کی حدود سے نکال باہر کیا۔ اس جرأت مندانہ اقدام سے اجلاس میں غیر معمولی جوش و خروش پیدا ہو گیا اور تمام لیڈروں نے امیر ملت کے حکم پر کٹ مرنے کی بیعت کی۔"

اس کے چند روز بعد لاہور میں گولی چلنے کی خبر پہنچی تو آپ بے چین ہو گئے، کیونکہ ؎

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیرؔ   سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے (امیر مینائی)

؎ اخوت اس کو کہتے ہیں چبھے کانٹا جو کابل میں   تو ہندوستان کا ہر پیر و جواں بیتاب ہو جائے (اقبالؒ)

آپ فوراً عازم لاہور ہوئے۔ جب راولپنڈی اسٹیشن پر پہنچے تو مسلمانوں میں بہت جوش و خروش پیدا ہوا۔ فضا نعرۂ تکبیر و رسالت سے گونج اُٹھی۔ ڈپٹی کمشنر راولپنڈی نے آپ کو روکنا چاہا مگر ایس پی نے اُسے سمجھایا کہ راولپنڈی کو لاہور نہ بناؤ اور حضرت کو لاہور جانے دو۔ لاہور والے

جانبیں اور اُن ناکام۔ حضرت اقدس ٹرین پر سوار ہو کر باوامی باغ لاہور کے اسٹیشن پر اُترے اور سیدھے کوچہ فقیر خانہ پہنچ گئے۔ باقی ہمراہی لاہور ریلوے اسٹیشن پر جا اُترے۔

۸ نومبر ۱۹۳۵ء کو بادشاہی مسجد لاہور سے آپ کی قیادت میں پانچ لاکھ جانبازوں کا ننگی تلوار کے ساتھ شاندار اور عدیم النظیر جلوس نکلا۔ جس کا نظارہ چشم فلک نے کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ جب آپ صحن مسجد سے جلوس کی قیادت کیلئے اُترے تو مسلمان دیوانہ وار خیر مقدم کے لیے آپ کی طرف لپکے۔ حکومت اور غیر مسلموں کو خدشہ تھا کہ کہیں فساد نہ ہو جائے لیکن نظام ایک مرد حقیقت آگاہ کے ہاتھ میں تھا لہٰذا فساد کیسے ہو سکتا تھا۔ یہ جلوس بخیر و خوبی دہلی دروازہ پہنچکر ختم ہو گیا۔

اس عدیم المثال جلوس میں حضرت اقدس کے صاحبزادگان اور متوسلین کے علاوہ برصغیر کی مشہور شخصیتوں مثلاً مولانا حامد رضا خاں بریلوی (ف ۱۹۴۳ء) حضرت شاہ عبد القدیر بدایونی (ف ۱۳۷۹ھ) حضرت مخدوم سید صدر الدین گیلانی ملتانی (ف ۱۹۴۶ء) مولانا شوکت علی (ف ۱۹۳۸ء) ڈاکٹر خان صاحب (ف ۱۹۵۸ء) ڈاکٹر محمد عالم بیرسٹر (ف ۱۹۴۷ء) ملک لال خان (ف ۱۹۷۶ء) میر غلام بھیک نیرنگ (ف ۱۹۵۲ء) مولانا مظہر الدین شیر کوٹی ایڈیٹر "الامان" دہلی (ف ۱۹۳۹ء) خالد لطیف گابا (ف ۱۹۸۱ء) میاں محمد صادق ایم ایل سی امرتسری (ف ۱۹ ء) حاجی رب نواز خاں میونسپل کمشنر قصور (ف ۱۹۶۳ء) نے شرکت کی۔

دہلی دروازہ کے باہر رات کو ایک عظیم الشان جلسہ عام منعقد ہوا۔ جس میں مختلف مقررین کے بعد آپ نے عدیم المثال خطبۂ صدارت ارشاد فرمایا جو درج ذیل ہے:۔

"میرے عزیزو! میں جانتا ہوں کہ تمہارے دل مسجد شہید گنج کی شہادت کی وجہ سے مجروح ہیں اور آپ اس کی واگزاری کیلئے مضطرب ہیں اور چاہتے کہ وہاں دوبارہ نعرۂ تکبیر بلند ہو۔ اگر آپ اتفاق اور یکجہتی سے کام کریں گے تو کامیابی آپکے قدم چومے گی۔ میں نے اجمیر شریف اور دیگر مقامات کا سفر کرکے اپنے خیالات پیش کیے۔ کانپور کی جمعیت علماء کے اجلاس میں شرکت کی جہاں تمام اکابر قوم جمع ہوئے۔ فقیر نے دوسرے شہروں میں دورے کیے اور وہاں کے مقتدر

مسلمانوں پر پنجاب کے مسلمانوں کا نقطۂ نظر پیش کیا۔ مقامِ شکر ہے کہ فقیر نے ہر مسلمان کو اپنا ہمنوا پایا۔ فقیر کو اُمید ہے کہ مسلمان اپنے مدعا میں کامیاب ہوں گے۔ فقیر نے حکومت سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ مسلم اخبارات کی منضبط شدہ زرِ ضمانت کی واپسی، نظربندانِ اسلام کی غیر مشروط رہائی اور مسجد شہید گنج کی واگزاری منظور کرے۔ فقیر کو اس امر کا سخت صدمہ ہے کہ حکومت نے ابھی تک مسلمانوں کے مطالبات پر توجہ نہیں دی۔ یہ مسلمانوں کا مذہبی معاملہ ہے جس میں صوفیائے کرام اور گوشہ نشین آ گئے ہیں اور یہ تحریک کبھی ختم نہ ہو گی۔ مسلمانوں کے دلوں میں جو ناسور پیدا ہو چکا ہے اُس کا اندمال مسجد کی واگزاری سے ہی ہو سکتا ہے۔

ہم نے حکومت کے ایما پر قانونی کارروائی بھی شروع کر دی ہے اور دیوانی دعوے شروع کر دیئے ہیں جن کی پیروی ڈاکٹر محمد عالم صاحب کر رہے ہیں۔ اب ہمیں دیکھنا ہے کہ حکومت اپنا وعدہ کس شکل میں پورا کرتی ہے اور اس سلسلہ میں وہ کیا کچھ کر رہی ہے۔

عزیزو! فقیروں نے یہ مطالبہ کیا تھا کہ دس لاکھ والنٹیر بھرتی کرو، بیت المال کا قیام امن میں لاؤ اور دارالقضاۃ کی تکمیل کرو۔ میں خوش ہوں کہ میری صدا پر تم لبیک کہہ کر اپنے فرض سے سبکدوش ہو رہے ہو۔ یہ کام جاری ہے مگر ارکانِ حکومت کی طفل تسلیاں تساہل برتنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔ میں تمہارا فرض یاد دلاتا ہوں کہ میرے حکم کی تعمیل کرو۔ جو کچھ ہو رہا ہے، ہونے دو اور جو ہونا ہوگا تمہارے سامنے آ جائے گا۔ کسی اُمیدِ موہوم پر نہ بیٹھے رہو، اپنا کام کئے جاؤ، اللہ تمہارے ساتھ ہے۔"

حضرت اقدس کے اس ایمان افروز اور باطل سوز خطاب کے بعد قراردادیں منظور کی گئیں اور پھر دعائے خیر کے ساتھ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

تحریک شہید گنج میں آپ کی سرفروشانہ خدمات سے متاثر ہو کر مولانا عبدالمجید سالک (ف ۱۹۵۹ء) مدیر "انقلاب" لاہور نے یہ شعر کہا تھا۔ ؎

چلے پیرِ طریقت بھی کفن باندھے ہوئے سر سے
جنودِ کفر سے اسلام کی پیکار ہے ساقی

تحریکِ پاکستان میں قائدِ اعظم اور مسلم لیگ کو آپ کا پورا پورا تعاون حاصل رہا۔ ۱۹۳۸ء میں جب بڑے بڑے جبہ و دستار پوش علماء، انگریز حکومت اور کانگرس کے حاشیہ بردار بن کر "ملت از وطن است" کا نعرہ لگا رہے تھے تو آپ نے ببانگِ دہل مسلم لیگ اور نظریۂ پاکستان کی حمایت کی اور قائدِ اعظم کو مکمل تعاون کا یقین دلایا جس کی پاداش میں آپ کو گوناگوں مخالفتوں تکلیفوں اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔

۱۹۳۹ء میں جب کانگرس کے سیاسی مقابلے میں مسلم لیگ کو فتح نصیب ہوئی اور کانگرس وزارت سے مستعفی ہو گئی تو حضرت قائدِ اعظم نے جمعۃ المبارک ۲۳ ستمبر ۱۹۳۹ء کو "یومِ نجات" قرار دیکر اسلامیانِ ہند سے بعد نمازِ جمعہ بارگاہِ عزوجل میں نفلِ شکرانہ پیش کرنے کی اپیل کی تو آپ نے علی پور سیداں دسیال کوٹ میں شایانِ شان "یومِ نجات" منانے کا اہتمام فرمایا اور مسجد میں کثیر جماعت کے ساتھ نمازِ جمعہ ادا کرنے کے بعد دوگانہ شکرانہ ادا فرمایا اور اپنے مخصوص دلپذیر انداز میں حاضرین سے خطاب کیا اور "یومِ نجات" کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:-

"دو جھنڈے ہیں، ایک اسلام کا، دوسرا کفر کا۔ مسلمانو! تم کس جھنڈے کے نیچے کھڑے ہو گے؟ حاضرین نے باآوازِ بلند جواب دیا کہ اسلام کے! پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ جو کفر کے جھنڈے تلے کھڑا ہوا کیا تم اُس کے جنازے کی نماز پڑھو گے؟ حاضرین نے انکار کیا۔ پھر آپ نے استفسار فرمایا کہ کیا تم اُس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرو گے؟ حاضرین نے بالاتفاق کہا، نہیں! ہرگز نہیں! اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اس وقت اسلامی جھنڈا مسلم لیگ کا ہے، ہم بھی مسلم لیگ کے ساتھ ہیں اور سب مسلمانوں کو مسلم لیگ میں شامل ہونا چاہیئے۔"

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو قرار دادِ پاکستان منظور ہوئی تو آپ نے علی الاعلان مسلم لیگ کی حمایت اور استحکام کیلئے کام شروع کر دیا اور سفر و حضر میں تلقین فرمانے لگے کہ سب مسلمانوں کو مسلم لیگ کے پرچم تلے جمع ہو جانا چاہیئے۔

۱۹۴۳ء میں جب قائدِ اعظم پر قاتلانہ حملہ ہوا تو آپ اُس وقت حیدر آباد دکن میں فروکش تھے۔ وہاں سے آپ نے اپنے خلیفۂ خاص حضرت بخشی مصطفیٰ علی خان (ڈی ایس پی بنگلور

رف ۱۹۴۷ء) کے ہاتھ مزاج پُرسی کا خط لکھا اور مندرجہ ذیل تحائف بھی ارسال فرمائے

① نادر قلمی نسخہ قرآنِ مجید ② تسبیح

③ مخملی جانماز ④ شال

⑤ آبِ زمزم کی زمزمی ⑥ متفرق اشیاء

اپنے مکتوبِ گرامی میں حضرتِ اقدسؒ نے سلام و دعا کے بعد قائدِ اعظمؒ کو یہ تحریر فرمایا:

”قوم نے مجھے امیرِ ملت مقرر کیا ہے اور پاکستان کے لیے جو کوشش آپ کر رہے ہیں، وہ میرا کام ہے لیکن میں اب سو سال سے زیادہ عمر کا ضعیف و ناتواں شخص ہوں۔ میرا بوجھ جو آپ پر پڑا ہے، اُس میں آپکی امداد کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں، آپ مطمئن رہیں۔ نمرود کی دشمنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کی، فرعون کی دشمنی حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے دین کی، ابو جہل کی دشمنی ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی ترقی کا باعث ہوئی ہے۔

اب جو یہ حملہ آپ پر ہوا ہے، آپ کی کامیابی کے لیے نیک فال ہے۔ آپ کو میں مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے، آپ کو حصولِ مقصد میں خواہ کتنی ہی دشواری کا سامنا ہو آپ بالکل پرواہ نہ کریں اور پیچھے نہ ہٹیں، جس شخص کو اللہ کامیاب فرمانا چاہتا ہے، اُس کے دشمن پیدا کر دیتا ہے۔

مَیں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپکے دشمنوں کو ذلیل و خوار کرے میں اور میرے تمام یارانِ طریقت آپکے معاون و مددگار رہیں گے۔ آپ بھی عہد کریں کہ آپ اپنے مقصد سے ذرہ بھر نہیں ہٹیں گے۔“

بخشی صاحب خط اور تحائف لے کر بمبئی گئے۔ مالابار ہل پر قائدِ اعظمؒ کی فرودگاہ پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ ڈاکٹروں نے ملاقات پر قدغن لگا رکھی ہے۔ وہ محترمہ فاطمہ جناحؒ سے مل کر خط اور تحائف اُن کو دے آئے اور واپس آکر تفصیل اور خیریتِ مزاج سے حضرت امیرِ ملت کو مطلع کیا۔ چند روز بعد قائدِ اعظمؒ کا خط آیا جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ:-

"جب آپ جیسے بزرگوں کی دعا میرے شامل حال ہے تو میں اپنے مقصد میں ابھی سے کامیاب ہوں اور آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میری راہ میں کتنی ہی تکلیفیں کیوں نہ آئیں میں اپنے مقصد سے کبھی پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ آپ نے قرآن شریف اس لیے عنایت فرمایا ہے کہ میں مسلمانوں کا لیڈر رہوں۔ جب تک قرآن اور دین کا علم نہ ہو، کیا لیڈری کر سکتا ہوں! میں وعدہ کرتا ہوں کہ قرآن شریف پڑھوں گا، انگریزی ترجمے میں نے منگوا لئے ہیں، ایسے عالم کی تلاش میں ہوں جو مجھے انگریزی میں قرآن کی تعلیم دے سکے۔ جا نماز آپ نے اس لئے عطا کی ہے کہ جب میں اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں مانتا تو مخلوق میرا حکم کیوں مانے گی؟ میں وعدہ کرتا ہوں کہ نماز پڑھوں گا۔ تسبیح آپ نے اس لئے ارسال کی ہے کہ میں اس پر درود شریف پڑھا کروں، جو شخص اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت طلب نہیں کرتا، اس پر اللہ کی رحمت کیسے نازل ہو سکتی ہے، میں اس اشارے کی تعمیل بھی کروں گا۔"

۱۹۴۴ء میں آپؒ سری نگر (کشمیر) تشریف لے گئے تو قائدِ ملت چوہدری غلام عباس[1] (ف ۱۹۶۷ء) جو آپؒ کے مرید صادق تھے، قائدِ اعظمؒ کو ساتھ لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؒ نے قائدِ اعظمؒ کی پُر تکلف دعوت کی اور انواع و اقسام کے ۵۴ کھانے دستر خوان پر چُنے گئے، کشمیری رواج کے مطابق آخر میں گشتابہ نامی کھانا بھی پیش کیا گیا، اس کیلئے گوشت کو میٹھے میں پکایا جاتا ہے۔ دعوت سے فارغ ہوئے تو آپؒ نے قائدِ اعظمؒ کی کامیابی کی پیش گوئی فرمائی اور دو جھنڈے عطا فرمائے۔ اُن میں ایک جھنڈا سبز تھا اور دوسرا سیاہ، نقد روپیہ بھی دیا۔ پھر فرمایا کہ سبز جھنڈا، مسلم لیگ کا ہے اور دوسرا کفر کا۔ بعد ازاں ندا اور اشتہارات کے ذریعے مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان فرمایا۔ چنانچہ آپؒ کی اس پیشگوئی پر کامل یقین کرتے ہوئے قائدِ اعظمؒ نے لاہور کے ایک عظیم الشان اجتماع میں کہا تھا کہ:-

"میرا ایمان ہے کہ پاکستان ضرور بنے گا کیونکہ امیرِ ملت مجھ سے فرما چکے ہیں کہ پاکستان ضرور بنے گا اور مجھے یقین واثق ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی

---

[1] چوہدری غلام عباس کے تفصیلی حالات کے لیے احقر کی کتاب "اکابر تحریکِ پاکستان اور فدایانِ امیرِ ملت" دیکھی جا سکتی ہے (مقصودی)

زبان مبارک کو ضرور سچا کریں گے۔

۱۹۴۵ء میں جب کانگرسی علماء نے پاکستان کی مخالفت میں سر دھڑ کی بازی لگا رکھی تھی تو حضرت امیر ملتؒ نے قیام پاکستان کی حمایت میں ملک کے کونے کونے کے دورے کیے اور قائداعظمؒ کے حق میں فضا سازگار بنائی۔ جامع اور مدلل تقاریر سے متاثر ہو کر لوگ کانگرس سے الگ ہو کر مسلم لیگ میں شامل ہونے لگے تو بمصداق "کھسیانی بلی کھمبا نوچے" جمعیت علماء ہند، مجلس احرار اور جماعت اسلامی نے قائداعظمؒ کی ذات والا صفات پر گھناؤنے اور رکیک حملے شروع کر دیئے، تب آپؒ نے پنجاب مسلم لیگ کے اجلاس عام کی صدارت کرتے ہوئے فرمایا:۔

"دو قومی نظریہ سب سے پہلے سر سید رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کیا تھا اور اقبال مرحوم نے اپنے کلام کے ذریعے قوم کو متاثر کیا۔ اب قائداعظمؒ نے اسی دو قومی نظریے کے بار آور ہونے کے لیے مسلمانوں کا علیحدہ وطن قائم کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ قاعدہ اور اصول یہ ہے کہ ہر شخص اپنے مقدمے کی پیروی کیلئے قابل و تجربہ کار وکیل تلاش کرتا ہے، بلاتمیز غیرے کہ وہ وکیل ہندو ہے یا مسلمان یا عیسائی۔ اب ہمارا مقدمہ انگریز اور ہندو کے ساتھ ہے، مسلمانوں نے قائداعظمؒ کو اس مقدمے کا وکیل بنالیا ہے اور پھر ان کی ذات پر کیچڑ اچھالنا اور رکیک و سوقیانہ حملے کرنا کیا معنی ہے ماسوائے ذاتی کدورت و حسد کے، یہ تو ایک اصول کی بات تھی، اب رہی میری عقیدت، اگر چراغ لیکر ڈھونڈوں تو مجھے ہندوستان میں ایک بھی جناح صاحب ایسا ایمان والا مسلمان نظر نہیں آتا جو ایسی خدمت اسلام بجالا رہا ہو۔"

جنوری ۱۹۴۶ء میں اسلامیہ کالج لاہور میں جمعیت علماء اسلام پنجاب کا ایک اجلاس آپؒ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ آپؒ نے صدارتی تقریر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

"حکومت اور کانگریس دونوں کان کھول کر سن لیں کہ اب مسلمان بیدار ہو چکے ہیں۔ انہوں نے اپنی منزل مقصود متعین کر لی ہے۔ اب دنیا کی کوئی طاقت ان کے مطالبۂ پاکستان کو ٹال نہیں سکتی۔ بعض دین فروش نام نہاد لیڈر مسٹر جناح کو گالیاں دیتے ہیں لیکن انہوں نے آج تک کسی کو برا نہیں کہا۔ یہ ان کے سچا رہنما ہونے کا ثبوت

ہے۔ خاکساروں نے مجھے قتل کی دھمکیاں دی ہیں، میں انہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں سیّد ہوں اور سیّد کبھی موت سے نہیں ڈرتا۔"

اس کے بعد آپؒ نے اپنے مریدوں اور حلقہ بگوشوں سے ارشاد فرمایا کہ وہ مسلم لیگ کے امیدواروں کو ووٹ دیں۔

حضرت امیرِ ملتؒ کی اس تقریرِ دلپذیر کے بارے میں زبدۃ الحکماء حکیم آفتاب احمد قرشی (ف ۱۹۸۱ء) اپنی کتاب کاروانِ شوق کے صفحہ ۲۳۴ پر اپنے تاثرات یوں بیان کرتے ہیں:۔

"حضرت امیرِ ملتؒ نے تقریر کی ابتداء کی تو ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے شبنم غنچوں پر گر رہی ہے۔ چند منٹ بعد حضرت جوش و خروش سے خطاب کر رہے تھے اُن کی تقریر نے نوجوانوں کے سینوں کو جذبہ و جوش سے بھر دیا۔ حضرت امیرِ ملتؒ نے برطانوی سامراج اور اُن کے حاشیہ برداروں کو دعوتِ مبارزت دی۔ حضرت نے اعلان فرمایا کہ پاکستان کی جنگ کفر و اسلام کی جنگ ہے، حق و باطل کی آویزش ہے اور نور و ظلمت کی معرکہ آرائی ہے۔ کانفرنس سے حضرت کے تاریخی اور ولولہ انگیز خطاب سے پنجاب میں ایک نئے دَور کا آغاز ہوا ظلمت کے بادل چھٹ گئے اور امید کا آفتاب طلوع ہوا۔ جنگِ پاکستان کا پہلا مورچہ مسلمانوں نے جیت لیا۔"

۲۷ اپریل ۱۹۴۶ء کو آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کا فقید المثال اجلاس شروع ہوا تو کانگرسی علماء نے اپنے ایجنٹ بھیجکر اجلاس کو درہم برہم کرنے کی سازش تیار کی، ایک قرارداد ترتیب دی جس میں قائدِ اعظمؒ کو کافر، ملعون اور مرتد قرار دیا گیا۔ جب آپ جلسہ گاہ میں تشریف لا رہے تھے تو کسی نے راستہ میں اس کی خبر دے دی۔ آپ جلسہ گاہ پہنچے تو آپؒ کی صدارت کے اعلان کے بعد جلسہ کی کارروائی کا آغاز ہوا۔ تلاوتِ کلامِ مجید کے بعد آپؒ یک لخت پورے جوش کیساتھ جلسہ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا:۔

" جناح کو کوئی کافر کہتا ہے، کوئی مرتد بتاتا ہے، کوئی ملعون ٹھہراتا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ وہ ولی اللہ ہے! آپ لوگ اپنی رائے سے کہتے ہیں لیکن میں قرآن و حدیث کی رو سے کہتا ہوں۔"

اس موقعہ پر آپؒ نے یہ آیۂ کریمہ تلاوت فرمائی :۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا ۝ (سورۂ مریم آیت ۹۶)

"جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں پیدا کرتا ہے محبت انکی"

اس کے بعد آپؒ نے فرمایا کہ :۔

"تم بتلاؤ، ہے کوئی مائی کا لال مسلمان جس کے ساتھ ہندوستان کے دس کروڑ مسلمان قائدِ اعظمؒ ایسی والہانہ محبت رکھتے ہوں؟ یہ تو قرآن کا فیصلہ ہے اب رہی میری عقیدت، تم اُس کو کافر کہو، میں اُس کو ولی اللہ کہتا ہوں"

آپؒ کے اِن دندان شکن دلائل کے سامنے کسی کو بولنے کی جرأت نہ ہو سکی۔

۱۹۴۶ء کے انتخابات کا مرحلہ آیا تو آپؒ نے جس قدر سرگرمی دکھائی، عقل و خرد اُس کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے۔ آپؒ نے بنفسِ نفیس ہندوستان بھر کے دورے فرمائے، اشتہارات چھپوائے اور اخبارات میں فتویٰ شائع کروایا کہ :۔

"جو شخص مسلم لیگ کو ووٹ نہیں دے گا، اُس کا جنازہ مت پڑھو اور ایسے مسلمانوں کے قبرستان میں مت دفن ہونے دو"

بالآخر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور نبیٔ رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ عنایت کے طفیل آپؒ کی پُرخلوص مساعی رنگ لائیں اور ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو ہمیں سورج سے بھی روشن منزل پاکستان کی شکل میں مل گئی۔

آپؒ کی حق گوئی و بے باکی ایک مسلّم امر ہے۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ :۔

"سیّد کے معنی یہ ہیں کہ جو سوائے خدا کے کسی سے نہ ڈرے"

چنانچہ حضرتِ اقدس کی ساری زندگی حق گوئی و بے باکی کی آئینہ دار ہے۔ آپ باطل کے لیے برہنہ تلوار تھے۔ ذیل میں اسی نوع کے چند واقعات پیشِ خدمت ہیں :۔

① حیدر آباد دکن میں مجلسِ میلاد بمقام بنی خانہ خیر المبینؒ منعقد تھی۔ ہزارہا لوگ شریکِ محفل تھے۔ آپ اپنے مخصوص انداز میں تقریر فرما رہے تھے کہ میر عثمان علی خاں والیٔ دکن (ف ۱۹۶۷ء) اپنی جواں سال شہزادیوں کو لیکر مسجد میں داخل ہو گئے۔ آپؒ نے موضوع بدل کر پردہ کے متعلق شرعی

احکام سنانا شروع کر دیئے تو کسی نے عرض کیا کہ حضور نظام تشریف فرما ہیں۔ آپؒ نے فرمایا کہ "یہاں نظام ہو یا غلام سب برابر ہیں"۔ آپؒ نے ایسی مؤثر تقریر فرمائی کہ شہزادیاں تا زیست باپردہ رہیں۔

(۲) حضرت مولانا مولوی خیر المبینؒ رحمۃ اللہ علیہ کا جب انتقال ہوا تو اُن کی وصیت کے مطابق نمازِ جنازہ حضرت امیرِ ملتؒ نے پڑھائی۔ تدفین کے وقت مہاراجہ کشن پرشاد وزیرِ اعظم حیدرآباد دکن بھی مسلمانوں کے ساتھ مل کر قبر پر مٹی ڈالنے کے لیے بڑھا تو آپؒ نے ناراض ہو کر کہا:۔

> "اوہ مردود! دُور ہو، کیا مسلمان مر گئے ہیں کہ ایک کافر مسلمان کی میّت کو مٹی دے رہا ہے"

ہزاروں کے اجتماع میں وزیرِ اعظم نہایت شرمندہ ہوا اور مسلمانوں کی صف سے باہر نکل گیا۔

(۳) سعودی حکومت کے برسرِ اقتدار آنے کے بعد جب آپ حج کے لیے تشریف لے گئے تو ابنِ سعود نے ایک خاص ایلچی کے ذریعے آپؒ کو مدعو کیا۔ چونکہ آپؒ کو ابنِ سعود (ف ۱۹۵۳ء) سے اختلافِ مسلک و عقائد تھا لہٰذا آپؒ نے یہ دعوت سختی سے رد فرما دی۔

(۴) ۱۹۱۹ء میں جنرل ڈائر نے جلیانوالہ باغ امرتسر کے اجلاس میں مشین گن سے فائرنگ کر کے ہزاروں انسانوں کو ہلاک کر دیا تو عیار انگریزی حکومت نے مسلمانوں کی اشک شوئی کے لیے ایک محضر نامہ تیار کر کے پنجاب کے مشہور سجادہ نشینوں سے دستخط کروائے۔ لیکن حضرت امیرِ ملتؒ نے یہ کہہ کر دستخط کرنے سے انکار کر دیا کہ:۔

> "وہ باطل کی حمایت کسی قیمت پر نہیں کر سکتے"

(۵) مارچ ۱۹۲۳ء میں حضرت امیرِ ملتؒ، دہلی میں حضرت شاہ ابو الخیر نقشبندی مجددیؒ کے چہلم پر تشریف لے گئے۔ اس مبارک تقریب میں ہندوستان کے مشاہیر نقشبندی سجادگان رونق افروز تھے۔ شاہِ کابل امیر امان اللہ خاں، حضرت شاہ ابو الخیرؒ کے حلقۂ ارادت میں شامل تھا۔ بدیں وجہ تقریب کا اہتمام و انتظام سفیرِ کابل سردار غلام حیدر خاں کے ہاتھ میں تھا جو

صاحبزادگان (حضرت ابوالخیر کے صاحبزادگان) کی مجوزّہ مسند پر جوتوں سمیت پھرتا تھا حضرت امیرِ ملتؒ مسند کے دائیں طرف جلوہ افروز تھے۔ آپؒ نے جب اُس گستاخ سفیر کو جوتوں سمیت پھرتے دیکھا تو نہایت جلال سے فرمایا "یہ کون ہے؟" کسی نے کہا "سفیر کابل"۔ اس پر آپؒ نے فرمایا:۔

" فقیر کی مسند پر دُنیا کے کتّے کا جُوتے سمیت پھرنا مَیں برداشت نہیں کرسکتا۔ ایسا بے ادب میری آنکھوں کے سامنے نہ آئے ورنہ میں یہاں سے اُٹھ کر چلا جاؤں گا"۔

چنانچہ سفیرِ کابل باقی تقریب میں سامنے نہ آیا اور حضور امیرِ ملتؒ نے اپنے دستِ مبارک سے صاحبزادگان کی دستار بندی فرمائی۔ ۵

اُن کی نظر میں شوکت جچتی نہیں کسی کی
آنکھوں میں بس رہا جس کی جلال تیرا

(۶) ۱۹۲۴ء میں آپؒ بمبئی سے بذریعہ ٹرین پنجاب واپس آرہے تھے کہ راستہ میں مسیح الملک حکیم اجمل خاں (ف ۱۹۲۷ء) نے آپ سے مولانا ابوالکلام آزاد (ف ۱۹۵۸ء) کا تعارف کرایا۔ آپ نے ابوالکلام آزاد سے فرمایا کہ:۔

" آپ ہندو مسلم اتحاد کا نعرہ بلند کر رہے ہیں۔ ہندو شردھانند مسلمانوں کو کافر بنانے کی شدھی تحریک بڑی شد و مد سے شروع کیے ہوئے ہیں"۔

یہ سُن کر ابوالکلام آزاد نے نہایت طنز سے کہا کہ "شاہ صاحب! تیرہ سو برس سے آپ ہندو کو مسلمان بناتے آرہے ہیں، اُن کا بھی حق ہے کہ وہ اپنے دھرم کا پرچار کریں"۔ اس غیر متوقع جواب پر آپؒ نے فرمایا:۔

"مسلمانوں کے دلوں سے متاعِ ایمان چھینی جائے اور ہم خاموش تماشائی بنے بیٹھے رہیں۔ یہ دینی حمیّت کے خلاف ہے اور قیامت کے روز خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مُوجبِ رسوائی ہے"۔

یہ سُن کر ابوالکلام آزاد پر سناٹا چھا گیا اور تمام راستہ میں دہلی تک کوئی کلام نہ کیا۔

آپؒ نے بے شمار مساجد تعمیر کرائیں۔ ۱۳۳۹ھ/۲۱-۱۹۲۰ء میں علی پور سیداں شریف

میں ”مسجد نور“ کے نام سے ایک عدیم المثال مسجد تعمیر کرائی جو آج بھی اپنے صوری کمالات کی بنا پر تمام ملک میں مشہور و معروف ہے۔ اُس وقت کے ارزانی کے دَور میں اس پر چھ لاکھ روپیہ صرف ہوا تھا۔ دروازے صندل کی لکڑی کے بنوائے گئے تھے جن پر ہاتھی دانت کا کام کیا گیا تھا۔ مسجد میں چھت پر وہیل مچھلی کا ۲۱ فٹ لمبا کانٹا خوبصورتی کے لیے لگایا گیا تھا۔ آپؒ کے خلیفۂ خاص حضرت شیخ محمد ابراہیم آزاد بیکانیریؒ (ف ۱۹۴۷ء) نے مسجد کی تیاری پر مندرجہ ذیل قطعۂ تاریخ کہا۔ ؎

خدا رکھے سلامت قبلہ شاہ جماعت کو   کہ جنکی ہمتِ والا سے ایسی بن گئی مسجد
دعا آزادؔ کے دل سے جو نکلی ہو گئی تاریخ   ”رہے آباد یہ شاہ جماعت قبلہ کی مسجد
۷
۱۳۳۲ھ
۷
۱۳۳۹ھ

آپؒ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اطاعتِ خداوندی اور غلامیٔ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں بسر ہوا ہے۔ آپؒ بعد از نمازِ فجر تا اشراق اور بعد از نمازِ عصر تا مغرب دنیاوی بات بالکل نہیں کرتے تھے اور بعد نمازِ عصر ختم شریف حضرت خواجہ محمد معصومؒ ہمیشہ پڑھا کرتے تھے۔ تہجد کی نماز کبھی قضا نہیں ہوئی۔ تمام یارانِ طریقت کو بھی تہجد پڑھنے کی تلقین فرماتے تھے۔ طالب علموں کے ساتھ بہت محبت سے پیش آتے تھے۔ جب کوئی بزرگ آپ کے پاس آتا تو اسے اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ جب آپ کسی بزرگ کے پاس جاتے تو دو زانو ہو کر بیٹھتے تھے۔ حق گوئی و بے باکی آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔

آپؒ کا قد مبارک موزوں، قدرے بلند، جوانی میں اعضا مضبوط، سڈول و متناسب تھے، مگر ضعیفی میں لاغر و نحیف ہو گئے تھے۔ رنگ گندم گوں مائل بہ سفیدی مگر چہرہ مبارک عالمِ شباب میں سُرخ انار کی طرح چمکتا تھا۔ سر بڑا، پیشانی کشادہ و بلند اور اس پر ہلکا سا سجدوں کا نشان۔ آنکھیں بڑی اور روشن۔ پتلی سُرخی مائل، کبھی کبھی ایک آنکھ دبا کر دیکھتے تھے۔ بینی مبارک بلند و باریک، لب سُرخ و پتلے، دہن مبارک متوسط و خوبصورت۔ دندان مبارک سفید و موزوں گویا موتیوں کی لڑی، مسکراتے وقت نہایت بھلے معلوم ہوتے تھے۔ مسکراہٹ آپ کی ہنسی تھی۔ کھلکھلا کر کبھی نہیں ہنستے تھے۔ نوّے سال کی عمر تک تمام دانت موجود تھے اور مضبوط لیے

خرد گنے چھیل کر کھاتے۔ ریش مبارک کثیر اور اس پر حنائی رنگ۔ داڑھی اور سر پر ہمیشہ مہندی لگاتے۔ سر کے بال ہمیشہ مقصّر رکھتے۔ شانے کشادہ، ہاتھ لمبے، انگلیاں پتلی و دراز، سینہ فیض گنجینہ کشادہ، کمر پتلی، پاؤں مضبوط مگر آخری عمر میں چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تھے۔ آواز بلند، تقریر دلپذیر جس کا ایک ایک لفظ سمجھا جا سکتا تھا۔ تقریر میں امثال و مشاہدات زیادہ بیان فرماتے۔ آنجناب کے چہرۂ اقدس سے ایسا رعب و داب نمایاں تھا کہ حاضرین ہمیشہ اس وجہ سے با ادب و خائف رہتے تھے۔ آپ کی آمد پر بڑے بڑے آدمی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔

گوشہ کرامت کو یہ کہہ کر واضح کرتا ہوں کہ آپ کی سب سے بڑی کرامت سُنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور دینِ اسلام پر قربان ہونے کا وہ لازوال جذبہ تھا جس نے عمر بھر آپ کو مجاہدانہ کردار پر کمر بستہ رکھا۔

قیام پاکستان کے بعد آپ نے اسلامی آئین کے نفاذ کی پوری پوری کوشش کی۔ جگہ جگہ جلسوں اور یادداشتوں کے ذریعے حکومت کو مقامِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ اور نظامِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کا وعدہ یاد دلایا۔ حضرت پیر صاحب مانکی شریف امین الحسنات (ف ۱۹۶۰ء) اور ضیغم اسلام مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبد الستار خان نیازی (ف ۲۰۰۱ء) نے آپکی ہمنوائی میں ملک بھر کا دورہ کیا مگر افسوس کہ حکومت نے وعدہ پورا نہ کیا جس کا آپؒ کو تادمِ زیست صدمہ رہا۔

آپ کی وفات حسرت آیات ۲۶ ذیقعد ۱۳۷۰ھ / ۳۰ اگست ۱۹۵۱ء بروز جمعرات ایک سو دس برس کی عمر میں ہوئی اور علی پور سیداں میں آخری آرامگاہ بنی۔ بہت سے شعراء نے قطعاتِ تاریخ وفات کہے، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:۔

(۱) از حضرت مولانا ضیاء القادری ——— کراچی

ہوئے واصل بحق وہ پیر طریق　　تھا ولایت کا جن کی ذات پہ حصر
پرتوِ نورِ نقشبند کی شان　　لکھ ضیا۔ "مہدیِ مشائخ عصر"
۱۳۷۰ھ

(۲) حضرتِ مائل بنگلوریؒ ——— بنگلور (انڈیا)

عارفِ حق مرشدِ روشن ضمیر پائے ہیں اب قُربِ ربِّ ذوالجلال
"آہ شیخِ عصرِ موجودہ گئے" کہہ دیا مائلؔ نے یہ سالِ وصال

۱۳۷۰ھ

ارشاداتِ قدسیہ

① ایک وقت بھی اللہ کا لفظ زبان سے نکلا تو زبان کا ذکر ہُوا۔ دل سے ایک مرتبہ اللہ کو یاد کیا تو تین کروڑ پچاس لاکھ مرتبہ ذکرِ زبان کے برابر ہوگا۔ یہ دل کا ذکر ہے۔

سارے جسم کی رگیں تین کروڑ پچاس لاکھ ہیں، دل سے یہ ساری رگیں لگی ہوئی ہیں ایک دفعہ دل سے اللہ کا نام لیا تو ساری رگیں بھی اللہ کا نام لیتی ہیں۔

② دریا میں کشتی پانی کے اوپر تیرتی ہے، جتنا پانی زیادہ ہوگا اتنا ہی کشتی کو آرام ملے گا۔ اگر وہی پانی کشتی میں آگیا تو کشتی ڈوب جائے گی۔ دل کشتی ہے اور دنیا کے رنج وغم پانی۔ سب کی کشتی ڈوبی ہوئی ہے مگر اللہ کے بندوں کی کشتی یعنی ذاکروں کی کشتی تیرتی ہے۔

③ جو لوگ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں، اُن کے لیے خدا تعالیٰ نے جہنم بنائی ہے اور جو آپ کی محبت والے ہیں اُن کے لیے جنت۔ جو لوگ یہ فکر کرتے ہیں کہ ہم مرنے کے بعد جہنم جائیں گے یا جنت میں۔ اُن کو سوچ لینا چاہیئے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں یا اُن کے ساتھ محبت کرنے والے۔

④ کُلُّ جَدِیدٍ لَذِیذٌ، دنیا کی ہر نئی چیز کو پسند کر سکتے ہو مگر دین وہی پرانا، قدیم اختیار کرو جس کو تمہارے باپ دادا نے اختیار کیا۔

⑤ انسان بدعمل ہو تو ہو لیکن خدا کرے بدعقیدہ نہ ہو۔ حدیث شریف ہے کہ کوڑھی سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے۔ بدعقیدہ لوگ دل کے کوڑھی ہوتے ہیں۔ اُن سے بچو بلکہ اِن کے بیٹھنے کی جگہ پر بھی مت بیٹھو۔

⑥ نماز کی فکر کا نام نماز ہے۔ یعنی کوئی شخص کسی کام میں لگا رہے مگر دل اس کا نماز میں ہے کبھی کسی سے پوچھتا ہے کہ کیا وقت ہے کبھی گھڑیال کو دیکھتا ہے کبھی سورج کو دیکھتا ہے کہ میری نماز کا وقت تنگ نہ ہو جائے۔ جب تک ایسی فکر نہ پیدا ہو جائے تو وہ نماز ایک عادت و رسم

ہے جو پوری کر دیتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ وہ فکر نصیب کرے۔

⑦ کسان عمر بھر ہل چلاتا رہے اور بیج نہ ڈالے تو کھیتی ہو سکتی ہے؟ نہیں ہو سکتی۔ ہل چلانا، روزہ نماز، حج ہے اور بیج ڈالنا زکوٰۃ ہے۔ زکوٰۃ ادا نہ کرے تو نماز، روزہ، حج سب بیکار رہے۔

⑧ دو کام کرنے ہوں ایک دین کا، ایک دنیا کا، تو پہلے دین کا کام کرنا چاہیئے۔ خدا تعالیٰ اس کی برکت سے دنیا کا کام بھی پورا کر دیں گے۔

⑨ دعا کے دو پر ہیں۔ اکلِ حلال، صدقِ مقال۔ جو حلال کما کے کھائے اور سچ بولے اس کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔

⑩ جو شخص تم سے مانگتا ہے وہ در اصل تم پر احسان کرتا ہے۔ اس وجہ سے کہ ایک پیسہ تم سے مانگتا ہے اور خدا تعالیٰ اس کا اجر تم کو سات سو تک دیتا ہے۔

⑪ فقط لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پڑھ لیا تو موحد بن گیا، مومن نہیں بنا۔ مومن کب بنے گا؟ جب لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھے گا۔ ہمارے لیے سب سے اعلیٰ اور سب سے افضل نعمت ایمان کی نعمت ہے۔ لا الٰہ الا اللہ تو شیطان بھی پڑھتا ہے پھر اس کو لعنتی کیوں کہتے ہیں شیطان کہتا ہے، اِنِّیۡ اَخَافُ اللّٰہَ رَبَّ الۡعٰلَمِیۡنَ۔ بے شک مجھ کو اللہ کا خوف ہے جو سب کا پروردگار ہے جتنے فرقے دنیا میں ہیں سب توحید کے قائل ہیں۔ بھنگی ہوں یا چوہڑے چمار، عیسائی ہوں یا کوئی اور، مگر ملعون کیوں ہیں؟ اس وجہ سے کہ وہ صرف لا الٰہ الا اللہ پڑھتے ہیں۔ لیکن محمد رسول اللہ نہیں پڑھتے۔

⑫ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک زبان پر آجانے سے تمام عمر کا کفر و شرک اور تمام گناہ مٹ جاتے ہیں۔

⑬ آج کل عام بات مشہور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو حد سے نہ بڑھاؤ، حد سے وہی بڑھا سکتا ہے جس کو حد معلوم ہو، جس کو حد معلوم ہی نہ ہو وہ کیا بڑھائے گا۔ آپ کی حد سوائے خدا تعالیٰ کے کسی کو معلوم نہیں۔ ایک بار کے کلمہ شریف پڑھنے سے تمام عمر کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ اس قدر حد تو ہم کو معلوم ہے

Collection Of Advocate Showkat

محمد مصطفےٰ اے کیفؔ ممدوحِ الٰہی ہیں   بشر کیا، کوئی بھی اُن کا ثناخواں ہو نہیں سکتا
؎ محمد سرِّ قدرت ہے کوئی رمز اس کی کیا جانے   شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے

⑭ محمد رسول اللہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی نعت ہے، جن کو آپ کی نعت اچھی نہیں لگتی، اُن کو چاہیئے کہ کلمہ طیبہ میں محمد رسول اللہ بھی نہ پڑھیں۔

⑮ انبیاء کے جسم کو زمین نہیں کھاتی اور نہ چھوتی ہے۔ انبیاء قبروں میں نماز پڑھتے ہیں سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت قیاس کرو، کیا درجہ ہوگا۔

⑯ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص مجھ پر سلام بھیجے گا میں اُس کے سلام کا جواب دوں گا۔

⑰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا کہ جو شخص محبّت سے درُود شریف پڑھے، اُس کو میں اپنے کانوں سے سُنتا ہوں۔

⑱ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دُنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی بیشک زندہ ہیں اور اپنی نبوّت پر قائم، اپنی اُمّت کی اطاعت و نیکی سے خوش ہوتے ہیں اور گناہ و نافرمانی سے غمگین۔

⑲ شُتر بے مہار منزلِ مقصود کو نہیں پہنچ سکتا ڈنڈے اور مار کھائے گا۔ قطار کا اونٹ خواہ کتنا ہی دُبلا اور بیمار کیوں نہ ہو، ضرور منزل تک پہنچے گا۔

⑳ جسم برتنے کے لیے دیا گیا ہے نہ کہ پالنے اور موٹا کرنے کے لیے۔ ؎
جاگنا ہے تو جاگ لے افلاک کے سایہ تلے   حشر تک سونا پڑے گا خاک کے سایہ تلے

㉑ سر خاک پہ رکھ کر انسان پاک ہو جاتا ہے۔ ؎
کیا حق ہے ہمیں زمیں پر پاؤں رکھنے کا   جب رکھا نہیں سر سجدہ میں کبھی

㉒ بدعقیدہ لوگوں کی صحبت میں نہ رہو بلکہ اُن کے بیٹھنے کی جگہ پر بھی مت بیٹھو۔

㉓ وضو کا پانی جس جگہ لگے گا وہ دوزخ میں نہ جلے گا۔

㉔ ؎ گر بعدِ فقر پھر سگِ دنیا ہوا فقیر!   کمبخت پاک ہو کے پلیدوں میں جا ملا

(۲۳) وضو کا پانی جس جگہ لگے گا وہ دوزخ میں نہ جلے گا۔

(۲۴) گر بعد فقر پھر سگ دنیا ہوا فقیر! کمبخت پاک ہو کے پلیدوں میں جا ملا

(۲۵) قرآن پاک کی سورۃ الحمد شریف کی آیت اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ سے تقلید کا ثبوت اور اس کی ضرورت ثابت ہوتی ہے۔

(۲۶) وَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر تھے۔ یہ حکم صرف ایک پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذہب کی تابعداری کرو، ثابت کرتا ہے کہ امام کی تقلید فرض ہے۔

(۲۷) سب لوگوں کی قبروں میں اندھیرا ہوگا، لیکن تہجد پڑھنے والوں کی قبر میں روشنی ہوگی۔ آیت الکرسی ہر نماز کے بعد اور سورۃ تبارک الذی ہر رات کو پڑھنے کی وجہ سے عذاب ہرگز نہ ہوگا۔

(۲۸) نماز میں جس طرح رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا فرض ہے، اسی طرح آپ کی آل پر بھی درود شریف پڑھنا فرض ہے ورنہ نماز ہی نہیں ہوتی۔

(۲۹) بیش از قسمت و بیش از وقت کچھ نہیں ملتا۔

(۳۰) دل اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کے لیے پیدا کیا ہے نہ کہ پریشانیوں کے لیے پیدا کیا ہے۔

(۳۱) پہلی اُمتوں میں جو لوگ گناہ کرتے تھے اُن کے چہرے مسخ ہو جاتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:- "اللہ پاک، میرے نام لیواؤں کے چہرے نہ بدلیں گے۔

(۳۲) قیامت اُس وقت آئے گی جب کہ اللہ کا کوئی بندہ، اللہ کا نام لینے والا نہ رہے گا۔

(۳۳) بزرگوں کا ادب کرو، اگر وہ ناراض ہو جائیں تو پھر کہیں بھلائی کی اُمید نہیں۔ ایک کا مردود سب کا مردود۔ ایک مرغی کسی انڈے کو گندہ کر دے تو ہزار مرغیوں کے نیچے اس انڈے کو رکھا جائے تو کبھی اُس سے بچہ نہیں ہو سکتا۔

(۳۴) خدا کا کلام خدا ہی کے لیے پڑھو، دنیا کے لیے پڑھنا ایسا ہے گویا لعل دیکر کوڑیاں لینا، یہ اور بات ہے کہ اللہ کے واسطے پڑھنے کے بعد اس کی طفیل میں اللہ تعالیٰ خود دنیا کا فائدہ بھی دے دیں۔

(۳۵) جس میں غیرت نہیں اُس میں ایمان بھی نہیں

(۳۶) دعوت کا قبول کرنا سنّت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تین میل کے فاصلے پر بھی کوئی دعوت دے اور پکی ہوئی معمولی چیز ہو تب بھی اُس کی دعوت میں جانا چاہیئے۔

(۳۷) مدینہ شریف کی حاضری کے زمانہ میں آداب کا لحاظ ضرور رکھنا چاہیئے۔ کم از کم صورت مسلمان کی بنانی چاہیئے۔ کرزن فیشن، فرنچ کٹ وغیرہ سے پرہیز ضروری ہے۔

(۳۸) راہِ خدا میں جو کچھ دینا ہو وہ اپنی زندگی میں اپنے ہاتھ سے دے دینا چاہیئے مرنے کے بعد ہمارے نام پر نہ بیوی دے گی نہ بچّے۔ بلکہ ہماری قبر پر فاتحہ پڑھنے کے لیے آنا مشکل ہوگا۔ ؎

جو کچھ دینا ہے راہِ خدا میں دے اب وقت ہے قاروں ڈھونڈتا ہے قبر میں گدا ملتا نہیں (ذوقؔ)

(۳۹) اگر دس ذاکر ہوں اور ایک غافل تو ذاکر غافل کو بھی نورانی کر دیں گے۔ اللہ کا ذکر کرنے والوں کی صحبت میں رہنے سے اطمینان ملے گا۔

(۴۰) کہا جاتا ہے کہ مرنے کے بعد مُردے کو ثواب نہیں پہنچتا۔ حال یہ ہے کہ روح نہیں مرتا۔ جب روح نہیں مرتا، تو اُسے ثواب کیوں نہیں پہنچتا۔ ؎

مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں حقیقت میں وہ ہم سے جدا ہوتے نہیں
؎ مرنے والوں کی جبیں چمکتی ہے اس ظلمات میں جس طرح تارے چمکتے ہیں اندھیری رات میں (اقبالؔ)

حضرت امیرِ ملّتؒ نے اپنے پیچھے تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی یادگار چھوڑی جن کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

(۱) صدر الافاضل سراج الملّت حضرت پیر سید محمد حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ راقم الحروف کو آپ سے شرفِ بیعت حاصل ہے۔ آپ کے تفصیلی حالات آئندہ صفحات میں آ رہے ہیں۔

(۲) خادم الملّت حضرت پیر سید خادم حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کی ولادت ۱۳۰۷ھ / ۱۸۹۰ء میں ہوئی۔ آپ بڑے عالم، فاضل، متقی اور پرہیزگار تھے۔ دور دور تک تبلیغی دورے فرماتے تھے۔ آپ کی وفات حسرت آیات ۲۱ محرم الحرام ۱۳۷۱ھ بمطابق ۲۲ اکتوبر ۱۹۵۱ء بروز پیر ہوئی۔ اور حضرت امیرِ ملّتؒ کے پہلو میں سپردِ خاک ہوئے۔ ایک

صاحبزادے پیر سیّد نذر حسین شاہ صاحب یادگار ہیں جن کی ولادت اکتوبر/نومبر ۱۹۳۲ء میں ہوئی۔ مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیداں سے سندِ فراغت حاصل کی۔ ۱۹۵۷/۵۸ء میں حضرت سراج الملّت پیر سیّد محمد حسین شاہ علی پوریؒ نے اجازت وخلافت سے نوازا۔ سلسلہ کی خوب خدمت کر رہے ہیں، بڑے مہمان نواز، متواضع اور دلکش شخصیت کے مالک ہیں۔ نرم دم گفتگو اور گرم دم جستجو کے مظہر ہیں۔ (مزید حالات کے لیے حضرت امیر ملّت اور اُن کے خلفاء" اور "تذکرہ اولیائے علی پور سیّداں" دیکھی جا سکتی ہیں۔ قصوری)

③ شمس الملّت حضرت پیر سیّد نور حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء میں ہوئی۔ تاریخی نام "اعظم شاہ" تھا جس سے ۱۳۱۷ھ کے عدد برآمد ہوتے ہیں۔ آپ درسِ نظامی کے فاضل اور دورۂ حدیث کے سند یافتہ تھے۔ شکل وصورت میں حضرت امیر ملّتؒ سے بہت مشابہت رکھتے تھے۔ آپ ابتدا ہی سے پابند شریعت اور اتباعِ سنّت پر سختی سے کاربند تھے۔ تقویٰ، پرہیزگاری، دریا دلی، خوش طبعی اور خوش اخلاقی آپ کے اوصافِ حسنہ کی امتیازی صفات تھیں۔ آپ کی رحلت ۲ جمادی الثانی ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۱ مئی ۱۹۷۸ء بروز جمعرات ہوئی اور حضرت امیر ملّتؒ کے پہلو میں آخری آرامگاہ بنی۔ آپ کے اکلوتے صاحبزادے حضرت پیر سیّد بشیر حسین شاہ صاحب تھے۔ جن کی وفات ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ/۲۹ اپریل ۱۹۷۶ء بروز جمعرات بعمر شریف ۵۵ سال ہوئی۔ سیّد بشیر حسین شاہ صاحب کامل ولی اللہ اور عالم اکمل اور بے نظیر مقرر تھے۔ ان کے حالات کے لیے دیکھیے "تذکرہ اولیاء علی پور سیّداں شریف" (قصوری)

④ صاحبزادی بنتِ رسول:۔ آپ حضرت امیر ملّتؒ کی اکلوتی صاحبزادی تھیں۔ آپ کا اسمِ گرامی بنتِ رسول اور عرف بوجی صاحبہ تھا۔ آپ کی دینداری، تقویٰ، خوش اخلاقی اور سیر چشمی زبان زدِ خاص وعام ہے۔ آپ کی شادی حضرت امیر ملّتؒ کے برادرِ اصغر حضرت پیر سیّد صادق علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت پیر سیّد اولاد حسین شاہؒ (ف ۳، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء) سے ہوئی تھی۔ آپ کی صرف اولاد حضرت پیر سیّد حیدر حسین شاہؒ (ف ۱۹۸۶ء) تھے۔ حضرت بنتِ رسول صاحبہ کی وفات ۱ ذوالحجہ ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۱ مئی

سنہ ۱۹۶۲ء بروز جمعۃ المبارک ایک بجے دوپہر ہوئی۔ یہ حضرت امیر ملتؒ کے عرس مبارک کا دن تھا لہٰذا جنازے میں بڑا اژدہام تھا۔ حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کے روضہ مبارک کے جنوب مشرقی گوشے کے حجرے میں آپ آسودۂ خاک کی گئیں۔ رحمۃ اللہ علیہا۔ مزید حالات کے لیے "تذکرہ اولیاء علی پور سیداں" دیکھی جا سکتی ہے۔ (قصوری)

Collection Of Advocate Showkat

(۳۵)

حضرت سراج الملت پیر سید محمد حسین شاہ صاحب علی پوری قدس سرہ

علی پور سیداں
ضلع سیالکوٹ

سنہ ۱۲۹۵ھ
سنہ ۱۸۷۸ء

سنہ ۱۳۸۱ھ
سنہ ۱۹۶۱ء

علی پور سیداں
ضلع سیالکوٹ

قطعۂ تاریخ وصال

خلد آشیاں ہیں آج محمد حسین شاہ
ہر اہلِ حق کے لب پہ ہے آواز آہ آہ !
چمکے سراجِ ملت و دیں بن کے مثلِ ماہ
ہر راہرو نے پائی ہے جلووں سے اُن کے راہ
حق گوئی امتیاز تھا مرحوم پیر کا
کرتے تھے اس ادا پہ مخالف بھی واہ واہ
روشن تھا چہرہ آپ کا بعد از وصال بھی
ظاہر تھی جس سے شانِ ولایت خدا گواہ
صابر سنِ وصال یہ کہتے ہیں اہلِ خلد
ہیں اک "گلِ شگفتہ محمد حسین شاہ"

۱۳۸۱ھ

(صابر براری، کراچی)

Collection Of Adowcate Showkat

حضرت پیر سید محمد حسین شاہ علی پوری قدس سرہٗ

مرشدی و مولائی، سیدی و سندی سراج الملت حضرت پیر سید محمد حسین شاہ صاحب کی ولادت باسعادت ۱۲۹۵ھ بمطابق ۱۸۷۸ء میں حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں عالم اسلام کے مشہور و معروف روحانی مرکز علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ میں صبح صادق کی ساعت سعید میں ہوئی۔ آپ کی پیدائش پر بڑی خوشیاں منائی گئیں۔ حضرت امیر ملت قدس سرہٗ نے آپ کے چاند سے بڑھ کر حسین چہرے کو دیکھا تو جامے میں پھولے نہ سمائے اور بے اختیار ہو کر گود میں اٹھا لیا اور دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہی۔ اور پھر دعائے خیر کی۔ اللہ اکبر! وہ ساعت کتنی سعید ہو گی۔ (قصوری)

ساتویں روز آپ کے بال منڈوائے گئے اور صدقہ و خیرات کیا۔ آپ کا اسم گرامی محمد حسین رکھا اور دو بکرے ذبح کر کے عقیقہ کیا۔ آپ دو تین مہینے کے تھے کہ حضرت باباجی فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو آپ کے چچا حضرت سید صادق علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ[1] آپ کو اپنی گود میں لے کر حضرت باباصاحبؒ کی خدمت میں لائے اور عرض کیا کہ "اس پر دم کر دیجیے۔ یہ اکثر روتا رہتا ہے"۔ حضرت باباجیؒ نے دم فرما کر ارشاد کیا کہ:-

"یہ رونے والا بچہ نہیں ہے، یہ بڑا مرد ہو گا اور ہمیشہ خوش و خرم رہے گا"

---

[1] حضرت سید صادق علی شاہؒ حضرت امیر ملت کے برادر اصغر تھے۔ آپ بڑے متقی، پرہیزگار، پابند شریعت اور سخی تھے۔ دربار شریف کے جملہ انتظامات، زمینداری، کاشتکاری کے تمام امور آپ کی نگرانی میں بخیر و خوبی انجام پاتے تھے۔ آپ کی وفات ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۴ء میں ہوئی۔ تفصیلی حالات کیلئے ہماری کتاب تذکرہ اولیائے علی پور سیداں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ (قصوری)

آپ کا بچپن نہایت پاکیزہ اور شگفتہ تھا، اونچی آواز سے نہیں بولتے تھے۔ بڑوں کا ادب کرتے تھے، کپڑے صاف ستھرے رکھتے تھے۔ جب آپ کی عمر مبارک سوا چار سال کو پہنچی تو آپ کو حضرت قاری حافظ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کلام مجید کی تعلیم اور حفظ کے لیے بٹھایا گیا۔ اور آپ نے پانچ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا۔ اس کے بعد علی پور سیداں کے پرائمری سکول سے پرائمری کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کر کے قلعہ سوبھا سنگھ سے مڈل پاس کیا۔ اور دینیات کی تعلیم کے لیے حضرت مولانا عبد الرشید صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے حضور زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ ابتدائی کتب پڑھنے کے بعد استاذ العلماء حضرت مولانا نور احمد نقشبندی امرتسری[۲] (ف ۱۹۳۰ء) کے پاس امرتسر جا کر اکتساب علم کرتے رہے۔ امرتسر میں تحصیل علم کے بعد آپ نے دار العلوم انجمن نعمانیہ لاہور اور پھر مدرسہ امینیہ دہلی میں داخلہ لیا۔ درس نظامی کی تمام اعلیٰ کتابیں تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، فلسفہ وغیرہ کی تکمیل وہیں سے کی۔ قیام دہلی کے دوران ہی مسیح الملک حکیم محمد اجمل خاں (ف ۱۹۲۷ء) کے طبیہ کالج دہلی میں داخلہ لے کر طب کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی۔ آپ حکیم صاحب موصوف کے لائق ترین شاگردوں میں شمار ہوتے تھے۔

حصول تعلیم کے بعد آپ علی پور سیداں شریف واپس تشریف لے آئے تو بیس برس کی عمر مبارک میں آپ کی شادی آپ کے تایا حضرت پیر سید نجابت علی شاہ[۳] رحمۃ اللہ علیہ کی دختر نیک اختر[۴] سے انجام پائی۔ انہیں ایام میں حضرت امیر ملت قدس سرہٗ نے علی پور شریف میں مدرسہ نقشبندیہ کا اجراء فرمایا تو آپ کو مہتمم مقرر کیا گیا۔ آپ مدرسہ کے انتظام و انصرام کے علاوہ طلباء کو

---

[۲] : حضرت مولانا نور احمد امرتسری بن حکیم شہاب الدین بن حکیم شیخ عمر بخش بن حکیم شیخ محمد وارث بن ولی محمد دلشاد پسروری ۱۸۵۵ء میں پسرور ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ مڈل پاس کرنے کے بعد مولانا احمد حسن کانپوری (ف ۱۹۰۲ء) مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی (ف ۱۸۹۵ء) اور مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی (ف ۱۸۹۹ء) سے علوم دینی حاصل کیے۔ بعد ازاں مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی (ف ۱۸۹۰ء) سے بھی استفادہ کیا۔ امرتسر میں مدرسہ نعمانیہ قائم کیا جس سے بے شمار لوگوں نے علمی پیاس بجھائی۔ مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کا حاشیہ لکھ کر ۱۳۲۷ھ میں امرتسر سے چھپوایا۔ آپ کی وفات ۱۴ جنوری ۱۹۳۰ء کو ہوئی۔ (تعمیر کی)

[۳] : حضرت پیر سید نجابت علی شاہؒ، حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کے برادر اکبر تھے۔ بڑے پایہ کے بزرگ اور سیف زبان تھے۔ زہد و ورع، پابندی شریعت اور تقویٰ و پرہیزگاری میں نادر روزگار تھے۔ آپ گھوڑوں کے تاجر تھے۔ آپ کی وفات ۱۳۳۶ھ / ۱۹۱۸ء میں ہوئی۔ تفصیلی حالات کیلئے راقم کی کتاب تذکرہ اولیاء علی پور سیداں دیکھیے (تعمیر کی)

[۴] : آپ کا اسم گرامی عاقلہ بی بی تھا۔ آپ کی دینداری، زہد و تقویٰ اور خدا ترسی [illegible] آپ کی وفات ۲۷ نومبر ۱۹۶۷ء کو صبح چار بجے ہوئی اور روضہ امیر ملت سے ملحقہ حجرے میں دفن ہوئیں۔ (تعمیر کی)

Collection Of Advocate Showkat

علوم وفنون کی کتابیں بھی پڑھاتے تھے۔ عربی وفارسی پر آپ کو مہارتِ تامہ اور شہرتِ عامہ حاصل تھی۔ تحریر و تقریر میں اہلِ زبان کی طرح یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ تمام عمر کبھی بول چال میں رکاوٹ نہ آئی۔ آپ کی فصاحت و بلاغت پر بڑے بڑے علماء و فضلاء کو حیرانی ہوتی تھی، اور وہ بے ساختہ داد دینے پر مجبور ہوتے تھے۔ آپ کے پڑھانے کا انداز نہایت شستہ اور نرالا تھا۔ طلباء کے ساتھ نہایت شفقت فرماتے تھے۔ جمعۃ المبارک کی رات طالب علموں کو لے کر مغرب کی نماز کے بعد "مسجد نور" کے صحن میں بیٹھ جاتے اور نمازِ عشاء تک سوال و جواب اور مناظرہ آرائی ہوتی رہتی۔

شروع میں آپ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ حضرت بابا فقیر محمد فاروقی چوراہی رح (ف ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء) کے دستِ اقدس پر سعادتِ بیعت حاصل کی تھی اور اجازت و خلافت سے بھی سرفراز کئے گئے تھے، اُن کی رحلت کے بعد والد گرامی قدر یعنی حضرت امیرِ ملّت قدس سرہٗ سے بیعت ہو کر ۱۱ مئی ۱۹۱۴ء کو بر موقعہ سالانہ جلسہ علی پور سیّداں شریف خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ حضرت امیرِ ملّت قدس سرہٗ کی حیاتِ ظاہری ہی میں آپ کے علم و عرفان کی دھوم مچ گئی تھی۔ ہزاروں لوگ آپ سے بیعت ہو کر گمراہی و گمشتگی سے نجات حاصل کر کے صراطِ مستقیم پر گامزن ہو گئے۔ راقم الحروف نے بھی اوائل اپریل ۱۹۵۶ء میں اپنے گاؤں بُرج کلاں ضلع قصور کی "جامعہ مسجد امیرِ ملّت رح" میں بعد نمازِ ظہر آپ کے دستِ اقدس پر بیعت کر کے شرفِ غلامی حاصل کیا تھا۔

حضرت امیرِ ملّت قدس سرہٗ کو جب فرصت نہ ہوتی تو لوگوں کو بیعت کے لئے آپ کی خدمت بھیج دیتے۔ یہ شرف حضرت امیرِ ملّت قدس سرہٗ کی حیاتِ طیّبہ میں خاندان کے کسی اور فرد کو حاصل نہیں ہوا۔ ؎ یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا۔

آپ عالم، فاضل، پیر، ادیب اور حکیم ہونے کے علاوہ ایک بہت بڑے مناظر بھی تھے۔ آپ کو اکثر تحریری مناظروں کے مواقع ملے۔ آپ نے مخالفین کی تحریروں میں ہمیشہ غلطیاں نکالیں، جس کی وہ کبھی توجیہ و تاویل نہ کر سکے، مگر آپ کی تحریریں اُن کو نکتہ چینی اور خوردہ گیری

کی جرأت نہ ہوئی۔ آپ نے بارہا چیلنج بھی کیا مگر معاندین کو چُپ سادھ لینے ہی میں عافیت نظر آئی۔ آپ کے بیسیوں مناظروں میں سے ایک مناظرہ کی مختصر جھلک پیشِ خدمت ہے :۔

ایک بار جامع ازہر مصر کے ایک اُستاذ علی پور سیداں آئے۔ بعض مسائل پر اُن سے اختلاف ہوا تو مستقل بحث و مناظرہ ہونے لگا۔ تین دن تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ حضرت اس دوران برابر عربی میں گفتگو فرماتے رہے۔ مدرسہ کے اساتذہ و طلبا محفل میں موجود رہتے اور اُن کی علمی بحث سے استفادہ کرتے۔ آپ نے دلائل و براہین سے حنفی مسلک کی صحت و افادیت ثابت کی اور اُس مصری عالم کو قائل کر لیا۔ اُسے آپ کی فصیح اور شستہ عربی گفتگو پر سخت حیرت تھی۔ آخر اُس نے دریافت کیا کہ آپ نے ملک عرب میں کتنی مدت گزاری ہے؟ آپ نے ارشاد کیا کہ "حج کے زمانے کے علاوہ مجھے کبھی وہاں رہنے کا شرف حاصل نہیں ہوا"۔ یہ سُن کر وہ حیرانی سے کہنے لگا کہ ہندوستان میں رہتے ہوئے آپ کو پھر کس طرح لسانی مہارت حاصل ہو گئی۔

آپ کو کتابوں کی خریداری کا بہت شوق تھا۔ جب حج بیت اللہ کا فریضہ ادا کرنے کے لیے جاتے تو نایاب کتب خرید کر لاتے۔ آپ ہزاروں روپے صرف کر کے عربی کتب خرید کر لائے۔ اور انہیں علی پور سیداں کے کتب خانے کی زینت بنایا۔ آپ کے اس ذوق و شوق کی حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ بڑی قدر فرمایا کرتے تھے۔ کئی بار تحسین و آفرین کے کلمات ارشاد فرمائے۔ ایک بار فرمایا کہ :۔

"لوگ ایسے تبرکات خریدتے ہیں جو فنا ہو جاتے ہیں
صاحبزادہ نے ایسی چیزیں خریدی ہیں جن کو بقا ہے۔"

حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ نے کتابوں کی کثرت دیکھ کر یہ بھی ارشاد فرمایا کہ :۔

"صاحبزادہ نے مکہ شریف کے تمام کتب خانے خرید لیے ہیں"

آپ کو فتویٰ نویسی میں خاص مہارت حاصل تھی۔ آپ کے صاحبزادے جوہرِ ملت حضرت پیر سید اختر حسین شاہ صاحبؒ (ف ۱۹۸۰ء) اپنی معرکۃ الآراء تصنیف "سیرتِ امیرِ ملت" میں رقمطراز ہیں کہ :۔

> "آپ مشکل سے مشکل مسائل پر قلم برداشتہ فتویٰ لکھ دیتے تھے، حدیث و فقہ کی کتابوں پر ایسا عبور حاصل تھا کہ آپ کے فتوے قوی اور مضبوط دلائل اور حوالہ جات سے مزین ہوتے تھے۔ علمِ فرائض بہت مشکل چیز ہے مگر آپ کو اس میں بھی کامل مہارت حاصل تھی، میراث کے مسائل کا جواب برجستہ دیتے تھے اور ترکہ کی تقسیم کے معاملات مدلل طور پر قرآن و حدیث کی روشنی میں فوراً حل فرما دیتے تھے۔"

ایک بار آپ کلکتہ تشریف لے گئے۔ وہاں اُس وقت طلاق کے ایک مسئلہ نے سب کو پریشان کر رکھا تھا۔ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ "اگر تُو نے ہنڈیا چاٹی تو تجھ کو طلاق"۔ مفتیوں سے رجوع کیا گیا تو سب نے کہا کہ اُس کی بیوی کو طلاق ہو گئی۔ اُس شخص نے آپ سے رجوع کیا۔ آپ نے اُس کی بیوی سے دریافت فرمایا کہ "تم نے ہنڈیا کس طرح چاٹی ہے؟" اُس نے جواب دیا "یوں انگلیوں سے پونچھ پونچھ کر"۔ آپ نے ارشاد کیا "جا! تجھ کو طلاق نہیں ہوئی تُو نے اپنی انگلی چاٹی ہے، ہنڈیا نہیں چاٹی"۔ کلکتہ کے تمام علماء آپ کی فراست و ذہانت پر انگشت بدنداں رہ گئے۔

آپ جتنے جلیل القدر عالم تھے، اُتنے ہی پابندیٔ شریعت اور اتباعِ سنّت کے عامل تھے۔ شب بیداری، تہجد گزاری اور آہ و زاری تو اُن کا معمول تھا، عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو رگ رگ میں سمایا ہوا تھا۔ راقم الحروف نے بچشمِ خود بارہا نامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور نعتیں سنتے ہوئے انہیں جھومتے ہوئے دیکھا ہے۔ ہمارے غریب خانہ پر آپ نے کئی دفعہ قدوم میمنت لزوم فرمایا۔ میرے جدِ امجد مہر جیون بخش نقشبندی مجددی جماعتی "(ف ۲۰ اپریل ۱۹۶۶ء) جن کو حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کی غلامی کا شرف حاصل تھا، آپ کے عاشقِ زار تھے اور آپ کی خاطر و مدارت میں کوئی کمی نہیں آنے دیتے تھے۔ ہمارے غریب خانہ پر میلاد کی محفلیں، مجالس نعت خوانی اور حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کے عرس کی تقریبات منعقد ہوتیں تو آپ کا صوفیانہ وعظ حاضرین کو بے حد متاثر کرتا تھا۔ تحمل و بردباری اور شفقت تو آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ طبیعت میں بڑی سادگی تھی جس کا اظہار لباس

اور غذا وغیرہ سے ہوتا تھا۔ آپ صحیح معنوں میں درویشِ خدا مست تھے۔

آپ نے حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کی زیرِ قیادت تمام دینی، ملی، مذہبی اور سیاسی تحریکوں میں بھی حصہ لیا۔ انجمن خدام الصوفیہ، فتنۂ ارتداد، تحریکِ خلافت، سارڈا ایکٹ، تحریکِ کشمیر، تحریکِ شہید گنج، تحریکِ پاکستان اور دیگر تحریکوں میں بھرپور کردار ادا کیا۔ فتنۂ ارتداد کے زمانہ میں ۶ ماہ تک آگرہ میں رونق افروز رہے اور ارد گرد کے علاقوں میں تبلیغ کر کے ہندوؤں کے ناپاک منصوبوں کو خاک میں ملایا۔ تحریکِ شہید گنج میں بڑی جانفشانی سے کام کیا اور اس تاریخی جلوس میں نمایاں طور پر حصہ لیا جو حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کی زیرِ قیادت ۸ نومبر ۱۹۳۵ء کو بادشاہی مسجد لاہور سے ننگی تلواروں کے ساتھ نکلا تھا اور جس سے انگریز حکومت کے اوسان خطا ہو گئے تھے۔

تحریکِ پاکستان کا دور آیا تو حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ اپنے صاحبزادوں اور عقیدت مندوں کے ساتھ میدان میں نکل آئے۔ حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ نے رات دن ایک کر کے مسلم لیگ کی تائید و حمایت میں یارانِ طریقت اور عامۃ المسلمین کو تحریکِ پاکستان کا ہمنوا بنایا۔

۱۹۴۶ء کے تاریخی الیکشن میں ضلع رہتک (حال مشرقی پنجاب، انڈیا) میں مسلم لیگی امیدواروں کی حمایت میں دل کھول کر کام کیا۔ پھر فیروزپور میں نواب افتخار حسین ممدوٹ (ف ۱۹۶۹ء) کے حلقہ میں اس خوبی سے کام کیا کہ مخالفین بھی عش عش کر اٹھے۔ بعد ازاں قصور میں بھی میاں افتخار الدین (ف ۱۹۶۲ء) کے حلقہ میں بھرپور کام۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تھا کہ آپ کے تینوں امیدوار غالب اکثریت سے کامیاب و کامران ہوئے۔

اس سے قبل جب ۲۴ نومبر ۱۹۴۵ء کو حضرت پیر امین الحسنات المعروف پیر صاحب مانکی شریف (ف ۱۹۶۰ء) نے مانکی شریف (تحصیل نوشہرہ ضلع پشاور صوبہ سرحد) میں حضرت قائدِ اعظمؒ کی ایک شاندار دعوت کی تو ایک عدیم المثال جلسۂ عام کا انعقاد بھی کیا۔ حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کی خدمت میں جلسہ کی صدارت کے لیے درخواست کی گئی مگر حضرت ناسازئ طبع کے باعث تشریف نہ لے جا سکے۔ اور اپنی جگہ حضرت سراج الملتؒ کو قائدِ اعظم کے

لیے سونے کا ایک تمغہ، تین سو روپے کی ایک تھیلی اور کئی دوسرے تحائف دیکر بھیجا۔

پیر صاحب مانکی شریفؒ نے حضرت سراج الملتؒ کی بڑی عزت افزائی کی اور جلسہ کی صدارت آپکے سپرد کی۔ جب قائدِ اعظمؒ جلسہ گاہ میں آئے تو حضرت سراج الملتؒ نے آگے بڑھے اور سونے کا تمغہ (جس پر کلمہ طیبہ کندہ تھا) قائدِ اعظم کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا کہ:۔

”میرے والد ماجد (حضرت امیر ملتؒ) نے یہ تحفہ آپ کی خدمت میں بھیجا ہے“

یہ سن کر قائدِ اعظمؒ بہت خوش ہوئے، کرسی سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور سینہ تان کر کہا:۔

”پھر تو میں کامیاب ہوں، آپ تمغہ میرے سینے پر آویزاں کیجیے“

اس پر مسلم لیگی کارکن ملک شاد محمد نے آگے بڑھ کر حضرت سراج الملتؒ کے ہاتھ سے تمغہ لیا اور قائدِ اعظمؒ کی شیروانی کی بائیں جانب سینے پر ٹانک دیا۔ قائدِ اعظمؒ نے مسکرا کر شکریہ ادا کیا اور بیٹھ گئے۔

حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کی داد و دہش کی داستانیں تو زبان زدِ خاص و عام ہیں۔ عرب کے لوگ انہیں ”ابو العرب“ کہتے تھے۔ آپ بھی ان کی طرح بڑے سخی اور جواد تھے۔ یتیموں اور بیوہ عورتوں کی خاص طور پر خبر گیری فرماتے تھے۔ مدرسہ کے طلباء کی ہر قسم کی ضروریات کا اہتمام فرماتے۔ ان تمام کاموں پر جو روپیہ صرف ہوتا، اس کا علم خدا کے سوا کسی کو نہ ہوتا۔

ایک دفعہ آپ حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کی معیت میں حج بیت اللہ و زیارت روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے گئے ہوئے تھے۔ مدینہ منورہ میں ایک دن حضرت امیر ملتؒ نے حضرت مولانا محمد ضیاء الدین احمد مدنیؒ (م ۱۹۸۱ء) سے دریافت کیا کہ آپ نے صاحبزادہ سے ملاقات کی؟ انہوں نے جواب دیا ”جی ہاں! ملاقات ہوئی۔ میں ان سے مل کر بہت خوش ہوا ہوں۔ وہ بڑے عالم اور فاضل ہیں۔ آپکے صحیح جانشین ہونگے“

حضرت امیر ملتؒ نے فرمایا:۔

”مولانا صاحب! بعض باتوں میں وہ مجھ سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ میں کسی کو کچھ دیتا ہوں تو لوگ ایک کے چار کر کے بتاتے ہیں، مگر وہ دائیں ہاتھ سے دیتا ہے تو بائیں کو خبر نہیں ہونے دیتا“

آپ کی تقریر بہت دلپذیر اور پُر اثر ہوا کرتی تھی۔ دقیق سے دقیق مسائل کو بھی آناً فاناً حل فرما دیتے تھے۔ آپ کی شیریں کلامی سے غیر بھی کھنچے چلے آتے تھے۔ وعظ میں عموماً ترکِ دُنیا، سعیٔ عمل اور تصوّف کی باتیں ہی ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ ہمیں بارہا آپ کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ خوراک بہت سادہ پسند فرماتے تھے، اُبلے ہوئے چاول اور سادہ گوشت بہت پسند فرماتے تھے۔ سُنّتِ نبویؐ کے مطابق کدّو خصوصی طور پر مرغوب تھا۔

آپ کا لباس سفید ہوتا تھا۔ کرتہ بہت کھلا۔ اکثر و بیشتر چکن کا کپڑا استعمال فرماتے تھے، سفر میں سفید شلوار، حضر میں سفید چادر، سر پر سفید پگڑی، پاؤں میں کھسّہ، ہاتھ میں عصا۔ آپ والد گرامی کے مظہرِ اُتم تھے۔ چہرہ پُر نور، جسے دیکھ کر خدا یاد آجاتا تھا۔ گفتگو فقیروں جیسی، چال شہنشاہوں جیسی، نرم دمِ گفتگو، گرم دمِ جستجو۔ سخاوت میں اپنے وقت کے حاتم طائی تھے۔ آخر عمر میں بصارت میں فرق آگیا تھا مگر صحت قابلِ رشک تھی۔ تہجد کی نماز کبھی قضا نہیں کی۔ آخر عمر میں رات کا اکثر و بیشتر حصّہ بیدار رہتے تھے۔ عموماً نصف رات مطالعۂ کتب اور حلِ مسائل میں صرف ہوتا تھا۔ بعد ازاں تھوڑا سا لیٹ کر تہجد پڑھتے تھے۔ صبح کی نماز کے بعد طلباء کو درسِ قرآن دیتے تھے۔

آپ تقریر و تدریس کے علاوہ میدانِ تحریر کے بھی شاہسوار تھے۔ ماہنامہ "انوار الصوفیہ" (لاہور، سیالکوٹ، قصور) میں آپ کے گرانقدر مضامین زیورِ طبع سے آراستہ و پیراستہ ہو کر علماء و فضلاء سے خراجِ تحسین حاصل کرتے رہے ہیں۔ آپ نے بہت سی کتابیں بھی لکھیں جن میں سے "افضل الرسل" کئی بار منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو کر جامعیت اور انفرادیت کے لحاظ سے اپنی عظمت کا لوہا منوا چکی ہے۔ آخری ایڈیشن راقم الحروف کے زیرِ اہتمام ۱۹۹۲ء میں مرکزی مجلس امیرِ ملت پُرج کلاں ضلع قصور سے چھپ کر عاشقانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی تسکین کا سامان بہم پہنچا چکا ہے۔

احباب و یارانِ طریقت کے نام آپ کے خطوط تصوّف، اسلامیات، تاریخ و تذکرہ اور اخلاق کا بہترین نمونہ ہوتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت اقدس ہمارے سامنے تشریف فرما کر گفتگو فرما رہے ہیں۔ اُستاذی حکیم ملّت حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری ثم لاموری رحمۃ اللہ علیہ کے نام آپ کا

ایک خط نقل کیا جاتا ہے ۔ یہ خط حکیم صاحب قبلہ کے اس خط کے جواب میں ہے جس میں انہوں نے آپ سے مولانا محمد عالم آسی امرتسری ؒ (ف ۱۹۴۴ء) ۵ کے حالاتِ زندگی و دیگر کوائف دریافت کئے تھے ۔ لیجئے اب وہ خط ملاحظہ فرمائیے :۔

علی پور سیداں (ضلع سیالکوٹ)

۲۲ راگست ۱۹۵۷ء

جناب حکیم صاحب

اَلسّلامُ علیکم و رحمۃ اللّٰہ و برکاتہٗ ، مرحوم و مغفور مولانا مولوی محمد عالم ؒ ذکی ، ذہین ہونے کے علاوہ ادیب فاضل اور جامع منقول و معقول تھے ۔ بہت ہی متدیّن ، شریف الطبع انسان تھے ۔ میں نے چند اسباق اُن کے ساتھ حضرت مولانا غلام احمد صاحب ؒ مرحوم کی خدمت میں پڑھے ہیں ۔ اس سے زیادہ میں اُن کے متعلق نہیں جانتا ۔ آپ کو دفتر اخبار "الفقیہ" گوجرانوالا سے اُن کے حالات مل سکتے ہیں ۔ ایڈیٹر الفقیہ حکیم معراج دین امرتسری ؒ کے لڑکے وہاں رہتے ہیں ۔ مولانا محمد عالم مرحوم و مغفور نے (مولوی) ثناء اللّٰہ وہابی کے خلاف رسالہ جات بھی تحریر کئے تھے ۔ ان کا پتہ بھی دفتر "الفقیہ" سے ملے گا ۔

فقط والسلام

سیّد محمد حسین علی پوری

---

۵ مولانا محمد عالم آسی بن مولانا عبدالمجید بن مولانا غلام احمد موضع راگو سیداں تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوالا میں ۸ شعبان ۱۲۹۸ھ کو پیدا ہوئے ۔ دارالعلوم نعمانیہ لاہور سے سندِ فراغت حاصل کرنے کے بعد پنجاب یونیورسٹی کے امتحانات امتیازی حیثیت سے پاس کر کے حکیم حاذق اور زبدۃ الحکماء کی سندیں حاصل کیں ۔ دارالعلوم نعمانیہ کے صدر مدرس مقرر ہوئے پھر مدرسہ نصرۃ الحق امرتسر میں ادب کے استاذ مقرر ہوئے ۔ بعد ازاں ایم اے او کالج امرتسر میں عربی کے پروفیسر مقرر ہوئے اور یہیں سے ریٹائر ہوئے ۔ ردّ مرزائیت میں آپکی کتاب "الکاویہ علی الغاویہ" بہت مشہور ہوئی ۔ حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی ؒ سے بیعت کر کے اجازت و خلافت حاصل کی ۔ آپ نہایت نیک نفس ، متقی ، متورع اور صوفی بزرگ تھے ۱۸ اگست ۱۹۴۴ء بعد نماز جمعہ رحلت فرمائی اور گورستان بلا سنگھ امرتسر میں مزار بنا جو اب دوسری قبروں کے ساتھ ہموار کیا جا چکا ہے ۔ (تصویری) (۵ ۔ ۵ اگلے صفحہ پر)

آپ کی وفات حسرت آیات ۶ ر جمادی الاول ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۶ ر اکتوبر ۱۹۶۱ء بروز پیر بوقت ساڑھے پانچ بجے شام بعمر شریف تراسی ۸۳ سال ۶ ماہ ۱۲ یوم ہوئی۔ نماز جنازہ حضرت خواجہ محمد شفیع سجادہ نشین چورہ شریف[۸] ضلع اٹک (ف ۱۹۶۶ء) نے پڑھائی اور حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کے پہلو مبارک میں سپرد کیے گئے۔

عمرہا در کعبہ و بتخانہ می نالد حیات　　　تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

آپ کی رحلت پر متعدد شعرائے کرام نے تاریخی قطعات کہے ہیں۔ چند ایک درج ذیل ہیں:-

① (از حضرت مولانا محمد یعقوب حسین ضیاء القادری بدایونیؒ ــــــ کراچی)

راہی ہوئے بہشت بریں کو ہزار حیف　　　بزم جہاں سے آج محمد حسین شاہ
نور نگاہ پیر جماعت علی تھے آپ　　　تھے آپ شیخ کامل و اکمل خدا گواہ

---

[۶] مولانا غلام احمد بن شیخ احمد ۱۲۷۳ھ/ ۱۸۵۶ء میں کوٹ اسحاق مضافات حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ مولانا غلام قادر بھیرویؒ و دیگر ممتاز علماء سے اکتساب علم کیا اور جامعہ نعمانیہ لاہور میں مدرس ہو گئے اور تمام عمر صدر مدرس رہے۔ آپ کے شاگردوں میں سراج الملت پیر سید محمد حسین علی پوریؒ، مولانا محمد عالم آسیؒ، مولانا فیض الحسن جہلمیؒ اور مولانا غلام محمد گھوٹویؒ بہت مشہور ہیں۔ آپ کی وفات ۱۶ ر اپریل ۱۹۰۷ء کو ہوئی اور اپنے آبائی گاؤں میں سپرد خاک ہوئے۔ (قصوری)

[۷] : حکیم معراجدین، ر اپریل ۱۸۸۶ء کو امرتسر کے مشہور طبیب حکیم محمد ابراہیم کے ہاں پیدا ہوئے۔ مڈل پاس کرنے کے بعد بلائے طب حکیم غلام رسول امرتسریؒ سے علوم دینیہ کی تحصیل کی اور طب بھی پڑھی۔ طب کے ساتھ ساتھ علم و ادب سے بھی گہری دلچسپی رہی۔ کامریڈ، ہتھیہ سوٹا جیسے اخبار جاری کیے۔ کئی اخبارات کے ایڈیٹر رہے۔ ۱۹۱۴ء میں انجمن رائیان ہند کی بنیاد رکھی اور رئیس میگزین کا اجراء کیا۔ حضرت امیر ملت سے بیعت کی۔ الفقیہہ جیسا مؤقر اخبار جاری کر کے تحریک پاکستان کی زبردست حمایت کی۔ قیام پاکستان کے بعد الفقیہہ کو لاہور اور پھر گوجرانوالہ سے جاری کیا۔ ۹ ر نومبر ۱۹۴۸ء کو لاہور میں وفات پائی۔ (قصوری)

[۸] خواجہ محمد شفیع بن خواجہ سید شاہ بن حضرت باواجی فقیر محمد فاروقیؒ ۱۶ شعبان ۱۳۱۶ھ / ــ ر دسمبر [illegible] کو چورہ شریف ضلع اٹک میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی سے علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کی۔ تمام عمر دہر میں اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جاری کرنا [illegible] (نقوش)

تھے نقشبندیوں کے عظیم الشرف بزرگ   بے مثل تھے جہاں میں باندازۂ نگاہ
بعد از وصال اُن کی خدا مغفرت کرے   مثلِ جہانِ جناں میں بھی زائد ہو عزّ و جاہ
سالِ وصال کہیئے ضیاؔ آنجناب کی   "جنّت نصیب میر محمد حسین شاہ"

١٣٨١ھ

② (از صوفی مسعود احمد رہبر چشتی کشمیری ضیائیؔ ——— کراچی)

گئے خُلد میں ہم سے ہو کر وہ رخصت   تھی جن کی مسلّم زمانہ میں عظمت
جدائی قیامت سے کیا کم ہے اُن کی   وہ وجہِ سکون تھے، وہ تھے دل کی راحت
سنائیں کسے حالِ دل اپنا اپنا   ہیں صرفِ اَلم آج اہلِ عقیدت
کہو عیسوی سن میں تاریخ رہبرؔ   "گیا مہرِ تاباں امیرِ شریعت"

١٩٦١ء

آپ کی کرامات بے شمار ہیں۔ ذیل میں صرف اُن کرامات کا ذکر کیا جا رہا ہے جو راقم الحروف کی چشم دید ہیں۔

① ایک دفعہ حضرت سراج الملّتؒ ہمارے غریب خانہ میں جلوہ افروز تھے۔ میری والدہ ماجدہ اور ایک عورت مائی بی بی رانی مرحومہ نے آپ کے کپڑے مبارک دھوئے۔ اب سوال پیدا ہوا کہ پانی کہاں بہایا جائے کیونکہ کپڑے دھونے کے بعد پانی کو یوں ہی بہا دینا بے ادبی تھی۔ ہمارے گھر کے صحن میں ایک کیکر کا درخت تھا جو بالکل سوکھ چکا تھا۔ چنانچہ ہم نے وہ پانی دَور بنا کر کیکر کی جڑوں میں ڈال دیا۔ دوسرے دن صبح یہ دیکھ کر حیرت کی انتہا نہ رہی کہ سوکھے کیکر کے درخت نے کونپلیں نکالی ہوئی تھیں اور چند دن بعد ہرا بھرا ہو گیا۔ اللہ اکبر! کیا شان تھی میرے پیر و مرشد کی۔

② اسی طرح ایک مرتبہ پھر حضور سراج الملّتؒ ہمارے ہاں فروکش تھے۔ ایک پیر بھائی محمد اسماعیل حجام مرحوم نے آپ کی دعوت کی۔ جب آپ دعوت کھانے کے لیے بمعہ یارانِ طریقت تشریف لے گئے تو وہ کثیر تعداد دیکھ کر گھبرا گیا۔ آپ نے اپنا رومال دیگ کے منہ پر ڈلوا کر کھانا تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ تمام حاضرین

سنے بسیر ہو کر کھانا کھایا لیکن پھر بھی کافی بچ رہا۔ ؎

نگاہِ ولی میں یہ تاثیر دیکھی بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

③ ایک دفعہ ہمارے گاؤں (برج کلاں ضلع قصور) میں بہت سے آدمیوں اور مویشیوں کو باؤلے کتے نے کاٹ کھایا۔ اتفاق سے حضرت اقدس ہمارے ہاں تشریف فرما تھے۔ لوگوں نے فوراً حاضر ہو کر دم کروایا اور صحت یاب ہو گئے۔ مگر ایک شخص اللہ بخش کمہار کا لڑکا دم نہ کروا سکا تو وہ باؤلا ہو کر مر گیا۔

ارشاداتِ قدسیہ

① حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع جملہ کمالات کا سرچشمہ ہے۔

② زنا اور بدکاری، خرابی و بربادی کا باعث ہے۔

③ صالح ماں باپ کا صدقہ اُس کی اولاد کی سات پُشتوں تک حفاظت کرتا ہے۔

④ ایمان کے بعد نجات کا انحصار اعمالِ صالح پر ہے۔

⑤ درودِ شریف، اللہ کی رحمت پانے کا ذریعہ ہے۔

⑥ محبوب کی یاد اُس کے دیکھنے کے قائم مقام ہے۔ اگر محبوب نظر نہ آئے تو اُس کی یاد سے غافل نہ رہو۔ کیونکہ ؎ ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے۔

⑦ قصیدہ بُردہ اور قصیدہ بانت سعاد بڑی متبرک کتابیں ہیں۔

⑧ نمازِ تہجد کی مداومت کرنی چاہیئے جو فیوض اس سے حاصل ہوتے ہیں وہ کسی دوسری چیز سے حاصل نہیں ہوتے۔

⑨ زبان دل کی ترجمان ہے جس طرح دل کا پاک رکھنا واجب ہے، اسی طرح زبان کا پاک رکھنا بھی واجب ہے۔

⑩ حضور نبی کریم صلی اللہ وسلم کی تعظیم و تکریم کے بغیر نجات ناممکن ہے، اگرچہ کتنا ہی عابد و زاہد کیوں نہ ہو۔

آپ نے اپنے پسماندگان میں دو صاحبزادے جوہرِ ملت حضرت سید پیر سید اختر حسین شاہ رح

حضرت پیر سیّد انور حسین شاہ صاحبؒ اور ایک صاحبزادی سردار فاطمہ چھوڑی۔

① **جوہرِ ملت حضرت پیر سیّد اختر حسین شاہ صاحبؒ** :۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۲ر شعبان ۱۳۲۹ھ/ ۱۷ر اگست ۱۹۱۱ء بروز جمعرات ہوئی۔ "اختر حسین" تاریخی نام رکھا گیا جس سے ۱۳۲۹ھ کے عدد نکلتے ہیں۔ آپ نے مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیداں سے تکمیلِ علوم کر کے جدِ امجد حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کے دستِ اقدس پر بیعت کر کے اجازت و خلافت حاصل کی۔ آپ پچیس سال تک سفر و حضر میں حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کی خدمت میں رہے۔ جدِ امجد کے حکم پر برصغیر کی سیاسی تحریکوں میں حصّہ لیتے رہے۔ عالمِ باعمل، شیخِ طریقت اور کامل ولی اللہ تھے۔ تحریکِ پاکستان میں دل کھول کر حصّہ لیا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختمِ نبوت میں تاریخ ساز کردار ادا کیا۔ ۱۹۷۰ء میں سوشلزم کے فتنہ کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ ۱۹۷۸ء میں اپنے عمِ محترم حضرت پیر سیّد نور حسین شاہ صاحبؒ کے وصال کے بعد سجادہ نشین ہوئے اور ۶ر اکتوبر ۱۹۸۰ء کو رحلت فرما گئے۔ (تفصیلی حالات کیلئے راقم الحروف کی کتاب "ذکرِ اختر" اور "تذکرہ اولیائے علی پور سیّداںؒ" کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ قصوری)

حضرت پیر سیّد اختر حسین شاہ صاحب نے چھ صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں یادگار چھوڑیں۔ سیّد اشرف حسین شاہ صاحب، سیّد افضل حسین شاہ صاحب، سیّد خورشید حسین شاہ صاحب، سیّد منور حسین شاہ صاحب، سیّد ذاکر حسین شاہ صاحب، سیّد مظفر حسین شاہ صاحب۔

حضرت پیر سیّد اشرف حسین شاہ صاحب حافظ قرآن اور حد درجہ مہمان نواز ہیں۔ موصوف کو سیاست سے دلچسپی ہے اور کئی دفعہ اپنی یونین کونسل کے چیئرمین رہ چکے ہیں۔

حضور فخرِ ملت حضرت پیر سیّد افضل حسین شاہ صاحب کی ولادت باسعادت ۱۸ر جنوری ۱۹۴۲ء/ ۳۰ر ذوالحجہ ۱۳۶۰ھ بروز اتوار ہوئی۔ آپ کی ولادت کی پیشین گوئی حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ نے پہلے ہی فرما دی تھی۔ حضرت پیر سیّد افضل حسین شاہ صاحب نے مدرسہ نقشبندیہ علی پور شریف سے ۱۹۶۴ء میں سندِ فراغت حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا عبدالرشید جھنگوی مدظلہٗ، مولانا مفتی غلام رسول گجراتی مدظلہٗ اور حضرت جوہرِ ملت پیر سیّد اختر حسین شاہ صاحبؒ شامل ہیں۔ آپ نے سات برس کی

عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔ آپ نے حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کی حیاتِ طیبہ میں تراویح میں قرآن پاک سنایا تھا اور حضرت قدس سرہٗ کے آخری ایام میں روزانہ شام کے بعد اُن کو قرآن مجید سناتے رہے۔

حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کو آپ سے بہت محبت تھی، حضرت قدس سرہٗ نے اپنے آخری ایام میں آپ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا تھا: "افضل حسین میرے لیے دُعا کیا کرے۔" اس سے آپ کے مقام و مرتبہ کا اظہار ہوتا ہے۔ آپ مادر زاد ولی ہیں اور حضرتِ امیرِ ملت قدس سرہٗ کے بے حد مشابہ ہیں آپ نے اپنے والد گرامی حضرت جوہرِ ملت پیر سید اختر حسین شاہ صاحبؒ کے دستِ حق پر بیعت کی تھی اور خلافت و اجازت حاصل کی تھی۔ ۱۲ مئی ۱۹۶۷ء کو سالانہ عرس مبارک کے موقعہ پر حضرت شمس الملت پیر سید نور حسین شاہ صاحبؒ نے بھی خلافت و اجازت سے نواز دیا تھا۔

آپ اوائل عمری سے ہی تبلیغ دینِ حقہ کے لیے سرگرمِ عمل ہیں۔ زہد و تقویٰ، جود و سخا اور خوش اخلاقی و بلند کرداری آپ کی امتیازی خصوصیات ہیں۔ کئی مرتبہ حج بیت اللہ اور زیارتِ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہو چکے ہیں۔ مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیداں کا اہتمام و انتظام بھی آپ کے مبارک ہاتھوں میں ہے۔ آپ اپنے والد گرامی جوہرِ ملت پیر سید اختر حسین شاہ صاحبؒ کی رحلت کے بعد اُن کے چہلم شریف کے موقعہ پر ۴ محرم الحرام ۱۴۰۱ھ/ ۱۳ نومبر ۱۹۸۰ء بروز جمعرات باتفاق رائے سجادہ نشین ہوئے۔ حضرت پیر غلام نقشبند سجادہ نشین چورہ شریف[۹] (ف ۱۹۸۵ء) نے جلسۂ عام میں آپ کی سجادہ نشینی کا اعلان کیا جسے حاضرین نے باآوازِ بلند قبول و منظور کیا۔

آپ کے شب و روز یادِ الٰہی اور یادِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں بسر ہوتے ہیں۔ وطنِ عزیز میں مقامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تحفظ اور نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نفاذ آپ کا مقصدِ حیات ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ ہما پایہ تادیر سلامت رکھے۔ آمین۔

سید خورشید حسین شاہ صاحب کی ولادت ۱۹۵۳ء میں ہوئی، بڑے صالح نوجوان ہیں۔ سلسلہ عالیہ کی تبلیغ و ترویج میں شب و روز کوشاں رہتے ہیں۔ حافظ قرآن اور فاضل شخصیت ہیں۔ کئی دفعہ یورپ کا تبلیغی دورہ کر چکے ہیں۔

---

[۹] حضرت پیر غلام نقشبند بن خواجہ محمد شفیع بن خواجہ سید شاہ بن باباجی فقیر محمد قادری یکم اگست ۱۹۳۵ء کو پیدا ہوئے۔ جامعہ رضویہ لائل پور (فیصل آباد) سے سندِ فراغت حاصل کی۔ بیعت و خلافت والد گرامی سے تھی۔ ۲۱ دسمبر ۱۹۸۵ء بروز ہفتہ رحلت فرمائی۔ (تصوری)

Collection Of Advocate Showkat

حضرت مہر الملت پیر سید منور حسین شاہ کی ولادت ۱۹ فروری ۱۹۵۸ء کو ہوئی۔ آپ حافظ قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بہت بڑے مبلغ بھی ہیں۔ یورپ کے کلیساؤں میں اذانِ حق بلند فرماتے رہتے ہیں۔ اکثر و بیشتر یورپ و ممالک اسلامیہ کے دورہ پر رہتے ہیں اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ جماعتیہ کی اشاعت بڑھ چڑھ کر کر رہے ہیں۔ بارہا حرمین شریفین کی زیارت سے بھی فیض یاب ہو چکے ہیں۔ حد درجہ ملنسار، فیاض، با اخلاق اور ہر دلعزیز ہیں۔ آپ آستانہ عالیہ کی انتہائی متحرک اور انقلابی شخصیت ہیں۔ ۱۶ ر نومبر ۱۹۷۲ء کو حضرت شمس الملت پیر سید نور حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے بر موقعہ چہلم شریف پیر سید انور حسین شاہؒ آپ کو اجازت و خلافت سے نوازا۔ موصوف میں اپنے جدِ اعلیٰ حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کی طرح سیاسی، ملی اور مذہبی خدمات کا وافر جذبہ پایا جاتا ہے۔ اس مقصد کے لیے دن رات کوشاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں کامیابی عطا فرمائے۔ آمین۔

سید ذاکر حسین شاہ صاحب بھی حاجی الحرمین الشریفین ہیں۔

سید مظفر حسین شاہ صاحب حافظ قرآن پاک ہیں۔ با اخلاق اور صاحبِ اجازت و خلافت ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام صاحبزادگان کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

② **حضرت پیر سید انور حسین شاہ صاحبؒ:۔** آپ کی ولادت باسعادت ۱۵ ر نومبر ۱۹۲۱ء مطابق ۱۴ ر ربیع الاول شریف ۱۳۴۰ھ بروز منگل ہوئی۔ مدرسہ نقشبندیہ علی پور شریف سے قرآن پاک حفظ کرنے کے بعد درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ کئی سال تک مسجد نور میں قرآن پاک سنایا۔ آپ بڑے عابد و زاہد، متقی و پرہیزگار اور کامل ولی اللہ تھے۔ آپ کی وفات ۵ رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۴ ر اکتوبر ۱۹۷۲ء کو ہوئی اور روضہ امیر ملتؒ سے ملحقہ حجرے میں اپنی والدہ ماجدہ کے پہلو میں سپرد خاک ہوئے۔

(مزید حالات کے لیے "سیرت انور" مرتبہ کلیم حیدر آبادی اور راقم الحروف کی کتاب "تذکرہ اولیائے علی پور سیداں" کا مطالعہ انتہائی سود مند رہے گا۔ قصوری)

شجرہ شریف

مشائخ نقشبندیہ مجددیہ جماعتیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

یا الٰہی! خیر کر ۱ خیر الوریٰؐ کے واسطے
اور پیارے ۲ یارِ غارِ حراؓ کے واسطے
شیخ ۳ سلمانؓ اور ۴ خواجہ قاسمؒ پارسا
۵ جعفر صادقؒ رئیسِ اصفیا کے واسطے
۶ بایزیدؒ برگزیدہ ۷ بوالحسنؒ شیخِ بزرگ
۸ بوعلی فارمدیؒ مردِ خدا کے واسطے
۹ یوسفِ ہمدانؒ و ۱۰ عبدالخالقؒ اہلِ غجدوان
ریوگر کے ۱۱ خواجہ عارفؒ پُرصفا کے واسطے
۱۲ خواجہ محمود فغنویؒ اور ۱۳ علی رامیتنیؒ
۱۴ حضرتِ بابا سماسیؒ مقتدا کے واسطے
۱۵ سیّد میر کلالؒ اور صدرِ بزم نقشبند
۱۶ شاہ بہاءالدینؒ سراپا اتقا کے واسطے
خواجگان ۱۷ عطارؒ و ۱۸ یعقوبؒ و ۱۹ عبیداللہ غنی
۲۰ زاہد و ۲۱ درویشِ محمد اولیاء کے واسطے
۲۲ خواجہ امکنگیؒ و ۲۳ حضرت باقی باللہ مردِ حق
۲۴ احمد سرہندیؒ مجدد باخدا کے واسطے
۲۵ خواجہ معصومؒ اور ۲۶ ابوالقاسم محمد نقشبندؒ
۲۷ شاہِ زبیرؒ و ۲۸ خواجہ اشرفؒ اتقیاء کے واسطے
۲۹ شاہ جمال اللہ و ۳۰ شاہِ عیسیٰ محمد باوفا
۳۱ خواجہ فیض اللہ غلام مجتبےٰ کے واسطے
۳۲ خواجہ نور محمد و ۳۳ فقیر مصطفیٰؒ
۳۴ حضرت شاہِ جماعت خوش ادا کے واسطے
صورت و سیرت میں یکتا ۳۵ سیّد محمد حسین
دین و دنیا میں ہمارے رہنما کے واسطے
اے خدا، اے مالکِ ارض و سما
بخش دے میرے گناہ سب اولیاء کے واسطے

مشکلیں آساں ہوں اور حاجتیں بر آئیں سب
نقشبندی سلسلہ کے اولیاء کے واسطے

ماخذ و مراجع

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف / مؤلف	جائے طباعت	سنِ طباعت
۱	القرآن الحکیم	ترجمہ اعلیٰ حضرت بریلوی	لاہور	-
۲	آخری پیغام	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	کراچی	۱۹۸۶ء
۳	النبیؐ الخاتم	سید مناظر احسن گیلانی	لاہور	۱۳۹۲ھ
۴	ارمغانِ حجاز	حکیم الامت اقبال	لاہور	۱۹۷۰ء
۵	اسلامی مذاہب	ابوزہرہ مصری (عربی) اردو ترجمہ غلام احمد حریری	فیصل آباد	طبع سوم
۶	انسانیت موت کے دروازے پر	ابوالکلام آزاد	لاہور	۱۹۷۶ء
۷	اذکارِ درویش (قلمی)	پاشا بیگم	-	-
۸	اقبال اور علمائے پاک و ہند	اعجاز الحق قدوسی	لاہور	۱۹۷۷ء
۹	اقبال کے محبوب صوفیہ	اعجاز الحق قدوسی	لاہور	۱۹۷۶ء
۱۰	ارشاداتِ امیرِ ملت	محمد صادق قصوری	برج کلاں، قصور	۱۹۸۳ء
۱۱	انساب الخلافت	سید محمد ابراہیم شاہ	لاہور	۱۹۲۲ء
۱۲	از گلستانِ عجم	ڈاکٹر عبد الحسین زرکوب اردو ترجمہ مہر نور محمد خاں	اسلام آباد	۱۹۸۵ء
۱۳	اخبار الطوال	احمد داؤد الدینوری اردو ترجمہ پروفیسر محمد منور مرزا	لاہور	۱۹۶۷ء
۱۴	اوراقِ غم	مولانا ابوالحسنات قادری	لاہور	۱۳۹۸ھ
۱۵	انقلاب الحقیقت	صاحبزادہ محمد عمر بیربلوی	لاہور	۱۹۶۷ء
۱۶	انوار الکریم	پروفیسر انیس احمد شیخ	لاہور	۱۹۷۹ء

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف / مؤلف	جائے طباعت	سن طباعت
۱۷	بن السبیل	پروفیسر انیس احمد شیخ	لاہور	۱۹۸۰ء
۱۸	ارشاداتِ مجدد	میاں جمیل احمد شرقپوری	لاہور	۱۹۸۱ء
۱۹	احوال و آثار سید میر کلال	سید شاہد حامد	راولپنڈی	سن ندارد
۲۰	انیس الطالبین (فارسی)	خواجہ صالح بن مبارک بخاری	لاہور	۱۳۲۳ھ
۲۱	برکاتِ علی پور شریف	پیر خیر شاہ امرتسری	امرتسر	۱۳۲۶ھ
۲۲	برکات علی پور شریف	پیر خیر شاہ امرتسری	راولپنڈی	۱۹۶۷ء
۲۳	بالِ جبریل	علامہ اقبالؒ	لاہور	۱۹۴۷ء
۲۴	بزرگانِ لاہور	پیرزادہ غلام دستگیر نامی	لاہور	۱۹۶۶ء
۲۵	بانگِ درا	علامہ اقبالؒ	لاہور	۱۹۶۵ء
۲۶	بزم جاناں	صاحبزادہ محمد زبیر	حیدرآباد، سندھ	۱۹۸۰ء
۲۷	تذکرۂ اولیائے پاک و ہند	مرزا محمد اختر دہلوی	لاہور	۱۹۸۶ء
۲۸	تواریخ آئینہ تصوف	شاہ محمد حسن رامپوری	قصور	۱۹۷۱ء
۲۹	تاریخِ مشائخ چشت ج ۴	پروفیسر خلیق احمد نظامی	اسلام آباد	۱۹۷۵ء
۳۰	تصوف	ڈاکٹر اللہ دتہ کنجاہی	کنجاہ، گجرات	۱۹۸۰ء
۳۱	تذکرہ	ابوالکلام آزاد	لاہور	طبع دوم
۳۲	تاریخی مقالات	پروفیسر محمد اسلم	لاہور	۱۹۷۰ء
۳۳	تذکرہ شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی	مولانا ابوالحسن علی ندوی	لکھنؤ	طبع دوم
۳۴	تفسیر الآیات	ڈاکٹر غلام ربانی	راولپنڈی	۱۹۷۰ء
۳۵	تاریخ و تعارف ضلع رحیم یار خاں	پروفیسر سعید احمد سعید	رحیم یار خاں	۱۹۸۱ء
۳۶	تاریخ پیش رفعتِ اسلام	دکتر شہنیدخت کامران	اسلام آباد	۱۹۸۵ء
۳۷	تائید اہلسنت	ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں	استانبول (ترکی)	۱۹۷۷ء

Collection Of Advocate Showkat

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف / مؤلف	جائے طباعت	سن طباعت
۳۸	تائیدِ اہلسنت	ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں	شرقپور (شیخوپورہ)	۱۹۸۳ء
۳۹	تائیدِ اہلسنت	، ، ،	حیدرآباد سندھ	۱۹۷۳ء
۴۰	تقویم تاریخی	عبدالقدوس ہاشمی	کراچی	۱۹۶۵ء
۴۱	تذکرہ اکابر اہلسنت	مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری	لاہور	۱۹۷۶ء
۴۲	تذکرہ علمائے پنجاب	اختر راہی	لاہور	۱۹۸۰ء
۴۳	تجلیاتِ امام ربانی	اختر شاہجہان پوری	لاہور	۱۹۷۸ء
۴۴	تذکرہ مجدد الف ثانی	محمد منظور نعمانی	لکھنؤ	۱۹۷۰ء
۴۵	تذکرۃ الاولیاء	شیخ فریدالدین عطار (اُردو ترجمہ)	کراچی	۱۹۷۳ء
۴۶	تذکرہ علمائے ہند	رحمٰن علی (فارسی) اُردو ترجمہ پروفیسر محمد ایوب قادری	کراچی	۱۹۶۱ء
۴۷	تذکرۂ اولیائے پاک و ہند	ڈاکٹر ظہور الحسن شارب	لاہور	۱۹۸۰ء
۴۸	تذکرہ اولیائے ہند و پاکستان	مفتی ولی حسن ٹونکوی	کراچی	مطبع سعیدی
۴۹	تاریخ الخلفاء	علامہ سیوطی/اُردو ترجمہ شمس بریلوی	کراچی	۱۹۷۶ء
۵۰	تذکرہ نقشبندیہ مجددیہ	محمد حسن نقشبندی	لاہور	طبع سوم
۵۱	تذکرۂ نقشبندیہ	مولانا نور بخش توکلیؒ	لاہور	۱۹۷۶ء
۵۲	تفسیر ضیاء القرآن جلد اوّل	پیر محمد کرم شاہ	لاہور	۱۳۹۸ھ
۵۳	، ، جلد چہارم	پیر محمد کرم شاہ	لاہور	۱۳۹۹ھ
۵۴	تذکرہ کاملانِ رام پور	حافظ احمد علی خاں شوقؔ	دہلی	۱۹۲۹ء
۵۵	تاریخ دعوت و عزیمت جلد چہارم	اَبوالحسن علی ندوی	کراچی	۱۹۸۰ء
۵۶	جمالِ زرّیں زرو کفت	صاحبزادہ محمد حفیظ الرحمٰن معصومی	لاہور	۱۳۹۳ھ
۵۷	جواہر مجددیہ	خواجہ احمد حسین امروہوی	لاہور	نولکشور پریس
۵۸	جمالِ نقشبند	صلاح الدین بی۔اے	لاہور	۱۳۸۰ھ

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف / مؤلف	جائے طباعت	سن طباعت
۵۹	جامی	علی اصغر حکمت / اُردو ترجمہ عارف نوشاہی	لاہور	۱۹۸۳ء
۶۰	جواہرِ نقشبندیہ	محمد یوسف نقشبندی	فیصل آباد	۱۹۷۹ء
۶۱	حدیقۃ الاولیاء	مفتی غلام سرور لاہوری	لاہور	۱۹۷۶ء
۶۲	حضرت مجدد الف ثانی	سید زوار حسین شاہ	کراچی	۱۹۷۲ء
۶۳	حضرت مجددؒ کا نظریۂ توحید	ڈاکٹر برہان احمد فاروقی	لاہور	۱۹۷۴ء
۶۴	حضرت مجدد الف ثانی، ایک تحقیقی جائزہ	ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں۔	حیدر آباد سندھ	سن ندارد
۶۵	حضرت مجدد الف ثانی کے سیاسی مکتوبات	آباد شاہ پوری	لاہور	۱۹۷۷ء
۶۶	حیاتِ باقی	سید رشید احمد ارشد	کراچی	۱۹۶۹ء
۶۷	حدائق الحنفیہ	مولانا فقیر محمد جہلمی	لاہور	۱۹۸۱ء
۶۸	حیاتِ مجددؒ	پروفیسر محمد فرمان	لاہور	۱۹۵۸ء
۶۹	حضرت مجدد اور اُن کے ناقدین	شاہ زید ابو الحسن فاروقی	لاہور	۱۹۸۲ء
۷۰	محسنِ اعظمؐ اور محسنینؓ	فقیر سید وحید الدین	کراچی	۱۹۷۰ء
۷۱	حیاتِ محی الدین غزنوی	ریاض احمد صمدانی	گوجرانوالہ	۱۹۷۸ء
۷۲	حیاتِ حافظ رحمت خاں	سید الطاف علی بریلوی	کراچی	۱۹۶۳ء
۷۳	حدیقۂ معرفت	حکیم محمد عظیم حجازی	لاہور	سنِ ندارد
۷۴	حسنات الحرمین	خواجہ محمد عبید اللہ سرہندی اردو ترجمہ پروفیسر محمد اقبال مجددی	لاہور	۱۹۸۳ء
۷۵	خلاصۃ جواہر القرآن	ابوبکر اسحاق ملتانی	اسلام آباد	۱۹۸۵ء
۷۶	خلاصہ مکتوباتِ مجدد الف ثانی	شاہ ہدایت علی جے پوری	لاہور	۱۹۷۶ء
۷۷	خزینۂ کرم	چوہدری نور احمد مقبول	لاہور	۱۹۷۸ء
۷۸	دینِ الٰہی اور اُس کا پس منظر	پروفیسر محمد اسلم	لاہور	۱۹۷۰ء
۷۹	دینِ الٰہی اور اس کا پس منظر	محمد خاں شہاب مالیر کوٹلوی	دہلی	۱۹۷۴ء

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف / مؤلف	جائے طباعت	سن طباعت
۸۰	مجدّد اعظم	محمد حلیم	لاہور	۱۹۶۸ء
۸۱	دہلی اور اُس کے اطراف	مولانا عبد الحی لکھنوی	دہلی	۱۹۵۸ء
۸۲	دیوانِ حافظؒ	حافظؒ شیرازی	لاہور	۱۹۷۱ء
۸۳	دلیل الحیران فی کشف عن آیات القرآن	-	لاہور	۱۹۸۳ء
۸۴	در معارف (فارسی)	شاہ رؤف احمد	استانبول (ترکی)	۱۹۷۳ء
۸۵	دی نقشبندیز (انگریزی)	سردار علی احمد خاں	شرقپور شریف	۱۹۸۲ء
۸۶	دعوتِ حق	سیّد محبوب الٰہی عرف نور اللہ شاہ	منٹگمری	۱۹۶۲ء
۸۷	رحمۃ اللعالمین جلد اوّل	قاضی محمد سلیمان منصور پوری	لاہور	۱۹۷۲ء
۸۸	رسالہ اُنسیہ	حضرت یعقوب چرخی	اسلام آباد	۱۹۸۳ء
۸۹	رسالہ ابدالیہ	، ، ،	، ،	۱۹۷۸ء
۹۰	رسائل نقشبندیہ	علامہ اقبال احمد فاروقی	لاہور	۱۹۸۱ء
۹۱	رسالہ قدسیہ	خواجہ محمد پارسا / مرتب ملک محمد اقبال	اسلام آباد	۱۹۷۵ء
۹۲	رفیق السالکین (فارسی)	ملفوظات سیّد میر کلالؒ	لاہور	۱۳۲۵ھ
۹۳	رسالہ تہلیلیہ	حضرت مجدّد الف ثانی	کراچی	۱۹۶۵ء
۹۴	تعرّف	امام ابوبکر بن ابو اسحاق / ترجمہ ڈاکٹر پیر محمد حسن	لاہور	۱۳۹۱ھ
۹۵	زبدۃ المقامات (فارسی)	محمد ہاشم کشمی	استانبول (ترکی)	۱۹۷۷ء
۹۶	سرِّ دلبراں	سیّد محمد ذوقی شاہ	کراچی	۱۲۰۰ھ
۹۷	سوویت یونین میں مسلمان	سفارتخانہ سوویت یونین پاکستان	کراچی	۱۹۷۲ء
۹۸	سیرتِ مجدّد الف ثانی	پروفیسر محمد مسعود احمد	کراچی	۱۹۸۳ء
۹۹	سفینۃ الاولیاء	دارا شکوہ / اردو ترجمہ محمد وارث کامل	لاہور	سن ندارد
۱۰۰	سکینۃ الاولیاء	دارا شکوہ / اردو ترجمہ مرزا مقبول بدخشانی	لاہور	۱۹۷۱ء

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف / مؤلف	جائے طباعت	سن طباعت
۱۰۱	سیرتِ رسولِ عربیؐ	مولانا نور بخش توکلیؒ	کراچی	۱۹۵۷ء
۱۰۲	سیرت النبیؐ جلد اول	شبلی نعمانی	لاہور	۱۹۸۳ء
۱۰۳	سیرت الصدیق	مولانا حبیب الرحمٰن شروانی	لاہور	۱۹۷۸ء
۱۰۴	سوانح عمری حضرت مجدد الف ثانی	احسان اللہ عباسی	رام پور	۱۹۲۶ء
۱۰۵	سلسلہ خیریہ	پروفیسر خالد امین مخفی الخیری	لاہور	۱۹۸۱ء
۱۰۶	شائق اللغات	شائق دہلوی	کراچی	۱۹۶۱ء
۱۰۷	شواہد نبوت (جامی)	اردو ترجمہ بشیر حسین ناظم	لاہور	۱۹۷۴ء
۱۰۸	شمس المعارف	شاہ محمد سلیمان پھلواروی	کراچی	۱۹۶۹ء
۱۰۹	شاہ حسین حقیقت اور اُن کا خاندان	مشرف احمد	کراچی	۱۹۷۷ء
۱۱۰	شرح رباعیات خواجہ باقی باللہ	خواجہ باقی باللہ	کراچی	۱۹۶۷ء
۱۱۱	شیخ احمد سرہندی	محمد استقلال خاں و محمد اقبال صلاح الدین	لاہور	۱۹۶۸ء
۱۱۲	شانِ حبیب الرحمٰنؐ	مفتی احمد یار خاں نعیمی	گجرات	سن ندارد
۱۱۳	شریعت و طریقت	مولانا محمد الدین چشتی اشرفی	لاہور	۱۹۸۱ء
۱۱۴	شب جائے کہ من بودم	شورش کاشمیری	لاہور	۱۹۷۱ء
۱۱۵	شجرہ نقشبندیہ مجددیہ نوریہ	عبدالرحمٰن بی اے	لاہور	فیض عام پریس
۱۱۶	شریف التواریخ جلد اوّل	مولانا شرافت نوشاہی	ساہن پال، گجرات	۱۹۷۹ء
۱۱۷	صدیق اکبرؓ	سعید احمد اکبر آبادی	کراچی	۱۹۷۵ء
۱۱۸	ضیائے حرم، ماہنامہ (صدیق اکبر نمبر)	پیر محمد کرم شاہ	لاہور	جون ۱۹۷۹ء
۱۱۹	علمی اردو لغات	وارث سرہندی	لاہور	۱۹۷۷ء
۱۲۰	عبداللہ خویشگی قصوری	پروفیسر محمد اقبال مجددی	لاہور	۱۹۷۲ء
۱۲۱	علماء ہند کا شاندار ماضی جلد اوّل	مولانا محمد میاں	لاہور	۱۹۷۷ء

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف / مؤلف	جائے طباعت	سن طباعت
۱۲۲	غائیۃ التحقیق	مولانا احمد رضا خاں بریلوی	لاہور	۱۲۹۳ھ
۱۲۳	فیض الکریم	قاضی عالم دین سیالکوٹی	لاہور	طبع چہارم
۱۲۴	فیضِ تیراہی	پیر خادم حسین چوراہی	چورہ شریف، اٹک	۱۹۸۳ء
۱۲۵	فیوضاتِ مجدد	مولانا غلام رسول گوہرؔ قصوری	قصور	۱۹۷۷ء
۱۲۶	فضائل صدیقِ اکبرؓ	میاں جمیل احمد شرقپوری	شرقپور	سن ندارد
۱۲۷	فیروز اللغات اردو جدید	مولوی فیروز الدین	لاہور	۱۹۵۷ء
۱۲۸	قصص الانبیاء	مولانا عبد المنان	کراچی	۱۹۷۳ء
۱۲۹	کریم اللغات (فارسی)	مولوی کریم الدین	لاہور	۱۸۹۱ء
۱۳۰	کشف المحجوب (فارسی)	داتا علی ہجویری	لاہور	۱۹۷۸ء
۱۳۱	〃 〃 (اردو)	ترجمہ مولانا ابو الحسنات قادری	لاہور	۱۳۹۶ھ
۱۳۲	〃 〃 (اردو)	〃 مولوی فیروز الدین	لاہور	طبع دوم
۱۳۳	〃 〃 (اردو)	〃 نشترؔ جالندھری	لاہور	۱۹۶۸ء
۱۳۴	〃 〃 (اردو)	〃 مولانا غلام معین الدین نعیمی	کراچی	۱۹ء
۱۳۵	گلزارِ ابرار	محمد غوثی مانڈوی	لاہور	۱۳۹۵ھ
۱۳۶	مدارج النبوتؔ (شیخ عبد الحق محدثؔ دہلوی)	ترجمہ شمسؔ بریلوی	کراچی	سن ندارد
۱۳۷	مضامینِ قرآنِ حکیم	زاہد ملک	راولپنڈی	۱۹۸۳ء
۱۳۸	معیار السلوک	شاہ ہدایت علی جے پوری	کراچی	سن ندارد
۱۳۹	مکتوباتِ امام ربانی (فارسی)	حضرت مجدد الف ثانیؒ	استانبول ترکی	۱۹۷۷ء
۱۴۰	〃 〃 〃 (اردو)	〃 〃 〃 〃 〃	کراچی	۱۹۷۳ء
۱۴۱	مجددؒ الف ثانی	محمد یوسف بی اے	فیصل آباد	۱۳۰۲ھ
۱۴۲	مجددؒ الف ثانی	سید زوار حسین شاہ	سیال کوٹ	۱۹۷۷ء

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف / مؤلف	جائے طباعت	سن طباعت
۱۴۳	مقالاتِ یوم مجدّد	میاں جمیل احمد شرقپوری	لاہور	۱۹۷۹ء
۱۴۴	معارف لدّنیہ	حضرت مجدّد الف ثانیؒ	کراچی	۱۹۶۸ء
۱۴۵	مبدأ و معاد	〃 〃 〃 〃	کراچی	۱۹۶۸ء
۱۴۶	مکاشفاتِ عینیہ	〃 〃 〃 〃	کراچی	۱۹۶۵ء
۱۴۷	مسلکِ امام ربّانیؒ	مولانا محمد سعید نقشبندی	لاہور	۱۹۷۰ء
۱۴۸	مقاماتِ خیر	شاہ زید ابوالحسن فاروقی	دہلی	۱۳۹۲ھ
۱۴۹	مقالاتِ سرسید حصہ شانزدہم	شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی	لاہور	۱۹۶۵ء
۱۵۰	مکتوبات خواجہ محمد معصوم سرہندی	تلخیص و ترجمہ: نسیم احمد امروہوی	لکھنؤ	۱۹۶۰ء
۱۵۱	مخزن اخلاق	رحمت اللہ سبحانی	لاہور	۱۹۶۸ء
۱۵۲	مقالات	شاہ محمد جعفر پھلواری	لاہور	۱۹۶۷ء
۱۵۳	مکاتیب شاہ غلام علی دہلوی (فارسی)	حکیم عبدالمجید سیفی	استانبول (ترکی)	۱۹۷۶ء
۱۵۴	مصباح اللغات	عبدالحفیظ بلیاوی	کراچی	۱۹۸۲ء
۱۵۵	مقاماتِ مظہری	شاہ غلام علی دہلوی / ترجمہ محمد اقبال مجدّدی	لاہور	۱۹۸۳ء
۱۵۶	مآثر الاجداد	پروفیسر منظور الحق صدیقی	لاہور	۱۹۶۴ء
۱۵۷	مآثر العارفین	جان محمد	لاہور	سن ندارد
۱۵۸	مکتوبات امام ربانی بحیثیت ماخذ ایمانیات	پروفیسر عبدالباری صدیقی	کراچی	۱۹۸۵ء
۱۵۹	نفحات الانس (جامیؒ)	اردو ترجمہ، شمس بریلوی	کراچی	۱۹۸۲ء
۱۶۰	نورِ اسلام، ماہنامہ اولیائے نقشبند نمبر	میاں جمیل احمد شرقپوری	شرقپور شریف	مارچ/اپریل ۱۹۷۹ء
۱۶۱	ہمارا اسلام	مفتی محمد خلیل برکاتی	لاہور	۱۹۸۵ء
۱۶۲	ہندوستان میں پہلی وہابی تحریک	ڈاکٹر قیام الدین احمد	کراچی	۱۹۷۲ء
۱۶۳	ہدایت الانسان الی سبیل العرفان	حافظ محمد عبدالکریم	راولپنڈی	۱۹۸۱ء

Collection Of Advocate Showkat

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف / مؤلف	جائے طباعت	سن طباعت
۱۶۴	خلاصہ قانونِ تصرف حصہ اوّل	حاجی ذاکر علی رہتکی	کراچی	۱۹۷۶ء
۱۶۵	خلاصہ قانون تصرف حصہ دوم	〃 〃 〃 〃	کراچی	۱۹۷۸ء
۱۶۶	〃 〃 〃 حصہ سوم	〃 〃 〃 〃	کراچی	۱۹۷۸ء
۱۶۷	استحکامِ پاکستان	ڈاکٹر اسرار احمد	لاہور	۱۹۸۶ء
۱۶۸	گنبد خضراء	محمد معراج الاسلام	لاہور	۱۹۷۶ء
۱۶۹	مسجد نبوی ؐ	〃 〃 〃	لاہور	۱۹۸۶ء
۱۷۰	سیاستِ شرعیہ	رئیس احمد جعفری	لاہور	۱۹۵۹ء
۱۷۱	تذکرہ خواجگان چشت سیکرہ شریف	حکیم محمد حسین بدر	ڈیرہ نواب صاحب	۱۹۸۹ء
۱۷۲	شمیمِ ولایت	ابو مظہر چشتی	لاہور	۱۹۹۳ء
۱۷۳	تذکرہِ شاہ ولی محمد چشتی۔	سیّد اکرام حسین	حیدرآباد سندھ	۱۹۶۳ء
۱۷۴	قندیلِ تواریخ	محمد حسن خاں میرانی	بہاولپور	۱۹۹۱ء
۱۷۵	گلزارِ مناقب	سیّد اکرام حسین سیکری	حیدرآباد سندھ	۱۹۶۸ء
۱۷۶	حضرات القدس جلد اوّل	علامہ بدر الدین سرہندیؒ ترجمہ محمد اشرف مجددی	سیالکوٹ	۱۴۰۱ھ
۱۷۷	〃 〃 جلد دوم	〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃	سیالکوٹ	۱۴۰۳ھ
۱۷۸	نسماتُ القدس	خواجہ محمد ہاشم کشمی / سیّد محبوب حسن واسطی	سیالکوٹ۔	۱۴۱۰ھ
۱۷۹	روضۃ القیومیہ جلد دوم	خواجہ محمد احسان سرہندی	لاہور	۱۹۸۹ء
۱۸۰	جلوۂ خورشید حرم	خان شاہد اکبر آبادی	کراچی	۱۹۹۳ء
۱۸۱	قمر عارفاں	مولوی احمد علی چشتی ترجمہ اقبال احمد فاروقی	فیصل آباد	۱۹۸۸ء
۱۸۲	اسرار الاولیاء	عبد العزیز قریشی	کوٹلی آزاد کشمیر	۱۹۹۴ء
۱۸۳	اکمل التاریخ جلد اوّل	مولانا ضیاء القادری بدایونی	بدایوں	۱۹۱۵ء
۱۸۴	جامع اردو انسائیکلو پیڈیا جلد دوم	شیخ غلام علی لاہور	لاہور	۱۹۸۸ء

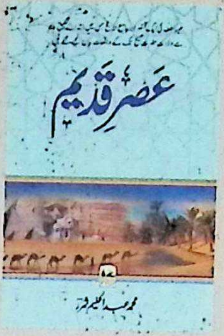
عصرِ قدیم
محمد عبد الحلیم شرر

ہدیۃ الوالدین
حافظ مبشر حسین

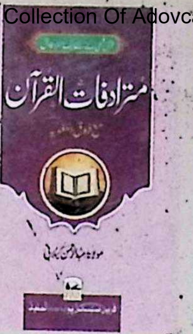
مترادفات القرآن
مولانا عبد الرحمن کیلانی

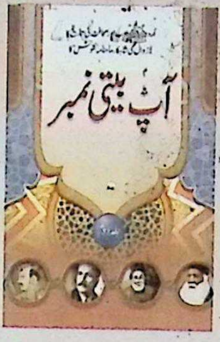
آپ بیتی نمبر

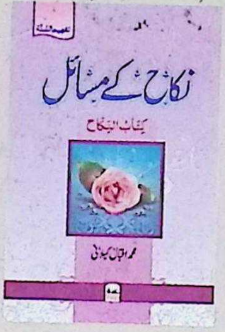
نکاح کے مسائل
کتاب النکاح
محمد اقبال کیلانی

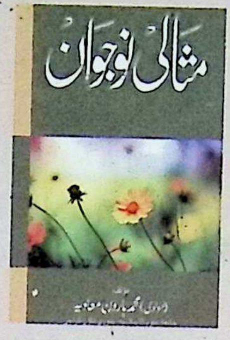
مثالی نوجوان

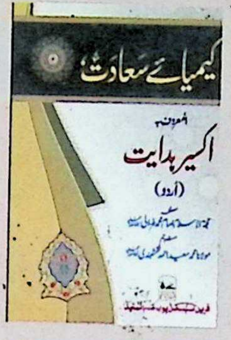
کیمیائے سعادت
اکسیر ہدایت
(اردو)

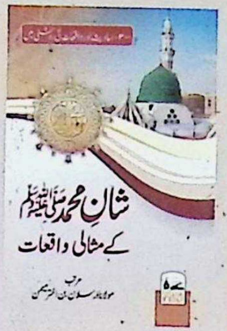
شانِ محمد ﷺ
کے مثالی واقعات

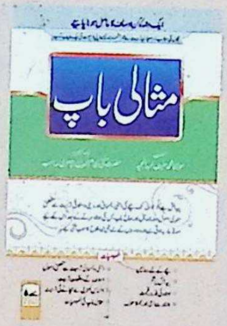

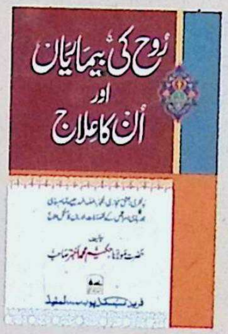
روح کی بیماریاں
اور
اُن کا علاج

سیرت ائمہ اربعہ

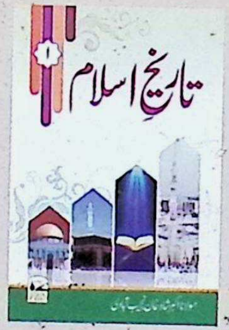
تاریخِ اسلام

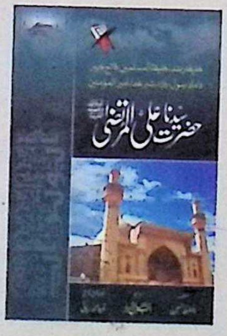
حضرت سیدنا علی المرتضیٰ

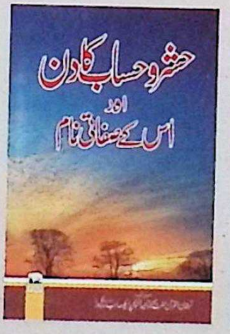
حشر و حساب کا دن
اور
اس کے صفاتی نام

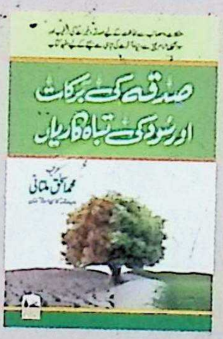
صدقہ کی برکات
اور سود کی تباہ کاریاں
محمد اسحٰق ملتانی

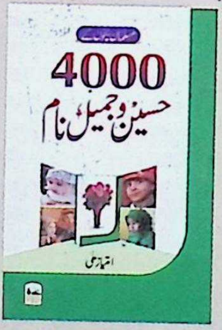
4000
حسین و جمیل نام

فرید بُک ڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ
FARID BOOK DEPOT (Pvt.) Ltd.
Corp. Off.: 2158, M.P. Street, Pataudi House, Darya Ganj, N. Delhi-2
Phones : 011-23289786, 011-23289159 Fax: 011-23279998
E-mail : faridexport@gmail.com • Website : faridexport.com

₹ 275/-